تحقیقی، اِصلاحی اور علمی

مقالات

جلد پنجم

تالیف

حافظ زبیر علی زئی

الکتاب انٹرنیشنل

جامعہ نگر، نئی دھلی ۱۱۰۰۲۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم
تحقیقی، اصلاحی اور علمی
مقالات
(جلد پنجم)
تالیف
حافظ زبیر علی زئی
الکتاب انٹرنیشنل، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

نام کتاب	:	مقالات تحقیقی، اصلاحی اور علمی
تالیف	:	حافظ زبیر علی زئی
ناشر	:	سید شوکت سلیم سہسوانی
جلد	:	پنجم
اشاعت	:	مارچ ۲۰۱۴ء
قیمت	:	-/350 روپے

الکتاب انٹرنیشنل

F-50 B، مرادی روڈ، بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵

Phone:. 9312508762, 011-26986973

E-mail:. alkitabint@gmail.com

ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ دار السلام، گاؤکدل، سرینگر، کشمیر

۲۔ القرآن پبلیکیشنز، میسومہ بازار، سرینگر، کشمیر

۳۔ مکتبہ دار السلام، اننت ناگ، کشمیر

۴۔ مکتبہ المعارف، محمد علی روڈ، ممبئی

۵۔ مکتبہ ترجمان، اردو بازار، دہلی۔ ٦

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

عقائد (توحید وسنت) سے متعلق مسائل

نماز سے متعلق بعض مسائل

اصولِ حدیث کے بعض اہم مباحث

قربانی اور عقیقے کے مسائل

تذکرۃ الراوی

باطل مذاہب و مسالک کا رد

تحقیق وتنقید

متفرق مضامین

فہارس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ اوّل

الحمد للّٰه ربّ العالمين والصّلوٰة والسّلام علىٰ رسوله الأمين، أمابعد:

توحید وسنت کے احیا، شرک و بدعت کے استیصال اور منہج سلف صالحین کی ترویج کے لئے ایک عرصہ پہلے ماہنامہ الحدیث حضرو کا اجراء کیا گیا تھا، جو اپنے مقاصد و عزائم کے مطابق بحمد اللہ کامیابی کے مراحل طے کر رہا ہے اور بہترین نتائج حاصل ہو رہے ہیں، جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس کی دعوت کھری، سچی اور سچی ہے۔

لوگوں کی آسانی اور سہولت کے پیشِ نظر اس مجلّے میں مطبوع: علمی، تحقیقی و اصلاحی مضامین کو مقالات کی صورت میں شائع کرنے کا مفید سلسلہ بھی جاری ہے، جسے قارئین پسندیدگی کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ اس سے قبل فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے مقالات چار جلدوں میں چھپ چکے ہیں، اور اب اسی سلسلے کی پانچویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے جسے استاذ محترم حفظہ اللہ نے اپنے خاص اسلوب میں علم کے حسن اور تحقیق کے زیور سے آراستہ کیا ہے، نیز احقاقِ حق اور ابطالِ باطل اس پر طُرہ ہے۔

خوش نصیب ہے وہ بندہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی سمجھ عطا فرمائے اور پھر دینِ حنیف کی خدمت کے لئے چُن لے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من يرد الله به خيرًا يفقهه في الدين.))

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر (بھلائی) کا ارادہ کرتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۷۱)

اسی طرح فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

((نضر اللّٰه امراءً سمع منا حديثاً فحفظه حتّى يبلّغه.))
اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی، پھر اسے یاد کیا تاکہ اسے (دوسروں تک) پہنچائے۔ (سنن ابی داود: ۳۶۶۰ وسندہ صحیح)

اللہ رب العزت کا ہمارے شیخ حفظہ اللہ پر فضلِ عظیم ہے کہ ان سے تحریر، تقریر اور تدریس جیسے تین اہم میدانوں میں کام لے رہا ہے۔ **اللّٰھم زد فزد**

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ استاذ محترم کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور انھیں حاسدین ومعاندین کے شر سے محفوظ رکھے اور ان کے علم، عمل اور قلم میں برکت فرمائے۔ (آمین)

حافظ ندیم ظہیر
(۱۳/ شعبان ۱۴۳۳ھ)

عقائد (توحید وسنت) سے متعلق مسائل

ختمِ نبوت پر چالیس دلائل

الحمد لله ربّ العالمين والصّلوٰة والسّلام علىٰ محمد بن عبد الله بن عبدالمطلب :رسول الله الأمين و خاتم النبيين أي آخر النبيين و رضي الله عن آله و أصحابه و أزواجه و ذريته أجمعين و رحمة الله على التابعين و أتباع التابعين و أتباع أتباع التابعين و هم السلف الصالحين من خير القرون و من تبعهم باحسان إلىٰ يوم الدين ، أما بعد:

قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور اجماعِ اُمت سے ثابت ہے کہ سیدنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب: رسول اللہ ﷺ آخری نبی اور آخری رسول ہیں، آپ کے بعد قیامت تک نہ کوئی رسول پیدا ہوگا اور نہ کوئی نبی پیدا ہوگا۔

اس متفقہ اور ضروریاتِ دین میں سے اہم ترین عقیدے پر بے شمار دلائل میں سے چالیس (۴۰) دلائل درج ذیل ہیں:

۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ محمد (ﷺ) تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن آپ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں۔ (الاحزاب:۴۰)

اس آیتِ کریمہ کی تشریح میں مشہور مفسرِ قرآن امام ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) نے لکھا ہے:

"بمعنی أنه آخر النبيين" اس کا معنی یہ کہ آپ آخری نبی ہیں۔

(تفسیر طبری، مطبوعہ دارالحدیث القاہرہ مصر ۹/۲۴۴)

اس آیت کی یہ تشریح و تفسیر درج ذیل ائمہ اسلام سے بھی ثابت ہے:

۱: الامام الثقہ وامیر المومنین فی النحو ابوزکریا یحییٰ بن زیاد بن عبداللہ بن منظور الدیلمی

الاسدی الکوفی النحوی الفراء، صاحب الکسائی (متوفی ۲۰۷ھ)

☆ معانی القرآن للفراء (۲/۳۴۴ مکتبہ شاملہ)

۲: امام ونحویٔ زمانہ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن السری بن سہل الزجاج البغدادی (متوفی ۳۱۱ھ)

☆ معانی القرآن واعرابہ للزجاج (۴/۲۳۰ شاملہ)

۳: الامام المفسر ابوبکر محمد بن عزیر (اَو عزیز) السجستانی العزیری (متوفی ۳۳۰ھ)

☆ غریب القرآن للسجستانی (۱/۲۱۱ شاملہ)

۴: العلامہ وامام العربیہ ابوجعفر احمد بن محمد بن اسماعیل بن یونس المرادی النحوی المصری (متوفی ۳۳۸ھ)

☆ اعراب القرآن للنحاس (۳/۲۱۷ شاملہ، نسخہ مطبوعہ دار المعرفۃ لبنان ص ۴۷۷)

۵: ابوالليث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی (متوفی ۳۸۵ھ)

☆ تفسیر السمرقندی المسمی بحر العلوم (۳/۵۴-۵۳)

۶: العلامہ المفسر ابومنصور محمد بن احمد بن الازہر بن طلحہ الازہری اللغوی (متوفی ۳۷۰ھ)

☆ معانی القراءات للازہری (۲/۲۸۴ شاملہ)

تہذیب اللغۃ للازہری (۷/۱۳۸، شاملہ)

۷: المفسر وامام النحو ابوالحسن علی بن فضال بن علی بن غالب المجاشعی القیروانی التمیمی الفرزدقی (متوفی ۴۷۹ھ)

☆ النکت فی القرآن الکریم للمجاشعی القیروانی (۱/۳۹۴ شاملہ)

۸: الامام المفسر ابوالحسن علی بن احمد الواحدی النیسابوری (متوفی ۴۶۸ھ)

☆ الوسیط فی تفسیر القرآن المجید (۳/۴۷۴)

۹: ابونصر اسماعیل بن حماد الجوہری الفارابی (متوفی ۳۹۴ھ)

☆ تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ المسمی الصحاح للجوہری (۴/۱۵۵۰، قال: ’’و خاتمة

الشئ: آخره")

۱۰: ابوعبدالرحمٰن خلیل بن احمد الفراہیدی (متوفی ۱۷۵ھ)

☆ کتاب العین (ص ۲۳۱ قال: "و خاتمة السورة: آخرها. و خاتم العمل و کل شئ: آخره")

۱۱: ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا (متوفی ۳۹۵ھ)

☆ معجم مقاییس اللغۃ (۲/۲۴۵ قال: "والنبي ﷺ خاتم الأنبياء لأنه آخرهم")

۱۲: ابوعبداللہ الحسین بن محمد الدامغانی (متوفی ۴۷۸ھ)

☆ الوجوہ والنظائر لالفاظ کتاب اللہ العزیز (ص ۲۰۶)

۱۳: ابوالمظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار بن احمد المروزی السمعانی التمیمی (متوفی ۴۸۹ھ)

☆ تفسیر السمعانی (۴/۲۹۰ شاملہ)

۱۴: ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد البغدادی عرف ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ)

☆ زادالمسیر فی علم التفسیر (۶/۳۹۳)

۱۵: محیی السنۃ ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی (متوفی ۵۱۶ھ)

☆ معالم التنزیل یعنی تفسیر البغوی (۳/۵۳۳)

۱۶: قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ یعنی ابن العربی المالکی (متوفی ۵۴۳ھ)

☆ احکام القرآن (۳/۱۵۴۹)

۱۷: الامام العلامۃ الحافظ شیخ التفسیر ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم النیسابوری (متوفی ۴۲۷ھ)

☆ الکشف والبیان یعنی تفسیر الثعلبی (۸/۵۰)

۱۸: العلامۃ الماہر والمحقق الباہر ابوالقاسم الحسین بن محمد بن الفضل یعنی الراغب الاصبہانی (متوفی ۵۰۲ھ تقریباً)

☆ مفردات الفاظ القرآن فی غریب القرآن (ص ۱۴۳، قال: لأنه ختم النبوة أي تممها بمجیئه)

۱۹: ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المفسر (متوفی ۶۷۱ھ)

☆ الجامع لاحکام القرآن (۱۴/ ۱۹۶)

۲۰: ابوالقاسم شہاب الدین عبدالرحمٰن بن اسماعیل بن ابراہیم بن عثمان المقدسی الدمشقی ابوشامہ (متوفی ۶۶۵ھ)

☆ ابراز المعانی من حرز المعانی (۱/ ۲۵۰ شاملہ)

نیز دیکھئے حجۃ القراءات لعبدالرحمٰن بن محمد ابی زرعۃ بن زنجلہ (۱/ ۵۷۸ شاملہ) تفسیر ابن کثیر (۵/ ۱۸۵، دوسرا نسخہ ۱۱/ ۱۷۵۔۱۷۶) القاموس المحیط للفیروز آبادی (ص ۱۴۲۰) تاج العروس مع جواہر القاموس لمحمد مرتضیٰ الزبیدی (۱۶/ ۱۹۰) اور لسان العرب لابن منظور (۱۲/ ۱۶۴) وغیرہ۔

اس آیتِ کریمہ کی متفقہ تفسیر سے ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کا مطلب آخر النبیین ہے اور اسی پر اہلِ اسلام کا اجماع ہے۔

تنبیہ: مدینہ منورہ والے قرآن مجید میں خاتم النبیین (تاء کی زیر کے ساتھ) ہے اور یہ قراءت بھی اسی کی دلیل ہے کہ اس سے مراد آخر النبیین ہیں۔ ﷺ

۱: قراءتِ قالون (ص ۳۷۱) مطبوعہ لیبیا

۲: قراءت ورش (ص ۳۴۶) مطبوعہ مصر

دوسرا نسخہ (ص ۴۹۰) مطبوعہ الجزائر

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۴۰ کے مفہوم پر بیس سے زیادہ حوالوں کے بعد عرض ہے کہ اس آیت کے علاوہ بہت سی دوسری آیات بھی ہیں، جن سے اہلِ اسلام ختمِ نبوت پر استدلال کرتے ہیں، جن کی تفصیل مطول کتابوں میں ہے اور اب احادیث صحیحہ متواترہ پیشِ

۱/۲) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے (بسندِ عامر بن سعد بن ابی وقاص) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سیدنا) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا:

((أما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لانبوة بعدي .))

کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمھارا میرے ساتھ وہ مقام ہو جو ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۲/۲۴۰۴، ترقیم دارالسلام: ۶۲۲۰)

صحیح مسلم کے علاوہ یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

مسند احمد (۱/۱۸۵ ح ۱۶۰۸) سنن ترمذی (۳۷۲۴، ۲۹۹۹ وقال: حسن غریب صحیح)

خصائص علی للنسائی (۱۱) اور مسند سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (روایۃ الدورقی: ۱۹) وغیرہ

اس کے راوی ابو محمد بکیر بن مسمار القرشی الزہری المدنی رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے ثقہ وصدوق ہیں اور ان پر امام بخاری کی جرح ثابت نہیں، بلکہ وہ دوسرے راوی بکیر بن مسمار پر ہے اور اگر یہی راوی مراد ہوں تو یہ ہلکی سی جرح (فیہ بعض النظر) جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے، نیز بکیر اس روایت میں منفرد نہیں بلکہ سعید بن المسیب نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔ دیکھئے فقرہ: ۲/۳

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((... إلا أنه ليس بعدي نبي.)) سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی ۲/۹۹ ح ۷۵۵ وسندہ صحیح)

۲/۳) سعید بن المسیب نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا:

((أنت مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبي بعدي.))

(صحیح مسلم: ۳۰/۲۴۰۶، دارالسلام: ۶۲۱۷)

۳/۴) مصعب بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ((ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من

موسى إلا أنه ليس نبي بعدي.))

(صحیح بخاری: ۴۴۱۶، صحیح مسلم: ۲۴۰۴، مسند سعد بن ابی وقاص روایۃ الدورقی: ۴۹ والحکم بن عتیبہ صرح بالسماع)

۴/۵) ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ((ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبي بعدي.))

(خصائص علی للنسائی: ۵۳ وسندہ حسن، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ۱۶۳/۴، وبتحقیقی مخطوط مصورص ۲۰۵ ح ۲۰۷)

اس حدیث کے راوی امام محمد بن اسحاق بن یسار المدنی رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث ہیں اور انھوں نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

امام ابونعیم الاصبہانی نے اس حدیث کو ایک اور صحیح سند سے روایت کر کے فرمایا:

"صحيح مشهور من حديث شعبة" (حلیۃ الاولیاء ۱۹۴/۷)

۵/۶) عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص عن ابیہا کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ((أو ما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا النبوة.)) (مسند احمد ۱۷۰/۱ ح ۱۴۶۳، وسندہ صحیح)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو پانچ تابعین نے روایت کیا ہے: عامر بن سعد بن ابی وقاص، سعید بن المسیب، مصعب بن سعد بن ابی وقاص، ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص اور عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص رحمہم اللہ اجمعین۔

۷) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((و أنا العاقب.)) اور میں عاقب (آخری نبی) ہوں۔

(صحیح بخاری: ۳۵۳۲، ۴۸۹۶ والزہری صرح بالسماع عندہ، صحیح مسلم: ۲۳۵۴، دارالسلام: ۶۱۰۵، ۶۱۰۷)

اس حدیث کے راوی امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ (ثقہ بالاجماع اور جلیل القدر تابعی) نے العاقب کی تشریح میں فرمایا: "الذي ليس بعده نبي." وہ جس کے بعد کوئی

نبی (پیدا) نہ ہو۔ (صحیح مسلم، ترقیم دارالسلام: ۶۱۰۷)

اس حدیث کی تشریح میں امام سفیان بن حسین بن حسن الواسطی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"آخر الأنبیاء" (تاریخ المدینہ لعمر بن شبہ ۲/ ۶۳۱، وسندہ صحیح الیہ، المعجم الکبیر للطبرانی ۲/ ۱۲۲ ح ۱۵۲۶)

یہ حدیث بہت سی کتابوں میں موجود ہے، مثلاً دیکھئے: مسند الحمیدی (بتحقیقی: ۵۵۵) سنن ترمذی (۲۸۴۰ وقال: هذا حدیث حسن صحیح) مسند احمد (۴/ ۸۱، ۸۴) اور السنن الکبریٰ للنسائی (۱۱۵۹۰) وغیرہ

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو ان کے دونوں بیٹوں محمد بن جبیر بن مطعم اور نافع بن جبیر بن مطعم نے بیان کیا ہے۔ (نافع بن جبیر کی روایت کے لئے دیکھئے مسند احمد ۴/ ۸۳۔ ۸۷، البحر الزخار ۸/ ۳۴۰ ح ۳۴۱۳ وقال البزار: "واسناده صحیح")

۸) سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وأنا المقفٰی.)) اور میں مقفّی (آخری نبی) ہوں۔

(شمائل الترمذی بتحقیقی: ۳۶۶۔ ۳۶۷ وسندہ حسن، کشف الاستار للبزار ۳/ ۱۲۰ ح ۲۳۷۸)

یہ روایت ابوبکر بن عیاش عن عاصم بن ابی النجود عن ابی وائل شقیق بن سلمہ عن حذیفہ کی سند سے ہے اور حماد بن سلمہ کی سند سے عن عاصم بن ابی النجود عن زر بن حبیش عن حذیفہ رضی اللہ عنہ مروی ہے۔ (دیکھئے مسند احمد ۵/ ۴۰۵، صحیح ابن حبان: ۶۰۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱/ ۴۵۷ ح ۳۱۶۸۳)

یہ حدیث دونوں سندوں سے حسن لذاتہ ہے۔ قاری ابوبکر بن عیاش اور قاری عاصم بن ابی النجود دونوں جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

مقفّی کی تشریح میں حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے لکھا ہے:

"لأنه آخر الأنبیاء" کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔ (التمہید لما فی الموطأ من المعانی والاسانید ۱۹/ ۴۵ حدیث تاسع و أربعون لأبی الزناد، الاستذکار ۲/ ۳۷۵ فقرہ: ۳۹۶)

۹) سیدنا ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:((أنا محمد و أنا أحمد و المقفیٰ ...))
میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور المقفیٰ ہوں۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱/۴۵۷ ح ۳۱۶۸۴ وسندہ صحیح، مسند احمد ۴/ ۳۹۵، صحیح مسلم: ۲۳۵۵، دارالسلام: ۶۱۰۸)
نیز دیکھئے حدیث سابق: ۸
تنبیہ: امام وکیع اور ابو نعیم الفضل بن دکین کا امام عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ بن مسعود المسعودی الہذلی رحمہ اللہ سے سماع ان کے اختلاط سے پہلے کا ہے۔
(دیکھئے الکواکب النیرات ص ۲۹۳)
۱/۱۰) عمرو بن عبداللہ الحضرمی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابو امامہ الباہلی (صدی بن عجلان) رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((وأنا آخر الأنبیاء و أنتم آخر الأمم .)) اور میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔
(کتاب الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم ۲/ ۴۴۷ ح ۱۲۴۹، وسندہ صحیح، السنۃ لابن ابی عاصم ص ۱۷۱ ح ۳۹۱، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۷۹ ح ۴۰۰، المعجم الکبیر للطبرانی ۸/ ۱۷۲۔۱۷۳ ح ۷۶۳۵ مختصراً، مسند الرویانی ۲/ ۲۹۵ ح ۱۲۳۹، الشریعۃ للآجری ۳/ ۱۳۱۲ ح ۸۸۲، المستدرک للحاکم ۴/ ۵۳۶ ح ۸۶۲۰ وصححہ علیٰ شرط مسلم ووافقہ الذہبی، کتاب الفتن للامام نعیم بن حماد الصدوق رحمہ اللہ ۲/ ۵۱۷ ح ۱۴۴۶، دوسرا نسخہ: ۱۳۱۳، الفتن للامام حنبل بن اسحاق [بحوالہ مکتبہ شاملہ]: ۳۷)
عمرو بن عبداللہ الحضرمی کو امام معتدل عجلی، نیز ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے ثقہ قرار دیا ہے، لہٰذا وہ ثقہ صحیح الحدیث راوی ہیں اور باقی سند صحیح ہے۔
۲/۱۱) شرحبیل بن مسلم اور محمد بن زیاد کی سند سے روایت ہے کہ سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
((أیها الناس! أنه لا نبي بعدي و لا أمة بعدكم .)) اے لوگو! بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمھارے بعد کوئی امت نہیں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۸/ ۱۳۶ ح ۷۵۳۵ وسندہ حسن، السنۃ لابن ابی عاصم ۲/ ۷۱۵۔۷۱۶ ح ۱۰۹۵، دوسرا نسخہ: ۱۰۶۱)
اسماعیل بن عیاش کی یہ روایت شامیوں سے ہے اور انھوں نے سماع کی تصریح کردی

ہے، لہٰذا یہ سند حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۰، اور ۱۱ سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے ختم نبوت والی حدیث تین راویوں نے بیان کی ہے: عمرو بن عبداللہ الحضرمی، شرحبیل بن مسلم اور محمد بن زیاد، لہٰذا ان سے یہ حدیث صحیح مشہور ہے۔

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اسد بن وداعہ (صدوق) راوی نے بھی بیان کی ہے۔ (دیکھئے المعجم الکبیر للطبرانی ۸/۱۶۲۔۱۶۳ ح ۷۶۲۲)

۱۲) سیدنا ثوبان (مولیٰ رسول اللہ ﷺ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وإنه سيكون في أمتي كذابون ثلاثون كُلهم يزعم أنه نبي، و أنا خاتم النبيين ، لا نبي بعدي.)) اور بے شک میری اُمت میں تیس کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ اور میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (سنن ابی داود: ۴۲۵۲ وسندہ صحیح)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

مسند احمد (۵/ ۲۷۸ ح ۲۲۳۹۵) سنن ترمذی (۲۲۱۹ وقال: ھذا حدیث صحیح)

اور صحیح ابن حبان (الاحسان: ۷۱۹۴، دوسرا نسخہ: ۷۲۳۸) وغیرہ

اس حدیث کے راوی امام ابوقلابہ عبداللہ بن زید الجرمی رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں اور ان کا مدلس ہونا ثابت نہیں، لہٰذا یہ سند بالکل صحیح ہے۔

اس حدیث پر عبدالرحمٰن خادم قادیانی نے دو عجیب اعتراض کئے ہیں:

۱: ثوبان نا قابل اعتبار ہیں۔

۲: ابوقلابہ نا قابل اعتبار ہیں۔ (پاکٹ بک ص ۳۱۲)

اس قادیانی جرح کا جواب یہ ہے کہ حافظ ذہبی کی کتاب: میزان الاعتدال (۱/۳۷۱، دوسرا نسخہ ۱/۳۷۳ ت ۱۴۰۲) میں جس ثوبان بن سعید پر ازدی (ضعیف ومجروح) کی جرح "یتکلمون فیه" ہے، وہ دوسرے آدمی تھے اور ان کے بارے میں امام ابوزرعہ الرازی نے

فرمایا:" لابأس به " (دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل ۱/ ۲۷۰، اور لسان المیزان ۲/ ۸۵، دوسرا نسخہ ۲/ ۱۵۰)

جبکہ ہماری ذکر کردہ حدیث میں سیدنا ثوبان الہاشمی الشامی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام یعنی مولیٰ تھے۔

(دیکھئے الاصابہ لابن حجر ۱/ ۲۰۴ ت ۹۶۷، اور تقریب التہذیب: ۸۵۸)

نیز دیکھئے میری کتاب: تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات (۳/ ۴۹۷۔۴۹۸)

ابوقلابہ پر قادیانی جرح کے جواب کے لئے دیکھئے تحقیقی مقالات (۳/ ۴۹۶۔۴۹۷)

۱۳) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((**لو كان نبي بعدي لكان عمر بن الخطاب .**)) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتے تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۶ وقال: "**هذا حديث حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث حديث مشرح بن هاعان**" مسند احمد ۴/ ۱۵۴، مستدرک الحاکم ۳/ ۸۵ ح ۴۴۹۵ وقال: "**هذا الحديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه**" وقال الذهبي: صحيح)

اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے اور اسے درج ذیل علماء نے حسن یا صحیح قرار دیا ہے:

۱: ترمذی (حسن)

۲: حاکم (صحیح)

۳: ذہبی (صحیح)

اس حدیث کے راوی مشرح بن ہاعان جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث ہیں۔ (دیکھئے میری کتاب: نور العینین ص ۱۸۲۔۱۸۴)

۱/۱۴) ابوصالح السمان ذکوان الزیات رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**إن مثلي و مثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتاً فأحسنه و أجمله إلا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به و يتعجبون له ويقولون :هلا و ضعت هذه اللبنة؟ قال: فأنا اللبنة و أنا خاتم النبيين .**)) بے شک میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس آدمی کی

طرح ہے، جس نے بہت اچھے طریقے سے ایک گھر بنایا اور اسے ہر طرح سے مزین کیا، سوائے اس کے کہ ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ (چھوڑ دی) پھر لوگ اس کے چاروں طرف گھومتے ہیں اور (خوشی کے ساتھ) تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ اینٹ یہاں کیوں نہیں رکھی گئی؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: پس میں وہ (نبیوں کے سلسلے کی) آخری اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (صحیح بخاری: ۳۵۳۵، صحیح مسلم: ۲۲/۲۲۸۶، دارالسلام: ۵۹۶۱)

یہ حدیث دوسری بہت سی کتابوں میں بھی ہے۔ مثلاً دیکھئے:

مسند احمد (۲/ ۳۹۸ ح ۹۱۶۷) السنن الکبریٰ للنسائی (۱۱۴۲۲) صحیح ابن حبان (الاحسان: ۶۴۰۵) اور شرح السنہ للبغوی (۱۳/ ۲۰۱۔۲۰۲ ح ۳۶۲۱ وقال: **هذا حديث متفق على صحته**) وغیرہ۔

۲/۱۵) مشہور ثقہ تابعی امام ہمام بن منبہ بن کامل الصنعانی الیمنی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۲ھ) کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری اور دوسرے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر [کے کمرے] بنائے اور انھیں خوب آراستہ پیراستہ کر کے مکمل کر دیا، لیکن گھروں [یعنی کمروں] کے کناروں میں سے ایک کنارے پر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ اب تمام لوگ آتے ہیں اور (عمارت کو) چاروں طرف سے گھوم کر دیکھتے ہیں، اور وہ عمارت انھیں تعجب میں ڈالتی ہے، لیکن یہ بھی کہتے ہیں کہ یہاں پر ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ جس سے اس (عمارت) کی تعمیر مکمل ہو جاتی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ہی وہ اینٹ ہوں۔''

(الصحیفۃ الصحیحۃ، صحیفہ ہمام بن منبہ مترجم ص ۳۷ ح ۲، دوسرا نسخہ ص ۶۶۔۶۸، تیسرا نسخہ ص ۲۸، چوتھا نسخہ ص ۷، صحیح مسلم ۲۱/ ۲۲۸۶، دارالسلام: ۵۹۶۰، مسند احمد ۲/ ۳۱۲ ح ۸۱۰۱/۲، شرح السنہ للبغوی ۱۳/ ۱۹۹ ح ۳۶۱۹ وقال: هذا حديث متفق على صحته)

۳/۱۶) امام عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خوبصورت عمارت تعمیر کرنے کی مرفوع حدیث مذکور ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ

نے فرمایا: ''فکنت أنا تلك اللبنة'' پس میں وہ آخری اینٹ ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۰/ ۲۲۸۶، دارالسلام: ۵۹۵۹، مسند احمد ۲/ ۲۴۴، مسند الحمیدی بتحقیقی: ۱۰۴۳، دوسرا نسخہ: ۱۰۳۷)

۴/۱۷) عبدالرحمٰن بن یعقوب رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فضّلت على الأنبياء بست: أعطيت جوامع الكلم و نصرت بالرعب و أحلّت لي الغنائم و جعلت لي الأرض طهورًا و مسجدًا و أرسلت إلى الخلق كافّة و ختم بي النبيون .))

مجھے انبیاء پر چھ فضیلتیں عطا کی گئی ہیں:

۱: مجھے جوامع الکلم (جامع کلام) عطا کیا گیا۔

۲: رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی۔

۳: میرے لئے مالِ غنیمت حلال کیا گیا۔

۴: میرے لئے زمین کو پاک کرنے والی اور مسجد بنایا گیا۔

۵: مجھے ساری مخلوق (تمام انسانوں اور جنوں) کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا۔

۶: اور میرے ساتھ نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ (صحیح مسلم: ۵۲۳، دارالسلام: ۱۱۶۷، مسند احمد ۲/ ۴۱۱، سنن ترمذی: ۱۵۵۳، وقال: هذا حديث حسن صحيح)

۵/۱۸) ابو حازم سلمان الاشجعی الکوفی رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وإنه لا نبي بعدي.)) اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (صحیح بخاری: ۳۴۵۵، صحیح مسلم: ۱۸۴۲، دارالسلام: ۴۷۷۳)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كلما ذهب نبي خلفه نبي وإنه ليس كائنًا فيكم نبي بعدي)) جب بھی ایک نبی جاتا تو اس کے بعد دوسرا نبی آتا تھا اور میرے بعد تم میں کوئی نبی (پیدا) نہیں ہوگا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵/ ۵۸ ح ۳۷۴۹۶ وسندہ صحیح)

۶/۱۹) عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فإني آخر الأنبياء و إن مسجدي آخر المساجد.)) پس بے شک میں آخری نبی ہوں اور بے شک میری مسجد آخری مسجد (ہے جسے کسی نبی نے خود تعمیر کیا) ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۳۹۴/۵۰۷، دارالسلام: ۳۳۷۶)

آخر المساجد کی تشریح میں حافظ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۶ھ) نے لکھا ہے: "فربط الكلام بفاء التعليل مشعرًا بأن مسجده إنما فضّل على المساجد كلها لأنه متأخر عنها و منسوب إلى نبي متأخر عن الأنبياء كلهم في الزمان." پس آپ نے فاء تعلیل کے ساتھ یہ بتانے کے لئے کلام مربوط کیا کہ آپ کی مسجد اس وجہ سے تمام مساجد پر فضیلت رکھتی ہے، کیونکہ یہ ان کے بعد ہے اور تمام انبیاء کے بعد آنے والے نبی آخر الزمان کی طرف نسبت رکھتی ہے۔

(المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ۵۰۶/۳ ح ۱۲۴۶)

قاضی عیاض المالکی اور محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی دونوں نے اس حدیث سے یہ مراد لی کہ آپ ﷺ کی مسجد دوسری مسجدوں سے افضل ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ۵۱۲/۴، اکمال اکمال المعلم ۵۰۹/۴)

آخر الانبیاء کی نسبت سے آخر المساجد کا صرف یہی مطلب ہے کہ آخر مساجد الانبیاء، اس کے علاوہ دوسرا کوئی مطلب ہو ہی نہیں سکتا اور نہ ایسا معنی سلف صالحین کے کسی مستند عالم سے ثابت ہے۔

۲۰/۷۔۸) ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف اور ابو عبداللہ الاغر (دو تابعین) کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "فإن رسول الله ﷺ آخر الأنبياء و إن مسجده آخر المساجد." پس بے شک رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کی مسجد (مساجد انبیاء میں سے) آخری مسجد ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹۴/۵۰۷، دارالسلام: ۳۳۷۶، سنن نسائی: ۶۹۵ والکبریٰ لہ: ۷۸۴)

نیز دیکھئے حدیث سابق: ۱۹

۹/۲۱) امام سعید بن المسیب کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لم یبق من النبوة إلا المبشرات.)) نبوت میں سے سوائے مبشرات کے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ لوگوں نے کہا: مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ((الرؤیا الصالحة.)) نیک خواب۔ (صحیح بخاری: ۶۹۹۰)

۱۰/۲۲) صعصعہ بن مالک رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إنه لیس یبقی بعدي من النبوة إلا الرؤیا الصالحة.)) بے شک میرے بعد نبوت میں سے اچھے خواب کے علاوہ کچھ بھی باقی نہیں رہا۔

(موطأ امام مالک، روایۃ یحییٰ ۲/ ۹۵۶۔۹۵۷ ح ۱۸۴۷، وسندہ صحیح، روایۃ ابن القاسم تحقیقی ص ۲۱۵ ح ۱۲۷، سنن ابی داود: ۵۰۱۷ وصححہ الحاکم ۴/ ۳۹۰۔۳۹۱ ح ۸۱۷۶ ووافقہ الذہبی)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ختمِ نبوت والی حدیث کو دس تابعین نے روایت کیا ہے:

۱: ابو صالح السمان

۲: ہمام بن منبہ

۳: عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج

۴: عبدالرحمٰن بن یعقوب

۵: ابو حازم الاشجعی

۶: عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ

۷: ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف

۸: ابو عبداللہ الاغر

۹: سعید بن المسیب

۱۰: صعصعہ بن مالک

ثابت ہوا کہ یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے متواتر ہے۔

۲۳) سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

نبی ﷺ نے ایک بہترین اور مکمل گھر (محل) کی مثال کو نبیوں کی مثال قرار دیا۔ جس کی ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**فأنا موضع اللبنة ، جئت فختمت الأنبياء عليهم السلام .**)) پس میں اس اینٹ کی جگہ ہوں، میں آیا تو انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کر دیا۔ (صحیح مسلم: ۲۲۸۷، دارالسلام: ۵۹۶۳)

یہ حدیث مختصراً صحیح بخاری (۳۵۳۴) میں بھی موجود ہے۔

۲۴) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((**إن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبيّ.**))

بے شک رسالت اور نبوت منقطع (یعنی ختم) ہوگئی، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۲۲۷۲ وقال: "ھذا حدیث صحیح غریب من ھذا الوجہ" وسندہ صحیح، مسند احمد ۳/ ۲۶۷ وصححہ الحاکم ۴/ ۳۹۱ علی شرط مسلم ووافقہ الذہبی)

اس صحیح حدیث پر قادیانیوں کی جرح کے جواب کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (۳/ ۴۸۵۔۴۸۹)

۲۵) صحابیہ ام کرز الکعبیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ((**ذهبت النبوة و بقيت المبشرات.**)) نبوت ختم ہوگئی اور مبشرات (نیک خواب) باقی رہ گئے۔ (مسند الحمیدی بتحقیقی: ۳۴۹ وسندہ حسن، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۶، مسند احمد ۶/ ۳۸۱، سنن دارمی ۲/ ۱۲۳ ح ۲۱۴۴، صحیح ابن حبان الاحسان: ۶۰۱۵ وغیرہ)

بوصیری نے زوائد ابن ماجہ میں کہا: " **إسناده صحيح و رجاله ثقات** " (ح ۳۸۹۶)

۲۶) سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما دونوں جب سیدہ ام ایمن (برکہ رضی اللہ عنہا) حاضنۃ النبی ﷺ کے پاس گئے تو ام ایمن رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور فرمایا: " **ولكن أبكي أن الوحي قد انقطع من السماء.** " اور لیکن میں روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا آنا منقطع (ختم) ہوگیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۴۵۴، دارالسلام: ۶۳۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۵)

پھر وہ دونوں بھی ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ رونے لگے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

۲۷) سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں فرمایا: ”مات صغیرًا و لو قضي أن یکون بعد محمد ﷺ نبي عاش ابنه و لکن لا نبي بعده“ وہ بچپن میں ہی وفات پا گئے اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوتا تو آپ کے بیٹے زندہ رہتے، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (صحیح بخاری: ۶۱۹۴)

۲۸) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مرضِ وفات میں) فرمایا: ((أیها الناس! إنه لم یبق من مبشرات النبوة إلا الرؤیا الصالحة یراها المسلم أوتری له .)) اے لوگو! مبشرات میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا، سوائے اچھے خواب کے جسے کوئی مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۷۹، دارالسلام: ۱۰۷۴)

۲۹) سیدنا ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی سند سے سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ذهبت النبوة فلا نبوة بعدي إلا المبشرات))

نبوت ختم ہوگئی، پس میرے بعد کوئی نبوت نہیں، سوائے مبشرات کے۔ پوچھا گیا: مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اچھا خواب جو آدمی دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ۳/۱۷۹ ح ۳۰۵۱ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے مجمع الزوائد (۷/۱۷۳)

۳۰) سیدنا ابوالطفیل عامر بن واثلہ اللیثی الکنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبوت نہیں، سوائے مبشرات کے... نیک خواب۔

(مسند احمد ۵/۴۵۴ ح ۲۳۷۹۵ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے موسوعہ حدیثیہ لمسند الامام احمد (۳۹/۲۱۳۔۲۱۴)

۳۱) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا یبقی بعدي من النبوة شئ إلا المبشرات.))

میرے بعد نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہے گی، سوائے مبشرات کے۔
لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: نیک خواب جسے آدمی دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

(مسند احمد ۶/ ۱۲۹ ح ۲۴۹۷۷ وسندہ حسن، شعب الایمان للبیہقی: ۴۷۵۰، زوائد البزار: ۲۱۱۸)

بطورِ فائدہ عرض ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اسے (دجال کو) قتل کریں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام عادل امام اور انصاف کرنے والے حکمران بن کر زمین میں چالیس سال رہیں گے۔

(مسند احمد ۶/ ۷۵ ح ۲۴۴۶۷ وسندہ حسن، موسوعہ حدیثیہ ۴۱/ ۱۵۔۱۶، ویحییٰ بن ابی کثیر صرح بالسماع)

۳۲) سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((مثلي و مثل النبيين من قبلي كمثل رجل بنٰى دارًا فأتمها إلا لبنة واحدة، فجئت أنا فأتممت تلك اللبنة.)) میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے ایک مکمل گھر بنایا، سوائے ایک اینٹ کے۔
پس میں آ گیا تو میں نے اس اینٹ (کی جگہ) کو مکمل کر دیا۔

(مسند احمد ۳/ ۹ ح ۱۱۰۶۷، صحیح مسلم: ۲۲/ ۲۲۸۶، دارالسلام: ۵۹۶۲، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱/ ۴۹۹ ح ۳۱۷۶۰)

فائدہ: صحیحین میں مدلسین کی معنعن روایات بھی سماع و متابعات معتبرہ پر محمول ہیں اور اس بات کو تلقی بالقبول حاصل ہے، لہٰذا صحیحین کی کسی حدیث پر تدلیس کا اعتراض صحیح نہیں بلکہ غلط ہے۔ والحمد للہ

۳۳) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((أنا أولى الناس بعيسى ابن مريم في الأولٰى والآخرة.)) میں دنیا اور آخرت میں عیسیٰ بن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے؟
آپ نے فرمایا: **((الأنبياء إخوة من علات و أمهاتهم شتى و دينهم واحد فليس بيننا نبي.))** انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کی شریعتیں علیحدہ ہیں اور دین ایک ہے، پس

ہمارے (میرے اور عیسیٰ کے) درمیان کوئی نبی نہیں۔

(صحیفہ ہمام: ۱۳۳، صحیح مسلم: ۲۳۶۵، دارالسلام: ۶۱۳۲)

ایک روایت میں ہے کہ "وليس بيني و بين عيسى نبي."

اور میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۴۴/۲۳۶۵، دارالسلام: ۶۱۳۱)

اس حدیث سے دو باتیں صاف ثابت ہیں:

۱: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں تھے۔

۲: سیدنا محمد ﷺ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے (آسمان سے) نزول تک کوئی نبی نہیں ہوگا اور دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نزول از آسمان کے بعد قیامت تک بھی کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

۳۴) سیدنا عرباض بن ساریہ السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إني عند الله لخاتم النبيين و إن آدم عليه السلام لمنجدل في طينته...))

میں اللہ کے ہاں (تقدیر میں) خاتم النبیین (آخری نبی) تھا اور آدم علیہ السلام اس وقت مٹی سے وجود میں نہیں آئے تھے۔ (مسند احمد ۴/۱۲۷ ح ۱۷۱۵۰ وسندہ حسن وأخطأ من ضعفه، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۴۰۴، مستدرک الحاکم ۲/۶۰۰)

۳۵) سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: **((يا علي! أنت مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه ليس بعدي نبي.))** اے علی! تمھارا میرے ساتھ وہی مقام ہے جو ہارون کا موسیٰ (علیہ السلام) سے تھا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (خصائص علی للامام النسائی: ۶۳ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے مسند احمد (۶/ ۴۳۸) فضائل الصحابہ للامام احمد (۱۰۲۰) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۲/۶۰) اور الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم (۱۳۴۶) وغیرہ۔

۳۶) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

((ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبي بعدي.))

کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمھارا میرے ساتھ وہ مقام ہو جو ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا، سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (حلیۃ الاولیاء ۷/۱۹۶، وسندہ صحیح)

اس حدیث کے راوی عباس بن محمد المجاشعی رحمہ اللہ ثقہ تھے۔ رحمہ اللہ

۳۷) سیدنا ابو قتیلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے دوران، لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا: ((لا نبي بعدي ولا أمة بعدكم .)) میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمھارے بعد کوئی (دوسری) اُمت نہیں۔ (الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم ۵/۲۵۲ ح ۲۷۷۹)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

المعجم الکبیر للطبرانی (۲۲/ ۳۱۶ ح ۷۹۷) مسند الشامیین (۲/۱۹۳۔۱۹۴ ح ۱۱۷۳) اور السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی (۷/۷۰ ح ۳۲۳۳) وغیرہ۔

اس حدیث کے بارے میں تین فوائد پیشِ خدمت ہیں:

۱: بقیہ بن الولید اگرچہ صدوق مدلس تھے، لیکن بحیر بن سعد سے ان کی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے، کیونکہ یہ باب الروایۃ عن الکتاب میں سے ہے اور بقیہ رحمہ اللہ کی یہ روایت بحیر بن سعد ہی سے ہے، لہٰذا صحیح ہے۔

ابن عبدالہادی نے فرمایا: "ورواية بقية عن بحير صحيحة ، سواء صرح بالحديث أم لا ." بقیہ (بن الولید) کی بحیر (بن سعد) سے روایت صحیح ہوتی ہے، چاہے وہ سماع کی تصریح کریں یا نہ کریں۔ (تعلیقۃ علی العلل لابن ابی حاتم ص ۱۲۴ ح ۳۵/۱۲۳)

۲: ابو قتیلہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ دیکھئے تجرید اسماء الصحابۃ للذہبی (۲/۱۹۴ ت ۲۲۴۵)

۳: محمد بن الحسین الازدی کی کتاب: الکنیٰ ممن لا یعرف لہ اسمہ میں (بغیر سند کے) اس روایت میں بقیہ کے بحیر بن سعد سے سماع کی تصریح ہے۔ (۱/۵۵ ح ۱۳۵، شاملہ)

لیکن یہ تصریح دو وجہ سے مردود ہے:

اول: ازدی بذاتِ خود ضعیف متروک بلکہ سخت مجروح ہے۔

دوم: یہ متصل سند سے موجود نہیں۔

۳۸) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا:
کیا تم اس پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمھارا وہی مقام ہو جو ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا، سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار ۳/۱۸۵ ح ۲۵۲۵ وسندہ حسن)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث کے لئے دیکھئے فقرہ سابقہ: ۲۸

۳۹) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:
((بعثت أنا والساعة كهاتين.)) میں اور قیامت ان دونوں (انگلیوں) کی طرح (نزدیک نزدیک) بھیجے گئے ہیں۔ (صحیح بخاری: ۶۵۰۴، صحیح مسلم: ۲۹۵۱، دارالسلام: ۷۴۰۴)

دو انگلیوں سے مراد سبابہ اور درمیانی انگلی ہیں۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۷۴۰۵)

اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حبان نے فرمایا:

" أراد به أني بعثت والساعة كالسبابة والوسطى من غير أن يكون بيننا نبي آخر لأني آخر الأنبياء و علىٰ أمتي تقوم الساعة."

اس حدیث سے آپ کی مراد یہ ہے کہ میں اور قیامت اس طرح مبعوث کئے گئے ہیں جس طرح سبابہ (شہادت والی انگلی) اور درمیانی انگلی ہیں، ہمارے درمیان دوسرا کوئی نبی نہیں، کیونکہ میں آخری نبی ہوں اور میری اُمت پر ہی قیامت قائم ہوگی۔

(صحیح ابن حبان، الاحسان ۱۵/۱۳ ح ۶۶۴۰، پرانا نسخہ: ۶۶۰۶)

۴۰) عبدالرحمٰن بن آدم کی سند کے ساتھ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(تمام) انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کا دین ایک ہے اور ان کی مائیں (شریعتیں) جدا جدا ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ میں عیسیٰ بن مریم کے نزدیک ہوں، کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں اور بے شک وہ نازل ہونے والے ہیں... الخ

(مسند احمد ۲/۴۳۷ ح ۹۶۳۰ وسندہ صحیح، قتادہ صرح بالسماع، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۷۸۲ والزیادۃ منہ)

نیز دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (ج ۱ ص ۱۰۷-۱۰۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دیگر روایات کے لئے دیکھئے فقرات سابقہ: ۱۴۔۲۲، ۳۳

فہم حدیث کے لئے دیکھئے فقرہ سابقہ: ۳۳

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں، مثلاً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "**وإن الوحي قد انقطع**" اور بے شک وحی (کا آنا) منقطع ہو گیا ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۶۴۱)

قارئین کرام! قرآن مجید کی آیت مذکورہ (و دیگر آیات) نیز احادیث مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے دور سے لے کر قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا اور اسی پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، لہٰذا ختمِ نبوت بمعنی آخری نبی کا انکار کرنے والا کافر و مرتد اور اُمتِ مسلمہ سے خارج ہے۔

ختمِ نبوت کی احادیث بیان کرنے والے صحابۂ کرام کے نام حروفِ تہجی کی ترتیب سے مع حوالہ جات درج ذیل ہیں:

۱: ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ۳۰

۲: ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ ۱۰۔۱۱

۳: ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ۲۶

۴: ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ ۳۲

۵: ابو قتیلہ رضی اللہ عنہ ۳۷

۶: ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ ۹

۷: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۴۔۲۲، ۳۳، ۴۰

۸: اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ۳۵

۹: ام ایمن رضی اللہ عنہا ۲۶

۱۰: ام کرز الکعبیہ رضی اللہ عنہا ۲۵

۱۱: انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۲۴، ۳۹

۱۲: ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

۱۳: جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ ۲۳
۱۴: جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ ۷
۱۵: حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ ۲۹
۱۶: حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ۸
۱۷: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ۲۔۶
۱۸: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ۳۱
۱۹: عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ ۲۷
۲۰: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ۲۸، ۳۸
۲۱: عرباض بن ساریہ السلمی رضی اللہ عنہ ۳۴
۲۲: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ۱۳
۲۳: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۳۶
۲۴: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ۲۶

یہ وہ عقیدہ ہے، جس پر صحابۂ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین اور سلف صالحین کا اجماع رہا ہے اور اسی عقیدے کی بنیاد پر مسیلمہ کذاب اور دوسرے مدعیانِ نبوت کو قتل کیا گیا تھا۔

ختم نبوت والی متواتر احادیث اور اس مسئلے پر اُمتِ مسلمہ کے اجماع کے بعد عرض ہے کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قیامت سے پہلے، آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے:

۱: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

((ثم ینزل عیسی بن مریم علیہ السلام من السماء ...)) پھر عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے نازل ہوں گے۔ الخ (البحر الزخار ۱۷/۹۶ ح ۹۶۴۲ وعنده بعده: فیؤم الناس، کشف الاستار عن زوائد البزار ۴/۱۴۲۔۱۴۳ ح ۳۳۹۶ وعنده بعده: فیقوم الناس، مجمع الزوائد ۷/۳۴۹)

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات ج ۱ص ۱۱۱۔۱۱۲)

حدیث کے لفظ فیقوم کا مطلب یہ ہے کہ لوگ (نماز پڑھنے کے لئے) کھڑے ہو جائیں گے۔ فیؤم کا مطلب یہ ہے کہ نزول از سماء والے دن کے بعد باقی نمازوں میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام امامت فرمائیں گے، لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

۲: سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ...اچانک اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا، وہ شہر دمشق کے مشرق کی طرف سفید منارے کے پاس دو چادریں لپیٹے، اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے نازل ہوں گے۔ الخ

(صحیح مسلم: ۲۹۳۷، تحقیقی مقالات ۱/ ۱۱۷)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) دو فرشتوں کے پروں پر دونوں ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔

۳: نبی ﷺ جب معراج والی رات آسمان پر تشریف لے گئے تو آپ کے سامنے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (ناصری اسرائیلی) نے فرمایا: میرے ساتھ قیامت سے قبل (نزول) کا وعدہ کیا گیا ہے، لیکن اس کا وقت اللہ کو ہی معلوم ہے۔

پھر انھوں نے دجال کے خروج کا ذکر کیا اور فرمایا: میں نازل ہو کر اسے قتل کروں گا۔ الخ

(سنن ابن ماجہ: ۴۰۸۱ وسندہ صحیح، تحقیقی مقالات ۱/ ۱۲۱۔۱۲۲)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہی آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

۴: قرآن مجید میں آیا ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ اور اہلِ کتاب میں سے ہر ایک اس پر ضرور ایمان لائے گا اُن کی موت سے پہلے۔

(النساء: ۱۵۹)

اس آیت کی تشریح میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "موت عیسی" یعنی عیسیٰ (علیہ السلام) کی وفات سے پہلے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۴۷/ ۵۱۳ وسندہ حسن)

مشہور فقیہ و مجتہد اور امیر المومنین فی الحدیث جلیل القدر صحابی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس آیت سے نزولِ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر استدلال کیا۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۳۴۴۸، صحیح مسلم: ۱۵۵، ترقیم دارالسلام: ۳۹۰)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ الزخرف کی آیت: ﴿وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ کی تشریح میں فرمایا: "خروج عیسی قبل یوم القیامة" قیامت سے پہلے عیسیٰ (علیہ السلام) کا خروج۔

(صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۷۷۸، دوسرا نسخہ: ۶۸۱۷)

اس کی سند صحیح ہے۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۸۶)

اس آیت کی تشریح میں مشہور ثقہ تابعی اور امام: حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"قبل موت عیسی، واللّٰہ إنه الآن لحي عند اللّٰہ و لکنه إذا نزل آمنوا به أجمعون" عیسیٰ کی موت سے پہلے، اللہ کی قسم! وہ اب اللہ کے پاس (آسمان پر) زندہ ہیں، لیکن جب وہ نازل ہوں گے تو (اس زمانے کے بقیہ) سارے (اہلِ کتاب) ان پر ایمان لے آئیں گے۔ (تفسیر ابن جریر الطبری ۴/۲۵۴ ح ۱۰۸۲۲، وسندہ صحیح)

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ﴾ کی تشریح میں فرمایا: "متوفیك من الأرض" تجھے (میں) زمین سے اٹھانے والا ہوں۔

(تفسیر طبری ۳/۲۹۴ ح ۷۱۲۸ وسندہ صحیح، تفسیر عبدالرزاق ۱/۱۲۹ ح ۴۰۷)

موثق عند الجمہور اور صدوق حسن الحدیث تبع تابعی مطر بن طہمان الوراق نے فرمایا:

"متوفیك من الدنیا و لیس بوفاۃ موت" تجھے دنیا سے اٹھانے والا ہوں اور یہ موت والی وفات نہیں۔ (تفسیر طبری ۳/۲۹۳۔۲۹۴ ح ۷۱۲۸ وسندہ صحیح)

خیر القرون میں کوئی بھی ان کا مخالف معلوم نہیں، لہٰذا اس پر اجماع ہے کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم الناصری علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قیامت سے پہلے نازل ہوں گے۔

مشہور مفسر ابو حیان محمد بن یوسف الاندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۵ھ) نے فرمایا:

"وأجمعت الأمة علی ما تضمنه الحدیث المتواتر من أن عیسی في

السماء و أنه ينزل في آخر الزمان ." حدیث متواتر کے اس مضمون پر امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور وہ آخری زمانے میں آسمان سے نازل ہوں گے۔ (تفسیر البحر المحیط ج ۲ ص ۴۹۷)

آخری عمر میں حق کی طرف رجوع کرنے والے ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۹ھ) نے اپنی مشہور کتاب "الابانة عن أصول الديانة" میں فرمایا:

" وأجمعت الأمة على أن الله عزوجل رفع عيسى إلى السماء." اور امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا ہے۔ (ص ۳۴)

یاد رہے کہ مستدرک للحاکم (۱/ ۱۱۶) وغیرہ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اجماعِ اُمت شرعی دلیل وحجت ہے، بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"الأصل قرآن أو سنة فإن لم يكن فقياس عليهما.
و إذا اتصل الحديث عن رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم) و صحّ الإسناد (به) فهو سنة.
والاجماع أكبر من الخبر المنفرد.
والحديث على ظاهره.
و إذا احتمل المعاني فما أشبه منها ظاهر الأحاديث أولاها به .
و إذا تكافأت الأحاديث فأصحها إسنادًا أولاها."

☆ قرآن وسنت اصل ہیں، پھر اگر (معلوم) نہ ہو تو ان دونوں پر قیاس ہے۔

☆ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک حدیث متصل ہو اور سند صحیح ہو تو یہ سنت ہے۔

☆ اجماع خبرِ واحد سے بڑا ہے۔

☆ حدیث اپنے ظاہر پر رہتی ہے اور اگر کئی معنوں کا احتمال ہو تو احادیث کے ظاہر سے مشابہ ہی اولیٰ (سب سے راجح) ہے اور اگر حدیثیں برابر ہوں تو زیادہ صحیح سند والی حدیث راجح ہے۔ (آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ص ۱۷۷۔۱۷۸ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۲۳۱۔۲۳۲)

اجماع کے بارے میں امام شافعی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ خبرِ واحد کی غلط تاویل ہو سکتی ہے، لیکن اجماع کی تاویل نہیں ہو سکتی، لہٰذا اجماع خبرِ واحد سے بلحاظِ صراحت بڑا ہے۔

○: دلائل صحیحہ متواترہ کے بعد بطورِ الزامی دلیل عرض ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنا ایک اہم اصول درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے:

"والقسم يدل على أن الخبر محمول على الظاهر لا تأويل فيه ولا استثناء والا فاىّ فائدةٍ كانت في ذكر القسم فتدبّر كالمفتشين المحققين."

(حمامۃ البشریٰ ص ۵۱، روحانی خزائن ج ۷ ص ۱۹۲)

اس عبارت کا لفظی ترجمہ درج ذیل ہے:

اور قسم دلالت کرتی ہے اس پر کہ خبر ظاہر پر محمول ہے، اس میں تاویل نہیں اور نہ استثناء ہے، ورنہ قسم کے ذکر میں کیا فائدہ تھا؟ پس تفتیش کرنے والے محققین کی طرح تدبر کر۔

اس مرزائی اصول سے معلوم ہوا کہ جس پیشین گوئی میں قسم کے الفاظ موجود ہوں تو وہ اپنے ظاہری الفاظ پر ہی محمول ہوتی ہے اور اس کی تاویل واستثناء غلط ہوتا ہے۔

اس مرزائی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے دو حدیثیں پیشِ خدمت ہیں:

اول: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((والذي نفسي بيده! ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكمًا مقسطًا فيكسر الصليب و يقتل الخنزير و يضع الجزية و يفيض المال حتى لا يقبله أحد.)) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ضرور عنقریب تم میں ابن مریم حاکم، عادل بن کر نازل ہوں گے، پھر وہ صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال کی فراوانی ہو گی حتیٰ کہ اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔

(صحیح بخاری: ۲۲۲۲، صحیح مسلم: ۱۵۵، سنن ترمذی: ۲۲۳۳ وقال: "ھذا حدیث حسن صحیح" میری کتاب: تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۱۰۰۔۱۰۱)

دوم: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((والله لينزلن ابن مریم حکمًا عادلاً ...))

اللہ کی قسم! ابن مریم ضرور عادل حاکم بن کر نازل ہوں گے...

(صحیح مسلم: ۱۵۵، تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۱۰۴۔۱۰۵)

۶: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرفوع حدیث میں آیا ہے کہ (سیدنا) عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال رہیں گے۔ دیکھئے فقرہ سابقہ: ۳۱

۷: کسی ایک صحیح یا حسن لذاتہ حدیث میں یہ قطعاً موجود نہیں کہ عیسیٰ بن مریم یا مسیح موعود (آسمان سے) نازل نہیں ہوں گے، بلکہ اُمت میں پیدا ہوں گے۔!!!

اگر ایسی کوئی حدیث کسی قادیانی کے پاس موجود ہے تو پیش کرے، ورنہ کفر و ارتداد سے سچی اور واضح توبہ کر کے صحیح العقیدہ مسلمان ہو جائے۔ وما علینا إلا البلاغ

(۲۱/ اپریل ۲۰۱۲ء)

قادیانیوں کی مستدل مردود روایات اوران کا رد

مسلمانوں کو ورغلانے، گمراہ کرنے اور مرتد بنانے کے لئے قادیانی و مرزائی ''حضرات'' کچھ روایات بھی پیش کرتے ہیں جو کہ اصولِ حدیث کی رُو سے باطل اور نا قابلِ حجت ہوتی ہیں، لہٰذا اس مضمون میں قادیانیوں مرزائیوں یعنی ختم نبوت کے منکرین کی مستدل ضعیف، مردود اور موضوع روایات مع ردپیشِ خدمت ہیں:

۱) ''ولا مهدي إلا عيسى بن مريم''

اور عیسیٰ بن مریم کے علاوہ کوئی مہدی نہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۹)

اس روایت کی سند چار وجہ سے ضعیف و مردود ہے:

اول: حسن بصری مدلس ہیں اور یہ روایت عن سے ہے۔

جس راوی کا مدلس ہونا بالاتفاق یا جمہور محدثین سے ثابت ہو، چاہے وہ حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کے طبقہ ثانیہ میں مذکور ہو یا طبقۂ اولیٰ میں، صحیح بخاری و صحیح مسلم کے علاوہ ہر کتاب میں اس مدلس کی عن والی منفرد روایت ضعیف ہوتی ہے، جیسا کہ امام شافعی کے اصول اور محدثین کرام کی تخصیصات سے ثابت ہے اور سنن ابن ماجہ والی اس روایت میں سماع کی تصریح موجود نہیں۔

دوم: محمد بن خالد الجندی مجہول ہے اور امام یحییٰ بن معین سے باسند صحیح اس کی توثیق ثابت نہیں۔

سوم: سند میں (اضطراب والا) اختلاف بھی ہے۔

چہارم: ابان بن صالح نے حسن بصری سے نہیں سنا، لہٰذا یہ سند منقطع بھی ہے۔

اس روایت پر مزید جرح کے لئے دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر (۴۷/ ۵۱۶، ۵۱۸)

۲) ''ولو عاش لكان صديقًا نبيًا'' اور اگر (ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ) زندہ

رہتے تو صدیق نبی ہوتے۔ (سنن ابن ماجہ:۱۵۱۱)

یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

اول: اس کا بنیادی راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی جمہور محدثین کے نزدیک سخت مجروح ہے۔اس کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: "**منكر الحديث**"
(سنن ترمذی:۱۰۲۶)

امام نسائی نے فرمایا: "**متروك الحديث**" (کتاب الضعفاء المتروکین:۱۱)
امام شعبہ نے فرمایا: "**كذب و الله!**" اللہ کی قسم! اس نے جھوٹ بولا ہے۔
(العلل للامام احمد:۴۶۲، وسندہ صحیح)

قدوری حنفی نے لکھا ہے: "**و لأن أبا شيبة إبراهيم بن عثمان قاضي واسط كذاب**" اور کیونکہ بے شک واسط کا قاضی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کذاب ہے۔
(التجرید للقدوری ۲۰۳/۱ فقرہ:۶۳۲)

جمہور محدثین کی جرح کے بعد یزید بن ہارون وغیرہ بعض علماء کا ابوشیبہ کی تعریف کرنا جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے، لہٰذا عبدالرحمٰن خادم قادیانی کا اپنی پاکٹ بک (ص ۲۶۹۔۲۷۰) میں اس راوی کا دفاع کرنا اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کی رُو سے غلط ہے۔

دوم: حکم بن عتیبہ مدلس ہیں اور یہ روایت عن سے ہے، اور اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ حدیث حکم بن عتیبہ نے مقسم سے سنی تھی۔

عبدالرحمٰن خادم قادیانی نے اس روایت کے تین شواہد پیش کئے ہیں:

پہلی روایت: "دوسری حدیث: علامہ قسطلانی نے حضرت انس بن مالک سے ایک روایت نقل کی ہے وَقَد رَوِیَ مِنْ حَدِیْثِ اَنَس ابْن مَالِكَ قَالَ لَوْ بَقِی یَعْنِی اِبْرَاهِیْمُ ابْنُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ لَکَانَ نَبِیًّا وَ لٰکِنْ لَمْ یَبْقَ لِاَنَّ نَبِیَّکُمْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ. (مواہب اللدنیہ جلد ا صفحہ ۲۰۰)

کہ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر وہ (ابراہیمؑ) باقی رہتا تو نبی ہو جاتا۔ اس کے آگے (ناقل) اپنی رائے لکھتا ہے کہ مگر وہ زندہ نہ رہا۔ کیونکہ ہمارے نبی صلعم آخری نبی ہیں راوی کا اپنا اجتہاد حجت نہیں اور وہ کس قدر غلط ہے۔ اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں گویا..." (پاکٹ بک ص ۲۷۱)

اس عبارت میں خادم قادیانی نے جھوٹ بولے ہیں:

☆ خادم قادیانی کا یہ کہنا کہ "آنحضرت صلعم نے فرمایا" بالکل جھوٹ ہے، کیونکہ اس روایت میں "قال رسول اللہ ﷺ" کے الفاظ نہیں۔

دیکھئے المواہب اللدنیہ للقسطلانی (طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱/ ۳۹۹، شرح المواہب اللدنیہ للزرقانی طبع ایضاً ج ۴ ص ۳۵۳)

بلکہ زرقانی نے لکھا ہے: "موقوفًا علیہ" یہ روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ پر موقوف (یعنی ان کا قول) ہے۔

اس موقوف روایت کو صراحت کے ساتھ مرفوع بنا دینا خادم قادیانی کا کذب وافتراء ہے۔

☆ خادم قادیانی کا یہ کہنا: "اس کے آگے (ناقل) اپنی رائے لکھتا ہے" بالکل جھوٹ ہے، کیونکہ یہ ناقل کی رائے نہیں بلکہ مذکورہ قول بیان کرنے والے صحابی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے، جیسا کہ المواہب اور اس کی شرح میں لکھا ہوا ہے۔

مواہب والے نے یہ قول حافظ ابو عمر (ابن عبدالبر رحمہ اللہ) سے نقل کیا ہے اور ابن عبدالبر کی کتاب: الاستیعاب فی اسماء الاصحاب میں پوری سند کے ساتھ یہ قول اسی طرح مکمل مذکور ہے۔ (طبع دار الفکر لبنان ۱/۴۴، ترجمہ ابراہیم ابن النبی ﷺ)

یاد رہے کہ قائل اپنے قول کو اور راویٔ حدیث اپنی روایت کو دوسروں کی بہ نسبت بخوبی جانتا ہے۔

تنبیہ: ابن عبدالبر، قسطلانی اور زرقانی والی روایت کے ایک بنیادی راوی ابو یوسف

یعقوب بن المبارک کی توثیق کہیں نہیں ملی اور جسے مل جائے تو مکتبۃ الحدیث حضرو ضلع اٹک کے پتے پر روانہ کرے تاکہ قادیانیوں کے خلاف دلائل متواترہ میں ایک اور روایت کا اضافہ ہو جائے۔

بعد میں تاریخ دمشق لابن عساکر (۳/۱۳۴۔۱۳۵) میں اسی متن کے ساتھ دوسری سند مل گئی، جس میں یعقوب بن المبارک موجود نہیں۔ واللہ اعلم

ابن عساکر والی روایت میں بھی سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا قول "لأن نبيكم آخر الأنبياء" موجود ہے لہٰذا یہ موقوف اثر قادیانیوں کی دلیل نہیں بلکہ مسلمانوں کی دلیل ہے۔ والحمد للہ

دوسری روایت: "وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ بِسَنَدِهٖ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّهٗ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ لَهٗ مُرْضِعاً فِي الْجَنَّةِ تُتِمُّ رَضَاعَهٗ وَلَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا." (قادیانی پاکٹ بک ص ۲۷۲ بحوالہ تاریخ ابن عساکر)

یہ روایت درج ذیل کتابوں میں محمد بن یونس الکدیمی کی سند سے موجود ہے:

دلائل النبوۃ للبیہقی (۷/ ۲۸۹، دوسرا ۷/ ۲۲۹ ح ۳۳۴۴)

تاریخ دمشق لابن عساکر (۳/۱۴۴)

محمد بن یونس الکدیمی البصری کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا:

" وكان يضع على الثقات ،الحديث وضعًا ولعله قدوضع أكثر من ألف حديث" وہ حدیث گھڑ کر ثقہ راویوں کی طرف منسوب کرتا تھا اور شاید اس نے ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں گھڑی ہیں۔ (کتاب المجروحین ۲/ ۳۱۳، دوسرا نسخہ ۲/ ۳۳۲)

ابن عدی نے اس کی گواہی دی کہ کدیمی حدیثیں وضع کرتا تھا۔

(دیکھئے الکامل لابن عدی ۶/ ۲۲۹۶ دوسرا نسخہ ۷/ ۵۵۵)

دارقطنی اور جمہور نے اس پر شدید جرح کی اور جمہور کی اس جرح کے مقابلے میں اسماعیل الخطبی اور بعض الناس کی توثیق مردود ہے۔

کدیمی کے بارے میں قاسم المطرز رحمہ اللہ نے فرمایا: "أنا أجاثيه بين يدي الله

تبارك و تعالٰى يوم القيامة و أقول: إن هذا كان يكذب علٰى رسولك و على العلماء" میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر (بطورِ گواہی) کہوں گا: بے شک یہ شخص (کدیمی) تیرے رسول اور علماء پر جھوٹ بولتا تھا۔

(سوالات السہمی: ۴۰۷ وسندہ صحیح)

امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ کے سامنے جب محمد بن یونس الکدیمی کی بیان کردہ بعض حدیثیں پیش کی گئیں تو انھوں نے فرمایا: "ليس هذا حديث أهل الصدق" یہ سچے لوگوں کی حدیثیں نہیں ہیں۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۱۲۲/۸)

تیسری روایت: "وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ مَرْفُوْعًا لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ نَبِيًّا."

(پاکٹ بک ص ۲۷۲ بحوالہ ابن عساکر اور الفتاوی الحدیثیہ)

تاریخ دمشق لابن عساکر (۳/ ۱۳۸۔۱۳۹) کی اس روایت میں ابوحمزہ الثمالی ثابت بن ابی صفیہ جمہور کے نزدیک مجروح راوی ہے اور حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا:

"ضعيف رافضي" (تقریب التہذیب: ۸۱۸)

الحسن بن ابی عبداللہ الفراء کے حالات مطلوب ہیں اور حافظ احمد بن محمد بن سعید الکوفی یعنی ابن عقدہ رافضی چور ساقط العدالت ہے۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۱/ ۴۷۷۔۴۷۹)

ابن عقدہ کے بارے میں مشہور حنفی عالم ابوالحسین احمد بن محمد بن جعفر البغدادی القدوری (متوفی ۴۲۸ھ) نے لکھا ہے: "وهو معروف بوضع الحديث" اور وہ حدیثیں گھڑنے کے ساتھ مشہور ہے۔ (التجرید ج ۳ ص ۱۳۸۱۔۱۳۸۲، فقرہ: ۶۰۴۱)

عبید بن ابراہیم النخعی کے حالات بھی مطلوب ہیں۔

ثابت ہوا کہ لکان نبیًا والی روایت اپنے تمام شواہد کے ساتھ سخت ضعیف، مردود اور موضوع ہے۔

۴) امام ابن ابی شیبہ نے فرمایا: "حدثنا حسين بن محمد قال: حدثنا جرير بن حازم عن عائشة قالت: قولوا خاتم النبيين و لا تقولوا لانبي بعده."

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۹/۱۱۰ ح ۲۶۶۴۴)

~ یہ روایت سخت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ۵۷ھ میں فوت ہوئیں۔ (تقریب التہذیب: ۸۶۳۳)

اور جریر بن حازم ۱۷۰ھ میں فوت ہوئے۔ (تقریب التہذیب: ۹۱۱)

یعنی ۱۱۳ سال بعد، اور کسی دلیل سے جریر بن حازم رحمہ اللہ کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دور میں پیدا ہونا بھی ثابت نہیں۔

۴) امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے فرمایا: **"حدثنا أبو أسامة عن مجالد قال: أخبرنا عامر قال قال رجل عند المغيرة بن شعبة: صلى الله على محمد خاتم الأنبياء لا نبي بعده. قال المغيرة: حسبك إذا قلت خاتم الأنبياء فإنا كنا نحدث أن عيسى خارج فإن هو خرج فقد كان قبله و بعده."**

عامر (الشعبی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس ایک آدمی نے کہا: محمد خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود ہو، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ مغیرہ نے کہا: جب تو نے خاتم الانبیاء کہہ دیا تو تیرے لئے یہی کافی ہے کیونکہ ہمیں بتایا جاتا تھا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) خروج فرمائیں گے، پس جب وہ خروج فرمائیں گے تو وہ آپ سے پہلے کے نبی ہیں اور بعد والے نبی بھی ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۹/۱۱۰ ح ۲۶۶۴۵)

اس روایت کا راوی مجالد بن سعید الہمدانی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف تھا۔

(دیکھئے مجمع الزوائد ۹/۴۱۶، اور تحقیقی مقالات ۳/۴۰۱)

اس ضعیف و مردود روایت سے بھی قادیانیوں کا رد ہوتا ہے کیونکہ اس میں بنی اسرائیل والے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی صراحت کے ساتھ دوبارہ خروج کا تذکرہ ہے، جب کہ قادیانی یہ کہتے ہیں کہ "عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل نہیں ہوں گے بلکہ اُمت میں پیدا ہوں گے یا پیدا ہوئے ہیں" اور پیدا ہونے والی بات کسی حدیث یا کسی صحیح العقیدہ مسلمان عالم

سے صراحتاً ثابت نہیں۔

۵) ”لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعهما إلا اتباعي“ (قادیانی پاکٹ بک ص۲۰۰ بحوالہ تفسیر ابن کثیر، الیواقیت والجواہر، شرح المواہب اللدنیہ، فتح البیان اور طبرانی کبیر)

طبرانی کی المعجم الکبیر میں یہ روایت یقیناً موجود نہیں، لہٰذا عبدالرحمٰن خادم قادیانی نے طبرانی کبیر پر جھوٹ بولا ہے اور باقی تمام مذکورہ وغیر مذکورہ کتابوں میں یہ روایت بغیر کسی سند کے مذکور ہے اور بے سند روایت مردود ہوتی ہے۔

اگر کسی قادیانی کو حدیث کی کسی مستند کتاب میں اس روایت کی کوئی متصل اور صحیح سند مل جائے تو مکتبۃ الحدیث حضرو (اٹک) کے عنوان پر اطلاع روانہ کرے، ورنہ جان لے کہ جس طرح ختمِ نبوت کا انکار کرنا انسان کے دوزخی بننے کے لئے کافی ہے، اسی طرح نبی کریم ﷺ پر جھوٹ بولنا بھی موجب عذاب النار ہے۔

البحر المحیط، مدارج السالکین، بشارات احمدیہ، براہین احمدیہ اور شرح فقہ اکبر وغیرہ کتابوں میں بھی اس روایت کی کوئی سند موجود نہیں۔

تنبیہ: ایک روایت میں آیا ہے کہ **”لو کان موسی حیًّا ما وسعه إلا أن یتبعني“** اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کے لئے میری اتباع کے بغیر کوئی چارا نہ تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳۱۲/۵ ح ۲۶۴۲۱ شاملہ، واللفظ لہ، مسند احمد موسوعہ حدیثیہ ۴۶۸/۲۲ ح ۱۴۶۳۱، مسند ابی یعلیٰ: ۲۱۳۵، سنن دارمی: ۴۴۹)

یہ روایت مجالد بن سعید (ضعیف عند الجمہور) کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس کا کوئی شاہد بھی صحیح یا حسن نہیں۔ اس روایت کے ضعیف و مردود شواہد کے لئے دیکھئے ارواء الغلیل للالبانی (۱۵۸۹، وقال: ”حسن“!!)

ان شواہد کے الفاظ میں بھی بہت بڑا فرق ہے۔

۶) ”و أخبرني أنه أخبره: أنه لم یکن نبي إلا عاش نصف عمر الذي قبله و أنه أخبرني أن عیسی ابن مریم عاش عشرین و مائة سنة و لا أراني إلا ذاهبًا علی

رأس الستين." اور (رسول اللہ ﷺ نے) مجھے حدیث سنائی، بے شک آپ کو (جبریل علیہ السلام نے) حدیث بیان کی: ہر نبی کے بعد جو دوسرا نبی آیا تو اس کی عمر پہلے نبی کی عمر کی آدھی تھی اور بے شک اس (جبریل علیہ السلام) نے مجھے حدیث بیان کی کہ بے شک عیسیٰ ابن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے اور میں یہی سمجھتا ہوں کہ میں ساٹھ ہجری کے شروع والے حصے میں (دنیا سے) جانے والا ہوں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲/ ۴۱۷ ح ۱۰۳۱)

یہ روایت **محمد بن عبد اللّٰه بن عمرو بن عثمان الديباج عن أمه فاطمة بنت الحسين بن علي بن أبي طالب** کی سند سے مروی ہے۔ محمد بن عبداللہ الدیباج سے راویوں کا اختلاف درج ذیل ہے:

☆ **نافع بن يزيد عن عمارة بن غزية عن محمد بن عبد اللّٰه الديباج عن فاطمة بنت الحسين أن عائشة زوج النبي ﷺ كانت تقول :إلخ**

نافع بن یزید سے اسے سعید بن الحکم بن ابی مریم المصری نے بیان کیا اور سعید سے درج ذیل راویوں نے بیان کیا:

۱: عمر بن الخطاب (الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۲۹۷۰)

۲: یوسف بن یزید (شرح مشکل الآثار: ۱۴۶، ۱۹۳۷)

۳: یحییٰ بن ایوب العلاف المصری وعنہ الطبرانی فی المعجم الکبیر (۲۲/ ۴۱۷ ح ۱۰۳۱)

یحییٰ بن ایوب العلاف کی روایت میں اختلاف ہے۔ امام طبرانی نے ان سے اسی طرح روایت بیان کی لیکن ابوالحسن علی بن محمد المصری نے اسی سند سے "**أن أمه فاطمة بنت الحسين حدثته أن عائشة حدثتها أنها كانت تقول** "إلخ کے متن سے بیان کی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ۷/ ۱۶۶۔۱۶۷ ح ۳۱۵۶ مجلسان من امالی ابی الحسین بن بشران ۱/ ۲۱۲ ح ۳)

یہ روایت ثقہ راویوں کی روایات اور نافع بن یزید کی کتاب سے نہیں ملتی، لہٰذا تصریحِ سماع والی روایت مرجوح ہے۔

۴: ابوخالد یزید بن سنان (الذریۃ الطاہرہ للدولابی والدولابی فی نفسہ ضعیف: ۱۹۴)

۵: یعقوب بن سفیان الفارسی (تاریخ دمشق ۴۷/ ۳۸۱)

۶: محمد بن مسلم بن وارہ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۴۷/ ۳۸۱، نیز دیکھئے الکفایہ ۱/ ۳۳۱)

یہ نافع بن یزید کی کتاب سے روایت ہے۔

۷: محمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم البرقی (التمہید لابن عبدالبر ۱۴/ ۲۰۰-۲۰۱)

☆ **عبد الله بن لهيعة عن عمارة بن غزية عن محمد بن عبد الله الديباج عن فاطمة بنت الحسين عن فاطمة بنت رسول الله ﷺ إلخ**

(العلل للدارقطنی ۱۵/ ۱۷۵-۱۷۶، تفسیر طبری ۶/ ۳۹۸ ح ۷۰۳۲)

یہ سند منقطع ہے۔ فاطمہ بنت الحسین کی پیدائش سے پہلے سیدہ فاطمۃ الزہراء وفات پا گئی تھیں۔ رضی اللہ عنہا

☆ **عبد الرحمن بن أبي الرجال الأنصاري عن محمد بن عبد الله الديباج عن أمه فاطمة بنت الحسين عن أمها (أي جدتها) فاطمة رضي الله عنها۔ إلخ** (العلل للدارقطنی ۱۵/ ۱۷۵، سوال ۳۹۳۳)

یہ سند بھی منقطع ہے۔

☆ امام ابن شاہین البغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا: "**حدثنا عبد الله بن محمد البغوي: ثنا سريج بن يونس: ثنا يوسف بن يعقوب الماجشوني عن محمد ابن عبد الله بن عمرو بن عثمان أن فاطمة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ ...**" إلخ (فضائل فاطمہ لابن شاہین: ۹)

اس روایت کی سند محمد بن عبداللہ الدیباج تک صحیح ہے لیکن ان کے بعد سخت منقطع ہے۔

خلاصۃ التحقیق یہ ہے کہ اس روایت میں دیباج کی والدہ فاطمہ بنت الحسین کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع کی صراحت ثابت نہیں، لہٰذا شبہ انقطاع ہے۔

ہمارے علم کے مطابق کسی قدیم محدث نے اس روایت کو صحیح قرار نہیں دیا، بلکہ حافظ

ہیثمی نے (متساہل ہونے کے باوجود) اسے ضعیف کہا۔

(مجمع الزوائد ۹/۳۳ قال: رواہ الطبرانی باسناد ضعیف)

تنبیہ: محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان الدیباج پر بخاری، مسلم، ابن خزیمہ، ابواحمد الحاکم اور حافظ ذہبی نے جرح کی ہے۔ (دیکھئے مقالات الحدیث ص ۳۳۰)

ابن الجارود اور ابن حبان سے بھی جرح نقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن ان کے مقابلے میں ابن حبان (الثقات ۷/ ۴۱۷ وصحیح ابن حبان) ابن خزیمہ (۲۶۳۰) حاکم (۱۶۵۴، ۵۲۶۰) عجلی، دارقطنی (سنن الدارقطنی ۱/۲۶۲ ح ۵۱۷) ضیاء المقدسی (المختارہ ۴/ ۲۷۵ ح ۱۴۷۰) اور ذہبی نے توثیق کی ہے، لہٰذا یہ راوی قول راجح میں صدوق حسن الحدیث ہیں اور ان کی بیان کردہ یہ مضطرب روایت وہم، شاذ اور مردود ہے۔

اس ضعیف روایت کے معنوی شواہد درج ذیل ہیں:

۱: عن زید بن أرقم رضي اللّٰہ عنه بلفظ: ما بعث اللّٰہ نبیًّا إلا عاش نصف عمر الذي قبله. (کشف الاستار: ۲۳۴۱، التاریخ الکبیر للبخاری ۷/ ۲۴۴۔۲۴۵، الکامل لابن عدی ۶/ ۲۱۰۲، حلیۃ الاولیاء ۵/ ۶۸ وعنہ الدیلمی ۴/ ۲۸ کما بلغنی، مشکل الآثار للطحاوی ۵/ ۲۰۰ ح ۱۹۳۸)

نیز دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ للالبانی (۹/ ۴۲۴ ح ۴۴۳۴) کنز العمال (۱۱/ ۴۷۸ ح ۳۲۲۵۹) اور مقالات الحدیث (ص ۳۳۵۔۳۳۶)

اس روایت کی سند عبید بن اسحاق العطار (متروک راوی) کی وجہ سے سخت ضعیف و مردود ہے۔

۲: عبد الکریم بن یعقوب (!) عن جابر عن أبي الطفیل عن عائشة عن فاطمة. (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲/ ۴۱۷۔۴۱۸ ح ۱۰۳۰)

اس کی سند میں جابر الجعفی سخت مجروح اور ضعیف رافضی ہے۔

(نیز دیکھئے مقالات الحدیث ص ۳۳۲)

۳: ابن لھیعة عن جعفر بن ربیعة عن عبد اللّٰہ بن عبد اللّٰہ بن الأسود عن

عروۃ عن عائشۃ. (کشف الاستار:٨٤٦، التمہید ١٤/ ١٩٩۔٢٠٠، الذریۃ الطاہرہ للدولابی:١٧٨)

اس سند میں ابن الاسود کی توثیق نا معلوم اور ابن لہیعہ اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہیں۔
نیز دیکھئے مقالات الحدیث (ص٣٣٤۔٣٣٥)

٤: عن أبي معشر نجيح بن عبد الرحمن عن يزيد بن زياد.

(طبقات ابن سعد ٨/ ١٩٥، تاریخ دمشق ٤٧/ ٤٨٢)

اس سند میں ابو معشر ضعیف اور سند منقطع ہے۔

٥: عن ابن مسعود رضي الله عنه.

یہ بے سند ہے۔ دیکھئے مقالات الحدیث (ص٣٣٧)

٦: عن ام حبيبة رضي الله عنها ٤٠ سال

یہ روایت بے سند ہے۔

٧: مرسل یحییٰ بن جعدہ رحمہ اللہ (طبقات ابن سعد ٢/ ٣٠٨ وسندہ صحیح الیہ)

یہ سند مرسل ہے۔

٨: مرسل ابراہیم النخعی رحمہ اللہ (طبقات ابن سعد ٢/ ٣٠٨۔٣٠٩ وغیرہ)

یہ مرسل ہے اور سند میں سفیان ثوری اور اعمش دونوں مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔

٩: يحيى بن جعدة عن فاطمة رضي الله عنها.

(دیکھئے کتاب العلل للدارقطنی ١٥/ ١٧٣ مسئلہ ٣٩٣١)

یہ سند منقطع ہے۔

١٠: اثر ابراہیم النخعی (تاریخ دمشق ٤٧/ ٤٨٣)

اس کی سند میں اعمش مدلس ہیں اور سند عن سے ہے۔

١١: اثر سعید بن جبیر رحمہ اللہ (الفتن للامام الصدوق نعیم بن حماد ٢/ ٧٠٣ ح ١٩٨٧)

یہ اثر مرسل حکماً ہے۔

خلاصہ یہ کہ ''یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہے اور اس کا متن بھی باطل ہے'' جیسا کہ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے ایک شاگرد خبیب احمد (فیصل آبادی) صاحب نے بھی لکھا ہے۔ (دیکھئے مقالات الحدیث ص ۳۳۹، اور ماہنامہ الحدیث حضرو شمارہ: ۴۴)

جو لوگ ضعیف + ضعیف روایات اکٹھی کر کے ضعیف روایات کو حسن لغیرہ قرار دیتے ہیں، ان کے لئے یہ روایت بہت بڑی ''پھکی'' ہے اور حق یہی ہے کہ روایات ضعیفہ کو جمع تفریق کر کے حسن لغیرہ وقابلِ حجت قرار دینا غلط و مردود ہے۔

۷) ''لو لم أبعث فیکم لبعث عمر بن الخطاب''

اگر میں تمھارے درمیان (نبی کی حیثیت سے) مبعوث نہ ہوتا تو عمر بن خطاب مبعوث ہوتے۔ (فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل ۱/ ۴۲۸ ح ۶۷۶)

اس کی سند میں محمد بن عبید الکوفی مجروح ہے: ''له مناكير'' اس کی منکر روایتیں ہیں۔

(دیکھئے لسان المیزان ۵/ ۲۷۶، دوسرا نسخہ ۶/ ۳۳۰)

اور ''رجل'' مجہول ہے۔

دوسری سند: الکامل لابن عدی (۳/ ۱۰۱۴، دوسرا نسخہ ۴/ ۸)

اس میں رشدین بن سعد ضعیف عند الجمہور، ابن لہیعہ مدلس اور محمد بن عبد اللہ بن سعید الغزی (؟) ہے، نیز یہ روایت مقلوب ہے جیسا کہ ابن عدی نے صراحت کی ہے اور مقلوب ضعیف کی قسم ہے۔

تیسری سند: عن بلال رضي الله عنه ، الکامل (۳/ ۱۰۷۱، دوسرا نسخہ ۴/ ۱۷۵)

الموضوعات لابن الجوزی (۱/ ۳۲۰ ح ۵۹۴) تاریخ دمشق لابن عساکر (۴۴/ ۱۱۶)

اللآلی المصنوعۃ للسیوطی (۱/ ۳۰۲)

اس روایت کی سند میں زکریا بن یحییٰ الوقار کذاب اور ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی مریم الغسانی ضعیف ہے، نیز ابن عدی نے اسے غیر محفوظ اور مقلوب قرار دیا ہے۔

چوتھی سند: الکامل لابن عدی (۴/ ۱۵۱۱، دوسرا نسخہ ۵/ ۳۲۴)

اس سند میں تین وجہ ضعف ہیں:

ابوقتادہ عبداللہ بن واقد الحرانی متروک مدلس تھا۔ (دیکھئے تقریب التہذیب:۴۰۹۰)

مصعب بن سعد ابوخیثمہ المصیصی ضعیف عندالجمہور و مدلس تھا، بلکہ ابن عدی نے فرمایا:"یحدث عن الثقات بالمناکیر و یصحف"

یعنی وہ ثقہ راویوں سے منکر روایتیں بیان کرتا تھا اور تصحیف (روایتیں پڑھنے میں غلطی) کرتا تھا۔ (نیز دیکھئے میری کتاب: الفتح المبین ص ۶۳۔۶۴)

عمر بن الحسن بن نصر الحلبی کی توثیق بھی مطلوب ہے۔

پانچویں سند: حدیث ابی بکر و ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما (مسند الفردوس للدیلمی ۳/ ۱۷ا ح ۵۱۶۷، ابن الجوزی فی الموضوعات ۱/ ۳۲۰ ح ۵۹۵، تاریخ دمشق لابن عساکر ۴۴/ ۱۱۴، وقال: "غریب" اللآلی المصنوعۃ ۱/ ۳۰۲)

اس کی سند میں اسحاق بن نجیح الملطی کذاب ہے اور دوسری علتیں بھی ہیں۔

ایک اور سند میں بھی عبداللہ بن واقد الحرانی متروک ہے۔

دیکھئے اللآلی المصنوعۃ (۱/ ۳۰۲) والفوائد المجموعۃ (للجرح علی کلام السیوطی ص ۳۳۷)

عراقی نے تخریج الاحیاء میں فرمایا:"وھو منکر"(۳/ ۱۶۱)

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہے۔

نیز دیکھئے طبقات الشافعیہ للسبکی (۳/ ۵۰۹) اور موسوعۃ الاحادیث والآثار الضعیفۃ والموضوعۃ (۸/ ۳۶۸۔۳۶۹ ح ۲۱۰۷۶، ۲۱۰۷۷)

۸) "اوحی اللّٰہ تعالٰی اِلٰی عیسٰی انتقل من مکان اِلٰی مکان لئلا تعرف فتؤذی. (کنز العمال جلد ۲ ص ۳۴)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی طرف وحی کی کہ اے عیسیٰ! تُو ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جا۔ تا ایسا نہ ہو کہ تُو پہچانا جائے اور تُجھے تکلیف دی جائے۔"

(قادیانی پاکٹ بک ص ۲۰۳۔۲۰۴)

اس روایت کے بعد صاحب کنز العمال نے لکھا ہے:

"كر عن أبي هريرة و فيه هانئ بن المتوكل الاسكندراني ، قال في المغني: مجهول " اسے ابن عساکر نے (تاریخ دمشق میں) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا اور اس سند میں ہانی بن متوکل الاسکندرانی ہے، اس کے بارے میں (ذہبی نے) المغنی میں فرمایا: مجہول ہے۔ (ج ۳ ص ۱۵۸ ح ۵۹۵۵)

نیز دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر (۵۶/ ۱۸۸۔ ۱۸۹) تاریخ بغداد للخطیب (۴/ ۵۳۳ ت ۱۱۳۴)

عبدالرحمٰن خادم قادیانی نے صاحبِ کتاب کی اس جرح کو چھپا کر ان لوگوں کی یاد تازہ کردی، جنھیں بندر اور خنزیر بنادیا گیا تھا۔

ہانی بن التوکل کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا: " فكثر المناكير في روايته فلا يجوز الاحتجاج به بحال ." پس اس کی روایتوں میں منکر روایتوں کی کثرت ہوگئی لہٰذا کسی حال میں بھی اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ (المجروحین ۳/ ۹۷)

حافظ ذہبی نے اسے المغنی فی الضعفاء میں ذکر کیا (۲/ ۷۰۷ ت ۶۷۲۵) اور ابن حبان کی جرح کی طرف اشارہ کیا۔

اس روایت کی باقی سند بھی مشکوک ومردود ہے۔

۹) "ما حدثتكم عن الله سُبحنه، فهو حقٌّ و ما قلتُ فيه من قبل نفسي فانما انا بشر اخطئ و اصيب (نبراس شرح الشرح العقائد نسفی ص ۳۹۲) کہ جو بات میں اللہ تعالیٰ کی وحی سے کہوں تو وہ درست ہوتی ہے (یعنی اس میں غلطی کا امکان نہیں) لیکن جو بات میں اس وحی الٰہی کے ترجمہ وتشریح کے طور پر اپنی طرف سے کہوں تو یاد رکھو کہ میں بھی انسان ہوں، میں اپنے خیال میں غلطی بھی کرسکتا ہوں۔" (قادیانی پاکٹ بک ص ۱۸۷)

یہ بالکل بے سند اور بے اصل روایت ہے، ہمارے علم کے مطابق حدیث کی کسی مُسند کتاب میں اس کی کوئی سند مذکور نہیں اور ایسی روایت موضوع (من گھڑت) ہوتی ہے۔

نیز اس روایت کا قادیانی ترجمہ وتشریح بھی باطل ہے۔

۱۰) ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر افضل ھذہ الامۃ الا ان یکون نبی (کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق ص۴) کہ ابو بکرؓ اس اُمت میں سب سے افضل ہے سوائے اس کے کہ اُمت میں سے کوئی نبی ہو۔ یعنی اگر نبی ہو تو حضرت ابو بکرؓ اس سے افضل نہیں لہٰذا امکانِ نبوت فی خیر الامت ثابت ہے۔ (نیز دیکھو جامع الصغیر السیوطی مصری حاشیہ ص۶)'' (قادیانی پاکٹ بک ص۲۷۲)

کنوز الحقائق میں یہ روایت بحوالہ فر (الفردوس للدیلمی) مذکور ہے، لیکن یہ روایت الفردوس للدیلمی (مطبوع) میں ''إلا أن یکون نبي'' کے اضافے کے ساتھ نہیں ملی بلکہ صرف ''و أبو بکر أفضل ھذہ الأمۃ'' تک موجود ہے۔ (دیکھئے ج۱ص۴۳۷ح۱۷۷۹)

اور دیلمی والی روایت بھی بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ قادیانی کی پیش کردہ یہ روایت بھی بے سند یعنی موضوع ہے۔

☆ ایک روایت میں ہے: ''أبو بکر خیر الناس بعدي إلا أن یکون نبي.''

دیکھئے الکامل لابن عدی (۵/ ۲۷۶ ترجمۃ عکرمۃ بن عمار) اخبار اصبہان لابی نعیم (۲/ ۱۲۲) تاریخ دمشق لابن عساکر (۳۰/ ۱۲) دیلمی (۱/ ۱/ ۷۷ بحوالہ الضعیفۃ للالبانی ۴/ ۱۷۰ ح۱۶۷۶) المتفق والمفترق للخطیب (۲/ ۶۸ ح۱۸۱) الطبرانی (بحوالہ مجمع الزوائد ۹/ ۴۴ وقال: فیہ إسماعیل بن زیاد وھو ضعیف)

یہ روایت اسماعیل بن زیاد کی وجہ سے مردود یا موضوع ہے۔ اسے شیخ البانی اور غماری دونوں نے بھی موضوع قرار دیا ہے۔ (الضعیفہ ۴/ ۱۷۰ ح۱۶۷۶، المغیر للغماری ص۸)

☆ ایک روایت میں آیا ہے: '' أبو بکر و عمر خیرا أھل الأرض و خیر الأولین و خیر الآخرین إلا أن یکون نبي ''

(المؤتلف والمختلف للدارقطنی ۲/ ۸۴۹، الکامل لابن عدی ۲/ ۱۸۰)

یہ روایت موضوع ہے، اس کا راوی جبرون بن واقد الافریقی متہم ہے۔

(دیکھئے میزان الاعتدال ۱/ ۳۸۷۔ ۳۸۸ ولسان المیزان ۲/ ۱۲۱ طبع دار الفکر)

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ" ما طلعت الشمس و لا غربت علی أحد أفضل من أبي بکر الصدیق إلا أن یکون نبي "
دیکھئے فضائل الصحابۃ لعبداللہ بن احمد (۱/۳۵۲ ح ۵۰۸) مسند عبد بن حمید (ح ۲۱۲)
اس روایت کی سند میں ابوبکر یا ابوسعید البکری نامعلوم راوی ہے، لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔
ایک روایت میں ہے:"ما بالمدینة رجل إلا أن یکرن نبی أفضل من عمر"
(زوائد مسند الحارث ۲/۵۹۵ ح ۹۶۹)
اس میں" رجل" مجہول ہے اور سند بھی منقطع ہے۔
خلاصۃ التحقیق: یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہے۔
قادیانیوں اور دیگر منکرینِ اسلام کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ضعیف، مردود، موضوع اور بے سند روایات پیش کرتے ہیں اور صحیح و ثابت روایات کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایسے تمام لوگوں کی سازشوں اور اکاذیب و افتراءات سے محفوظ رکھے۔ آمین
(۲۸/ اپریل ۲۰۱۲ء، جامعہ امام بخاری، مقام حیات سرگودھا)

عقیدۂ وحدت الوجود اور آلِ دیوبند

رب نواز دیوبندی نے سرفراز حسن خان حمزہ دیوبندی کے نام لکھا ہے:

"آج کل غیر مقلدین نے دیوبندیوں کے عقائد کو کفریہ و شرکیہ قرار دینے کی مہم چلا رکھی ہے، وہ لوگ فروعی مسائل میں پے در پے شکستوں سے دوچار ہوئے، تو اب فروع کے بجائے عقائد کو تختۂ مشق بنا رہے ہیں۔ جن عقائد کو انہوں نے کفریہ قرار دیا ہے ان میں "وحدۃ الوجود" بھی ہے۔

بندہ کے پاس کئی مضامین لکھے ہوئے غیر مطبوعہ موجود ہیں، مگر چونکہ دورِ حاضر میں اس کی شدید ضرورت ہے کہ خود غیر مقلدین کا وحدۃ الوجودی ہونا ثابت کیا جائے، اس لیے بندہ نے آپ کے مجلّہ کے لیے یہی مضمون "وحدۃ الوجود..... اور..... آلِ غیر مقلدیت" ارسال کرنا پسند کیا ہے۔" (مجلہ صفدر گجرات، شمارہ نمبر ۵ ص ۴۶)

درج بالا عبارت میں پانچ باتیں قابلِ بحث و تحقیق ہیں:

۱: "غیر مقلدین" کا تنابز بالالقاب والا لقب۔

عرض ہے کہ ہم مسلمان (مسلمین) ہیں اور اہلِ حدیث و اہلِ سنت ہمارا پسندیدہ لقب و صفاتی نام ہے، لہٰذا ہمیں "غیر مقلدین" کے ناپسندیدہ تنابز بالالقاب سے موسوم کرنا باطل ہے۔

اگر کوئی دیوبندی یہ کہے کہ آپ بھی تو ہمیں "آلِ دیوبند" کے لقب سے موسوم کرتے ہیں؟ تو عرض ہے کہ دیوبندی "حضرات" اپنے آپ کو علانیہ دیوبندی کہتے ہیں مثلاً امین اوکاڑوی نے کہا: "اور ہمارا دیوبندی مسلک کا ایک ہی گھر تھا" (تجلیاتِ صفدر ج ا ص ۷۹)

دیوبندی مسلک اور آلِ دیوبند میں دیوبند کا لفظ مشترک ہے۔

۲: "دیوبندیوں کے عقائد"

عرب علماء کو بھی دیوبندیوں کے عقائد سے سخت اختلاف ہے۔ مثلاً شیخ حمود بن عبداللہ التویجری (سعودی، حنبلی) کی کتاب ''القول البلیغ فی التحذیر عن جماعۃ التبلیغ'' کا مطالعہ کریں، لہٰذا اس سلسلے میں صرف اہلِ حدیث اہلِ سنت کو موردِ الزام قرار دینا غلط ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ''کشف الستار عما تحمله بعض الدعوات من أخطار ''یعنی ''تبلیغی جماعت علمائے عرب کی نظر میں'' تالیف: محمد بن ناصر العرینی

۳: ''پے در پے شکستوں سے دوچار'' !!!

یہ دعویٰ حقیقت کے سراسر خلاف ہے، مثلاً کوہاٹ والے مناظرے میں راقم الحروف نے وتعاونوا علی البر والتقویٰ کے اصول پر طالب الرحمٰن صاحب کی معاونت کی تھی، جبکہ مدِمقابل ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب تھے اور مناظرے کے اختتام پر سلطان نامی دیوبندی نے اہلِ حدیث ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔

۴: اہلِ حدیث نے وحدت الوجود کو کفریہ عقیدہ قرار دیا ہے۔ (مفہوم)

عرض ہے کہ ملا علی قاری (حنفی) نے بھی ''الرد علی القائلین بوحدة الوجود'' کے نام سے اس باطل عقیدے کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے، جو دار المامون للتراث دمشق (شام) سے شائع شدہ ہے۔

تنبیہ: مروّجہ وحدت الوجود کا عقیدہ قرآن وحدیث کے سراسر خلاف بلکہ کفر و باطل ہے۔
تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' اور ماہنامہ الحدیث حضرو: ۵۴

۵: ''کہ خود غیر مقلدین کا وحدۃ الوجودی ہونا ثابت کیا جائے۔''

عرض ہے کہ اگر ''غیر مقلدین'' سے آپ لوگوں کی مراد اہلِ حدیث اہلِ سنت ہیں تو آپ اپنی کوششوں میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ ان شاء اللہ

رب نواز دیوبندی نے اپنی سعی نامسعود میں جو پانچ حوالے پیش کئے ہیں، اُن کی

تحقیق اور مدلل رد درج ذیل ہے:

۱: پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ (اہلِ حدیث) کا حوالہ۔

خطباتِ بہاولپوری کے ہمارے نسخے میں یہ حوالہ جلد نمبر۱ ص ۳۲۶ (خطبہ نمبر۱۳) میں ہے اور اگلے صفحے پر حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کا درج ذیل فرمان لکھا ہوا ہے:

''اب وحدت الوجود کا عقیدہ صوفیوں کا بنیادی عقیدہ ہے آپ سب کچھ نہ کچھ سکول کی تعلیم رکھتے ہیں۔ یہ جدھر دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے اور ہمہ اوست کا عقیدہ یہ وحدت الوجود کا عقیدہ ...... اور یہ خالصتاً کفر ہے۔ ایسا گندہ عقیدہ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔''

(خطبات بہاولپوری ج۱ص ۳۲۷)

ثابت ہوا کہ حافظ بہاولپوری رحمہ اللہ نے وحدت الوجود کے عقیدے کو خالصتاً کفر اور گندا عقیدہ قرار دیا ہے، لہٰذا اہلِ حدیث اس عقیدے سے بری ہیں۔

آلِ دیوبند جس باطل اور گندے عقیدے کو اہلِ حدیث کے ذمہ ''مڑھنا'' چاہتے ہیں، اس عقیدے کا کفریہ ہونا خود رب نواز کی مذکورہ کتاب سے ثابت ہو گیا۔

اگر کوئی کہے کہ بہاولپوری صاحب رحمہ اللہ نے میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کی طرف اس عقیدے کا انتساب کر رکھا ہے؟ تو عرض ہے کہ میاں صاحب رحمہ اللہ ۱۹۰۲ء میں فوت ہوئے اور حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ (اپنے پاسپورٹ کے مطابق) ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے تھے، لہٰذا یہ سند مرسل و منقطع ہے اور اہلِ حدیث کے نزدیک مرسل و منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا:

'' والمرسل من الروایات في أصل قولنا و قول أهل العلم بالأخبار لیس بحجة'' ہمارے اور علمائے حدیث کے اصل قول میں مرسل روایات حجت نہیں ہیں۔

(مقدمہ صحیح مسلم ص ۲۰ ب، طبع دار السلام)

سید نذیر حسین رحمہ اللہ تو مذکورہ الزام سے بری الذمہ ہوئے اور وحدت الوجود کے خلاف حافظ بہاولپوری رحمہ اللہ کا اپنا فتوی ثابت ہے۔

۲: رب نواز دیوبندی نے نواب صدیق حسن خان بھوپالی کا گول مول حوالہ اُن کے بیٹے کی کتاب ''مآثر صدیقی'' (حصہ چہارم ص ۳۹) سے پیش کیا ہے۔ حالانکہ نواب صاحب نے خود اپنے قلم سے اپنی خودنوشت کتاب میں لکھا ہے:

''اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ وحدت الوجود کا مسئلہ کتاب وسنت کے واضح اور صریح نصوص کی بنیاد پر بے شک وشبہ کفر بواح ہے۔ لیکن ہم متعین طور پر اس کے قائل اولیائے کرام کو خواہ وہ مغلوب تھے یا مأوّل، کافر نہیں کہہ سکتے وقس علی ھذا۔''

(ابقاء المنن ص ۱۹۳، دوسرا نسخہ ص ۲۵۸)

اس صریح حوالے کے مقابلے میں سید محمد علی حسن خان کا حوالہ شاذ یا منسوخ ہے، لہٰذا اصولِ حدیث کی رُو سے اس سے استدلال غلط ہے۔

۳: وحید الزمان حیدر آبادی متنازعہ شخصیت ہیں اور جمہور اہلِ حدیث علماء مثلاً مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولانا محمد حسین لاہوری، مولانا عبداللہ غازیپوری اور مولانا فقیر اللہ پنجابی وغیرہم نے اُن پر جرح کی ہے۔ (دیکھئے لغات الحدیث کتاب ش ص ۵۰، حیات وحید الزمان ص ۱۰۱)

جب اہلِ حدیث کے نزدیک عند الجمہور مجروح راوی کی روایت ضعیف ومردود ہوتی ہے تو ہمارے خلاف ایسے مجروح راوی کا قول کیوں کر پیش کیا جا سکتا ہے؟!

نیز دیکھئے امین اوکاڑوی دیوبندی کی تجلیاتِ صفدر (ج ۱ ص ۶۷۴، ج ۳ ص ۳۷۸)

دوسرے یہ کہ وحید الزمان نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ہدیۃ المہدی میں صاف لکھا ہے: ''ولا یحل فی غیرہ'' اور اللہ اپنے غیر میں حلول نہیں کرتا۔ (ص ۴)

معلوم ہوا کہ وحید الزمان حلول کے قائل نہیں تھے، جب کہ وحدت الوجود کا مطلب درج ذیل ہے:

''تمام موجودات کو اللہ تعالیٰ کا وجود خیال کرنا'' الخ (حسن اللغات فارسی اردو ص ۹۴۱)

''صوفیوں کی اصطلاح میں تمام موجودات کو خدا تعالیٰ کا وجود ماننا اور ماسوا کے وجود کو محض اعتباری سمجھنا۔'' (علمی اردو لغت ص ۱۵۵۱)

اس تعریف کی رُو سے وحدت الوجود کا عقیدہ صریحاً حلول کا عقیدہ ہے۔

۴: حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ نے وحدت الوجود کی تاویل میں جو گول مول باتیں لکھی ہیں، ان سے استدلال کئی وجہ سے غلط ہے۔ مثلاً:

اول: ان کا کلام جمہور اہلِ حدیث کے خلاف ہے۔

دوم: خود حافظ روپڑی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''اب رہی ''توحید الٰہی'' سو اس کے متعلق بہت دنیا بہکی ہوئی ہے۔ بعض تو اس کا مطلب ''ہمہ اوست'' سمجھتے ہیں یعنی ہر شئے عین خدا ہے۔''

پھر اس کے بعد لکھا ہے:

''صحیح راستہ اس میں یہ ہے کہ اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ سوا خدا کے کوئی شئے حقیقۃً موجود نہیں اور یہ جو کچھ نظر آرہا ہے یہ محض توہمات ہیں جیسے ''سوفسطائیہ'' فرقہ کہتا ہے کہ آگ کی گرمی اور پانی کی برودت وہمی اور خیالی چیز ہے تو یہ سراسر گمراہی ہے۔'' الخ

(فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۱۵۴)

ثابت ہوا کہ خود حافظ صاحب مروّجہ وحدت الوجود کو گمراہی اور بہکنا سمجھتے تھے۔

سوم: جب حافظ روپڑی صاحب نے ابن عربی وغیرہ کے بارے میں غلط تاویل سے کام لیا تو مولانا ابوالسلام محمد صدیق سرگودھوی رحمہ اللہ نے درج ذیل الفاظ میں اُن کا ردّ فرمایا:

''یہ محدث روپڑیؒ کی اپنی رائے ہے ورنہ بعض علماء نے اعتقاد کی بنا پر ابن عربی کو کافر کہا ہے۔ (م)'' (فتاویٰ اہلحدیث حاشیہ ص ۱۵۵ ج ۱)

ذاتی رائے کو تمام اہلِ حدیث کے خلاف کیوں کر پیش کیا جا سکتا ہے؟!

۵: شیخ ثناء اللہ امرتسری نے ''وحدۃ الوجود'' کی دو قسمیں بیان کیں:

''مابہ الموجودیہ....... وحدۃ الموجودات''

پھر انھوں نے ''وحدۃ الموجودات'' کے تحت وحدت الوجود والے لوگوں کے ''ہمہ اوست'' وغیرہ عقائد کا ذکر کیا اور فرمایا:

''یہ تشریح ایسی ہے کہ اس کو کوئی اہل شرع نہیں مان سکتا۔ بدقسمتی سے یہی تشریح زیادہ مشہور بھی ہوگئی ہے۔'' (فتاویٰ ثنائیہ ج۱ص۱۴۹۔۱۵۰)

ثابت ہوا کہ امرتسری صاحب بھی مروّجہ وحدت الوجود کے سخت خلاف تھے اور اسے خلافِ شریعت سمجھتے تھے۔

بطورِ فائدہ عرض ہے کہ مولانا ابوسعید شرف الدین الدہلوی رحمہ اللہ نے فتاویٰ شرفیہ میں فرمایا: ''میں کہتا ہوں یہ (مروّجہ) تصوف جوگیوں اور سادھوؤں کا فلسفہ ہے۔ ہمہ اوست کا عقیدہ صریح کفر ہے یہ قرآن وحدیث کی تکذیب ہے۔ اس عقیدہ پر نہ اللہ تعالیٰ معبود رہتا ہے نہ خالق، نہ رازق، نہ عابد، نہ معبود۔ پھر نہ کچھ حلال نہ حرام۔ ایسے خیالات رکھنے والے اور پھر مسلمانی کا دم بھرنے والے حقیقت میں شیطان کے بندے ہیں۔ بے ایمان ہیں۔ یہ لوگ محض تقیہ اور نفاق کے طور پر شریعت کا دم بھرتے ہیں۔ رسمی طور پر نہ دل سے۔''

(فتاویٰ شرفیہ برفتاویٰ ثنائیہ ج۱ص۱۴۸)

رب نواز دیوبندی کے مشارالیہ مضمون میں پانچ حوالے پیش کئے گئے، حالانکہ مذکورہ پانچوں علماء صوفیاء کے مروّجہ وحدت الوجود (جس میں خالق ومخلوق میں فرق نہیں کیا جاتا بلکہ ہر چیز کو ''خدا'' قرار دیا جاتا ہے) سے بری بلکہ سخت مخالف تھے۔

دوسری طرف ایک آدمی نے دیوبندیوں کے ''سید الطائفہ'' حاجی امداد اللہ صاحب سے ان کے ایک مضمون کے بارے میں پوچھا:

''اس مضمون سے معلوم ہوا کہ عابد ومعبود میں فرق کرنا شرک ہے۔'' تو حاجی امداد اللہ نے جواب دیا: ''کوئی شک نہیں کہ فقیر نے یہ سب ضیاء القلوب میں لکھا ہے'' (شمائم امدادیہ ص۳۴)

رب نواز دیوبندی اور تمام آلِ دیوبند سے سوال ہے کہ کیا کسی ثقہ بالاجماع یا ثقہ وصدوق عندالجمہور اہلِ حدیث عالم نے بھی اپنی کسی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ ''عابد ومعبود میں فرق کرنا شرک ہے۔''؟ حوالہ پیش کریں!

(۲۴/ جولائی ۲۰۱۱ء)

مزید: رب نواز دیوبندی نے ماہنامہ ''صفدر'' گجرات (عدد:٦) میں صوفی ابن عربی (الحلولی الاتحادی) کے بارے میں بعض اہلِ حدیث و بعض غیر اہلِ حدیث علماء کے چند تعریفی اقوال لکھے ہیں جو اس بات پر محمول ہیں کہ انھیں ابن عربی کے عقائد کا صحیح علم ہی نہیں تھا، یا وہ اس شخص کے باطل عقائد کو اس سے ثابت ہی نہیں سمجھتے تھے یا پھر وہ تاویلاتِ باطلہ کی عینک سے ان عقائدِ باطلہ میں تاویل کرتے تھے۔

دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ٤٩ ص ٢٣۔٢٤

ابن عربی نے کسی سے مخاطب ہو کر کہا:

پس تو بندہ ہے اور تُو رب ہے۔ (فصوص الحکم ص ٧٧، کلمہ اسماعیلیہ، الحدیث: ٤٩ ص ١٤)

ابن عربی الحاتمی المرسی الصوفی (م ٦٣٨ھ) نے مزید کہا:

''الربّ حق و العبد حق　　　　یا لیت شِعري من المکلّف

إن قلت عبد فذاك میّت　　　　أو قلت ربّ أنی یکلّف''

رب حق ہے اور بندہ حق ہے، کاش مجھے شعور ہوتا کہ کون مکلّف ہے؟

اگر میں کہوں: بندہ ہے، تو وہ مُردہ ہے اور (اگر) کہوں: رب، تو وہ کس طرح مکلّف ہو سکتا ہے؟ (الفتوحات المکیہ ج ١ ص ١٥)

اس قسم کے خطرناک عقائد کی وجہ سے قاضی صدر الدین علی بن ابی العز الحنفی رحمہ اللہ (متوفی ٧٩٢ھ) نے فرمایا:

''ولکن ابن عربي و أمثاله منافقون، زنادقة اتحادیة فی الدرك الأسفل من النار....'' اور لیکن ابن عربی اور اس جیسے لوگ زندیق منافق اتحادی ہیں، وہ آگ کے نچلے حصے میں ہوں گے۔ (شرح عقیدہ طحاویہ مع تحقیق الالبانی ص ٥٥٧)

حافظ ذہبی نے فرمایا: ''صاحب فصوص الحکم، من طالع کتابه عرف انحرافه و ضلاله'' فصوص الحکم والا، جس نے اس کی کتاب کا مطالعہ کیا تو وہ اس کا (سیدھے راستے سے) انحراف اور گمراہی جان لے گا۔ (المغنی فی الضعفاء ٣٥٢/٢ ت ٥٨٤٤)

ملاعلی قاری حنفی نے کہا: پھر اگر تم سچے مسلمان اور پکے مومن ہو تو ابن عربی کی جماعت کے کفر میں شک نہ کرو اور اس گمراہ قوم اور بے وقوف اکٹھ کی گمراہی میں توقف نہ کرو۔

(الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود ص ۱۵۵، الحدیث: ۴۹ ص ۲۰)

شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۵ھ) وغیرہ کے اقوال ماہنامہ الحدیث (عدد ۴۹) میں باحوالہ موجود ہیں۔

☆ سخاوی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر العسقلانی (رحمہ اللہ) علانیہ ابن عربی اور اس جیسے لوگوں پر رد کرتے تھے... ایک دفعہ آپ کا ابن عربی کے ایک معتقد سے مباہلہ ہوا تھا تو وہ شخص سال ختم ہونے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا تھا۔ (الجواہر والدرر ۳/ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸)

سخاوی نے مزید لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر نے ابن عربی کے ایک جیالے سے بحث و مباحثہ کیا اور ابن عربی کو اس کے بُرے کلام کی وجہ سے بُرا کہا... پھر کہا: آؤ ہم دونوں مباہلہ کر لیں، عام طور پر دو مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہوتا ہے وہ مصیبت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس آدمی نے کہا: اے اللہ! اگر ابن عربی گمراہ تھا تو تُو مجھ پر لعنت فرما۔

اور حافظ ابن حجر نے کہا: اے اللہ اگر ابن عربی ہدایت پر تھا تو تُو مجھ پر لعنت فرما۔ وہ معاند شخص روضہ میں رہتا تھا، وہ رات کو کسی مہمان کے ساتھ گھر سے باہر نکلا اور واپسی پر کہنے لگا کہ مجھے کسی چیز نے پاؤں پر ڈس لیا ہے، جب وہ گھر پہنچا تو اندھا ہو گیا تھا اور صبح سے پہلے مر گیا۔ مباہلہ رمضان ۷۹۷ھ میں ہوا تھا اور وہ شخص ذوالقعدہ ۷۹۷ھ میں مر گیا تھا۔

(ملخصاً از الجواہر والدرر ج ۳ ص ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲)

اس مباہلے کا ذکر حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بھی کیا ہے۔

(دیکھئے ج ۸ ص ۹۵ ح ۴۳۸۰۔ ۴۳۸۲ باب قصۃ أھل نجران، کتاب المغازی)

یہ ظاہر ہے کہ حافظ ابن تیمیہ، حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ الاسلام بلقینی، علامہ ابن ابی العز الحنفی اور ملا علی قاری وغیرہم (متقدمین) کے مقابلے میں چودھویں صدی ہجری کے وحید الزمان (غیر اہلِ حدیث) اور میاں نذیر حسین دہلوی، ثناء اللہ امرتسری اور نواب

صدیق حسن خان وغیرہم کے اقوال کی اہلِ حدیث کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ہے، لہٰذا رب نواز دیوبندی کا بُنا ہوا بیت العنکبوت بے کار ہے۔

بطورِ یاددہانی عرض ہے کہ خود نواب صدیق حسن خان صاحب نے لکھا ہے:

''وحدت الوجود کا مسئلہ کتاب وسنت کے واضح اور صریح نصوص کی بنیاد پر بے شک وشبہ کفر بواح ہے لیکن......'' (ابقاء المنن ص ۱۹۳، دوسرا نسخہ ص ۲۵۸)

رب نواز صاحب کی ''خدمت'' میں عرض ہے کہ اس وحدت الوجود کا ثبوت پیش کریں، جس میں آلِ دیوبند کے بقول: بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے۔!!! (۱۵/ اگست ۲۰۱۱ء)

آلِ دیوبند اور وحدت الوجود

حافظ نثار احمد الحسینی (دیوبندی) کے نام:

بعد از سلام مسنون، عرض ہے کہ آپ کی طرف سے ایک کتاب ''علمائے دیوبند.... پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جوابات'' شائع ہوئی ہے جس میں آپ لوگوں نے میرے ایک مختصر رسالے ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' وغیرہ کا بزعمِ خویش جواب دینے کی کوشش کی ہے.!

عرض ہے کہ آپ اپنے عقیدے وحدت الوجود پر اعتراضات کے جوابات دینے سے عاجز ہیں، جنھیں کتابِ مذکور کے نمبرا میں باحوالہ پیش کیا گیا ہے، کجا یہ کہ پوری کتاب کا جواب آپ کی طرف سے لکھا جائے۔؟!

آپ نے صفحہ نمبر ۱، پر سات بے دلیل دعوے لکھنے، پھر وحید الزمان، نواب صدیق حسن خان، حکیم فیض عالم ناصبی، بعض علمائے اہلِ حدیث کے غیر مفتیٰ بہا اقوال، اختر کاشمیری (؟) اور اپنے تقلیدی مولویوں کی عبارات پیش کرنے کے سوا کیا کام کیا ہے؟

راقم الحروف نے نواب صدیق حسن خان، میاں نذیر حسین، نواب وحید الزمان، مولوی محمد حسین اور (مولانا) ثناء اللہ (امرتسری) وغیرہم کے بارے میں ماسٹر امین اکاڑوی دیوبندی حیاتی کا قول نقل کیا تھا کہ ''لیکن غیر مقلدین کے تمام فرقوں کے علماء اور عوام بالاتفاق ان کتابوں کو غلط قرار دے کر مسترد کر چکے ہیں....''

(بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۳۲ بحوالہ مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۲۲، تحقیق مسئلہ تقلید ص ۶)

امین اوکاڑوی کا قول اس لئے پیش کیا تھا کہ دیوبندیہ حیاتیہ کے نزدیک اُن کا بہت بڑا مقام ہے مثلاً قاضی ارشد الحسینی (اٹک) نے انھیں ''ایک عظیم انسان'' قرار دیا ہے۔

دیکھئے ماہنامہ الخیر ملتان کا اوکاڑوی نمبر (ج ۱۹ شمارہ: ۵ تا ۸) ص ۲۴۳

جن حوالوں اور عبارات کو تمام اہلِ حدیث علماء اور عوام بالاتفاق غلط قرار دے کر

مسترد کر چکے ہیں، اُصولاً آپ انھیں ہمارے خلاف پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ فریقِ مخالف کے خلاف وہی دلیل پیش کرنا جائز ہے جسے وہ صحیح اور حجت تسلیم کرتا ہے۔ آپ لوگوں کا اہل حدیث کے خلاف بالاتفاق غلط حوالے پیش کرنا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کے پاس اہلِ حدیث کے خلاف پیش کرنے کے لئے کوئی دلیل ہی نہیں، ورنہ آپ ایسی حرکتیں نہ کرتے۔ راقم الحروف نے علمائے دیوبند کے چند خطرناک عقائد میں سے پہلا عقیدہ وحدت الوجود بالاختصار پیش کیا تھا جس میں حاجی امداداللہ صاحب فرماتے ہیں:

''نکتہ شناسا مسئلہ وحدت الوجود حق و صحیح ہے، اس مسئلہ میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے...''

(بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۴، بحوالہ شمائم امدادیہ ص ۳۲ کلیاتِ امدادیہ ص ۲۱۸)

اس کے بعد لغت کی دو مشہور کتابوں سے وحدت الوجود کا مطلب ومفہوم پیش کیا تھا:

''تمام موجودات کو اللہ تعالیٰ کا وجود خیال کرنا۔ اور وجود ماسوی کو محض اعتباری سمجھنا جیسے قطرہ، حباب، موج اور قعر وغیرہ سب کو پانی معلوم کرنا'' (حسن اللغات فارسی اردو ص ۹۴۱)

''صوفیوں کی اصطلاح میں تمام موجودات کو خدا تعالیٰ کا وجود ماننا اور ماسوا کے وجود کو محض اعتباری سمجھنا۔'' (علمی اردو لغت، تصنیف وارث سرہندی ص: ۱۵۵۱)

اس لغوی مفہوم وتشریح سے معلوم ہوا کہ عقیدۂ وحدۃ الوجود میں خالق ومخلوق میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا بلکہ مخلوقات کو بھی اللہ تعالیٰ کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے۔

﴿ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴾ [بنی اسرائیل: ۴۳]

حافظ ظہور احمد الحسینی صاحب نے اس لغوی مطلب ومفہوم کا کوئی جواب نہیں دیا اور محمد تقی عثمانی صاحب کی عبارت لکھ دی ہے کہ ''صحیح مطلب یہ ہے کہ....'' (علمائے دیوبند پر... ص ۲۵)

تقی صاحب کا ''صحیح مطلب'' کتبِ لغت کے مطلب، حاجی امداداللہ صاحب کی تصریحات اور رشید احمد گنگوہی صاحب کی عبارات (وغیرہ) کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔

حاجی امداداللہ صاحب نے خدا کا خلیفہ کہہ کر ایک بندے کے بارے میں لکھا ہے:

''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے...''

(بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۴، کلیاتِ امدادیہ ص ۳۵، ۳۶)

حاجی صاحب نے مزید کہا: ''اور اس کے بعد اس کو ہُو ہُو کے ذکر میں اس قدر منہمک ہو جانا چاہئے کہ خود مذکور یعنی (اللہ) ہو جائے'' (ایضاً ص ۱۴، بحوالہ کلیاتِ امدادیہ ص ۱۸)

حافظ ظہور احمد صاحب نے یہ دونوں عبارتیں نہ تو نقل کیں اور نہ ان کا کوئی جواب دیا بلکہ یہ لکھ دیا کہ ''چنانچہ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

دیوبندی حضرات اس وحدت الوجود کے قائل ہیں جس میں خالق ومخلوق، عابد ومعبود، اور خدا و بندے کے درمیان فرق مٹا دیا جاتا ہے۔ (بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۵)

حالانکہ یہ زبیر علی زئی کا تعصب یا تجاہل عارفانہ ہے کہ ''وحدت الوجود'' میں خالق ومخلوق اور عابد ومعبود میں فرق نہیں رہتا۔'' (علمائے دیوبند پر.....ص ۴۶)

عرض ہے کہ یہ تعصب یا تجاہل عارفانہ نہیں بلکہ ''باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' اور ''(اللہ) ہو جائے'' کا یہی مطلب ہے کہ جس کے جواب سے آپ نے چشم پوشی برتی ہے۔

اب ایک اور حوالہ پڑھ لیں:

ایک آدمی نے دیوبندیوں کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں ان کے ایک مضمون کے بارے میں سوال کیا:

''اس مضمون سے معلوم ہوا کہ عابد ومعبود میں فرق کرنا شرک ہے۔''

حاجی صاحب نے جواب دیا:

''کوئی شک نہیں ہے کہ فقیر نے یہ سب ضیاء القلوب میں لکھا ہے'' (شمائم امدادیہ ص ۳۴)

حاجی صاحب تو تسلیم کر رہے ہیں کہ عابد ومعبود میں فرق کرنا شرک ہے اور ظہور احمد صاحب اس کا انکار کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ!

میں نے رشید احمد گنگوہی صاحب کا حوالہ پیش کیا تھا جس میں وہ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اور وہ جو میں ہوں وہ تُو ہے...''

(بدعتی کے پیچھے نماز... ص ۱۵، بحوالہ مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰، و فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۶)

تنبیہ نمبر ۱: خط کشیدہ لفظ کمپوزنگ کی غلطی سے کتاب: ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' میں چھپنے سے رہ گیا ہے۔ نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۳ ص ۴۴

تنبیہ نمبر ۲: مذکورہ الفاظ ''فضائلِ صدقات'' سے نقل کئے گئے ہیں۔

ظہور احمد صاحب نے اپنے تسلیم شدہ بزرگ گنگوہی صاحب کی عبارت کا تو کوئی جواب نہیں دیا مگر حافظ عبداللہ روپڑی صاحب کی عبارتیں لکھ دی ہیں جن میں وحدت الوجود کی تاویل کی گئی ہے اور ''بندہ خدا ہو جاتا ہے، ذکر کرنے والا خود اللہ ہو جائے اور بندہ کہے: یا اللہ وہ جو میں ہوں وہ تُو ہے'' کا نام ونشان تک نہیں ہے۔ حافظ روپڑی صاحب تاویل کے ذریعے سے جس وحدت الوجود کو ''مراد ان کی صحیح ہے۔'' قرار دے رہے ہیں وہ وُہ نہیں جو دیوبندیوں کا عقیدہ ہے بلکہ اسی حوالے میں دیوبندیوں کا نام لئے بغیر وحدت الوجود کے غلط عقیدے کے بارے میں حافظ عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں:

''اب رہی ''توحید الٰہی'' سو اس کے متعلق بہت دنیا بہکی ہوئی ہے۔ بعض تو اس کا مطلب ''ہمہ اوست'' سمجھتے ہیں یعنی ہر شئے عین خدا ہے۔'' (فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۱۵۴)

کیا ظہور احمد صاحب نے یہ عبارت نہیں پڑھی یا تعصب وتجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے؟

بہکے اور پھسلے ہوئے لوگ صحیح ہوتے ہیں یا غلط؟

جن لوگوں کو حافظ روپڑی صاحب بہکے ہوئے قرار دے رہے ہیں، وہ دیوبندی ہی تو ہیں۔

تنبیہ: وحدت الوجود اور ابن عربی کے بارے میں حافظ عبداللہ روپڑی کی عبارات تین وجہ سے غلط ہیں:

اول: یہ تاویلات ہیں جو کہ دیوبندی علماء کی عبارات اور علمائے حق مثلاً حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ کی تحقیقات کے خلاف ہیں۔

دوم: حافظ روپڑی کی مذکورہ عبارت کے آخر میں اُن کے شاگرد مولانا محمد صدیق سرگودھوی حاشیہ لکھتے ہیں:

''یہ محدث روپڑی کی اپنی رائے ہے....'' (فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۱۵۵)

سوم: حافظ روپڑی صاحب لکھتے ہیں کہ "کیونکہ ابن عربی کی کتاب "عوارف المعارف" سے ماخوذ ہے...." (فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۱۵۵)

حالانکہ عوارف المعارف کا مصنف سہروردی ہے۔ دیکھئے کشف الظنون (ج ۲ ص ۱۱۷۷)

معلوم ہوا کہ حافظ عبداللہ روپڑی صاحب رحمہ اللہ ابن عربی کی کتابوں سے صحیح طور پر واقف نہیں تھے، لہٰذا اُن کی تاویلات سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہیں۔

ظہور احمد صاحب نے حاجی امداد اللہ اور گنگوہی صاحبان کی عبارات کا جواب دینے کے بجائے میاں نذیر حسین دہلوی، فضل حسین بہاری، نواب صدیق حسن، حافظ عبداللہ روپڑی، وحید الزمان حیدر آبادی، ابراہیم سیالکوٹی، فیاض علی اور عبدالسلام مبارکپوری سے ابن عربی کی تعریف میں کچھ عبارات نقل کر دی ہیں جو چار وجہ سے مردود ہیں:

اول: یہ علماء ابن عربی سے صحیح طور پر واقف نہیں ہیں۔ دیکھئے الحدیث: ۴۹ ص ۲۴

دوم: یہ علماء ابن عربی کی کتابوں سے صحیح طور پر واقف نہیں ہیں۔

سوم: ان علماء کی تاویلات ان سے بڑے اور جمہور علماء کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ مثلاً امام بلقینی، العز بن عبدالسلام، ابوحیان الاندلسی، ابن کثیر، ابن تیمیہ، ابن حجر العسقلانی اور محدث بقاعی وغیرہم نے ابن عربی پر شدید جرح کر رکھی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۴۹ ص ۲۱۔۲۳

چہارم: فصوص الحکم اور الفتوحات المکیہ میں ابن عربی کی عبارات سے ان تاویلات کا باطل ہونا صاف ظاہر ہے۔

رشید احمد گنگوہی صاحب نے "ارشاد فرمایا":

"ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور میں بہت رنڈیاں مرید تھیں ایکبار یہ سہارنپور میں کسی رنڈی کے مکان پر ٹھیرے ہوئے تھے سب مریدنیاں اپنے میاں صاحب کی زیارت کیلئے حاضر ہوئیں مگر ایک رنڈی نہیں آئی میاں صاحب بولے کہ فلانی کیوں نہیں آئی رنڈیوں نے جواب دیا "میاں صاحب ہم نے اُس سے بہتیرا کہا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو اُس

نے کہا میں بہت گناہگار ہوں اور بہت روسیاہ ہوں میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں میں زیارت کے قابل نہیں" میاں صاحب نے کہا نہیں جی تم اُسے ہمارے پاس ضرور لانا چنانچہ رنڈیاں اُسے لیکر آئیں جب وہ سامنے آئی تو میاں صاحب نے پوچھا "بی تم کیوں نہیں آئی تھیں؟" اُس نے کہا حضرت روسیاہی کی وجہ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی ہوں۔ میاں صاحب بولے "بی تم شرماتی کیوں ہو کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہ تو وہی ہے" رنڈی یہ سنکر آگ ہوگئی اور خفا ہو کر کہا لاحول ولا قوۃ اگرچہ میں روسیاہ و گناہگار ہوں مگر ایسے پیر کے مُنہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی۔"

میاں صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگوں رہ گئے اور وہ اُٹھکر چلدی۔" (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۴۲)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک توحید میں غرق میاں صاحب کا یہ عقیدہ تھا کہ زنا کرنے اور کرانے والا تو وہی ہے۔ معاذ اللہ، استغفر اللہ

وحدت الوجود کے گندے عقیدے کی اس عبرت ناک مثال کو میں نے "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم" میں مختصراً پیش کیا تھا۔ (ص ۱۵) مگر حافظ ظہور صاحب نے اس کے جواب سے خاموشی برتی لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ میری اس چھوٹی سی کتاب کے صرف ایک باب اور بارہ خطرناک عقائد میں سے صرف ایک عقیدے کے جواب سے بھی عاجز رہے ہیں۔

جواب دینے سے پہلے فریقِ مخالف کی عبارت تو پڑھ لیں ورنہ یہی انجام ہوگا جو ظہور احمد کا ہوا ہے۔ جب تک میری ہر دلیل اور ہر اعتراض کا صریح جواب نہیں آئے گا "الزامات کے جوابات" کی حیثیت باطل و مردود ہی رہے گی۔

نثار صاحب! آپ نے عرضِ ناشر میں بے دلیل اور بے حوالہ دعوے کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "علمائے دیوبند کی ان خدمات سے سب سے زیادہ ڈر انگریز حکومت کو تھا" (ص ۱)

آپ کے اس دعوے کی تردید و ابطال میں آلِ دیوبند اور انگریز کے سلسلے میں دس حوالے پیشِ خدمت ہیں:

① عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی اپنے امام ربانی یعنی رشید احمد گنگوہی صاحب کے بارے

میں لکھتے ہیں: ''ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلحضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہوگیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جان نثاری کے لئے طیار ہوگیا...'' (تذکرۃ الرشید ج ا ص ۷۴، ۷۵)

معلوم ہوا کہ دیوبندی اکابر نے اپنی انگریز سرکار کے مخالف باغیوں سے شاملی میں جنگ لڑی جس میں حافظ ضامن صاحب باغیوں کے ہاتھوں سے مارے گئے۔

میرٹھی دیوبندی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔'' (تذکرۃ الرشید ج ا ص ۷۹)

انگریز سرکار مسلمانوں کا قتلِ عام کر رہی تھی اور دیوبندی اکابر اسے مہربان سرکار قرار دے کر خیر خواہ ثابت ہو رہے تھے۔ سبحان اللہ!

② ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بارے میں عاشق الٰہی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''جب بغاوت و فساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پا کر باغیونکی سرکوبی شروع کی تو....'' (تذکرۃ الرشید ج ا ص ۷۶)

انگریزوں کی حکومت (اور انگریز سرکار) کو رحمدل کہنے والے کس منہ سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ان سے، سب سے زیادہ ڈر انگریز حکومت کو تھا۔!

③ دیوبندیوں کے اکابر میں سے ایک مملوک علی صاحب تھے، جن کے بارے میں لطیف اللہ نے لکھا ہے:

''اول یہ کہ مولانا موصوف دہلی کالج میں انگریزی حکومت کے بمشاہرہ سو روپے ماہانہ پر ملازم تھے۔'' (انفاس امدادیہ ص ۱۰۸ حاشیہ نمبر ۱۱)

محمد انوار الحسن شیرکوٹی دیوبندی لکھتے ہیں: ''دہلی کالج کے تمام انگریز پرنسپل ان کی قدر کرتے

اوران پر اعتماد کرتے تھے۔ بلکہ گورنر جنرل نے مولانا مملوک علی کو انعام بھی دیا۔"

(سیرت یعقوب و مملوک ص ۳۴)

کیا خیال ہے ۱۸۲۵ء میں ایک روپے کا کتنا سونا ملتا تھا اور انگریز گورنر جنرل نے کس خوشی میں مملوک علی صاحب کو انعام دیا تھا؟

حفظ الرحمٰن دیوبندی نے اپنی تقریر میں فرمایا:

"مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔" (مکالمۃ الصدرین ص ۸)

تبلیغی جماعت کو انگریزی حکومت کی طرف سے کتنا روپیہ ملتا تھا اور کیوں ملتا تھا؟

جواب دیں، خاموش کیوں ہو گئے ہیں؟

⑤ حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے "علامہ عثمانی" دیوبندی صاحب نے فرمایا: "دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا گیا کہ اون کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے..."

(مکالمۃ الصدرین ص ۹)

ممکن ہے کہ پہلے علم نہ ہو لیکن بعد میں انھیں علم ہو گیا کیونکہ تھانوی صاحب خود فرماتے ہیں:

"تحریکات کے زمانہ میں میرے متعلق یہ مشہور کیا گیا تھا کہ چھ سو روپیہ ماہانہ گورنمنٹ سے پاتا ہے۔" (ملفوظات حکیم الامت ج ۶ ص ۵۶ ملفوظ نمبر ۱۰۸، دوسرا نسخہ ج ۶ ص ۱۰۳)

⑥ اشرف علی تھانوی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ اگر تمھاری حکومت ہو جائے تو انگریزوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرو گے؟ تھانوی صاحب نے جواب دیا:

"محکوم بنا کر رکھیں کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم ہی بنا کر رکھیں گے مگر ساتھ ہی اسکے نہایت راحت اور آرام سے رکھا جائے گا اس لئے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہونچایا

ہے..." (ملفوظات حکیم الامت ج ٦ ص ٥٥، ملفوظ: ١٠٧، دوسرا نسخہ ج ٦ ص ١٠٢)

⑦ محمد قاسم نانوتوی صاحب کے بیٹے محمد احمد کے بارے میں دیوبندیوں کی ایک معتبر کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ

"١٤٤۔ محمد احمد حافظ شمس العلماء

(١) پسر محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند۔ یہ مدرسہ کا مہتمم یا پرنسپل ہے اور وفادار ہے۔"

(تحریک شیخ الہند ص ٣٤٩)

کیا خیال ہے؟ جس شخص کے بارے میں انگریز حکومت خود اقرار کرے کہ "وفادار ہے" تو وہ کتنا بڑا وفادار ہوگا؟!

⑧ محمد احسن نانوتوی کے بارے میں محمد ایوب قادری دیوبندی لکھتے ہیں:

"٢٢/ مئی کو نماز جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن صاحب نے بریلی کی مسجد نومحلہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے"

(کتاب: "مولانا محمد احسن نانوتوی" ص ٥٠)

ایوب صاحب مزید لکھتے ہیں: "اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگا دی اور تمام مسلمان مولانا محمد احسن نانوتوی کے خلاف ہو گئے۔ اگر کوتوال شہر شیخ بدر الدین کی فہمائش پر مولانا بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا" (محمد احسن نانوتوی ص ٥١)

⑨ پی سی پگاٹ نامی ایک انگریز لکھتا ہے:

"مجھ کو آج مدرسۂ عربیہ دیوبند کے معائنہ سے غیر معمولی مسرت ہوئی... میں نہایت خوشی سے اپنا نام چندہ دہندگان میں شامل کرتا ہوں۔ پی سی پگاٹ، جنٹ مجسٹریٹ سہارنپور، ٦/ اپریل ١٨٩٧ء" (مکمل تاریخ دار العلوم دیوبند ج ٢ ص ٣٤٩)

کیا خیال ہے؟ پگاٹ صاحب کتنا چندہ دے گئے تھے اور کس وجہ سے نہایت خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہے تھے؟

⑩ ایک انگریز پامر نامی نے کیا کہا تھا؟ اس کا جواب پروفیسر محمد ایوب قادری دیوبندی

سے سنئے، لکھتے ہیں:

''اس مدرسہ نے یوماً فیوماً ترقی کی ۳۱/ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لفٹنٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں

''جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے یہ مدرسہ **خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاون سرکار** ہے...'' (محمد احسن نانوتوی ص ۲۱۷، نیز دیکھئے کتاب: فخر العلماء ص ۶۰)

نثار صاحب! اس طرح کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں مثلاً عبید اللہ سندھی (سابق نام: بُوٹا سنگھ) نے اپنے ایک خط میں مدرسۂ دیوبند کے بارے میں فرمایا:

''مالکانِ مدرسہ سرکار کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں'' (دیکھئے تحریک شیخ الہند ص ۳۵۸)

آپ ایسا کریں کہ حافظ ظہور احمد صاحب اور دوسرے لوگوں سے میری چھوٹی سی کتاب ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' کا مکمل اور موضوع کے مطابق جواب لکھوائیں۔ اسی طرح ماہنامہ الحدیث حضرو میں آلِ دیوبند پر جو تحقیقی رد کیا گیا ہے مثلاً ''انوراوکاڑی صاحب کے جواب میں'' اور ماہنامہ الحدیث: ۴۹ میں شائع شدہ تحقیقی مضمون ''وحدت الوجود کیا ہے؟ اور اس کا شرعی حکم'' (ص ۱۲۔۲۶) وغیرہ، ان تحریرات کا بھی مکمل اور بمطابق تحریر جواب لکھیں یا لکھوائیں۔

المہند الدیوبندی جیسی بے ثبوت اور اصل عبارات سے فرار والی تحریرات شائع کر کے اپنی جگ ہنسائی نہ کروائیں۔

تنبیہ: ہم نے وحید الزمان حیدر آبادی، نواب صدیق حسن خان، فیض عالم صدیقی اور بعض علماء وغیرہم کے بارے میں صراحتاً یا اشارتاً اعلان کر رکھا ہے کہ یہ ہمارے اکابر میں سے نہیں ہیں یا ہم ان کی تحریرات سے بری ہیں۔ اگر آپ کے پاس میرے اعلانات نہیں

پہنچے تو اس تحریر کو میرا اعلان سمجھ لیں۔

میرے خلاف آپ درج ذیل دلائل پیش کر سکتے ہیں:

۱: قرآن مجید

۲: صحیح اور حسن لذاتہ مرفوع احادیث

۳: اجماع ثابت

اگر آپ ہمارے علماء کرام کے اجتہادات پیش کرنا چاہتے ہیں تو درج ذیل شرائط کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں:

۱۔ وہ عالم ہمارے نزدیک ثقہ وصدوق عندالجمہور رہو اور صحیح العقیدہ اہلِ حدیث ہو۔

۲۔ اس عالم کا قول قرآن، حدیث اور اجماع کے خلاف نہ ہو کیونکہ ہمارا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ قرآن، حدیث اور اجماع کے خلاف ہر شخص کی بات مردود ہے۔

۳۔ اس عالم کا قول ہمارے نزدیک مفتیٰ بہ ہو۔

۴۔ ہم اسے اپنے اکابر میں تسلیم کرتے ہوں۔

دوبارہ عرض ہے کہ ہم کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف ہر عالم کا قول مردود سمجھتے ہیں۔

آپ لوگوں کے خلاف ہم وہی عبارات اور حوالے پیش کرتے ہیں جنھیں آپ صحیح اور حجت تسلیم کرتے ہیں۔ اگر آپ ان عبارات کا صاف طور پر علانیہ انکار کر دیں اور عبارات لکھنے یا کہنے والوں کو اپنے اکابر کی فہرست سے باہر نکال دیں تو ہم آپ کے خلاف یہ عبارات اور حوالے ہرگز نہیں پیش کریں گے۔ کیا خیال ہے؟ اگر حیاتی دیوبندیوں کے خلاف مماتی دیوبندیوں، احمد سعیدی دیوبندیوں اور پنج پیری دیوبندیوں کے حوالے پیش کرنے شروع کر دیئے جائیں تو کیا آپ ان حوالوں کو تسلیم کریں گے؟ اگر نہیں تو پھر ہمارے خلاف بھی آپ کو ایسے حوالے پیش کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں جنھیں ہم تسلیم کرنے سے علانیہ انکار یا اعلان براءت کرتے ہیں۔ **وما علینا إلا البلاغ**

(۲۶/ رمضان ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۷/ ستمبر ۲۰۰۸ء)

اجماعِ امت حجت ہے

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰة والسّلام علیٰ خاتم الأنبیاء والمرسلین .
و رضي اللّٰہ عن أزواجه و ذریته و أصحابه و آله أجمعین.
و رحمة اللّٰہ علیٰ من تبعهم باحسان إلیٰ یوم الدین: من ثقات التابعین و أتباع التابعین والمحدّثین وهم السلف الصالحین .
و نعوذ باللّٰہ من شرور المبتدعین الضالّین المضلّین . أما بعد:

اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کا یہ بنیادی ایمان، عقیدہ اور عمل ہے کہ قرآن مجید اور حدیثِ رسول کے بعد اجماعِ اُمت (صحیح العقیدہ سُنی مسلمانوں کا اجماع) حجت اور شرعی دلیل ہے، لہٰذا اس کی حجیت کے بعض دلائل و آثارِ سلف صالحین پیشِ خدمت ہیں، نیز شروع میں اجماع کی تعریف و مفہوم بھی صراحتاً بیان کر دیا گیا ہے۔

اجماع کی تعریف و مفہوم: کسی مسئلے (یا عقیدے) پر اتفاقِ رائے کو لغت میں اجماع کہا جاتا ہے۔ مثلاً دیکھئے القاموس المحیط (ص ۹۱۷ ب) المعجم الوسیط (۱/ ۱۳۵) اور القاموس الوحید (ص ۲۸۰)

محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی نے لکھا ہے: ''والاجماع أي اجماع الأمة :الاتفاق ...''
اور اجماع یعنی اُمت کا اجماع: اتفاق (تاج العروس ج ۱۱ ص ۷۵)

اسی طرح اَجمع کا مطلب: اتفاق کرنا، اکٹھا کرنا اور پختہ ارادہ کرنا ہے۔
دیکھئے سورۃ یوسف (۱۵) مصباح اللغات (ص ۱۲۲) اور عام کتبِ لغت۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

'' الحمدللّٰہ . معنی الاجماع :أن تجتمع علماء المسلمین علیٰ حکم من الأحکام . و إذا ثبت اجماع الأمة علیٰ حکم من الأحکم لم یکن لأحد أن

يخرج عن أجماعهم فإن الأمة لا تجتمع على ضلالة ولكن كثير من المسائل يظن بعض الناس فيها اجماعًا ولا يكون الأمر كذلك ، بل يكون القول الآخر أرجح في الكتاب والسنة"

حمد وثنا اللہ ہی کے لئے ہے۔اجماع کا معنی یہ ہے کہ احکام میں سے کسی حکم پر مسلمانوں کے علماء جمع ہوجائیں اور جب کسی حکم پر اُمت کا اجماع ثابت ہوجائے تو کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ علماء کے اجماع سے باہر نکل جائے، کیونکہ اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی ،لیکن بہت سے مسائل میں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اجماع ہے، حالانکہ ان میں اجماع نہیں ہوتا بلکہ (اس کے مخالف) دوسرا قول کتاب وسنت میں زیادہ راجح ہوتا ہے۔

(الفتاویٰ الکبریٰ ج ا ص ۴۸۴، مجموع فتاویٰ ج ۲۰ ص ۱۰)

اُمت سے مراد اُمتِ مسلمہ کے صحیح العقیدہ اہلِ سنت علماء وعوام ہیں اور عوام اپنے علماء کے مقتدی ومتبع ہوتے ہیں، لہٰذا علماء کے اتفاق میں عوام کا اتفاق بھی شامل ہے۔

اجماع کی تین اقسام ہیں:

۱: جو نصِ صریح سے ثابت ہو، مثلاً رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں۔

۲: جو نص سے استنباط ہو، مثلاً ضعیف راوی کی منفرد روایت ضعیف وغیر مقبول ہے۔

۳: جو علماء کے اجتہاد سے ثابت ہو، مثلاً:

(۱) صحیح حدیث کی پانچ شرطیں ہیں اور ان میں ایک یہ ہے کہ شاذ نہ ہو۔

(۲) نماز میں اُونچی آواز سے ہنسنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

(۳) نومولود کے کان میں اذان دینا۔

(۴) امام کا جہری تکبیریں کہنا اور مقتدیوں کا سری تکبیریں کہنا، الا یہ کہ مکبّر ہو۔ وغیر ذلک

یہ تینوں اقسام حجت ہیں اور اس تمہید کے بعد اجماعِ اُمت کے حجت ہونے کے بعض دلائل اور آثارِ سلف صالحین پیشِ خدمت ہیں:

۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ

﴿غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾
اور جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد، رسول کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلے تو جدھر وہ پھرتا ہے ہم اُسے اُسی طرف پھیر دیتے ہیں اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ (جہنم) بُرا ٹھکانا ہے۔ (النساء: ۱۱۵)

اس آیت کی تفسیر میں ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح القرطبی (متوفی ۶۷۱ھ) نے فرمایا: " **قال العلماء في قوله ... دليل على صحة القول بالاجماع** " علماء نے فرمایا کہ اس میں اجماع کے قول کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

(تفسیر قرطبی: الجامع لاحکام القرآن ۵/۳۸۶، دوسرا نسخہ ۱/۹۷۲)

ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ بن محمد الشاطبی (متوفی ۷۹۰ھ) نے لکھا ہے:

" **ثم إن عامة العلماء استدلوا بها على كون الاجماع و أن مخالفه عاصٍ و على أن الابتداع فى الدين مذموم** ." پھر عام علماء نے اس آیت سے استدلال کیا کہ اجماع حجت ہے اور اس کا مخالف گناہ گار ہے اور یہ استدلال بھی کیا ہے کہ دین میں بدعت نکالنا مذموم ہے۔

(الموافقات ۴/۳۸، الفصل الرابع فی العموم والخصوص: المسألۃ الثالثۃ/ تحقیق مشہور حسن)

برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی (متوفی ۸۸۵ھ) نے اس آیت کی تشریح وتفسیر میں لکھا: " **وهذه الآية دالة على أن الاجماع حجة** ." اور یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے۔ (نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور ج ۲ ص ۳۱۸)

حنفی فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی (متوفی ۳۷۵ھ) نے آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں لکھا ہے: " **و فى الآية دليل :أن الاجماع حجة لأن من خالف الاجماع فقد خالف سبيل المؤمنين** ." اور آیت میں (اس پر) دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے، کیونکہ جس نے اجماع کی مخالفت کی تو اس نے سبیل المومنین کی مخالفت کی۔

(تفسیر سمرقندی/ بحر العلوم ۱/۳۸۷۔۳۸۸)

قاضی عبداللہ بن عمر البیضاوی (متوفی ۶۹۱ھ) نے اس آیت کی تشریح میں کہا:

" والآیة تدل علی حرمة مخالفة الاجماع ... " اور آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اجماع کی مخالفت حرام ہے۔ (انوار التنزیل واسرار التنزیل/تفسیر بیضاوی ۲۴۳/۱)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر ابن کثیر (۵۶۸/۱، دوسرا نسخہ ۳۶۵/۲۔۳۶۶) وغیرہ۔

۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ أُمَّتِي عَلٰى ضَلَالَةٍ أَبَدًا . وَ يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ .)) اللہ میری اُمت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ (المستدرک للحاکم ۱۱۶/۱ ح ۳۹۹ وسندہ صحیح)

اس حدیث کی سند درج ذیل ہے:

" حدثنا أبو بكر محمد بن أحمد بن بالوية : ثنا موسى بن هارون : ثنا العباس بن عبد العظيم : ثنا عبد الرزاق : ثنا إبراهيم بن ميمون العدني ـ و كان يسمى قريش اليمن و كان من العابدين المجتهدين ـ قال قلت لأبي جعفر : والله لقد حدثني ابن طاوس عن أبيه قال :سمعت ابن عباس يقول : قال رسول الله ﷺ . "

(اتحاف المهرة لابن حجر ۲۹۷/۷ ح ۷۸۴۸، المستدرک: ۳۹۹، مخطوط مصورج ۱ ص ۵۰[۴۹])

اب اس سند کے راویوں کی توثیق پیشِ خدمت ہے:

۱: ابوبکر محمد بن احمد بن بالویہ الجلاب النیسابوری (متوفی ۳۴۰ھ)

انھیں حاکم نے ثقہ کہا۔ (المستدرک ۵۳/۱ ح ۱۷۳)

حاکم اور ذہبی دونوں نے ابن بالویہ کی بیان کردہ حدیث کو صحیح کہا۔

(المستدرک ۲۴۰/۲۔۲۴۱ ح ۲۹۳۶)

اور ذہبی نے فرمایا: " من أعيان المحدثين والرؤساء ببلده " وہ بڑے معزز محدثین میں سے اور اپنے شہر (نیشاپور) کے رئیسوں میں سے تھے۔ (تاریخ الاسلام ۱۹۴/۲۵)

اور فرمایا: " الإمام المفيد الرئيس ... " (سیر اعلام النبلاء ۴۱۹/۱۵)

۲: ابوعمران موسیٰ بن ہارون بن عبداللہ بن مروان البزاز الحمال (متوفی ۲۹۴ھ)

خطیب بغدادی نے کہا: " و كان ثقة عالمًا حافظًا ."

ابن المنادی نے کہا: " كان أحد المشهورين بالحفظ و الثقة و معرفة الرجال "

(تاریخ بغداد ۱۳/ ۵۰۔۵۱ ت ۷۰۱۹)

حافظ ذہبی نے کہا: " الإمام الحافظ الكبير الحجة الناقد ، محدث العراق "

(سیر اعلام النبلاء ۱۲/ ۱۱۶)

۳: ابوالفضل عباس بن عبدالعظیم بن اسماعیل العنبری البصری (متوفی ۲۴۰ھ)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: " ثقة حافظ " (تقریب التہذیب: ۳۱۷۶)

حافظ ذہبی نے فرمایا: " الحافظ الحجة الإمام " (سیر اعلام النبلاء ۱۲/ ۳۰۲)

امام نسائی نے فرمایا: " ثقة مامون ، صاحب حديث " (تسمیۃ مشائخ النسائی: ۱۲۵)

۴: ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الصنعانی الیمنی (متوفی ۲۱۱ھ)

آپ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق، صحیح الحدیث اور حسن الحدیث ہیں۔

دیکھئے میری کتاب تحقیقی مقالات (ج ۱ ص ۴۰۴۔ ۴۱۶)

تنبیہ: محمد بن احمد بن حماد الدولابی نے اپنی سند کے ساتھ عباس بن عبدالعظیم سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے (امام) عبدالرزاق کے بارے میں فرمایا: " واللّٰه الذي لا إله إلا هو إن عبد الرزاق كذاب ، و محمد بن عمر الواقدي أصدق منه . "

(کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۳ ص ۱۰۹، دوسرا نسخہ ۳/ ۸۵۹، تیسرا نسخہ ۳/ ۴۷)

یہ روایت عباس بن عبدالعظیم سے ثابت ہی نہیں، کیونکہ اس کا راوی دولابی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے اور جدید دور کے بعض طالب علموں کا اس کی توثیق ثابت کرنے کی کوشش لاحاصل ہے۔

کتاب الکنیٰ والے ابن حماد الدولابی (حنفی) کے بارے میں محدثین کرام کی تحقیقات درج ذیل ہیں:

(۱): امام ابن عدی نے فرمایا: ابن حماد نعیم (بن حماد) کے بارے میں جو کچھ کہتا ہے، اس میں متہم ہے، کیونکہ وہ اہل الرائے میں بہت پکا تھا۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ۵۴/ ۲۵ وسندہ صحیح، تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۴۵۳)

(۲): ابن یونس المصری نے کہا: " وكان من أهل صنعة الحديث ، حسن التصنيف ، وله بالحديث معرفة . وكان يضعف " (تاریخ دمشق ۵۱/ ۳۱ وسندہ صحیح)

(۳): حافظ ذہبی نے اسے دیوان الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا ہے۔

(ج ۲ ص ۲۷۷ ت ۳۵۶۶)

نیز دیکھئے المغنی فی الضعفاء (۲/ ۲۵۹ ت ۵۲۵۶)

اس سلسلے میں امام دارقطنی کا کلام غیر واضح ہے۔ سوالات میں " تكلموا فيه ، ما تبين من أمره إلا خير " چھپا ہوا ہے، جبکہ حافظ ذہبی نے " تكلموا فيه لما تبيّن من أمره الأخير " کے الفاظ لکھے ہیں۔ (میزان الاعتدال ۳/ ۴۵۹ ت ۱۷۵۱)

یہ دونوں حوالے باہم متعارض ہو کر ساقط ہیں اور جمہور کی جرح کی رُو سے دولابی ضعیف ہے۔

عباس بن عبدالعظیم کی عبدالرزاق سے روایات کو درج ذیل محدثین نے صحیح و حسن قرار دیا ہے:

(۱): ابن خزیمہ (صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۶۴، بروایۃ)

(۲): ابن حبان (الاحسان: ۵۰۹، ۴۰۳۲/ ۴۰۴۳)

(۳): ترمذی (سنن ترمذی: ۳۲۳۳ وقال: ھذا حدیث حسن غریب)

(۴): ابونعیم الاصبہانی (المسند المستخرج علی صحیح مسلم ۳/ ۳۸۷ ح ۳۰۲۲ بروایۃ)

نیز دیکھئے المستدرک (۱/ ۴۲۸ ح ۱۵۶۱)

عقیلی والی روایت مردودہ سے استدلال کے علاوہ کسی محدث نے بھی یہ نہیں کہا کہ عباس بن عبدالعظیم کا عبدالرزاق سے سماع بعد از اختلاط ہے، لہٰذا مذکورہ تصحیحات کی رُو سے

عباس بن عبدالعظیم کا عبدالرزاق سے سماع قبل از اختلاط ہے۔

۵: ابراہیم بن میمون العدنی الصنعانی او الزَّبیدی رحمہ اللہ

ثقة (تقریب التہذیب:۲۶۲)

و ثقه ابن معين وغيره .

۶: ابومحمد عبداللہ بن طاؤس بن کیسان الیمانی رحمہ اللہ

ثقة فاضل عابد . (تقریب التہذیب:۳۳۹۷)

۷: طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ

ثقة فقيه فاضل . (تقریب التہذیب:۳۰۰۹)

۸: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، صحابی مشہور

ثابت ہوا کہ یہ سند صحیح ہے اور حاکم نیشاپوری نے اسے ان احادیث میں ذکر کیا ہے، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اجماع حجت ہے۔ (دیکھئے المستدرک:۱۱۳/۱ ح ۳۸۶)

۳) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَنْ تَجْتَمِعَ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ أَبَدًا فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّ يَدَ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ .)) میری اُمت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، لہٰذا تم جماعت (اجماع) کو لازم پکڑو، کیونکہ یقیناً اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۴۴۷/۱۲ ح ۱۳۶۲۳)

اس حدیث کی سند درج ذیل ہے:

" حدثنا عبد الله بن أحمد : حدثني محمد بن أبي بكر المقدمي : ثنا معتمر ابن سليمان عن مرزوق مولى آل طلحة عن عمرو بن دينار عن ابن عمر . . " (المعجم الکبیر:۱۳۶۲۳)

اس حدیث کی سند حسن لذاتہ وصحیح لغیرہ ہے اور راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

۱: عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۰ھ)

ثقة (تقریب التہذیب:۳۲۰۵)

۲: محمد بن ابی بکر بن علی بن عطاء بن مقدم المقدمی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ)

ثقة (تقریب التہذیب: ۵۷۶۱)

۳: معتمر بن سلیمان بن طرخان التیمی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۷ھ)

ثقة (تقریب التہذیب: ۶۷۸۵)

۴: ابوبکر مرزوق مولیٰ آل طلحہ البصری الباہلی رحمہ اللہ

صدوق (تقریب التہذیب: ۶۵۵۵)

وثقه أبو زرعة الرازي (کتاب الجرح والتعدیل ۸/۲۶۴)

ووثقه الجمهور فهو حسن الحديث.

۵: ابومحمد عمرو بن دینار المکی الاثرم رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۶ھ)

ثقة ثبت (تقریب التہذیب: ۵۰۲۴)

۶: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صحابی مشہور

یہ حدیث اپنے سابق شاہد (فقرہ نمبر ۲) کی وجہ سے صحیح لغیرہ ہے۔ والحمدللہ

شیخ البانی نے اس حدیث کو بذاتِ خود " و هذا إسناد صحيح رجاله ثقات ..."

قرار دیا ہے۔ (دیکھئے السنۃ لابن ابی عاصم بتحقیق الالبانی ۱/۴۰ ح ۸۰)

۷) ثقہ جلیل القدر تابعی امام شریح بن الحارث القاضی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (سیدنا) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے ان کی طرف لکھ کر (حکم) بھیجا:

(۱) جب تمھارے پاس کتاب اللہ میں سے کوئی چیز (دلیل) آئے تو اس کے مطابق فیصلہ کرو اور اس کے مقابلے میں لوگوں کی طرف التفات نہ کرنا۔

(۲) پھر اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (حدیث) دیکھ کر اس کے مطابق فیصلہ کرنا۔

(۳) اگر کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بھی نہ ملے تو دیکھنا کہ کس بات پر لوگوں کا اجماع ہے، پھر اسے لے لینا۔

(۴) اگر کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بھی نہ پاؤ اور تم سے پہلے کسی نے اس کے بارے میں کلام نہ کیا ہو تو دو کاموں میں سے جو چاہو اختیار کرلو:
یا تو اجتہاد کرو اور فیصلہ کردو، یا پیچھے ہٹ جاؤ اور فیصلے میں تاخیر کرو اور میرا خیال ہے کہ تمھارے لئے تاخیر ہی بہتر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۷/ ۲۴۰ ح ۲۲۹۸۰ وسندہ صحیح، المختارہ ۱/ ۲۳۸ ح ۱۳۴)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

" حدثنا علي بن مسهر عن الشيباني عن الشعبي عن شريح ... "

راویوں کی تحقیق درج ذیل ہے:

۱: علی بن مسہر الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹ھ)

" وكان فقيهًا محدّثًا ثقة ." (الکاشف للذہبی ۲/ ۳۳۷ ت ۳۹۶۲)

۲: ابواسحاق سلیمان بن ابی سلیمان الشیبانی الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱ھ)

ثقة (تقریب التہذیب: ۲۵۶۸)

۳: عامر بن شراحیل الشعبی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۴ھ)

ثقة مشهور فقيه فاضل (تقریب التہذیب: ۳۰۹۲)

۴: شریح بن الحارث القاضی رحمہ اللہ (متوفی ۷۸ھ)

" مخضرم ثقة و قيل : له صحبة " (تقریب التہذیب: ۲۷۷۴)

۵: سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو مضبوطی اور پوری طاقت کے ساتھ پکڑلو۔ (ابوداود: ۴۶۰۷ وسندہ صحیح وصححہ الترمذی: ۲۶۷۶، اضواء المصابیح اردو ج ۱ ص ۲۳۱)

۵) سیدنا ابومسعود عقبہ بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ نے ایک تابعی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:
" أوصيك بتقوى الله و لزوم الجماعة فإن الله عزوجل لم يكن ليجمع أمة محمد ﷺ على ضلالة ... " میں تجھے اللہ کے تقویٰ اور جماعت لازم پکڑنے کا حکم

دیتا ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی اُمت کو گمراہی پر کبھی جمع نہیں کرے گا۔

(کتاب المعرفۃ والتاریخ للامام یعقوب بن سفیان الفارسی ج ۳ ص ۲۴۴۔ ۲۴۵ وسندہ حسن، موضح اوہام الجمع والتفریق للخطیب ۱/ ۴۵۰، الفقیہ والمتفقہ ۱/ ۱۶۷)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

" حدثنا سعيد بن منصور : حدثنا أبو معاوية قال : ثنا أبو إسحاق الشيباني عن يسير بن عمرو عن أبي مسعود الأنصاري ... "

اس موقوف روایت کے راویوں کا مختصر و جامع تذکرہ درج ذیل ہے:

۱: سعید بن منصور بن شعبہ الخراسانی المکی رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۷ھ)

" ثقة مصنف و كان لا يرجع عما في كتابه لشدة وثوقه به . "

(تقریب التہذیب: ۲۳۹۹)

۲: ابو معاویہ محمد بن خازم الضریر الکوفی (متوفی ۱۹۵ھ)

و ثقه الجمهور وهو صحيح الحديث إذا صرح بالسماع فيما روى عن الأعمش و حسن الحديث إذا روى عن غيره إذا صرح بالسماع .

جمہور نے انھیں ثقہ قرار دیا اور وہ اعمش سے روایت میں صحیح الحدیث ہیں، بشرطیکہ سماع کی تصریح کریں اور دوسروں سے حسن الحدیث ہیں، بشرطیکہ سماع کی تصریح کریں۔

ابن سعد نے کہا: " و كان ثقة كثير الحديث ، يدلّس و كان مرجئاً "

(الطبقات الکبریٰ ۶/ ۳۹۲)

فائدہ: اس مفہوم کی ایک روایت کو امام طبرانی نے " محمد بن عبدوس بن كامل : ثنا علي بن الجعد : ثنا شعبة عن سليمان الشيباني " کی سند سے روایت کیا ہے۔ (المعجم الکبیر ۱۷/ ۲۴۰ ح ۶۶۶ وسندہ صحیح)

۳: ابو اسحاق الشیبانی رحمہ اللہ ثقة . (دیکھئے یہی مضمون فقرہ نمبر ۴/ ۲) ص ۸۲

۴: یسیر بن عمرو رضی اللہ عنہ (متوفی ۸۵ھ)

و له رؤية . (تقریب التہذیب:۷۸۰۸)

یعنی وہ صحابی تھے۔ رضی اللہ عنہ

۵: سیدنا ابو مسعود عقبہ بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی۔

اس روایت کو خطیب بغدادی نے ''الكلام في الأصل الثالث من أصول الفقه وهو اجماع المجتهدين'' میں ذکر کیا ہے۔

دیکھئے الفقیہ والمتفقہ (۱/۱۵۴، ص ۱۶۷)

مستدرک الحاکم (۴/ ۵۰۶۔۵۰۷ ح ۸۵۴۵) میں اس روایت کی دوسری سند بھی ہے، جسے حاکم اور ذہبی دونوں نے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔

۶) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" فما رأى المسلمون حسناً فهو عند الله حسن و ما رأوا سيئاً فهو عند الله سيئ " پس جسے مسلمان اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے اور جسے برا سمجھیں تو وہ اللہ کے نزدیک برا ہے۔

(مسند احمد ۱/ ۳۷۹ ح ۳۶۰۰ وسند حسن، وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی ۳/ ۷۸۔۷۹ ح ۴۴۶۵)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

" حدثنا أبو بكر : حدثنا عاصم عن زر بن حبيش عن عبد الله بن مسعود "

اس سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

۱: قاری ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ

صدوق حسن الحديث وثقه الجمهور . (دیکھئے نور العینین ص ۱۶۸۔۱۷۰)

۲: قاری عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ

صدوق حسن الحديث وثقه الجمهور .

۳: زر بن حبیش رحمہ اللہ

" ثقة جليل مخضرم " (تقریب التہذیب: ۲۰۰۸)

۴: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، مشہور صحابی

اس روایت کی دوسری سندیں بھی ہیں اور ان میں سے دو سندوں کو خطیب بغدادی نے اجماع والے باب میں ذکر کیا ہے۔ (الفقیہ والمتفقہ ۱/۱۶۶۔۱۶۷)

حافظ ہیثمی نے بھی اسے "باب فی الاجماع" میں ذکر کیا ہے۔

(مجمع الزوائد ۱/۱۷۷۔۱۷۸)

ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرنا چاہئے اور اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کرنا چاہئے اور اگر کتاب اللہ اور سنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ملے تو پھر صالحین کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کرنا چاہئے اور اگر تینوں میں نہ ملے تو پھر اجتہاد کرنا چاہئے۔

(سنن نسائی ۸/۲۳۰ ح ۵۳۹۹، دارمی: ۱۷۲، بیہقی ۱۰/۱۱۵)

اس روایت میں ابومعاویہ منفرد نہیں اور اعمش مدلس ہیں، لہٰذا سند ضعیف ہے، لیکن سنن دارمی (۱۷۱) اور المعجم الکبیر للطبرانی (۹/۲۱۰ ح ۸۹۲۱ وسندہ حسن) وغیرہما میں اس کے شواہد ہیں، جن کے ساتھ یہ روایت حسن ہے۔ امام نسائی نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: "هذا الحديث جيّد جيّد" اور اس پر "الحكم باتفاق أهل العلم" کا باب باندھ کر یہ ثابت کر دیا کہ اجماع حجت ہے۔

۷) ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تین خصلتوں میں مسلم کا دل کبھی خیانت نہیں کرتا:

(۱) خالص اللہ کے لئے عمل

(۲) حکمرانوں کے لئے خیر خواہی

(۳) اور جماعت کو لازم پکڑنا، کیونکہ ان کی دعوت (دعا) دور والوں کو بھی گھیر لیتی ہے۔

(مسند احمد ۵/۱۸۳ ح ۲۱۵۹۰ عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وسندہ صحیح، اضواء المصابیح اردو ج ۱ ص ۲۹۳ ح ۲۲۸۔۲۲۹)

امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے اس مفہوم کی حدیث کی تشریح

میں فرمایا:" وأمر رسول الله بلزوم جماعة المسلمين مما يحتج به في أن اجماع المسلمين ـ إن شاء الله ـ لازم . " اوررسول اللہ (ﷺ) کا مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم، ان دلائل میں سے ہے کہ ان شاء اللہ مسلمانوں کا اجماع لازمی (دلیل) ہے۔ (کتاب الرسالہ ص ۴۰۳ فقرہ: ۱۱۰۵)

۸) سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: ((فمن أحب منكم بحبحة الجنة فليلزم الجماعة فإن الشيطان مع الواحد و هو من الاثنين أبعد .)) تم میں سے جو شخص بہترین اور وسیع جنت پسند کرتا ہے تو جماعت کو لازم پکڑ لے، کیونکہ ایک کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور وہ (اس کے مقابلے میں) دو سے زیادہ دور ہوتا ہے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی ۵/ ۳۸۸ ح ۹۲۲۲ وسندہ صحیح)

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس مفہوم کی روایت کو اجماع کی حجیت کے تحت ذکر کر کے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے کتاب الرسالہ ص ۴۷۴ فقرہ: ۱۳۱۵)

۹) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ﴾ اور اسی طرح ہم نے تمھیں اُمت وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔

(سورۃ البقرہ: ۱۴۳)

اس آیت کی تشریح میں ابو حیان محمد بن یوسف الاندلسی (متوفی ۷۴۵ھ) نے کہا:

" وقيل : معناه ليكون اجماعكم حجة " اور کہا گیا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ تمھارا اجماع حجت ہو۔ (البحر المحیط ج ۱ ص ۵۹۵)

امام بخاری نے آیت مذکورہ کے بعد لکھا ہے:" وما أمر النبي ﷺ بلزوم الجماعة وهم أهل العلم " (صحیح بخاری ۲/ ۱۰۹۲ قبل ح ۷۳۴۹، فتح الباری ۱۳/ ۳۱۶)

اہل العلم سے مراد اہل السنۃ والجماعۃ کے علماء ہیں۔ (فتح الباری ۱۳/ ۳۱۶)

کرمانی نے کہا:" مقتضى الأمر بلزوم الجماعة أنه يلزم المكلف متابعة

ما أجمع عليه المجتهدون وهم المراد بقوله :وهم أهل العلم . و الآية التي ترجم بها احتج بها أهل الأصول لكون الاجماع حجة ...“

جماعت لازم پکڑنے کے حکم کا تقاضا یہ ہے: (ہر) مکلف پر یہ ضروری ہے کہ جس پر مجتہدین کا اجماع ہو اس کی اتباع کرے اور اہلِ علم کے قول سے یہی مراد ہیں۔ امام بخاری نے جو آیت ترجمۃ الباب میں ذکر کی ہے اُس سے اہلِ اصول نے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے۔ (فتح الباری ۱۳/ ۳۱۶۔۳۱۷)

۱۰) سیدنا الحارث الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**فإنه من فارق الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه إلا أن يرجع .**))

بے شک جو شخص بالشت برابر جماعت سے دُور ہوا تو اس نے اسلام کا طوق اپنی گردن سے اتار پھینکا، اِلا یہ کہ وہ رجوع کرے یعنی واپس آجائے۔

(سنن ترمذی: ۲۸۶۳ وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح غریب'' وسندہ صحیح، الشریعۃ للآجری ۱/ ۲۸۷ ح ۷ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ص ۸، اضواء المصابیح اردو ج ۱ ص ۲۴۸)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اجماع شرعی حجت ہے۔

۱۱) ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین آدمیوں کا قتل جائز ہے:

(۱) قاتل (۲) شادی شدہ زانی (۳) اور '' **والتارك لدينه المفارق للجماعة** “

(صحیح مسلم: ۱۶۷۶، ترقیم دارالسلام: ۴۳۷۵ واللفظ لہ، صحیح البخاری: ۶۸۷۸)

اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حجر العسقلانی نے لکھا ہے:

'' **و مخالف الاجماع داخل في مفارق الجماعة** '' اور اجماع کا مخالف مفارق الجماعہ (کے مفہوم) میں داخل ہے۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۰۴)

۱۲) ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اُمت کا ایک طائفہ (گروہ) ہمیشہ حق پر غالب رہے گا۔ الخ (صحیح مسلم ح ۱۹۲۰، ترقیم دارالسلام: ۴۹۵۰)

اس کی تشریح میں علامہ نووی نے لکھا ہے: '' **وفيه دليل لكون الاجماع حجة**

وهو أصح ما يستدل به من الحديث " اوراس میں اجماع کے حجت ہونے پر دلیل ہے اور (نووی کے نزدیک) احادیث میں سے اجماع ثابت کرنے والی یہ صحیح ترین دلیل ہے۔ (شرح صحیح مسلم، درسی نسخہ ج ۲ ص ۱۴۳)

۱۳) سعید بن جمہان (صدوق حسن الحدیث تابعی) رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا: سلطان (حکمران) لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور یہ کرتا ہے وہ کرتا ہے؟ تو سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ زور سے جھٹک کر فرمایا:

" و يحك يا ابن جمهان ! عليك بالسواد الأعظم ، عليك بالسواد الأعظم ، إن كان السلطان يسمع منك فأته في بيته فأخبره بما تعلم فإن قبل لك و إلا فدعه فإنك لست بأعلم منه . "

تیری خرابی ہو، اے ابن جمہان! سواد اعظم کو مضبوطی سے پکڑ لو، سواد اعظم کو مضبوطی سے پکڑ لو، اگر سلطان (مسلمان حکمران) تیری بات سنتا ہے تو اس کے گھر جا کر اسے وہ بتا دو جو تم جانتے ہو، پھر اگر وہ مان لے تو (بہتر ہے) ورنہ اسے چھوڑ دو، کیونکہ تم اس سے زیادہ نہیں جانتے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۳۔۳۸۴ ح ۱۹۴۱۵، وسندہ حسن لذاتہ)

اس حدیث میں سواد اعظم سے مراد مسلمانوں کا اجماع ہے۔

۱۴) مشہور ثقہ تابعی امام عمر بن عبدالعزیز الاموی رحمہ اللہ نے (اپنی خلافت کے دوران میں) چاروں طرف لکھ کر (حکم) بھیجا: "**ليقضي كل قوم بما اجتمع عليه فقهاؤهم**" ہر قوم اس کے مطابق فیصلہ کرے جس پر اُن کے فقہاء کا اجماع ہے۔

(سنن دارمی بتحقیق حسین سلیم اسد ج ۱ ص ۴۸۹ ح ۶۵۲ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ: ۶۳۳، حميد الطويل صرح بالسماع عند الدارمي)

ثابت ہوا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔

۱۵) مدینہ طیبہ کے امام ابوعبداللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمر الاصبحی الفقیہ المحدث رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۹ھ) نے اپنی مشہور کتاب موطأ امام مالک میں کئی

مقامات پر اجماع سے استدلال کیا، مثلاً امام مالک نے فرمایا:" الأمر المجتمع عليه عندنا أن المسلم إذا أرسل كلب المجوسي الضّاري فصاد أوقتل ، إنه إذا كان معلّمًا فأكل ذلك الصيد حلال لابأس به و إن لم يذكه المسلم ..."
ہمارے ہاں اس پر اجماع ہے کہ مسلمان جب مجوسی کا شکاری کتا (شکار کے لئے بسم اللہ پڑھ کر) بھیجے، پھر وہ شکار کرے یا (شکار کو) قتل کردے، اگر وہ کتا سکھایا ہوا تھا تو اس شکار کا کھانا حلال ہے، اگرچہ مسلمان اسے ذبح نہ کرسکے۔ (الموطا، روایۃ یحییٰ ۲/۴۹۴ تحت ح ۱۰۹۱)

اور فرمایا:" الأمر عندنا الذي لا اختلاف فيه . أنه لا يكره الاعتكاف في كل مسجد يجمّع فيه ." اس بات میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں کہ ہر مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے، اس میں اعتکاف مکروہ نہیں ہے۔ (الموطأ روایۃ یحییٰ ۱/۳۱۳ تحت ح ۷۰۲)

تنبیہ بلیغ: ایک روایت میں آیا ہے کہ تین مساجد کے علاوہ اعتکاف نہیں ہے، لیکن یہ روایت اصولِ حدیث کی رُو سے ضعیف ہے۔ (دیکھئے میری کتاب: توضیح الاحکام ج ۲ ص ۱۴۷)

موطأ امام مالک میں " الأمر المجتمع " وغیرہ کے بہت سے دیگر حوالے بھی ہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔

۱۶) امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اصل (دلیل) قرآن یا سنت (حدیث) ہے اور اگر (ان میں) نہ ہو تو پھر ان دونوں پر قیاس (اجتہاد) ہے اور جب رسول اللہ (ﷺ) تک حدیث متصل (سند سے) ہو اور سند صحیح ہو تو یہ سنت ہے اور اجماع خبر واحد سے بڑا ہے۔" الخ

(آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ص ۱۷۷-۱۷۸، وسندہ صحیح، الحدیث: ۷۹ ص ۵۷)

امام شافعی نے فرمایا:" والعلم طبقات شتى : الأولى الكتاب والسنة إذا ثبتت السنة ، ثم الثانية الاجماع فيما ليس فيه كتاب ولا سنة ، والثالثة أن يقول بعض أصحاب النبي ﷺ و لا نعلم له مخالفًا منهم ..." اور علم کے کئی طبقے ہیں: پہلا یہ کہ کتاب وسنت، بشرطیکہ سنت ثابت ہو، پھر دوسرا: اجماع جس میں کتاب وسنت نہ

ہو، اور تیسرا: نبی ﷺ کے بعض صحابہ کا قول (یا اقوال) جس کا ہمیں مخالف معلوم نہ ہو۔

(کتاب الام ج ۷ ص ۲۶۵ باب فی قطع العبد)

ثابت ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کتاب وسنت کے بعد اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔

نیز دیکھئے کتاب الرسالہ (۱۱۲، ۱۱۰۵، ۱۳۰۹۔۱۳۲۰، ۱۸۱۲۔۱۸۲۱) وغیر ذلک

۱۷) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ کے بارے میں پوچھا گیا: کیا ان دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے فصل (جدائی) کرنا چاہئے؟ انھوں نے فرمایا: " **ينتهي في القرآن إلى ما أجمعوا عليه: أصحاب محمد عليه السلام . لا يزاد فيه ولا ينقص** " محمد علیہ السلام (ﷺ) کے صحابہ کا جس پر اجماع ہوا، قرآن کے بارے میں اسی پر رُک جانا چاہئے، نہ اضافہ کرنا چاہئے اور نہ کمی کرنی چاہئے۔ (مسائل احمد، روایۃ صالح بن احمد ۱/۲۷۴ فقرہ: ۲۱۶)

ثابت ہوا کہ امام احمد رحمہ اللہ اجماع کو حجت سمجھتے تھے بلکہ انھوں نے اجتہادی غلطی سے ایک اختلافی مسئلے (قراءت خلف الامام) پر بھی اجماع کا دعویٰ کر دیا!

(دیکھئے مسائل احمد، روایۃ ابی داود ص ۳۱ قول: " أجمع الناس أن هذه (الآية) في الصلوٰة "!!!)

فائدہ: امام ابراہیم بن ابی طالب النیسابوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے احمد (بن حنبل) سے امام کی جہری حالت میں قراءت کے بارے میں پوچھا؟ تو انھوں نے فرمایا: " **يقرأ بفاتحة الكتاب** " سورۂ فاتحہ پڑھے۔

(تاریخ نیسابور للحاکم بحوالہ سیر اعلام النبلاء للذہبی ۱۳/۵۵۰۔۵۵۱ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ مسائل ابی داود والا (مشار الیہ) قول منسوخ ہے۔ والحمد للہ

اگر کوئی کہے کہ امام احمد نے فرمایا: " **من ادعى الاجماع فهو كاذب ، لعل الناس اختلفوا ولم ينبه إليه ...** " جس نے اجماع کا دعویٰ کیا تو وہ جھوٹا ہے، ہوسکتا ہے کہ لوگوں نے اختلاف کیا ہو اور اسے پتا نہ چلا ہو۔ (المحلی لابن حزم ج ۱۰ ص ۴۲۲ مسئلہ: ۲۰۲۵، العین)

تو اس کی وضاحت میں عرض ہے کہ یہ قول اس شخص کے بارے میں ہے جو اختلافی

مسائل میں علم ہونے کے باوجود اختلافی چیز پر اجماع کا دعویٰ کرے۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''جماعت اہل حدیث صحیح اجماع کے وجود کو مانتی اور اس کو حجت گردانتی [ہے] ۔امام احمد کا یہ فرمان [یعنی جو شخص کسی امر میں اجماع کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے] اجماع کے غلط دعاوی [دعووں] کے بارے میں تھا۔ جو اُس دور کے بدعتی فرقے نصوص صریحہ صحیحہ کی مخالفت میں کرتے اور ان کا سہارا لیتے تھے۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ حافظ ابن القیم اور ان کے شیخ امام ابن تیمیہ کی تالیفات میں بعض جگہ یہ وضاحت ملتی ہے۔''

(حاشیہ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱۲ص ۹۷، بتصرف یسیر، الحدیث: ۶۱ ص ۴۰)

فائدہ: ''**تلزم جماعة المسلمين و إمامهم**'' اور ''**الجماعة**'' والی احادیث کا معنی تو آپ نے پڑھ لیا، اب ''**و إمامهم**'' کا معنی پیشِ خدمت ہے:

امام اہلِ سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے **ميتة جاهلية** والی حدیث کے بارے میں فرمایا: کیا تجھے پتا ہے کہ (اس حدیث میں) امام کسے کہتے ہیں؟ جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو جائے، ہر آدمی یہی کہے کہ یہ امام (خلیفہ) ہے، پس اس حدیث کا یہی معنی ہے۔

(سوالات ابن ہانی: ۲۰۱۱، علمی مقالات ج ۱ص ۴۰۳ بتصرف یسیر)

ثابت ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی مسلمانوں کا اجماع حجت سمجھتے تھے۔

۱۸) مشہور ثقہ زاہد ابو نصر بشر بن الحارث بن عبد الرحمٰن بن عطاء بن ہلال المروزی البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۷ھ) نے فرمایا: ''**قد أجمع أهل العلم أن الخفّة فى القيامة خير .**'' اس پر اہلِ علم کا اجماع ہے کہ قیامت کے دن (مال و دولت کا) ہلکا پن بہتر ہوگا۔ (کتاب الزہد الکبیر للبیہقی ص ۱۴۳ ح ۲۸۶، وسندہ صحیح)

ثابت ہوا کہ امام بشر الحافی رحمہ اللہ اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔

۱۹) امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ بھی اجماع کے قائل تھے۔

دیکھئے فقرہ نمبر ۹

۲۰) امام مسلم بن الحجاج النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ) نے فرمایا:
''اس قاعدہ مذکورہ کے مطابق (اے شاگردِ عزیز!) ہم تمہاری خواہش کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی احادیث جمع کریں گے۔ رہے وہ لوگ جو تمام علماء حدیث یا اکثر کے نزدیک مطعون ہیں جیسے عبداللہ بن مسور... تو ایسے لوگوں کی روایات کو ہم اپنی کتاب میں جمع نہیں کریں گے۔'' (صحیح مسلم ص ۴۔۵، الحدیث حضرو: ۸۹ ص ۴۸)

اس عبارت سے دو باتیں صاف صاف ثابت ہیں:

۱: امام مسلم اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔

۲: جرح (وتعدیل) کے اختلاف میں امام مسلم جمہور محدثین کو ترجیح دیتے تھے۔

امام مسلم نے دوسرے مقام پر فرمایا: '' **ليس كلّ شيء عندي صحيح و ضعته ههنا، إنما وضعت ههنا ما أجمعوا عليه** '' ہر چیز جو میرے نزدیک صحیح ہے وہ میں نے یہاں درج نہیں کی بلکہ میں نے یہاں وہی درج کیا ہے جس پر ان (محدثین) کا اجماع ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۰۴، ترقیم دارالسلام: ۹۰۵ باب التشہد فی الصلوٰۃ)

ثابت ہوا کہ امام مسلم اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔

۲۱) امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ) نے فرمایا:
'' **وقد أجمع أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ و التابعين و من بعدهم على أن النفساء تدع الصلوٰة أربعين يومًا إلا أن ترى الطهر قبل ذلك فإنها تغتسل و تصلّي ...** '' نبی ﷺ کے صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والوں کا اس پر اجماع ہے کہ جس عورت کا بچہ یا بچی پیدا ہو، وہ چالیس دن نماز نہیں پڑھے گی اِلا یہ کہ وہ اس سے پہلے پاک ہو جائے تو پھر نہائے گی اور نماز پڑھے گی۔ (سنن ترمذی: ۱۳۹)

امام ترمذی کے اس طرح کے اور بھی کئی حوالے ہیں۔

۲۲) مشہور ثقہ تابعی امام محمد بن سیرین الانصاری البصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۰ھ) نے فرمایا: '' **أجمعوا على أنه إذا تكلم استأنف و أنا أحب أن يتكلم و يستأنف**

الصلوٰۃ " اس پران کا اجماع ہوا کہ جب وہ (نمازی نماز میں جان بوجھ کر) باتیں کرے تو وہ نئے سرے سے (نماز دوبارہ) پڑھے گا اور میں پسند کرتا ہوں کہ اگر وہ کلام کرے تو نماز دوبارہ (نئے سرے) سے پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۶ ح ۵۹۱۷ وسندہ صحیح)

۲۳) امام ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۷ھ) نے فرمایا:
" غير أن أهل الحديث قد اتفقوا علىٰ ذلك . و اتفاق أهل الحديث علىٰ شئ يكون حجة " سوائے اس کے کہ اہلِ حدیث (محدثین) نے اس بات پر اتفاق کیا ہے اور اہلِ حدیث کا کسی چیز پر اتفاق (اجماع) حجت ہوتا ہے۔

(کتاب المراسیل لابن ابی حاتم ص ۱۹۲، فقرہ: ۷۰۳)

ثابت ہوا کہ ابوحاتم الرازی بھی اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔

۲۴) امام ابوحفص عمرو بن علی الفلاس الصیرفی رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۹ھ) نے ایک راوی عبدالقدوس بن حبیب الشامی کے بارے میں فرمایا: **" أجمع أهل العلم علىٰ ترك حديثه "** اس کی حدیث کے متروک ہونے پر اہلِ علم کا اجماع ہے۔

(کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۶/ ۵۶ ت ۲۹۵ وسندہ صحیح)

۲۵) امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار النسائی رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۳ھ) اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔ دیکھئے فقرہ نمبر ۶

۲۶) امام ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۵ھ) نے ایک کذاب راوی ابوداود سلیمان بن عمرو بن عبداللہ بن وھب النخعی الکوفی کے بارے میں گواہی دی:
" اجتمعوا علىٰ أنه يضع الحديث " اس پران (محدثین) کا اجماع ہے کہ وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳ ص ۱۱۰۰، دوسرا نسخہ ج ۴ ص ۲۲۸)

۲۷) امام ابوعبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۴ھ) نے سر کے مسح کے بارے میں فرمایا: **"ثم فسرته السنة بالأخبار التي ذكرنا عن النبي ﷺ . فأما توقيت النصف والربع فإنه لا يجوز إلا أن يوجد علمه في كتاب أو سنة أو**

اجماع" پھر سنت نے اس کی تفسیر بیان کی ہے اُن روایات کے ساتھ جنھیں ہم نے نبی ﷺ سے ذکر کیا ہے، پھر یہ کہ آدھے یا چوتھائی (سر کے مسح) کی مقدار مقرر کرنا جائز نہیں اِلا یہ کہ کتاب، سنت یا اجماع سے معلوم ہو جائے۔ (کتاب الطہور لابی عبید ص ۱۲۴ تحت ح ۳۴۴)

ثابت ہوا کہ امام بخاری کے استاد امام ابو عبید رحمہ اللہ (غریب الحدیث وغیرہ جیسی مفید کتابوں کے مصنف) بھی کتاب و سنت کے بعد اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔

۲۸) طبقات ابن سعد والے محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البصری البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۰ھ) نے فرمایا: "و أجمعوا علٰى أن خالد بن معدان توفي سنة ثلاث و مائة في خلافة يزيد بن عبد الملك" اور اس پر ان کا اجماع ہے کہ خالد بن معدان ۱۰۳ (ہجری) میں یزید بن عبدالملک کی خلافت کے دور میں فوت ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۴۵۵)

۲۹) حافظ ابو حاتم محمد بن حبان البستی (متوفی ۳۵۴ھ) نے احکامِ مصطفیٰ (ﷺ) کے بارے میں ۱۱۰ قسمیں بیان کیں، جن میں قسم نمبر ۹۷ کے تحت فرمایا:

" الأمر بالشئ الذي أمر به لعلة معلومة لم تذكر في نفس الخطاب و قد دلّ الاجماع علٰى نفي امضاء حكمه علٰى ظاهره ." آپ کا کسی چیز کے بارے میں کسی معلوم شدہ علت کی وجہ سے حکم دینا جو کہ حدیث کے متن میں مذکور نہیں ہے اور اجماع نے اس پر دلالت کی ہے کہ اس میں ظاہر پر حکم نہیں ہے۔ (صحیح ابن حبان، الاحسان ج ۱ ص ۱۱۵)

حافظ ابن حبان نے ایک بہترین اصول سمجھایا: " اخباره ﷺ عن الشئ الذي ظاهره مستقل بنفسه وله تخصيصات: أحدهما من سنة ثابتة والآخر من الاجماع، قد يستعمل الخبر مرة علٰى عمومه و أخرى يخص بخبر ثان ، و تارة يخصّ بالاجماع ." آپ ﷺ کا کسی چیز کے بارے میں خبر بیان کرنا جس کا ظاہری عموم بذاتِ خود مستقل (واضح) ہے اور اس کی دو تخصیصات ہیں: ایک تو سنتِ ثابتہ (صحیح حدیث) سے اور دوسری اجماع سے۔ روایت بعض اوقات اپنے عموم پر استعمال ہوتی ہے

اور بعض اوقات دوسری روایت اس کی تخصیص کر دیتی ہے اور بعض اوقات اجماع سے اس کی تخصیص کی جاتی ہے۔ (الاحسان نسخہ محققہ ج۱ ص۱۴۴، نوع:۳۶)

حافظ ابن حبان نے عظیم اصول سمجھایا کہ مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے، بشرطیکہ: " ما لم يخالف الكتاب أو السنة أو الإجماع " جب تک کتاب یا سنت (حدیث) یا اجماع کے مخالف نہ ہو۔ (الاحسان ۱۱/۴۸۸ ح۵۰۹۱، پرانا نسخہ:۵۰۶۹)

ان بیانات سے دو باتیں صاف ثابت ہیں:

۱: ابن حبان کے نزدیک اجماع حجت ہے۔

۲: ابن حبان کے نزدیک (حجت ہونے کے لحاظ سے) سنت اور حدیث ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (نیز دیکھئے فقرہ:۱۶)

لہٰذا مرزا غلام قادیانی (کذاب) اور اس کے پیروکار قادیانیوں کا حجت ہونے کے لحاظ سے حدیث اور سنت میں فرق کرنا باطل ہے۔

اجماع کے بارے میں حافظ ابن حبان کے مزید حوالوں کے لئے دیکھئے الاحسان (۵/۴۷۱، دوسرا نسخہ ۵/۱۴۰، تیسرا نسخہ ۷/۴۴۲۔۴۴۳) وغیرہ

۳۰) امام ابو محمد اسحاق بن ابراہیم بن مخلد الحنظلی المروزی عرف اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۸ھ) نے فرمایا: "و قد أجمع أهل العلم أن كل شيء يشبه الطلاق فهو طلاق كما تقدم من نيته بارادة الطلاق " اور اہلِ علم کا اس پر اجماع ہے کہ ہر چیز جو طلاق کے مشابہ ہے تو وہ طلاق ہے، جیسا کہ ارادۂ طلاق کی نیت کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے۔ (مسائل احمد و اسحاق روایۃ اسحاق بن منصور الکوسج ج۱ ص۴۹۸ فقرہ:۱۳۲۰)

امام اسحاق بن راہویہ نے تکفیر کے کئی مسائل پر اجماع نقل فرمایا ہے۔

(دیکھئے تعظیم قدر الصلوٰۃ للمروزی ۲/۹۳۰ فقرہ:۹۹۱)

۳۱) امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم الاسفرائینی النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۶ھ) نے فرمایا: "وقد أجمع أهل العلم أن بيت المال عصبة من لا عصبة له"

اہلِ علم کا اس پر اجماع ہے کہ جس کا عصبہ نہ ہو تو بیت المال اس کا عصبہ ہوتا ہے۔

(مسند ابی عوانہ نسخہ مرقمہ ج ۳ ص ۱۵۹ قبل ح ۵۵۶۲)

علمِ میراث میں عصبہ اسے کہتے ہیں جس کا میراث میں حصہ مقرر نہ ہو اور اسے ذوالفروض کے ترکہ میں سے حصہ پہنچتا ہو۔ (دیکھئے القاموس الوحید ص ۱۰۸۷)

۳۲) حافظ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۲ھ) نے اپنے علم کے مطابق عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے بارے میں فرمایا:

"**و عبد الرحمن بن زيد قد أجمع أهل العلم بالنقل على تضعيف أخباره التي رواها ...**" اور حدیث کے علماء کا عبدالرحمٰن بن زید کی بیان کردہ روایتوں کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔ (البحر الزخار ج ۱۵ ص ۲۷۷ ح ۸۷۶۳)

۳۳) امام ابوعبداللہ محمد بن نصر المروزی الفقیہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۴ھ) نے اس بات پر اجماع نقل کیا کہ شرابی اگر شراب پینے کے بعد مسئلہ پوچھے کہ وہ نماز پڑھے یا نہ پڑھے تو اسے حکم دیا جائے گا کہ نماز پڑھے اور اسے چالیس دنوں کی نمازوں کے اعادے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ (دیکھئے تعظیم قدر الصلوٰۃ ج ۲ ص ۵۸۷۔۵۸۸ فقرہ: ۶۱۹)

۳۴) امام ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری الکاتب الصدوق رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ھ) نے فرمایا: "**و نحن نقول ان الحق يثبت عندنا بالاجماع أكثر من ثبوته بالرواية لأن الحديث قد تعترض فيه عوارض من السهو والاغفال و تدخل عليه الشبه والتأويلات والنسخ و يأخذه الثقة من غير الثقة ... و الاجماع سليم من هذه الأسباب كلها**" اور ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک روایت سے زیادہ، اجماع سے حق ثابت ہوتا ہے، کیونکہ حدیث پر سہو اور غفلت کا اعتراض ہو سکتا ہے، شبہات، تاویلات اور ناسخ منسوخ کا احتمال ہو سکتا ہے اور یہ بھی (کہا جا سکتا ہے) کہ ثقہ نے اسے غیر ثقہ سے لیا تھا... اور اجماع ان تمام باتوں سے محفوظ ہے۔

(تاویل مختلف الحدیث فی الرد علی اعداء اہل الحدیث ص ۱۷۶)

ابن قتیبہ نے یہ بھی بتایا کہ جس طرح بغیر کتاب واثر کے انسانی گوشت کے حرام ہونے پر اجماع ہے، اسی طرح بندروں کے حرام ہونے پر بھی بغیر کتاب واثر کے اجماع ہے۔ (تاویل مختلف الحدیث ص ۱۷۲)

۳۵) امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۸ھ) نے اپنی کتابوں مثلاً الاوسط وغیرہ میں بار بار اجماع سے استدلال کیا ہے، بلکہ اجماع کے موضوع پر مستقل ایک کتاب ''الاجماع'' لکھی ہے۔

ابن المنذر نے فرمایا: '' و أجمعوا علی أن حکم الجوامیس حکم البقر ''
اور اس پر اجماع ہے کہ بھینسوں کا وہی حکم ہے جو گائیوں کا حکم ہے۔ (الاجماع ص ۱۲، فقرہ: ۹۱)

اور فرمایا: '' و أجمعوا علی أن المال إذا حال علیہ الحول أن الزکاۃ تجب فیہ '' اور اس پر اجماع ہے کہ اگر مال پر ایک سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ (الاجماع ص ۱۳، فقرہ: ۱۰۳)

تفصیل کے لئے پوری کتاب کا مطالعہ مفید ہے اور بعض مسائل میں اختلافات کی بنیاد پر سارے مسئلے یعنی اجماع کو ہی رد کر دینا باطل ہے۔

۳۶) ایک روایت کے بارے میں ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن مہران الاصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ) نے لکھا ہے:

'' وھو مما أجمعوا علی صحتہ و أخرجہ مسلم في کتابہ عن أبي کریب . ''
اور اس کے صحیح ہونے پر اجماع ہے اور اسے مسلم نے اپنی کتاب میں ابوکریب سے روایت کیا ہے۔ (معرفۃ الصحابہ لابی نعیم ج ۱ ص ۱۹۳ ح ۶۹۱)

۳۷) حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر النمری القرطبی الاندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے اپنی کتابوں میں بار بار اجماع سے استدلال کیا ہے، مثلاً انھوں نے اس معنعن روایت کے مقبول ہونے پر اجماع نقل کیا ہے جس میں تین شرطیں موجود ہوں:

ا: تمام راوی عادل (وضابط) ہوں۔

۲: تمام راویوں کی ایک دوسرے سے ملاقات ثابت ہو۔

۳: تمام راوی تدلیس سے بری ہوں۔ (دیکھئے التمہید لما فی الموطأ من المعانی والاسانید ج ۱ ص ۱۲)

اجماع کے خلاف بات کو ابن عبدالبر نے بے معنی قرار دیا اور امام ابوقلابہ عبداللہ بن زید الجرمی الشامی رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) کے بارے میں فرمایا:

" أجمعوا على أنه من ثقات العلماء " اس پر اجماع ہے کہ وہ ثقہ علماء میں سے ہیں۔

(الاستغناء فی معرفۃ المشہورین من حملۃ العلم بالکنی ج ۱ ص ۸۹۵۔۸۹۶ فقرہ: ۱۰۶۳)

نیز دیکھئے جامع بیان العلم وفضلہ (۲/ ۵۹ تحت ح ۷۳۰ باب معرفۃ اصول العلم وحقیقتہ)

۳۸) مشہور ثقہ محدث ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) نے کئی مقامات پر اجماع سے استدلال کیا، مثلاً فرمایا:" و استدللنا بحصول الاجماع على اباحته لهن على نسخ الأخبار الدالة على تحريمه فيهن خاصة و الله أعلم " اور ہم نے عورتوں کے لئے سونا پہننے کے حلال ہونے پر اجماع سے دلیل پکڑی کہ جن روایات میں خاص طور پر ان کے لئے حرمت آئی ہے وہ منسوخ ہیں۔ واللہ اعلم

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/ ۱۴۲، نیز دیکھئے الآداب للبیہقی ص ۳۱۷ ح ۸۰۳)

تنبیہ: اس بارے میں شیخ البانی کا موقف (اجماع کے معارض ہونے کی وجہ سے) باطل و مردود ہے اور عقل مند کے لئے اتنا اشارہ ہی کافی ہے۔

اجماع کے سلسلے میں امام بیہقی کے بعض دوسرے اقوال کے لئے دیکھئے السنن الکبریٰ (۸/ ۲۴۰ باب ماجاء فیمن اتی جاریۃ امرأتہ) اور السنن الکبریٰ (۷/ ۲۴۰ مبشر بن عبید)

۳۹) شیخ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی البستی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۸ھ) نے فرمایا:" و في حديث عاصم بن ضمرة كلام متروك بالاجماع غير مأخوذ به في قول أحد من العلماء ... " اور عاصم بن ضمرہ کی روایت میں ایسا کلام ہے جو بالاجماع متروک ہے، علماء میں سے کسی ایک نے بھی اسے نہیں لیا۔ الخ

(معالم السنن ج ۲ ص ۲۲ وص باب زکاۃ السائمۃ، کتاب الزکاۃ)

۴۰) خطیب بغدادی (ابوبکر بن علی بن ثابت الحافظ) رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے اپنی کتاب ''الفقیہ والمتفقہ'' میں اجماع کے حجت ہونے پر باب باندھا: '' الكلام في الأصل الثالث من أصول الفقه وهو اجماع المجتهدين'' (۱/۱۵۴)

اور پھر اس پر بہت سے دلائل نقل کیے۔

خطیب بغدادی نے اس پر اہلِ علم کا اجماع نقل کیا کہ صرف وہی حدیث قابلِ قبول ہے جس کا (ہر) راوی عاقل صدوق ہو، اپنی روایت بیان کرنے میں امانت دار ہو۔

(الکفایہ فی علم الروایہ ص ۳۸، دوسرا نسخہ ۱/۱۵۷)

۴۱) حافظ ابویعلیٰ خلیل بن عبداللہ بن احمد بن خلیل الخلیلی القزوینی رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۶ھ) نے سلم بن سالم البلخی (ایک راوی وفقیہ) کے بارے میں فرمایا:

'' أجمعوا على ضعفه '' اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔

(الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ۳/۹۳۱ ت ۸۵۵)

۴۲) علامہ امام العربیہ ابوجعفر احمد بن محمد بن اسماعیل النحوی النحاس رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۸ھ) نے اپنی کتابوں مثلاً معانی القرآن اور الناسخ والمنسوخ میں کئی مقامات پر اجماع سے استدلال کیا اور فرمایا: اس پر اجماع ہے کہ جو شخص نماز میں دعائے استفتاح ''سبحانك اللهم'' نہ پڑھے تو اس کی نماز جائز ہے۔ (ج ۱ ص ۶۸۶ بحوالہ مکتبہ شاملہ)

۴۳) ابواسحاق ابراہیم بن اسحاق الحربی رحمہ اللہ (متوفی ۲۸۵ھ) نے ''حجراً محجوراً'' کا معنی ''حراماً محرّماً'' کیا اور فرمایا:

'' أجمعوا على تفسيره و اختلفوا في قراء ته'' اس کی تفسیر پر اجماع ہے اور قراءت میں اختلاف ہے۔ (غریب الحدیث ۱/۲۲۳ مکتبہ شاملہ)

۴۴) حاکم نیشاپوری (ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحافظ) رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) بھی اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔ (مثلاً دیکھئے المستدرک ج ۱ ص ۱۱۳ ح ۳۸۶، ۱/۱۱۵ ح ۳۹۰ وغیر ذلک)

بلکہ حاکم نے فرمایا: '' و قد أجمعوا على أن قول الصحابي سنة حديث مسند ''

اوراس پر اجماع ہے کہ صحابی کا (کسی چیز کو) سنت کہنا حدیث مسند (مرفوع) ہے۔

(المستدرک ۱/۳۵۸ ح ۱۳۳۲)

بعض اہل الرائے نے حاکم کی وفات کے صدیوں بعد اس اجماع کی مخالفت کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ سرے سے مردود ہے۔

۴۵) محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۱ھ) بھی اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔ دیکھئے یہی مضمون (فقرہ:۱)

۴۶) ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۰ھ) نے بھی اجماع کو حجت قرار دیا۔

(دیکھئے فقرہ:۱)

۴۷) حنفی فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی رحمہ اللہ (متوفی ۳۷۵ھ) نے اجماع کو حجت قرار دیا ہے۔ (دیکھئے فقرہ:۱)

۴۸) علامہ یحییٰ بن شرف الدین النووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۶ھ) بھی اجماع کو حجت سمجھتے تھے۔ (دیکھئے فقرہ سابقہ:۱۲)

۴۹) ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی (متوفی ۴۷۴ھ) نے لکھا ہے:

" و الذي أجمع عليه أهل الحديث من حديث أبي إسحاق السبيعي ما رواه شعبة و سفيان الثوري [عنه] فإذا اختلفا فالقول قول الثوري "

اوراس پر اہل حدیث کا اجماع ہے کہ ابو اسحاق السبیعی کی حدیثوں میں سے جو شعبہ اور سفیان ثوری نے بیان کی ہیں (وہ صحیح ہیں) پھر اگر ان دونوں میں اختلاف ہو تو سفیان ثوری کی روایت راجح ہے۔ (التعدیل والتجریح ۱/۳۰۷)

۵۰) شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن مہران الاسفرائینی الشافعی المجتہد رحمہ اللہ (متوفی ۴۱۸ھ) نے اپنی کتاب: اصول الفقہ میں فرمایا:

" الأخبار التي في الصحيحين مقطوع بصحة أصولها و متونها ولا يحصل الخلاف فيها بحال ... لأن هذه الأخبار تلقتها الأمة بالقبول "

صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کی روایات اصول ومتون کے لحاظ سے قطعی طور پر صحیح ہیں اور (آج کل) کسی حال میں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے... کیونکہ ان روایات کو اُمت کی تلقی بالقبول حاصل ہے۔ (بحوالہ النکت علی مقدمہ ابن الصلاح لمحمد بن عبداللہ بن بہادر الزرکشی ص ۹۰)

تلقی بالقبول کا مطلب یہ ہے کہ تمام امت نے بغیر کسی اختلاف کے ان روایات کو قبول کرلیا ہے اور یہی اجماع کہلاتا ہے۔

فائدہ: نیز دیکھئے ابو اسحاق الاسفرائینی کی کتاب: اللمع فی اصول الفقہ (۴۰) اور "أحادیث الصحیحین بین الظن و الیقین" للشیخ ثناء اللہ الزاھدی (ص ۳۸)

۵۱) الشیخ الصدوق ابو الفضل محمد بن طاہر المقدسی رحمہ اللہ (متوفی ۵۰۷ھ) نے فرمایا:

"أجمع المسلمون علی قبول ما أخرج في الصحیحین لأبي عبد اللّٰہ البخاريِ و لأبي الحسین مسلم بن الحجاج النیسابوريِ أو ما کان علی شرطھما و لم یخرجاہ" مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی (تمام) روایات مقبول ہیں، نیز جو (روایت) ان دونوں کی شرط پر ہے وہ بھی مقبول ہے۔

(صفوۃ التصوف، ورق ۸۷۔۸۸، بحوالہ احادیث الصحیحین بین الظن والیقین للشیخ حافظ ثناء اللہ الزاھدی ص ۲۰)

۵۲) حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن بن عثمان بن موسیٰ الشہرزوری الشافعی (متوفی ۶۴۳ھ) نے اُمت کے تلقی بالقبول کی وجہ سے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی احادیث کو قطعی ویقینی طور پر صحیح قرار دیا اور فرمایا: " و الأمۃ في اجماعھا معصومۃ من الخطأ و لھذا کان الاجماع المبتني علی الاجتھاد حجۃ مقطوعًا بھا و أکثر الاجماعات کذلک ..." اور امت اپنے اجماع میں خطا سے معصوم ہے اور اس وجہ سے جو اجماع اجتہاد پر مبنی ہو وہ قطعی دلیل ہوتا ہے اور عام اجماع اسی طرح ہوتے ہیں۔

(علوم الحدیث/ المقدمہ لابن الصلاح مع التقیید والایضاح ص ۴۲)

۵۳) حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصروی الدمشقی عرف ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) مشہور مفسرِ قرآن نے ابن الصلاح کی عبارت مذکورہ بالا اختصار نقل کر کے فرمایا:

" و هذا جيد " اور یہ قول خوب ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ۱/۱۲۵، مع تعلیق الالبانی)

۵۴) ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن جعفر عرف ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ) نے فرمایا:" و ترك الاجماع ضلال " اور اجماع کا ترک کرنا گمراہی ہے۔

(المشکل من حدیث الصحیحین لابن الجوزی ط دار الوطن ۱/۴۲، بحوالہ مکتبہ شاملہ، صحیح بخاری ط دار الحدیث القاہرہ مع کشف المشکل لابن الجوزی ۴/۴۱۳ تحت ح ۶۸۳۰)

۵۵) حافظ ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام الحرانی عرف ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) بھی اجماع کے حجت ہونے کے قائل تھے، جیسا کہ اس مضمون کے بالکل شروع میں ''اجماع کی تعریف و مفہوم'' کے تحت گزر چکا ہے۔

۵۶) امام ابوعمر احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابی عیسیٰ لُب بن یحییٰ المعافری الاندلسی الطلمنکی الاثری رحمہ اللہ (متوفی ۴۲۹ھ) نے فرمایا:

" و أجمع المسلمون من أهل السنة على أن معنى قوله:﴿ وَ هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ﴾ و نحو ذلك من القرآن :أن ذلك علمه و أن اللّٰه فوق السمٰوات بذاته، مستوٍ على عرشه كيف شاء " اہلِ سنت کے مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ ''اور تم جہاں ہو وہ تمھارے ساتھ ہے۔'' (الحدید:۴) وغیرہ آیاتِ قرآنیہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور وہ اپنی ذات کے ساتھ آسمانوں سے اوپر ہے، جس طرح اس کی مشیئت ہے وہ اپنے عرش پر مستوی ہے۔

(کتاب الوصول الیٰ معرفۃ الاصول للطلمنکی بحوالہ درء تعارض العقل والنقل لابن تیمیہ ج ۶ ص ۲۵۰)

ثابت ہوا کہ امام طلمنکی رحمہ اللہ اجماع کے قائل تھے اور معیتِ باری تعالیٰ سے مراد کوئی علیحدہ صفت نہیں بلکہ اللہ کا علم و قدرت مراد لیتے تھے اور یہی حق ہے۔

۵۷) شیخ الحنابلہ فقیہ العصر ابوالبرکات عبدالسلام بن عبداللہ بن الخضر الحرانی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۲ھ) نے فرمایا:" الاجماع متصور وهو حجة قاطعة ولا يجوز أن تجتمع الأمة على الخطأ نص عليه ." اجماع (ہونا) ممکن ہے اور وہ قطعی دلیل ہے،

اُمت کا خطا پر جمع ہو جانا ممکن نہیں، اور یہ بات منصوص ہے۔ (المسودۃ فی اصول الفقہ ص ۳۰۶)

۵۸) علامہ ابن حزم اندلسی (متوفی ۴۵۶ھ) نے اپنی ''غیر مقلدیت'' اور تلوّن مزاجی کے باوجود اجماعِ صحابہ کو حجت قرار دیا ہے اور ''**مراتب الاجماع فی العبادات والمعاملات و الاعتقادات**'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب میں ابن حزم نے لکھا ہے:

اور اس پر اتفاق (اجماع) ہے کہ اللہ کے سوا، غیر اللہ سے عبد کے ساتھ منسوب ہر نام حرام ہے مثلاً عبد العزیٰ، عبد ہبل، عبد عمرو، عبد الکعبہ اور جو اُن سے مشابہ ہے سوائے عبد المطلب کے۔ (ص ۱۵۴، باب: الصید والضحایا والذبائح والعقیقہ، شرح حدیث جبریل اردو ص ۱۴۵)

ثابت ہوا کہ ابن حزم کے نزدیک عبد النبی اور عبد المصطفیٰ اور اُن جیسے نام رکھنا بالاجماع حرام ہے۔

۵۹) موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی الدمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۰ھ) نے اجماع کو ''الأصل الثالث'' قرار دیا اور فرمایا:

" **والاجماع حجة قاطعة عند الجمهور و قال النظام ليس بحجة ...** "

اور جمہور کے نزدیک اجماع قطعی دلیل ہے اور نظام (نامی ایک گمراہ) نے کہا کہ اجماع حجت نہیں ہے۔ (روضۃ الناظر وجنۃ المناظر ج ۱ ص ۳۳۵)

عرض ہے کہ ابو اسحاق ابراہیم بن سیار النظام البصری (م ۲۲۰۔ ۲۳۰ھ کے درمیان) معتزلی گمراہ تھا اور اس جیسے لاکھوں مبتدعین کا اجماع کی مخالفت کرنا رائی کے دانے کے برابر حیثیت نہیں رکھتا۔

اجماع کے حجت ہونے پر اہلِ سنت کا اجماع ہے، لہٰذا یہ صرف جمہور کا مذہب نہیں بلکہ اہلِ حق کا مذہب ہے اور میرے علم کے مطابق کسی ایک صحابی، ثقہ تابعی، ثقہ تبع تابعی اور کسی ثقہ وصدوق محدث و عالم سے اجماع کا انکار ثابت نہیں ہے۔

۶۰) ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن محمد بن عمر بن رُشید الفہری رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۱ھ) نے

فرمایا:" فنقول: الصحابة رضوان الله عليهم ـ عدول بأجمعهم باجماع أهل السنة علـى ذلك " پس ہم کہتے ہیں: اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔ (السنن الابین ص ۱۳۱)

۶۱) حافظ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے امام سفیان بن عیینہ کے بارے میں فرمایا:" أجمعت الأمة على الاحتجاج به ."

اُمت کا اُن کے (روایت میں) حجت ہونے پر اجماع ہے۔ (میزان الاعتدال ۲/۱۷۰)

ان مذکورہ حوالوں کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں۔ مثلاً:

۱: اصول الدین لابی منصور عبدالقاہر بن طاہر البغدادی ف ۴۲۹ھ (ص ۱۷)

۲: اصول السرخسی لابی بکر محمد بن احمد بن ابی سہل ف ۴۹۰ھ (ص ۲۲۹)

۳: المنخول من تعلیقات الاصول لابی حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی ف ۵۰۵ھ (ص ۳۹۹)

۴: الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار لابی بکر محمد بن موسیٰ الحازمی ف ۵۸۴ (ص ۱۳)

وغیر ذلك . (مثلاً دیکھئے فقرہ: ۹) و فيه كفاية لمن له دراية .

اس مضمون میں جن اہلِ حدیث وغیر اہلِ حدیث علماء کے حوالے پیش کئے گئے ہیں، اُن کے نام مع وفیات وعلی الترتیب الہجائی درج ذیل ہیں اور ہر نام کے سامنے فقرہ نمبر لکھ دیا گیا ہے:

ابراہیم بن اسحاق الحربی (۲۸۵ھ) ۴۳

ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی (۷۹۰ھ) ۴۶

ابن الجوزی (۵۹۷ھ) ۵۴

ابن الصلاح الشہر زوری (۶۴۳ھ) ۵۲

ابن المنذر: محمد بن ابراہیم بن المنذر

ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) ۵۵

ابن حبان: محمد بن حبان

ابن حزم (۴۵۶ھ) ۵۸

نصر بن محمد السمرقندی (۳۷۵ھ) ۴۷

نووی (۶۷۶ھ) ۴۸

یعقوب بن اسحاق ابوعوانہ الاسفرائینی (۳۱۶ھ) ۳۱

یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر (۴۶۳ھ) ۳۷

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں جو میں نے قصداً چھوڑ دیئے ہیں یا مجھ سے رہ گئے ہیں اور یہ تمام علماء آٹھویں صدی ہجری یا اس سے پہلے گزرے ہیں اور ان سب کا متفقہ طور پر اجماع کو حجت قرار دینا اور اجماع سے استدلال کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہی سبیل المومنین ہے اور اسے کسی حال میں بھی نہیں چھوڑنا چاہئے، ورنہ معتزلہ جہمیہ روافض وغیر مبتدعین کی طرح گمراہی کے عمیق غاروں میں جا گریں گے۔

ان سلف صالحین کے مقابلے میں تیرہویں صدی کے شوکانی (کی ارشاد الفحول) اور شر القرون کے دیگر اشخاص کی مخالفت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اجماع کی حجیت ثابت کرنے کے بعد چند اہم فوائد پیشِ خدمت ہیں:

۱: اجماع تین چیزوں پر ہوتا ہے اور تینوں حالتوں میں حجت ہے:

اول: کتاب وسنت کی کسی صریح دلیل پر مثلاً محرمات سے نکاح حرام ہے۔

دوم: کتاب وسنت کی کسی عام دلیل پر مثلاً بھینس حلال ہے۔

سوم: علماء کے کسی اجتہاد پر مثلاً دورانِ نماز قہقہے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ وغیر ذلک

۲: اجماع کے ہر مسئلے کے لئے کتاب وسنت کی صریح یا عام نص کا ہونا ضروری نہیں بلکہ اجتہاد بھی کافی ہے۔

۳: اجماع کا ثبوت دو طریقوں سے حاصل ہوتا ہے:

اول: محدثین وعلمائے اہلِ سنت کی تصریحات سے مثلاً ابن المنذر کی کتاب الاجماع وغیرہ

دوم: تحقیق کے بعد واضح ہو جائے کہ فلاں مسئلہ ایک جماعت سے ثابت ہے اور اس دور میں ان کا کوئی مخالف معلوم نہیں، لہٰذا یہ اجماع ہے مثلاً جرابوں پر مسح پانچ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم)

سے ثابت ہے اور صحابہ و تابعین میں ان کا کوئی مخالف معلوم نہیں، نیز امام ابو حنیفہ (جو کہ تبع تابعی تھے) سے بھی باسند صحیح جرابوں کے مسح کی مخالفت ثابت نہیں اور جو لوگ مخالفت کا دعویٰ کرتے ہیں، انھی کی کتابوں میں ان کا رجوع بھی درج ہے، لہٰذا جرابوں پر مسح کے جائز ہونے پر اجماع ہے۔ (نیز دیکھئے میری کتاب تحقیقی مقالات ج ۱ص ۲۷، مغنی ابن قدامہ ۱/۱۸۱)

۴: اجماع کبھی کتاب و سنت کی صریح دلیل کے خلاف نہیں ہوتا، لیکن یاد رہے کہ صریح اجماع کے مقابلے میں بعض الناس یا مبتدعین کا غیر صریح اور عام دلائل پیش کرنا باطل ہے۔

۵: بہت سے لوگ اختلافی چیزوں پر اجماع کے جھوٹے دعوے کرتے رہتے ہیں، لہٰذا ایسے جھوٹے دعووں سے ہمیشہ بچ کر رہیں۔ مثلاً تراویح کے بارے میں بعض الناس نے شرالقرون میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ ''صرف بیس رکعات سنت موکدہ ہیں اور اس پر اجماع ہے''! حالانکہ اس مسئلے پر بڑا اختلاف ہے۔ (مثلاً دیکھئے سنن ترمذی:۸۰۶)

۶: اہلِ حدیث کا کوئی متفقہ مسئلہ ثابت شدہ اجماع کے خلاف نہیں ہے۔

۷: بہت سے مسائل صرف اجماع سے ثابت ہیں مثلاً نومولود کے پاس اذان دینا، جرابوں پر مسح کرنا اور شاذ روایت کا ضعیف و مردود ہونا۔ وغیرہ

۸: اجماع سے مراد ایک دور (مثلاً دورِ صحابہ، دورِ تابعین، دورِ تبع تابعین) کے تمام لوگوں کا اجماع ہے اور اگر ایک صحیح العقیدہ ثقہ و صدوق عالم بھی مخالف ہو تو پھر کوئی اجماع نہیں ہے۔

۹: بعض الناس کا یہ قول کہ ''اجماع سے قیامت تک امت کا اجماع مراد ہے'' بالکل باطل اور مردود ہے۔

۱۰: اگرچہ اہلِ حدیث اکابر علماء صرف صحابہ، ثقہ وصدوق صحیح العقیدہ تابعین، ثقہ وصدوق صحیح العقیدہ تبع تابعین اور خیر القرون (۳۰۰ھ تک) کے ثقہ وصدوق صحیح العقیدہ محدثین ہیں، نیز تیسری سے چھٹی صدی ہجری تک (زمانۂ تدوین حدیث) کے علماء اور ان کے بعد آٹھویں نویں صدی ہجری (۹۰۰ھ تک یا اس سے پہلے) کے علماء وسلف صالحین ہیں۔ ان

کے علاوہ دسویں صدی ہجری سے لے کر آج تک کوئی اکابر نہیں بلکہ سب اصاغر اور زعام علماء ہیں، لہٰذا اہلِ حدیث کے خلاف ان لوگوں کے حوالے پیش کرنا بالکل غلط ہے۔

فائدہ: صحابہ کے مقابلے میں تابعین، تابعین کے مقابلے میں تبع تابعین اور خیر القرون کے مقابلے میں بعد والے لوگوں کے اجتہادات مردود ہیں۔

اجماع کے بارے میں بطورِ فوائد ہندوستان و پاکستان کے بعض علماء کے چند حوالے بھی پیشِ خدمت ہیں، تاکہ کوئی جدید اہلِ حدیث یہ دعویٰ نہ کر سکے کہ زبیر علی زئی نے اپنی طرف سے اجماع کا مسئلہ بنا لیا ہے۔

☆ میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ہاں ہم اجماع و قیاس کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح ائمہ مجتہدین مانتے تھے۔'' (آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی ص ۶۴)

☆ ثناء اللہ امرتسری صاحب نے لکھا ہے: ''اہلِ حدیث کا مذہب ہے کہ دین کے اصول چار ہیں (۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماعِ اُمت (۴) قیاسِ مجتہد۔ سب سے مقدم قرآن شریف ہے...'' (اہل حدیث کا مذہب ص ۵۸)

☆ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''اہلحدیث کے اصول کتاب وسنت، اجماع اور اقوال صحابہ وغیرہ ہیں، یعنی جب کسی ایک صحابی کا قول ہو اور اس کا کوئی مخالف نہ ہو''

(الاصلاح حصہ اول ص ۱۳۵)

اور لکھا ہے: ''اس پہلی بات کا جواب یہ ہوا کہ اہل حدیث اجماع اور قیاس کو صحیح مانتے ہیں''

(الاصلاح ص ۲۰۷)

☆ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے قول کے لئے دیکھئے فقرہ: ۱۷

☆ مولانا ابوصہیب محمد داود ارشد حفظہ اللہ بھی اجماع کے قائل ہیں۔

(دیکھئے تحفۂ حنفیہ ص ۳۹۹)

☆ نیز حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ بھی اجماعِ اُمت کی حجیت کے قائل ہیں۔ مثلاً دیکھئے الحدیث حضرو (۶۱ ص ۴۹) اور احسن البیان (ص ۱۲۵، دوسرا نسخہ ص ۲۵۶)

چالیس (۴۰) مسائل جو صراحتاً صرف اجماع سے ثابت ہیں

بہت سے مسائل میں سے صرف چالیس (۴۰) ایسے مسائل پیشِ خدمت ہیں، جو ہمارے علم کے مطابق صراحتاً صرف اجماع سے ثابت ہیں:

۱: صحیح بخاری میں مسند متصل مرفوع احادیث کی دو قسمیں ہیں:

اول: جن کے صحیح ہونے پر اجماع ہے اور یہ روایات بہت زیادہ ہیں۔

دوم: جن پر اختلاف ہے، لیکن جمہور نے انھیں صحیح قرار دیا ہے اور یہ روایات بہت ہی کم ہیں۔

۲: صحیح مسلم میں مسند متصل مرفوع احادیث کی دو قسمیں ہیں:

اول: جن کے صحیح ہونے پر اجماع ہے اور یہ روایات بہت زیادہ ہیں۔

دوم: جن پر اختلاف ہے، لیکن جمہور نے انھیں صحیح قرار دیا ہے اور یہ روایات بہت ہی کم ہیں۔

۳: نویں صدی ہجری کے غالی ماتریدی ابن ہمام (م ۸۶۱ھ) سے پہلے اس پر اجماع ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث کو دوسری کتابوں کی احادیث پر ترجیح حاصل ہے۔

۴: اس پر محدثین کا اجماع ہے کہ صحابۂ کرام کی مرسل روایات بھی صحیح ہیں۔

۵: اس پر اجماع ہے کہ کسی صحابی کو بھی مدلس کہنا غلط ہے۔

۶: اس اصول پر اجماع ہے کہ جو راوی کثیر التدلیس ہو اور ضعیف راویوں سے بھی تدلیس کرتا ہو، اس کی عن والی روایت حجت نہیں ہے۔

۷: اس پر اجماع ہے کہ قبر میں میت کا رُخ قبلے کی طرف ہونا چاہئے۔

۸: امام ترمذی کے دور میں اس پر اجماع تھا کہ بچے بچی کی ولادت پر اذان کہنی چاہئے۔

۹: سری نمازوں میں آمین بالسر کہنے پر اجماع ہے۔

۱۰: اس پر اجماع ہے کہ خلیفۃ المسلمین اپنے بعد کسی مستحق شخص کو بطورِ خلیفہ نامزد کر سکتا

ہے۔

١١: اس پر اجماع ہے کہ دو سجدوں کے درمیان اپنی رانوں پر ہاتھ رکھنے چاہئیں۔

١٢: اس پر اجماع ہے کہ زکوٰۃ کے مسئلے میں بھینسوں کا وہی حکم ہے جو گائیوں کا ہے۔

١٣: اس پر اجماع ہے کہ جو شخص قرآن مجید کو مخلوق کہے وہ شخص کافر ہے۔

١٤: اس پر اہلِ سنت کا اجماع ہے کہ رمضان میں پورا مہینہ عشاء کی نماز کے بعد نمازِ تراویح باجماعت پڑھنا جائز اور باعثِ ثواب ہے۔

١٥: اس پر اجماع ہے کہ نماز میں قہقہے (آواز کے ساتھ ہنسنے) سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

١٦: اس پر اجماع ہے کہ حالتِ نماز میں کھانا پینا منع ہے اور جو شخص فرض نماز میں جان بوجھ کر کچھ کھا پی لے تو اس پر نماز کا اعادہ فرض ہے۔

١٧: اس پر اجماع ہے کہ نبیذ کے علاوہ تمام مشروبات مثلاً عرقِ گلاب، دودھ، سیون اپ اور شربتِ انار وغیرہ سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔

تنبیہ: نبید کے مسئلے پر بعض الناس کے اختلاف کے باوجود، راجح یہ ہے کہ نبیذ سے بھی وضو کرنا جائز نہیں ہے۔

١٨: اس پر اجماع ہے کہ پانی کم ہو یا زیادہ، اگر اس میں نجاست گرنے سے اس کا رنگ، بُو یا ذائقہ تبدیل ہو جائے تو وہ پانی اس حالت میں نجس (ناپاک) ہے۔

١٩: مصحف عثمانی کے رسم الخط پر اجماع ہے۔

٢٠: اس پر اجماع ہے کہ حج اور عمرہ ادا کرنے میں عورتوں پر حلق (سر منڈوانا) نہیں ہے، بلکہ وہ صرف قصر کریں گی یعنی تھوڑے سے بال کاٹیں گی۔

٢١: اس پر اجماع ہے کہ ہر وہ حدیث صحیح ہے، جس میں پانچ شرطیں موجود ہوں:

(١) ہر راوی عادل ہو (٢) ہر راوی ضابط ہو (٣) سند متصل ہو (٤) شاذ نہ ہو (٥) معلول نہ ہو۔

٢٢: اس پر اجماع ہے کہ ہر خطبۂ جمعہ میں سورۃ قٓ پڑھنا فرض، واجب یا ضروری نہیں بلکہ

سنت اور بہتر ہے۔

۲۳: نکاح کے وقت خطبہ پڑھنے پر اجماع ہے۔

۲۴: اس پر اجماع ہے کہ گناہوں اور نافرمانی سے ایمان کم ہوجاتا ہے۔

۲۵: اس پر صحابہ وتابعین کا اجماع ہے کہ جرابوں پر مسح جائز ہے۔

۲۶: اس پر اجماع ہے کہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کے لئے اہلِ حدیث اور اہلِ سنت کے القاب (صفاتی نام) جائز اور بالکل صحیح ہیں۔

۲۷: اس پر صحابہ کا اجماع ہے کہ تقلید ناجائز ہے۔

۲۸: اس پر اہلِ حق کا اجماع ہے کہ عقائد وایمان میں بھی صحیح خبر واحد حجت ہے۔

۲۹: اس پر صحابہ وتابعین کا اجماع ہے کہ ضرورت کے وقت نابالغ قاری کی امامت جائز ہے۔

۳۰: اس پر اجماع ہے کہ گونگے مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے۔

۳۱: اس پر اجماع ہے کہ قرآن مجید کے اعراب لگانا جائز ہے اور قرآن اسی طرح پڑھنا فرض ہے جس طرح ان اجماعی اعراب کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

۳۲: اس پر اجماع ہے کہ تقلید بے علمی (جہالت) ہے اور مقلد عالم نہیں ہوتا۔

۳۳: اس پر اہلِ حق کا اجماع ہے کہ معیت والی آیات (مثلاً وَ هُوَ مَعَكُمْ) سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم وقدرت ہے۔

تنبیہ: بعض متاخرین کا اس سے علیحدہ صفت مراد لینا باطل ہے۔

۳۴: اس پر اجماع ہے کہ جن احادیث میں سر اور داڑھی کے بالوں کو سرخ مہندی لگانے کا حکم آیا ہے، یہ حکم فرض وواجب نہیں بلکہ سنت واستحباب پر محمول ہے اور مہندی نہ لگانا یعنی سر اور داڑھی کے بال سفید چھوڑنا بھی جائز ہے۔

۳۵: ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اُس (بندے) کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جسے وہ پھیلاتا ہے۔ الخ

اس پر اجماع ہے کہ اس حدیث سے مراد حلولیت، اتحاد اور وحدت الوجود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور رضامندی شاملِ حال ہو جاتی ہے، لہٰذا حلولی صوفیوں کا اس حدیث سے استدلال باطل ہے۔

۳۶: اس پر اجماع ہے کہ بغلوں کے بال نوچنا فرض و واجب نہیں بلکہ مونڈنا بھی جائز ہے۔

۳۷: اس پر اجماع ہے کہ ایمان تین چیزوں کا نام ہے: دل میں یقین، زبان کے ساتھ اقرار اور اس پر عمل۔

۳۸: اس پر خیر القرون میں اجماع تھا کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھا لیا گیا اور آپ پر موت طاری نہیں ہوئی۔

۳۹: اس پر اجماع ہے کہ عورت مردوں کی امام نہیں ہو سکتی اور اگر کوئی مرد کسی عورت کے پیچھے نماز پڑھ لے تو یہ نماز فاسد (باطل) ہے۔

۴۰: اس پر اجماع ہے کہ قصداً قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

بہت سے ایسے مسائل ہیں جو قرآن و حدیث میں عموماً یا اشارتاً مذکور ہیں اور ان پر اجماع ہے۔ مثلاً:

۱: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

۲: سیدہ مریم علیہا السلام کا کوئی شوہر نہیں تھا، بلکہ وہ کنواری تھیں۔

۳: ابن حزم کے زمانے میں اس پر اجماع تھا کہ عبدالمصطفیٰ اور عبدالنبی اور اس جیسے نام رکھنا جائز نہیں ہے۔

۴: مالِ تجارت پر ہر سال زکوٰۃ فرض ہے۔

۵: ہر سال دو سو درہم پر پانچ درہم زکوٰۃ فرض ہے۔

۶: قرآن مجید میں سورۃ التوبہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

و ما علینا إلا البلاغ (۲۹/ اگست ۲۰۱۱ء)

اجماع خبرِ واحد سے بڑا ہے

امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''**الأصل قرآن أو سنة، فإن لم يكن فقياس عليهما.**

وإذا اتصل الحديث عن رسول الله (ﷺ) و صح الإسناد [به] فهو سنة.

والاجماع أكبر من الخبر المنفرد.

والحديث على ظاهره و إذا احتمل المعاني فما أشبه منها ظاهر الأحاديث أولاها به، وإذا تكافأت الأحاديث فأصحها إسنادًا أولاها.

وليس المنقطع بشيء ما عدا منقطع ابن المسيب.''

اصل (دلیل) قرآن یا سنت (حدیث) ہے، اور اگر (ان میں) نہ ہو تو پھر ان دونوں پر قیاس (اجتہاد) ہے۔

اور جب رسول اللہ (ﷺ) تک حدیث متصل (سند سے) ہو اور سند صحیح ہو تو یہ سنت ہے۔

اور اجماع خبرِ واحد سے بڑا ہے۔

اور حدیث اپنے ظاہر (یعنی ظاہری مفہوم) پر ہوتی ہے اور اگر (اس میں) کئی معنوں کا احتمال ہو تو جو ظاہر احادیث سے زیادہ مشابہ ہو وہی اَولیٰ (یعنی راجح) ہے۔ اور اگر روایات (بظاہر) ایک دوسرے کے مقابل (مخالف) ہوں (اور تطبیق ممکن نہ ہو) تو پھر سب سے زیادہ صحیح سند والی (روایت یا روایات) کو ترجیح حاصل ہے۔

اور منقطع (مثلاً مرسل) کوئی چیز نہیں سوائے (سعید) ابن المسیب کی منقطع کے۔

(آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ص ۱۷۷۔۱۷۸، وسندہ صحیح)

۱: ثابت ہوا کہ حجیت کے لحاظ سے حدیث اور سنت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، لہٰذا جو لوگ بابِ حجیت میں حدیث اور سنت میں فرق کرتے ہیں وہ لوگ غلط راستے پر رواں ہیں۔

۲: اجماع شرعی دلیل ہے بلکہ خبرِ واحد سے بڑی چیز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خبرِ واحد میں غلط تاویل کی جا سکتی ہے جیسا کہ ماتریدیہ اور مبتدعین کا طرزِ عمل ہے لیکن اجماع میں ایسی تاویل قطعاً نہیں ہو سکتی بلکہ اجماع سے ایک مفہوم یقینی طور پر متعین ہو جاتا ہے۔

۳: حدیث اپنے ظاہر اور عموم پر محمول ہوتی ہے اِلا یہ کہ سلف صالحین سے اس کی کوئی تشریح یا تخصیص ثابت ہو (جیسا کہ دوسرے دلائل سے ظاہر ہے) تو پھر یہی تشریح و تخصیص مقدم ہے۔

۴: منقطع اور مرسل ضعیف و مردود روایت ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ ہماری تحقیق، دوسرے دلائل اور راجح قول میں امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی منقطع و مرسل روایت بھی ضعیف کے حکم میں ہی ہے۔ (۲۰/ اکتوبر ۲۰۱۰ء)

اہلِ حدیث کے پندرہ امتیازی مسائل اور امام بخاری رحمہ اللہ

الحمدللّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہ الأمین: خاتم النبیین ورضي اللّٰہ عن آلہ وأزواجہ وأصحابہ أجمعین ورحمۃ اللّٰہ علیٰ ثقات التابعین وأتباع التابعین من خیر القرون ومن تبعھم بإحسان إلی یو م الدین أمابعد:

نبی کریم ﷺ کی حدیث پر دل سے ایمان لانے ،قولاً وفعلاً تسلیم کرنے اور اس کی روایت وتبلیغ کرنے والوں کا عظیم الشان لقب اَہلِ حدیث اور اَہلِ سنت ہے۔

حاجی امداد اللہ تھانوی کے ''خلیفۂ مجاز'' اور جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن کے بانی محمد انوار اللہ فاروقی نے لکھا ہے: ''حالانکہ اہلِ حدیث کل صحابہ تھے''

(فاروقی کی کتاب: حقیقۃ الفقہ حصہ دوم ص ۲۲۸ ،مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''اہل حدیث تو تمام صحابہ تھے''

(اجتہاد وتقلید ص ۴۸ سطر ۱۳، نیز دیکھئے تنقید سدید ص ۱۶)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد صحیح العقیدہ ثقہ وصدوق تابعین وتبع تابعین نے حدیث اور اہل حدیث کا عَلَم (جھنڈا) سر بلند کیا۔ رحمہم اللہ اجمعین

ان کے جلیل القدر تلامذہ میں سے امام شافعی ،امام احمد بن حنبل ،امام بخاری اور امام مسلم وغیرہم ائمۂ دین اور ثقہ فقہائے محدثین نے اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے قرآن وعلومِ قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث ،علومِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدّون کر کے دینِ اسلام کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔ جزاھم اللہ خیراً

فقہائے محدثین میں سے امیر المومنین فی الحدیث وامام الدنیا فی فقہ الحدیث امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ اور ان کی صحیح بخاری کا بہت بڑا مقام ہے اور یہی

وجہ ہے کہ ہر سچے اہلِ سنت یعنی اہل حدیث کو امام بخاری اور صحیح بخاری سے بہت زیادہ محبت ہے۔ اسی محبت کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس مختصر و جامع مضمون میں ایمان و عمل کے سلسلے میں سے اہلِ حدیث کے بعض امتیازی مسائل امام بخاری اور صحیح بخاری کے حوالے سے پیشِ خدمت ہیں:

۱) اہلِ حدیث کا صفاتی نام: ایک حدیث میں آیا ہے کہ اُمت کا ایک گروہ قتال کرتا رہے گا اور قیامت تک غالب رہے گا، اس گروہ (طائفہ منصورہ) کی تشریح میں امام بخاری نے فرمایا: ''**يعني أهل الحديث**'' یعنی اس سے مراد اہلِ حدیث ہیں۔

(مسألۃ الاحتجاج للخطیب ص ۴۷ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ص ۳۵، الحجۃ فی بیان المحجۃ ۱/ ۲۴۶)

اس صحیح و ثابت حوالے سے دو باتیں صاف ظاہر ہیں:

۱: صحیح العقیدہ مسلمین کا صفاتی نام اہلِ حدیث ہے، لہٰذا اہلِ حدیث لقب بالکل صحیح اور برحق ہے۔

۲: طائفۂ منصورہ یعنی فرقہ ناجیہ اہلِ حدیث ہیں۔

۲) ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے: امام بخاری نے ایمان کے بارے میں فرمایا:

''**وهو قول وفعل ويزيد وينقص**'' اور وہ قول و عمل ہے، زیادہ اور کم ہوتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان باب اقبل ح ۸)

اور یہی تمام محدثین و سلف صالحین کا عقیدہ ہے، جبکہ دیوبندیہ و بریلویہ کے عقیدے کی کتاب: عقائد نسفیہ میں اس کے سراسر برعکس درج ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے:

''**الایمان لایزید ولا ینقص**'' اور ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے۔ (ص ۳۹)!

۳) اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے: استویٰ علی العرش والی آیت کی تشریح میں امام بخاری نے مشہور ثقہ تابعی اور مفسرِ قرآن امام مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ ''علا'' یعنی عرش پر بلند ہوا۔ (صحیح بخاری کتاب التوحید باب ۲۲ قبل ح ۷۴۱۸، تغلیق التعلیق ج ۵ ص ۳۴۵)

ثابت ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے،

جبکہ اس سلفی عقیدے کے مخالف لوگ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ ہر جگہ میں ہے!!

۴) رائے کی مذمت: امام بخاری نے صحیح بخاری کی ایک ذیلی کتاب (جس میں کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا ذکر ہے) کے تحت لکھا: ''**باب ما یذکر من ذم الرأي و تکلف القیاس**'' باب: رائے کی مذمت اور قیاس کے تکلف کا ذکر۔

(کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب ۷ قبل ح ۷۳۰۷)

اس باب میں امام بخاری وہ حدیث لائے ہیں، جس میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ جاہل لوگ باقی رہ جائیں گے، ان سے مسئلے پوچھے جائیں گے تو وہ اپنی رائے سے فتوے دیں گے، وہ گمراہ کریں گے اور گمراہ ہوں گے۔ (ح ۷۳۰۷)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک کتاب وسنت کے خلاف رائے پیش کرنا گمراہوں کا کام ہے، لہٰذا اہل الرائے ناپسندیدہ لوگ ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اہل الرائے کے ایک امام کا اپنی کتاب میں نام لینا بھی گوارا نہیں کیا بلکہ ''بعض الناس'' کہہ کر رد کیا اور اپنی دوسری کتابوں (التاریخ الکبیر اور الضعفاء الصغیر) میں اسماء الرجال والی جرح لکھ دی تا کہ سند رہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ مقلد نہیں تھے، جیسا کہ دیوبندیہ کے مشہور عالم سلیم اللہ خان (مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی) نے لکھا ہے:

''بخاری مجتہد مطلق ہیں''۔ (فضل الباری ج ۱ ص ۳۶)

۵) نماز میں رفع یدین: امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب باندھا ہے: ''**باب رفع الیدین إذا کبّر وإذا رکع وإذا رفع**'' رفع یدین کا باب جب تکبیر کہے، جب رکوع کرے، اور جب (رکوع سے) بلند ہو۔ (قبل ح ۷۳۶)

یہ حدیث ہر نماز پر منطبق ہے، چاہے ایک رکعت وتر ہو یا صبح کے دو فرض ہوں اور اگر نماز دو رکعتوں سے زیادہ ہو تو امام بخاری کا درج ذیل باب مشعلِ راہ ہے:

''**باب رفع الیدین إذا قام من الرکعتین**'' رفع یدین کا باب جب دو رکعتوں سے اُٹھ

جائے۔ (قبل ح ۷۳۹)

رفع یدین کے مسئلے پر امام بخاری صحیح بخاری میں پانچ حدیثیں لائے ہیں اور انھوں نے ایک خاص کتاب: جزء رفع الیدین لکھی ہے، جو کہ ان سے ثابت اور بیحد مشہور ومعروف ہے، یہ کتاب راقم الحروف کی تحقیق وترجمے کے ساتھ مطبوع ہے۔

یادر ہے کہ دیو بندیہ و بریلویہ کو امام بخاری کے اس مسئلے سے اختلاف ہے۔

٦) فاتحہ خلف الامام: امام بخاری نے باب باندھا ہے: ''باب وجوب القراءة للإمام والمأموم فی الصلوات کلها فی الحضر والسفر ومایجهر فیها ومایخافت'' تمام نمازوں میں امام اور مقتدی کے لئے قراءت کے وجوب کا باب، اپنے علاقے میں ہوں یا سفر میں، جہری نماز ہو یا سری نماز ہو۔ (قبل ح ۷۵۵)

اس باب کے تحت امام بخاری درج ذیل حدیث بھی لائے ہیں:

((لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب.))

جو سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا، اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (صحیح بخاری:۷۵۶)

ثابت ہوا کہ باب مذکور میں قراءت سے مراد فاتحہ کی قراءت ہے اور یاد رہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں امام بخاری نے مشہور رسالہ جزء القراءة لکھا ہے، جو کہ راقم الحروف کی تحقیق وترجمے کے ساتھ نصر الباری کے نام سے مطبوع ہے۔

٧) آمین بالجہر: امام بخاری نے باب لکھا ہے: ''باب جهر الإمام بالتأمین'' باب: امام کا آمین بالجہر کہنا۔ اس باب کے تحت امام بخاری وہ روایت بھی لائے ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے مقتدی زور سے آمین کہتے تھے۔

(قبل ح ۷۸۰)

ثابت ہو کہ امام بخاری کے نزدیک امام اور مقتدی دونوں کو جہری نمازوں میں آمین بالجہر کہنی چاہیے۔

یاد رہے کہ سری نمازوں میں آمین بالجہر نہ کہنے اور سری آمین کہنے پر اجماع ہے۔

۸) **نماز میں (سینے پر) ہاتھ باندھنا:** امام بخاری نے ''**باب وضع الیمنٰی علی الیسری فی الصلاۃ**'' نماز میں (دایاں ہاتھ) بائیں پر رکھنا، کے تحت درج ذیل مشہور حدیث لکھی ہے: لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ ہر آدمی نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھے۔ (ح ۷۴۰)

ہاتھ کی بڑی انگلی سے لے کر کہنی تک حصے کو ذراع کہتے ہیں اور پوری ذراع پر ہاتھ رکھنے سے خود بخود سینے پر ہاتھ آجاتے ہیں۔

۹) **گیارہ رکعات تراویح:** کتاب الصوم (روزوں کی کتاب) میں کتاب صلاۃ التراویح کے تحت امام بخاری نے درج ذیل باب لکھا ہے: ''**باب فضل من قام رمضان**'' رمضان میں جو قیام کرے، اس کی فضیلت کا باب اور اس باب میں امام بخاری نے وہ مشہور حدیث لکھی ہے کہ نبی ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ الخ (ح ۲۰۱۳)

ثابت ہوا کہ امام بخاری گیارہ رکعات تراویح کے قائل تھے۔

تنبیہ: امام بخاری سے بیس رکعات تراویح پڑھنا باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

۱۰) **طاق رکعت میں دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر اُٹھنا:** امام بخاری نے باب باندھا ہے: ''**باب من استوی قاعدًا في وتر من صلاتہ ثم نھض**'' باب جو اپنی نماز کی طاق رکعت میں سیدھا بیٹھ جائے، پھر کھڑا ہو۔ (قبل ح ۸۲۳)

یہ مسئلہ بھی امام بخاری نے حدیث سے ثابت کیا ہے کہ نبی ﷺ اپنی نماز کی طاق رکعت میں سیدھا بیٹھے بغیر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ (ح ۸۲۳)

۱۱) **ہاتھ زمین پر رکھ کر اُٹھنا:** طاق رکعت سے اٹھتے وقت کس طرح زمین پر ہاتھ رکھنے چاہئیں؟ یہ مسئلہ بھی امام بخاری نے دلیل کے ساتھ واضح کر دیا ہے اور درج ذیل باب باندھا ہے: ''**کیف یعتمد علی الأرض إذا قام من الرکعۃ**''

جب (طاق) رکعت سے کھڑا ہو تو زمین پر ہاتھ کس طرح رکھے؟ (قبل ح ۸۲۴)

۱۲) **اکہری اقامت:** امام بخاری نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے

استدلال کر کے فرمایا: "باب الإقامة واحدة إلا قوله: قد قامت الصلاة"
باب: قد قامت الصلاۃ کے سوا اقامت اکہری ہے۔ (قبل ح ۶۰۷)

معلوم ہوا کہ امام بخاری اہلِ حدیث کی طرح اکہری اقامت کے قائل تھے، جبکہ دیوبندیہ و بریلویہ اس مسئلے میں امام بخاری کے خلاف ہیں۔

۱۳) نمازِ جنازہ میں فاتحہ کی قراءت: امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجنائز میں درج ذیل باب باندھا:

"باب قراءة فاتحة الکتاب علی الجنازة" جنازے میں فاتحہ کی قراءت کا باب۔
(قبل ح ۱۳۳۵)

اس باب کے تحت امام بخاری نے وہ حدیث ذکر کی کہ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھی اور فرمایا: تاکہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے۔ (ح ۱۳۳۵)

یہاں سنت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور یہ وہ سنت ہے جس پر عمل ضروری ہے، کیونکہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ دیکھئے فقرہ: ۶

۱۴) صف بندی میں کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملانا: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم میں سے ہر آدمی اپنے ساتھ والے کے کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملاتا تھا۔ (صحیح بخاری: ۷۲۵)

اس حدیث پر امام بخاری نے درج ذیل باب باندھا ہے:

"باب الزاق المنکب بالمنکب و القدم بالقدم فی الصف"

صف میں کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملانا۔ (قبل ح ۷۲۵)

یہ وہ مشہور مسئلہ ہے، جس سے دیوبندیہ و بریلویہ کو خاص چڑ ہے اور وہ اپنی مسجدوں میں ایک دوسرے سے ہٹ کر کھڑے ہوتے ہیں، سوائے چند اشخاص کے جن کا حکم کالمعدوم ہے۔

۱۵) گاؤں میں نمازِ جمعہ: بریلویہ و دیوبندیہ کا کتابی مذہب یہ ہے کہ گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا، اس کے سراسر برعکس امام بخاری نے درج ذیل باب لکھا ہے:

"باب الجمعة فی القری والمدن" شہروں اور گاؤں میں جمعہ کا باب (قبل ح۸۹۲) یعنی گاؤں ہو یا شہر، ہر جگہ نمازِ جمعہ درست ہے۔

تنبیہ: آج کل کے عام دیوبندی و بریلوی عوام اپنے "مولویوں" کے کتابی مذہب سے بغاوت کر کے گاؤں میں بھی نمازِ جمعہ پڑھتے ہیں اور یہ اس کی واضح دلیل ہے کہ تقلید کا بیت العنکبوت بڑی تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ والحمد للہ

بعض عقائد اور نماز سے متعلق ان پندرہ مسائل سے صاف ثابت ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ دیوبندی یا بریلوی نہیں تھے بلکہ اہلِ حدیث تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل ہیں، جنھیں امیر المومنین فی الحدیث نے صحیح بخاری میں درج فرما کر اہل الرائے کے خود ساختہ قیاسی تفقہ کے پرخچے اڑا دیئے اور متبعین کتاب و سنت کے روشن مسلک کا آفاقی پرچم لہرا کر حجت تمام کردی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ امام بخاری اور محدثین کرام کی قبور کو اپنے فضل و کرم اور رحمت کے انوار سے بھر دے۔ اُخروی زندگی میں ہمیں انبیاء، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور صحیح العقیدہ ثقہ محدثین کی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین

آخر میں عرض ہے کہ عبدالقدوس قارن دیوبندی نے "بخاری شریف غیر مقلدین کی نظر میں" اور انوار خورشید (نعیم الدین دیوبندی) نے "غیر مقلدین امام بخاری کی عدالت میں" کتابیں لکھی ہیں، لہٰذا میرے اُن سے دو سوالات ہیں:

۱: کیا امام بخاری رحمہ اللہ دیوبندی یا بریلوی تھے؟

۲: کیا امام بخاری رحمہ اللہ نے مشہور اختلافی مسائل، جن پر آلِ دیوبند و آلِ بریلی کے مناظرین مناظرے کرتے رہتے ہیں: مثلاً نماز میں رفع یدین، فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر، نمازِ جنازہ میں قراءت اور گاؤں میں نمازِ جمعہ وغیرہ مسائل میں دیوبندیہ و بریلویہ کی حمایت کی ہے، یا مسلکِ اہلِ حدیث کو سربلند فرمایا ہے؟ جواب دیں!

(۷/ مارچ ۲۰۱۱ء)

فرقۂ مسعودیہ اور اہل الحدیث

[بعض لوگ بشمول فرقۂ مسعودیہ وخوارج یہ دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ ہمارا نام صرف مسلم یا مسلمین ہے اور دوسرے تمام نام (خواہ صفاتی نام ہوں یا القاب) رکھنا ناجائز ہے یا بہتر نہیں ہے۔ ہمارے اس تحقیقی مضمون میں ان لوگوں کا دلائل وفہم سلف صالحین کی روشنی میں بہترین رد ہے۔ والحمدللہ]

کراچی کے ایک نوزائیدہ فرقے نے کافی عرصے سے اہل الحدیث والآثار کے خلاف تکفیر وتبدیع اور طعن وتشنیع کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ چونکہ بعض ناسمجھ اشخاص کا اس فرقے کے دام ہم رنگ زمین سے متاثر ہونے کا خدشہ ہے، لہٰذا اس مضمون کو تفصیل ودلائل سے لکھا گیا ہے، تاکہ فرقۂ مسعودیہ کے دعاوی باطلہ اور الزام تراشیوں کا دندان شکن جواب دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دینِ اسلام پر قائم رکھے اور سُبُل الضلالۃ (گمراہی کے راستوں) کے شیطان صفت داعیوں کے مغالطات سے بچائے۔ (آمین)

اہل الحدیث: محدثین کی جماعت کو اہل الحدیث کہا جاتا ہے، جس طرح مفسرین کی جماعت کو اہل التفسیر اور مورخین کی جماعت کو اہل التاریخ کہا جاتا ہے۔

دلیل (۱): صحیح بخاری کے مؤلف امام بخاری رحمہ اللہ نے ''جزء القراءۃ خلف الامام'' میں ص ۱۳ پر کہا: ''**ولا یحتج أهل الحدیث بمثله**'' یعنی اس جیسے سے اہل الحدیث حجت نہیں پکڑتے۔ (نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبخاری ص ۸۸ ح ۳۸)

بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اہلِ حدیث کو طائفۂ منصورہ (جنتی اور حق والی جماعت) قرار دیا ہے۔ (مسألۃ الاحتجاج بالشافعی ص ۴۷ وسندہ صحیح، تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۱۶۱)

دلیل (۲): جامع ترمذی کے مؤلف امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الجامع میں ج ۱ ص ۱۶ پر کہا: ''**و ابن لهيعة ضعيف عند أهل الحديث**''

یعنی ابن لہیعہ اہل الحدیث (حدیث والوں) کے نزدیک ضعیف ہے۔ (ح ۱۰)

تنبیہ: عبداللہ بن لہیعہ چونکہ اختلاط کی وجہ سے ضعیف تھے اور مدلس بھی تھے، لہٰذا اُن کی بیان کردہ روایت دو شرطوں کے ساتھ حسن لذاتہ ہوتی ہے:

۱: روایت اختلاط سے پہلے کی ہو۔ (دیکھئے میری کتاب: الفتح المبین ص ۷۷۔۷۸)

۲: روایت میں سماع کی تصریح ہو۔ (ایضاً ص ۷۷ رقم ۵/۱۴۰)

دلیل (۳): آج تک کسی مسلم عالم نے اس بات کا انکار نہیں کیا کہ "أهل الحديث" سے مراد محدثین کی جماعت ہے، لہٰذا اس صفاتی نام اور نسب کے جائز ہونے پر اجماع ہے۔

اہلِ حدیث لقب و صفاتی نام کے صحیح ہونے پر پچاس حوالوں کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات (ج ۱ ص ۱۶۱۔۱۷۴)

دلیل (۴): امام مسلم نے بھی محدثین کو اہل الحدیث کہا۔

(صحیح مسلم مع النووی ج ۱ ص ۵۵، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۵، ۲۶)

امام مسلم رحمہ اللہ بذاتِ خود بھی اہلِ حدیث تھے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

"و نحن لا نعني بأهل الحديث المقتصرين على سماعه، أو كتابته أو روايته بل نعني بهم: كل من كان أحق بحفظه و معرفته و فهمه ظاهرًا و باطنًا و اتباعه باطنًا و ظاهرًا، و كذلك أهل القرآن."

اہل الحدیث سے ہمارا مقصود وہ اشخاص نہیں ہیں جو صرف حدیث کے سماع، کتابت اور روایت پر اکتفا کرتے ہیں، بلکہ ہم اس نام سے ہر وہ شخص مراد لیتے ہیں جو حدیث کو یاد کرتا ہے، اسے اس کی زیادہ پہچان ہے اور اس کی ظاہری و باطنی طور پر زیادہ سمجھ رکھتا ہے اور ظاہری و باطنی طور پر اس کی زیادہ اتباع کرتا ہے۔

اہل القرآن سے بھی یہی حضرات مراد ہیں۔ (مجموع فتاویٰ ج ۴ ص ۹۵)

حافظ ابن تیمیہ کے نزدیک امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابو یعلیٰ وغیرہم رحمہم اللہ سب اہلِ حدیث کے مذہب پر تھے اور علماء میں سے کسی کے مقلد نہیں تھے۔

(دیکھئے مجموع فتاویٰ ج ۲۰ص ۴۰، تحقیقی مقالات ج ۱ص ۱۶۸)

اہل الحدیث کی فضیلت: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين حتى يأتيهم أمر الله وهم ظاهرون .**)) یعنی میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا یہاں تک کہ ان کے پاس اللہ کا فیصلہ آ جائے گا اور وہ غالب ہوں گے۔

(صحیح بخاری: ۷۳۱۱، عن المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ)

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے کہ میری امت کا ایک طائفہ یعنی گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۹۲۰، دارالسلام: ۴۹۵۰)

یاد رہے کہ یہ برتری دلائل کے ساتھ بھی ہوگی۔

۱: مشہور ثقہ عالم احمد بن سنان رحمہ اللہ (م ۲۵۹ھ) نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا:

"**هم أهل العلم و أصحاب الآثار**"

(شرف اصحاب الحدیث للخطیب البغدادی ص ۲۷ رقم ۴۹ واسنادہ صحیح)

یعنی یہ اہلِ علم اور اصحاب الآثار ہیں۔

۲: دوسرے ثقہ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (م ۲۳۴ھ) نے فرمایا:

"**هم أصحاب الحديث**" یعنی اس طائفہ سے مراد اصحاب الحدیث ہیں۔

(جامع ترمذی ۲؍۴۳ ح ۲۱۹۲ واسنادہ صحیح)

اور دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے فرمایا: "**هم أهل الحديث**"

(جامع الترمذی ج ۴ ص ۵۰۵، سنن الترمذی مع عارضۃ الاحوذی ج ۹ ص ۷۴)

ثابت ہوا کہ اصحاب الحدیث اور اہلِ حدیث ایک ہی جماعت کے دو نام ہیں۔

۳: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (م ۲۴۱ھ) نے اس حدیث کے معنی میں کہا: "**إن لم تكن هذه الطائفة المنصورة أصحاب الحديث فلا أدري من هم .**"

اگر اس طائفہ منصورہ سے مراد اگر اصحاب الحدیث (محدثین) نہیں ہیں تو مجھے معلوم نہیں کہ یہ کون ہیں؟ (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۲ وسندہ صحیح وصححہ الحافظ ابن حجر فی فتح الباری ۱۳؍۲۵۰)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: "صاحب الحدیث عندنا من یستعمل الحدیث ." ہمارے نزدیک صاحبِ حدیث وہ ہے جو حدیث پر عمل کرے۔ (الجامع للخطیب ۱/ ۲۱۹ ح ۱۸۶، وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۱/ ۱۴۴ ح ۱۸۳، مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۲۰۷۔۲۰۸)

تنبیہ: قولِ مذکور میں صاحب الحدیث سے مراد اہل الحدیث ہے۔

۴: حفص بن غیاث رحمہ اللہ (م ۱۹۴ھ) نے اصحاب الحدیث کے بارے میں فرمایا:

"ھم خیر أھل الدنیا" (معرفۃ علوم الحدیث ص ۳ واسنادہ صحیح)

یعنی اصحاب الحدیث ساری دنیا میں سب سے بہتر ہیں۔

۵: حاکم رحمہ اللہ (م ۴۰۵ھ) نے بھی حفص بن غیاث رحمہ اللہ کی تصدیق کی اور فرمایا:

"إن أصحاب الحدیث خیر الناس" بے شک اصحاب الحدیث (محدثین) لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔ (علوم الحدیث ص ۳)

ان ائمہ مسلمین کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ طائفہ منصورہ والی حدیث کا مصداق اصحاب الحدیث: اہل العلم، اہلِ حدیث (یعنی محدثین) ہیں اور اسی پر اجماع ہے۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (ج ۱ ص ۱۶۱۔۱۷۴)

اہل الحدیث کے دشمن: اہل الحدیث (محدثین) کے دشمن ان پر طرح طرح کے الزامات مکذوبہ لگاتے ہیں۔

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں امام احمد بن سنان الواسطی رحمہ اللہ نے کہا:

"لیس فی الدنیا مبتدع إلا وھو یبغض أھل الحدیث و إذا ابتدع الرجل نزع حلاوۃ الحدیث من قلبه ."

دنیا میں کوئی بھی ایسا بدعتی نہیں جو کہ اہل الحدیث سے بغض نہ رکھتا ہو۔ جب آدمی بدعتی ہو جاتا ہے تو حدیث کی حلاوت (مٹھاس) اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۴ رقم ۶ وسندہ صحیح)

اہل الحدیث سے دشمنی کا انجام: چونکہ اہل الحدیث، مسلمین میں انتہائی اعلیٰ مقام

رکھتے ہیں اور وہ حقیقت میں اولیاء اللہ ہیں۔

اولیاء اللہ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ((من عادی لی ولیاً فقد آذنته بالحرب))
جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے تو میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری ج۸ص۱۳۱ح۶۵۰۲)

غور فرمائیں! کتنی شدید وعید ہے۔

اب جو شخص ان اولیاء اللہ کی تکفیر کرتا ہے اور اس کا کیا انجام ہوگا؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تکفیر: تقریب التہذیب، تہذیب التہذیب، الاصابہ، لسان المیزان، تعجیل المنفعہ، الدرایہ اور التلخیص الحبیر وغیرہ کتب نافعہ کے مصنف، ثقہ، خاتم الحفاظ، حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کی عدالت وجلالتِ شان پر محدثین کا اجماع ہے اور ان کی کتب سے انتفاع مسلسل جاری وساری ہے۔

کراچی میں چند سال پہلے ایک فرقہ، فرقہ مسعودیہ پیدا ہوا ہے جس کے بانی مسعود احمد بی ایس سی صاحب ہیں۔ اس فرقے نے اپنا نام ''جماعت المسلمین'' رکھ کر غیر اسلامی اور طاغوتی حکومت سے رجسٹرڈ (یعنی الاٹ) کرالیا ہے۔ مسعود صاحب نے ایک کتابچہ لکھا ہے جس کا نام ''مذاہب خمسہ (یعنی اہلِ حدیث، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) اور دینِ اسلام'' رکھا ہے۔ اس کتابچہ میں چھ خانے ہیں:

(۱) اہل الحدیث (۲) حنفی (۳) شافعی

(۴) مالکی (۵) حنبلی اور (۶) دین اسلام

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسعود صاحب کے نزدیک اہل الحدیث وغیرہ دین اسلام سے خارج ہیں۔ مسعود صاحب اہل الحدیث کے خانے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو ان کی فتح الباری کے ساتھ لے آئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص۲۹)

معلوم ہوا کہ مسعود صاحب کے نزدیک حافظ ابن حجر رحمہ اللہ دینِ اسلام سے خارج ہیں۔ (استغفر اللہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أیما رجل مسلم أکفر رجلاً مسلمًا فإن کان کافرًا وإلا کان ھو الکافر)) جو مسلم دوسرے مسلم کو کافر کہے (اس کی تکفیر کرے) اگر وہ کافر ہے (تو ٹھیک) ورنہ ایسا کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

(سنن ابی داود: ۴۶۸۷ واللفظ لہ وسندہ صحیح، واصلہ فی صحیح مسلم: ۶۰، دارالسلام: ۲۱۵)

فرقہ مسعودیہ کا دعویٰ مسلم: مسعود صاحب نے اس پر زور دیا ہے کہ ہمارا صرف ایک نام ہے یعنی مسلم، یہ نام اللہ کا رکھا ہوا ہے، فرقہ وارانہ نام نہیں۔

(مذہب اہل الحدیث کی حقیقت ص ۱)

تنبیہ: ہمارے علم کے مطابق مسعود صاحب سے پہلے اُمتِ مسلمہ میں (زمانۂ خیر القرون ہو، زمانۂ تدوینِ حدیث ہو یا زمانۂ شروحِ احادیث) کسی عالم نے بھی یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ "ہمارا نام صرف مسلم ہے۔"

اگر کسی کے پاس مسعود صاحب کے مذکورہ دعوے کی صراحت کسی عالم سے ثابت ہو تو حوالہ پیش کریں۔

مسعود صاحب اپنے خود ساختہ دعوے کی "دلیل" پیش کرتے ہیں کہ "ھو سمّٰکم المسلمین" اللہ نے تمھارا نام مسلمین رکھا ہے۔ (الحج: ۷۸ بحوالہ رسالہ "المسلم" نمبر ۴ ص ۴۶)

جناب محترم ابو جابر عبداللہ دامانوی صاحب حفظہ اللہ فرماتے ہیں: "اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام مسلم رکھا ہے۔ لیکن اس آیت میں اس بات کا کہیں بھی ذکر موجود نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام صرف مسلم رکھا ہے۔ یا با الفاظ دیگر مسلم نام کے علاوہ دوسرے نام رکھنا ممنوع ہیں۔ اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ ہمارا ذاتی نام مسلم ہی ہے اور دنیا میں آج ہم اسی نام سے متعارف ہیں۔ چودہ سو سال سے دنیا ہمارے اس نام سے واقف ہے اور قیامت تک ہم اسی نام سے پہچانے جائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ ہمارے اور بھی بہت سے نام رکھے تھے جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔"

محترم دامانوی صاحب حفظہ اللہ کی تصدیق: محترم دامانوی صاحب حفظہ اللہ کے

دعوے کی تصدیق میں ہم قرآن وسنت سے چند دوسرے نام والقاب پیش کر رہے ہیں:

۱: المؤمن یا المؤمنون : اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾

(اے ایمان والو!) جو تمھیں سلام کہے اسے ہرگز یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے (کیا) تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو۔ (النساء:۹۴)

اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ﴾ بے شک مومنین آپس میں بھائی ہیں۔ (الحجرات:۱۰)

اور فرمایا: ﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ یقیناً مومنین کامیاب ہو گئے۔ (المومنون:۱)

۲: حزب اللہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

جان لو کہ بے شک حزب اللہ، وہی فلاح پائیں گے (کامیاب ہیں۔) (المجادلۃ:۲۲)

تنبیہ: حزب اللہ کے مقابلے میں حزب الشیطان ہے اور حزب الشیطان والے حقیقی گھاٹے میں ہیں۔ (مثلاً ملاحظہ ہو سورۃ المجادلۃ:۱۹)

۳: أولیاء اللہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴾ جان لو کہ اللہ کے اولیاء کو نہ ڈر ہو گا اور نہ غم ہو گا۔ (یونس:۶۲)

اولیاء اللہ کے مقابلے میں اولیاء الشیطان ہیں۔

ان کے علاوہ درج ذیل نام بھی قرآن مجید سے ثابت ہیں:

(۱) المہاجرین (۲) الانصار (۳) السابقون الاولون

(۴) ربانیین (۵) الفقراء (۶) الصالحین

(۷) الشہداء (۸) الصدیقین وغیرہم

صحیح احادیث میں بھی مسلمین کے کئی ناموں کا ذکر ملتا ہے، مثلاً:

(۱) امۃ محمد (ﷺ) (صحیح بخاری:۵۲۲۱، ۶۶۳۱، صحیح مسلم:۹۰۱، دارالسلام:۲۰۸۹)

(۲) الغرباء (صحیح مسلم:۱۴۵، دارالسلام:۳۷۲)

(۳) طائفۃ (صحیح بخاری:۷۳۱۱، صحیح مسلم:۱۵۶، دارالسلام:۳۹۵ وغیر ذلک)

(۴) حواریوں (صحیح مسلم:۵۰، دارالسلام:۱۷۹)

(۵) اصحاب (صحیح مسلم:۵۰، دارالسلام:۱۷۹)

(۶) الخلیفہ (مسند احمد ج۵ ص۱۳۱، واسنادہ حسن)

(۷) اہل القرآن (المستدرک ۱/۵۵۶ ح۲۰۴۶ وسندہ حسن، مسند ابی داود الطیالسی:۲۱۲۴ شاملہ)

(۸) اہل اللہ (دیکھئے حوالہ سابقہ:۷)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ مسلمین کے اور بھی بہت سے (صفاتی) نام ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے رکھے ہیں، لہٰذا فرقہ مسعودیہ کے بانی کا یہ دعویٰ باطل اور جھوٹا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام صرف ایک ''مسلم'' رکھا ہے۔ اگر وہ کہیں کہ یہ صفاتی نام ہیں تو عرض ہے کہ صفاتی نام بھی نام ہی ہوتا ہے۔

دلیل (۱): اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اللّٰہ'' ہے اور اس کے بہت سے صفاتی نام ہیں۔ مثلاً:

(۱) رب (سورۂ فاتحہ) (۲) الرحمٰن (سورۂ فاتحہ)

(۳) الرحیم (ایضاً) (۴) اِلٰہ (الناس)

(۵) العلیم (۶) القدیر

(۷) الملک (۸) القدوس وغیرہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾

اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں، اسے ان ناموں کے ساتھ پکارو۔ (الاعراف:۱۸۰)

اور فرمایا: ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ آپ کہہ دیں کہ اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو پکارو، جس نام سے بھی تم پکارو اس کے اچھے نام ہیں۔ (بنی اسرائیل:۱۱۰)

اللہ تعالیٰ کے ان صفاتی ناموں کو بھی ''نام'' ہی کہا گیا ہے۔

دلیل (۲): محمد ﷺ کا ذاتی نام محمد (ﷺ) ہے، اور آپ کا ذاتی نام احمد بھی ہے۔

﴿اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ﴾ اس کا نام احمد ہے۔ (الصف:۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أنا محمد و أحمد و المقفى والحاشر و نبى التوبة و نبى الرحمة))

میں محمد ہوں، احمد ہوں، مقفی ہوں، حاشر ہوں، نبیِ توبہ اور نبیِ رحمت ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۳۵۵، دارالسلام: ۶۱۰۸)

شرح السنہ للبغوی میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((إن لي أسماء : أنا أحمد و أنا محمد و أنا الماحي الذي يمحو الله به الكفر و أنا الحاشر يحشر الناس على قدمي و أنا العاقب))

میرے (کئی) نام ہیں: میں احمد ہوں، محمد ہوں، ماحی ہوں جس سے اللہ کفر کو مٹاتا ہے، حاشر ہوں لوگوں کو میرے قدموں پر اکٹھا کیا جائے گا اور میں عاقب (آخری نبی) ہوں۔

و قال البغوي: "هذا حديث متفق على صحته، أخرجه مسلم " (۲۱۲/۱۳ ح ۳۶۳۰)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد ﷺ کے اور بھی بہت سے "اسماء" یعنی نام ہیں: مثلاً: احمد، الماحی، الحاشر، العاقب، المقفی، نبی التوبہ اور نبی الرحمہ وغیرہ۔

قرآن وحدیث کے ان دلائل سے معلوم ہوا کہ صفاتی نام بھی نام ہی ہوتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور مسلمین

۱: سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص نے مسلمین کو "المصلون" کہا۔

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تردید نہیں کی بلکہ اس کو بہت بہتر مشورہ بھی دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۷ ح ۳۸۲۸۹، المستدرک ج ۴ ص ۴۴۴۔۴۴۵، وقال الحاکم: "هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه" رواية السفيان الثوري عن منصور قوية و باقى السند صحيح)

۲: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "یا معشر قریش"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۸۲ وسندہ صحیح، الحکم بن میناء ثقہ)

۳: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے "یا معاشر الأنصار" کہا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ص ۵۶۷ ح ۳۸۱۹۹ وسندہ حسن)

۴: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ خلفاء کو صحابہ "امیر المومنین" کہتے تھے۔

یہ بات متواتر ہے۔

اس کے علاوہ اور بہت سے نام بھی صحابہ سے ثابت ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

اہل السنۃ: مسلمین، محدثین اور مومنین کو "اہل السنۃ" (یعنی سنت والے) بھی کہا گیا ہے۔

دلیل (۱): محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ (ت ۱۱۰ھ) نے فرمایا:

"فينظر إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم ."

اہل السنۃ کی طرف دیکھا جاتا، پس ان کی حدیث لی جاتی۔ (صحیح مسلم مع النووی ج ۱ص ۸۴)

خلاصہ یہ کہ ابن سیرین رحمہ اللہ نے مسلمین کے لئے "اہل السنۃ" کا نام استعمال کیا۔

تنبیہ: یہ نام فرقہ مسعودیہ کے نزدیک غیر ثابت، بدعت اور شریعت سازی ہے، لہٰذا ان کے نزدیک ابن سیرین رحمہ اللہ جن کی عدالت پر امتِ مسلمہ کا اجماع ہے، دین سے خارج اور فرقہ اہل السنۃ کے ایک فرد ہوں گے؟! (نعوذ باللّٰہ)

اب دیکھیں! ابن سیرین تابعی رحمہ اللہ (جو کہ متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد اور صحیحین کے مرکزی راوی ہیں) ان پر فتویٰ کب لگتا ہے؟!

اہل السنۃ یا اس مفہوم کا لفظ درج ذیل ائمہ مسلمین نے بھی استعمال کیا ہے:

۱: ایوب السختیانی رحمہ اللہ (م ۱۳۱ھ)

(الکامل لابن عدی ج ۱ص ۱۷۵ واسنادہ صحیح، حلیۃ الاولیاء ۳/ ۹، الجزء الثانی من حدیث یحییٰ بن معین: ۱۰۲)

۲: زائدہ بن قدامہ (الجامع للخطیب: ۷۵۵)

۳: احمد بن حنبل (المنتخب من علل الخلال: ۱۸۵)

۴: بخاری (جزء رفع یدین: ۱۵)

۵: یحییٰ بن معین (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۲۹۵۵، ترجمۃ ابی المعتمر یزید بن طہمان)

۶: ابوعبید القاسم بن سلام (الاموال: ۱۳۱۸، لا تجعل ز کاتك ، کتاب الایمان کا شروع)

۷: محمد بن نصر المروزی (کتاب الصلاۃ:۵۸۸)

۸: حاکم نیشاپوری (المستدرک ۱/۲۰۱ ح ۳۹۷)

۹: احمد بن الحسین البیہقی (م ۴۵۸ھ)

(دیکھئے کتاب الاعتقاد والہدایۃ الی سبیل الرشاد علی مذہب السلف واصحاب الحدیث وغیر ذلک من کتب البیہقی)

۱۰: ابو حاتم الرازی (م ۲۷۷ھ)

امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے جہمیہ کی یہ نشانی بتائی کہ وہ اہل السنۃ کو مشبہ کہتے ہیں۔

(اصول الدین: ۳۸، تحقیقی مقالات ج ۲ ص ۲۳)

۱۱: الامام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ (م ۳۱۰ھ) (صریح السنۃ للطبری ص ۲۰)

۱۲: فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (م ۱۸۷ھ)

(حلیۃ الاولیاء ۸/۱۰۳، ۱۰۴، واسنادہ صحیح، تہذیب الآثار للطبری ۷/۴۴ ح ۱۹۷۵، [شاملہ] وسندہ صحیح)

۱۳: شیخ الاسلام ابو عثمان اسماعیل الصابونی رحمہ اللہ (م ۴۴۹ھ)

ملاحظہ ہو ان کی کتاب "عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث والرسالۃ فی اعتقاد اہل السنۃ واصحاب الحدیث والائمۃ۔

۱۴: ابن عبدالبر الاندلسی (م ۴۶۳ھ) (التمہید ۱/۲۰۸/۲۰۹ وغیر ذلک)

۱۵: خطیب بغدادی (شرف اصحاب الحدیث)

۱۶: ابو اسحٰق ابراہیم بن موسیٰ القرطبی (م ۷۹۱ھ) الاعتصام للشاطبی (ج ۱ ص ۶۱)

۱۷: حافظ ذہبی رحمہ اللہ (م ۷۴۸ھ) دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ج ۵ ص ۳۷۴)

۱۸: حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) مذاہب خمسہ مصنف مسعود احمد (ص ۳۹ بحوالہ فتح الباری ج ۱ ص ۲۸۱)

سنی کا نام: (۱) حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ایک شخص کے بارے میں کہا:

" الرازي السني الفقيه أحد أئمة السنة ." (سیر اعلام النبلاء ۱۰/۴۴۶)

زائدہ بن قدامہ رحمہ اللہ کو متعدد ائمہ نے "صاحب سنة" اور "من أهل السنة"

قرار دیا ہے، مثلاً دیکھئے تہذیب التہذیب (۲۶۴/۳)

(۴) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب میں عبدالملک بن قریب الاصمعی البصری کے بارے میں کہا: " صدوق سني "

محمدی المذہب: محمد بن عمر الداودی رحمہ اللہ امام الحافظ المفید محدث العراق ابن شاہین رحمہ اللہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ " وكان إذا ذكر له مذهب أحد، يقول: أنا محمدي المذهب ." جب ان سے کسی کے مذہب کا ذکر ہوتا، تو وہ فرماتے تھے کہ میں محمدی المذہب ہوں۔

(تاریخ بغداد للخطیب ۲۶۷/۱۱ وسندہ صحیح، ترجمۃ عمر بن احمد بن عثمان المعروف بابن شاہین)

خلاصہ: قرآن وحدیث اور ائمہ مسلمین کی متفقہ تصریحات سے معلوم ہوا کہ مسلمین کے اور بھی صفاتی نام ہیں جن سے انھیں پکارا گیا ہے، مثلاً اہل السنۃ، اہل الحدیث، سنی، محمدی المذہب اور حزب اللہ وغیرہ، لہٰذا مسعود صاحب کا یہ دعویٰ بالکل باطل و بلا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام صرف مسلم رکھا ہے۔

مسعود صاحب کے نزدیک ''مسلم'' نام کے علاوہ دوسرے سارے نام (مثلاً اہل السنۃ، اہل الحدیث، حزب اللہ وغیرہ) غیر صحیح و فرقہ ہیں اور ان کے نزدیک فرقہ بندی شرک، عذاب اور لعنت ہے۔ (مثلاً دیکھئے سٹیکر جماعت المسلمین یعنی فرقہ مسعودیہ)

لہٰذا ائمہ مسلمین مثلاً ابن سیرین تابعی رحمہ اللہ وغیرہ ان کے نزدیک دین اسلام سے خارج اور مشرک ٹھہرے۔ (معاذ اللہ)

فتنۂ تکفیر: فرقہ مسعودیہ والے انتہائی دیدہ دلیری کے ساتھ محدثین کی تکفیر کر رہے ہیں۔

عملی طور پر یہ نہ کسی مسلم کو سلام کرتے ہیں اور نہ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ ان کے نزدیک صرف وہی ''مسلم'' ہے جو ان کے فرقہ مسعودیہ (جماعت المسلمین رجسٹرڈ) میں شامل ہو اور مسعود صاحب کی بیعت کر چکا ہو۔ دوسرا شخص اپنے آپ کو لاکھ مسلم کہے مگر وہی ڈھاک کے تین پات۔

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((من صلّی صلاتنا و استقبل قبلتنا و أكل ذبيحتنا فذاك المسلم الذي له ذمة الله و ذمة رسوله .))
جو کوئی ہماری جیسی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہی ''مسلم'' ہے۔ جس کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول کا ذمہ ہے۔ (صحیح بخاری:۳۹۱)
بحث کا قطعی فیصلہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فادعوا بدعوى الله الذي سماكم المسلمين المؤمنين عباد الله .))
پس پکارو اس اللہ کی پکار کے ساتھ جس نے تمھارا نام مسلمین، مومنین، عباد اللہ رکھا ہے۔
(مسند ابی یعلی الموصلی ج ۳ ص ۱۴۲، صحیح ابن حبان ۸/۴۳)
اس سند کو ابن خزیمہ، حاکم اور ذہبی رحمہما اللہ نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔
(صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۳۰، المستدرک ۱/۴۲۱، ۱۱۷، ۲۳۶)

امام ترمذی نے فرمایا: '' هذا حديث حسن صحيح غريب '' (ح ۲۸۶۳)
یحییٰ بن ابی کثیر نے ابو یعلیٰ وغیرہ کی سندوں میں سماع کی بھی تصریح کی ہے۔
فرقہ کی بحث: فرقہ کا اطلاق اہل الحق پر بھی ہوتا ہے اور اہل الباطل پر بھی، مگر مسعود صاحب مطلقاً کہتے ہیں: ''فرقہ بندی شرک ہے۔'' !!
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يكون في أمتي فرقتان فيخرج من بينهما مارقة يلي قتلهم أولاهم بالحق .)) میری امت میں دو فرقے ہوں گے پھر اُن میں سے ایک مارقہ (گمراہ فرقہ، خوارج کا گروہ) نکلے گا جس سے وہ (فرقہ) قتال کرے گا جو حق کے زیادہ قریب ہوگا۔
(صحیح مسلم: ۱۰۶۵، دارالسلام: ۲۴۵۹)

اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
((تفترق أمتي فرقتين فتمرق بينما مارقة يقتلها أولى الطائفتين بالحق .))
میری امت دو فرقے ہو جائے گی اور ان کے درمیان ایک خارجی جماعت نکلے گی (یعنی

مارقہ) اس مارقہ کو (دونوں فرقوں میں سے) جو حق سے زیادہ قریب ہو گا قتل کرے گا۔ (مسند ابی یعلی الموصلی ج ۲ ص ۲۹۹ ح ۱۳۴۵، واسنادہ صحیح، واخرجہ ابن حبان فی صحیحہ ۸/ ۲۵۹، واحمد ۳/ ۷۹ ح ۱۱۳۲۶)

یہ دونوں فرقے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فرقے (گروہ) تھے اور ان کے درمیان خارجیوں کی جماعت نکلی تھی۔ اس ''جماعت'' کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی دونوں جماعتوں کو دو فرقے قرار دیا، لہٰذا معلوم ہوا کہ مسلمین کی جماعت کو ''فرقہ'' بھی کہا گیا ہے۔ یعنی ناجی فرقہ، اور یہ دونوں فرقے حق پر تھے۔

تلزم جماعۃ المسلمین وامامہم

فرقہ مسعودیہ کے بانی مسعود صاحب اس حدیث کا مصداق اپنے آپ کو ٹھہرا رہے ہیں، یعنی ''جماعت المسلمین'' سے مراد ان کی نوزائیدہ جماعت اور ''امام'' سے مراد وہ خود ذات شریف ہیں، پھر اس جماعت کو انھوں نے طاغوت کی حکومت سے ایک سے زیادہ بار رجسٹرڈ بھی کرایا ہے۔

جناب فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ الدامانوی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ''فرقہ جدیدہ'' میں مسعود صاحب کا یہ طلسم توڑ دیا ہے اور دلائل و براہین قاطعہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ ''جماعۃ المسلمین'' سے مراد مسلمین کی حکومت و امارت ہے اور ''امام'' سے مراد خلیفہ و سلطان ہے۔ ظاہر ہے کہ مسعود صاحب کا فرقہ نہ تو حکومت و امارت پر مشتمل ہے اور نہ خلیفہ و سلطان پر، لہٰذا وہ اس حدیث کا مصداق نہیں ہے۔

مختصر اً عرض ہے کہ اہل علم کا اس پر اتفاق (اجماع) ہے کہ اس ''جماعت'' سے مراد مسعود صاحب کی جماعت نہیں ہے۔ بلکہ یا تو امارت و حکومت والی سیاسی جماعت ہے یا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل الحق (یعنی اہل الحدیث) کی جماعت۔

امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کو ''قتال اہل البغی'' میں لائے ہیں۔ (السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۵۶)

جس سے معلوم ہوا کہ بیہقی کے نزدیک بھی اس حدیث کا تعلق سیاسی امور سے ہے، ورنہ جماعت کے نہ ہونے کا کیا مطلب ہے۔ جب کہ امت کا ایک طائفہ (یعنی اہل الحق کی جماعت) قیامت تک ہمیشہ بغیر انقطاع باقی رہے گا۔ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے بھی اس سے مراد ''امیر'' قرار دیا ہے۔ یعنی حکومت کا امیر۔

((**تلزم جماعة المسلمين و إمامهم .**)) مسلمانوں کی جماعت اور اُن کی امام کو لازم پکڑلو، کی تشریح میں عرض ہے کہ جماعت المسلمین سے مراد خلافت المسلمین اور إمامھم سے مراد خلیفتھم (یعنی خلیفہ) ہے۔ اس تشریح کی دو دلیلیں درج ذیل ہیں:

۱: (سبیع بن خالد) الیشکری رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) کی سند سے روایت ہے کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((**فإن لم تجد يومئذ خليفةً فاهرب حتى تموت ...**)) پھر اگر تم ان ایام میں کوئی خلیفہ نہ پاؤ تو بھاگ جاؤ حتیٰ کہ مر جاؤ۔

(سنن ابی داود: ۴۲۴۷، وسندہ حسن، مسند ابی عوانہ ۴/ ۴۲۰ ح ۷۱۶۸ شاملہ)

اس حدیث کے راویوں کی مختصر توثیق درج ذیل ہے:

(۱) سبیع بن خالد الیشکری رحمہ اللہ

انھیں ابن حبان، امام عجلی، حاکم، ابو عوانہ اور ذہبی نے ثقہ و صحیح الحدیث قرار دیا اور اس زبردست توثیق کے بعد انھیں مجہول یا مستور کہنا غلط ہے۔

تنبیہ: اس توثیق کے مقابلے میں سبیع بن خالد رحمہ اللہ پر کوئی قابلِ ذکر جرح موجود نہیں ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۳۴۵۔ ۳۵۰)

(۲) صخر بن بدر العجلی رحمہ اللہ

انھیں ابن حبان اور ابو عوانہ نے ثقہ و صحیح الحدیث قرار دیا اور اس توثیق کے بعد شیخ البانی کا انھیں مجہول قرار دینا غلط ہے۔

(۳) ابو التیاح یزید بن حمید رحمہ اللہ

صحیحین و سنن اربعہ کے راوی اور ثقہ ثبت تھے۔

(۴) عبدالوارث بن سعید رحمہ اللہ
صحیحین وسنن اربعہ کے راوی اور ثقہ ثبت تھے۔

(۵) مسدد بن مسرہد رحمہ اللہ
صحیح بخاری وغیرہ کے راوی اور ثقہ حافظ تھے۔

ثابت ہوا کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے اور قتادہ (ثقہ مدلس) کی عن نصر بن عاصم عن سبیع بن خالد والی روایت صخر بن بدر کی حدیث کا شاہد ہے، جو کہ مسعود احمد بی ایس سی کے ''اصولِ حدیث'' کی رُو سے سبیع بن خالد رحمہ اللہ تک صحیح ہے۔

(دیکھئے سنن ابی داود: ۴۲۴۴ وصحیح الحاکم ۴/۴۳۲۔۴۳۳ ووافقہ الذہبی)

اس حسن روایت سے ثابت ہوا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں امام سے مراد خلیفہ ہے اور یاد رہے کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے، لہٰذا اس حدیث سے ''جماعت المسلمین'' اور ان کے امام، یعنی خلیفہ کی بحث کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے۔

فائدہ: امام عجلی ثقہ امام اور معتدل تھے، آپ کو متساہل قرار دینا غلط ہے۔

(دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۳۵۱۔۳۵۴)

۲: حافظ ابن حجر العسقلانی نے ''تلزم جماعة المسلمين و إمامهم'' کی تشریح میں فرمایا: '' قال البيضاوي : المعنى إذا لم يكن في الأرض خليفة فعليك بالعزلة و الصبر على تحمل شدة الزمان و عض أصل الشجرة كناية عن مكابدة المشقة .'' (قاضی) بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) نے فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ اگر زمین میں خلیفہ نہ ہو تو تم (سب سے) علیحدہ ہو جانا اور زمانے کی سختیوں پر صبر کرنا۔ درخت کی جڑ چبانے کے اشارے سے مراد مصیبتیں برداشت کرنا ہے۔ (فتح الباری ۱۳/۳۶ بحوالہ مکتبہ شاملہ)

حافظ ابن حجر نے محمد بن جریر بن یزید الطبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) سے نقل کیا کہ ''والصواب أن المراد من الخبر لزوم الجماعة الذين في طاعة من اجتمعوا على تأميره فمن نكث بيعته خرج عن الجماعة ، قال : و في الحديث أنه

متى لم يكن للناس إمام فافترق الناس أحزابًا فلا يتبع أحدًا في الفرقة و يعتزل الجميع إن استطاع ذلك ... " اور صحیح یہ ہے کہ (اس) حدیث سے مراد اس جماعت کو لازمی پکڑنا ہے جو اس (امام) کی امارت پر جمع ہوتے ہیں، پس جس نے اپنی بیعت توڑ دی وہ جماعت سے خارج ہو گیا۔ فرمایا: اور حدیث میں (یہ بھی) ہے کہ اگر لوگوں کا امام (امیر بالا جماع) نہ ہو اور لوگوں نے پارٹیاں بنا رکھی ہوں تو دورِ اختلاف میں کسی ایک کی اتباع نہ کرے اور اگر طاقت ہو تو تمام (پارٹیوں) سے علیحدہ رہے۔

(فتح الباری ۱۳/۳۶ شاملہ)

شارح صحیح البخاری علامہ علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال القرطبی (متوفی ۴۴۹ھ) نے فرمایا: " و فيه حجة لجماعة الفقهاء في وجوب لزوم جماعة المسلمين و ترك القيام على أئمة الجور " اور اس (حدیث) میں جماعت فقہاء کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کو لازمی پکڑنا چاہئے اور ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج نہیں کرنا چاہئے۔ (شرح صحیح بخاری لابن بطال ۱۰/۳۳ شاملہ)

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے ایک ٹکڑے کی تشریح میں فرمایا:

" وهو كناية عن لزوم جماعة المسلمين و طاعة سلاطينهم ولو عصوا " اور یہ اشارہ ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کو لازمی پکڑا جائے اور مسلمانوں کے سلاطین (حکمرانوں) کی اطاعت کی جائے، اگرچہ وہ نافرمانیاں کریں۔ (فتح الباری ۱۳/۳۶ شاملہ)

شارحینِ حدیث (ابن جریر طبری، قاضی بیضاوی، ابن بطال اور حافظ ابن حجر) کی ان تشریحات (فہم سلف صالحین) سے ثابت ہوا کہ حدیث مذکور (تلزم جماعة المسلمين و إمامهم) سے مروجہ جماعتیں اور پارٹیاں (مثلاً مسعود احمد بی ایس سی کی جماعت المسلمین رجسٹرڈ) مراد نہیں بلکہ مسلمین (مسلمانوں) کی متفقہ خلافت اور اجماعی خلیفہ مراد ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ " من مات و ليس له إمام مات ميتة جاهلية " جو شخص فوت ہو جائے اور اس کا امام (خلیفہ) نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

(صحیح ابن حبان ۱۰/۴۳۴ ح ۴۵۷۳ وھو حدیث حسن)

اس حدیث کی تشریح میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا:
کیا تجھے پتا ہے کہ (اس حدیث میں) امام کسے کہتے ہیں؟ (امام اسے کہتے ہیں) جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو جائے (اور) ہر آدمی یہی کہے کہ یہ امام (خلیفہ) ہے۔
پس اس حدیث کا یہی معنی ہے۔ (سوالات ابن ہانی: ۲۰۱۱، تحقیقی مقالات ۱/۴۰۳)

اس تشریح سے بھی یہی ثابت ہے کہ "و إمامهم" سے مراد وہ امام (خلیفہ) ہے، جس کی خلافت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہو اور اگر کسی پر پہلے سے ہی اختلاف ہو تو وہ اس حدیث میں مراد نہیں ہے، لہٰذا فرقۂ مسعودیہ ("جماعت المسلمین رجسٹرڈ") کا اس حدیث سے اپنی خود ساختہ ونوزائدہ فرقی مراد لینا غلط، باطل اور بہت بڑا فراڈ ہے۔
آپ ان لوگوں سے پوچھیں کہ کیا کسی ثقہ وصدوق امام، محدث، شارح یا عالم نے زمانۂ خیر القرون، زمانۂ تدوینِ حدیث اور زمانۂ شارحین حدیث (پہلی صدی سے نویں صدی ہجری تک) میں اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جماعت المسلمین سے خلافت مراد نہیں اور امامہم سے خلیفہ مراد نہیں، بلکہ کاغذی رجسٹرڈ جماعت اور اس کا کاغذی۔بے اختیار امیر مراد ہے؟ اگر اس کا کوئی ثبوت ہے تو پیش کریں، ورنہ عامۃ المسلمین کو گمراہ نہ کریں۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے محترم ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ کی کتاب: "الفرقة الجديدة"

(ملنے کا پتا: ڈاکٹر ابو جابر دامانوی حفظہ اللہ بلاک ۳۸ مکان ۶۴۷ کیماڑی۔ کراچی، پوسٹ کوڈ: 75620)

اہل السنۃ پر مسعود صاحب کے چند بچگانہ اعتراضات

مذاہب خمسہ نامی کتابچہ میں ص ۳۲ پر مسعود صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ نماز میں "اللّٰهم إني أعوذبك من عذاب جهنم ..." کا پڑھنا فرض ہے۔ اور صلوٰۃ الرسول ص ۲۷۸ سے حکیم محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ کی ایک عبارت سے یہ نتیجہ اخذ کر کے کہ "دعائے مذکورہ کا پڑھنا ضروری نہیں" اہل السنۃ (اہلِ حدیث) کو مطعون کرنے کی مکروہ

کوشش کی ہے۔

جواب (۱): محترم حکیم محمد صادق صاحب رحمہ اللہ کی ہر بات اہلِ حدیث لئے حجت نہیں ہے اور نہ کوئی اہلِ حدیث ان کی ہر بات کو حجت سمجھتا ہے، لہٰذا اعتراض سرے سے ہی ختم ہو گیا۔

جواب (۲): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**ثم لیتخیر من الدعاء أعجبه إلیه فیدعوا**)) یعنی پھر آدمی اپنے لئے کوئی دعا پسند کرے اور وہی مانگے۔

(صحیح بخاری: ۸۳۵، صحیح مسلم: ۴۰۲)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے تو نمازی کو اختیار دیا ہے مگر مسعود صاحب اس اختیار کو سلب کر رہے ہیں۔

جواب (۳): امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے:

" **باب مایتخیر من الدعاء بعد التشهد و لیس بواجب** " تشہد کے بعد جو دعا بھی پسند ہو پڑھ سکتا ہے اور دعا کا پڑھنا واجب نہیں ہے۔ (صحیح بخاری قبل ح ۸۳۵)

اگر مسعود صاحب بالقابہ کوئی فتویٰ لگاتے ہیں تو ان کے فتویٰ کی زد میں امام بخاری رحمہ اللہ بھی آجاتے ہیں۔ (ہم مسلمین کی تکفیر سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں)

جواب (۴): فرض کریں کہ حکیم محمد صادق اور امام بخاری رحمہما اللہ کو غلطی لگی، تو یہ ان کی اجتہادی غلطی ہے۔ اہل الحدیث کے نزدیک معیارِ حق اور حجت دو چیزیں ہیں:

(۱) قرآن مجید

(۲) صحیح احادیث

تنبیہ: قرآن مجید اور صحیح احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجماعِ امت بھی شرعی دلیل اور حجت ہے، نیز اجتہاد کا جواز بھی ثابت ہے اور آثارِ سلف صالحین سے استدلال بہترین اجتہاد ہے۔

اسی طرح مسعود صاحب اور ان کی پارٹی نے رسوائے زمانہ رسالچہ "المسلم" نامی

(برعکس نام نہند زنگی کافور) میں اہل الحدیث والآثار (یعنی محدثین اوران کے ساتھیوں) پر دستور المتقی نامی کتاب سے الزام تراشی کررکھی ہے۔

حالانکہ اہلِ حدیث کے نزدیک دستور المتقی نہ قرآن ہے اور نہ مجموعہ صحیح احادیث، لہٰذا اس کتاب کا ہر حوالہ اہلِ حدیث کے خلاف حجت نہیں ہے۔ اِس میں قرآن مجید کی جو آیات اور جو صحیح احادیث ہیں وہ حجت ہیں۔ اس کے مصنف کی ذاتی آراء کسی اہلِ حدیث کے نزدیک بھی حجت نہیں ہیں، لہٰذا اہلِ حدیث کیوں مطعون کیا جارہا ہے؟

مسعود صاحب کی ان طفلانہ حرکتوں سے کسے فائدہ پہنچے گا؟ کیا وہ محدثین کے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط نہیں کررہے ہیں؟

مثلاً: اہل الحدیث کا نام ان کے نزدیک بدعت ہوا، لہٰذا ان کے اصول پر امام بخاری وغیرہ بدعتی ٹھہرے کیونکہ انھوں نے یہ نام استعمال کیا۔ معاذ اللہ

یہ بدعت کی تان، کہاں جا ٹوٹتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبے کے دوران فرمایا: میرے رب نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تمھیں وہ سکھا دوں جس سے تم ناواقف ہو (وہ فرماتا ہے:) میں نے اپنے تمام بندوں کو حنفاء (حنیف کی جمع) پیدا کیا ہے۔ مگر شیاطین ان کے پاس آکر انھیں بہکاتے ہیں اور جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال کی ہیں، انھیں ان کے لئے حرام قرار دیتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶۵، دارالسلام: ۷۲۰۷)

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان بہکانے والے شیاطین سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اور اہل الحدیث (یعنی محدثین) کو اس دنیا میں سیاسی غلبہ دے کر ان کی جماعت المسلمین اور ان کا امام یعنی خلیفہ قائم کردے۔ آمین

تنبیہ: یہ مضمون پہلے ''الفرقۃ الجدیدۃ'' کے شروع میں شائع ہوا تھا اور اب اصلاح، ترمیم وفوائد زائدہ کے ساتھ اسے دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔ والحمد للہ

(۶/ اکتوبر ۲۰۱۱ء)

نماز سے متعلق بعض مسائل

نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سراً یا جہراً؟

اللہ تعالیٰ نے ہر مکلف مسلمان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں:

نمازِ فجر، نمازِ ظہر، نمازِ عصر، نمازِ مغرب اور نمازِ عشاء

نمازِ ظہر، نمازِ عصر، نماز مغرب کی آخری رکعت اور نمازِ عشاء کی آخری دو رکعتوں میں سری یعنی آہستہ آواز سے خفیہ قراءت کی جاتی ہے اور ان رکعات میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھنے پر اہلِ حدیث اور حنفیہ، نیز دیوبندیہ و بریلویہ سب کا اتفاق ہے۔

نمازِ فجر، نمازِ مغرب کی پہلی دو رکعتوں اور نمازِ عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں جہری یعنی اونچی آواز سے قراءت کی جاتی ہے اور ان رکعات میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ یا بلند آواز سے پڑھنے میں علمائے کرام کے درمیان اختلاف ہے۔

ا: امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن المبارک اور امام احمد بن حنبل وغیرہم رحمہم اللہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سراً پڑھنے کے قائل تھے۔ (دیکھئے سنن الترمذی: ۲۴۴)

۲: امام شافعی رحمہ اللہ (جہری نماز میں) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہراً پڑھنے کے قائل تھے۔

(دیکھئے سنن الترمذی: ۲۴۵)

اہلِ حدیث کے نزدیک دونوں طرح عمل جائز ہے اور عام طور پر سراً پڑھنا بہتر ہے۔

(دیکھئے ہدیۃ المسلمین ص ۳۷۔۳۸ ح ۱۳)

نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہراً پڑھنے کے جواز کے چند دلائل درج ذیل ہیں:

ا: سیدنا عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی: " فجهر ببسم الله الرحمن الرحيم " تو آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر کے ساتھ پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۱۲ ح ۴۱۵۷، شرح معانی الآثار ۱/ ۱۳۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۴۸)

اس کی سند صحیح ہے۔ (دیکھئے ہدیۃ المسلمین ص ۳۷)

۲: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بالجہر ثابت ہے۔

(جزء الخطیب وصححہ الذھبی فی مختصر الجہر بالبسملۃ ص ۱۸۰ ح ۴۱)

۳: سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بالجہر ثابت ہے۔ (جزء الخطیب وصححہ الذھبی فی مختصر الجہر بالبسملۃ ص ۱۸۰ ح ۴۱ ولہ شاھد صحیح عند ابن ابی شیبۃ ۱/۴۱۲ ح ۴۱۷۷ شاملۃ)

۴: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔ الخ

(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/۴۱۲ ح ۴۱۵۵ وسندہ صحیح، باب: من کان یجھر بھا)

اس موقوف روایت کو حافظ بیہقی نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے السنن الکبریٰ ۲/ ۴۸)

۵: امام نعیم المجمر رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی پھر سورۃ فاتحہ پڑھی اور سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: میں تم سب سے زیادہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ ہوں۔

(صحیح ابن خزیمہ ۱/ ۲۵۱ ح ۴۹۹، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۷۹۴)

اس موقوف و مرفوع حدیث کی سند صحیح ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ کا سعید بن ابی ہلال کے اختلاط کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

خالد بن یزید کی سعید بن ابی ہلال سے احادیث صحیحین میں بطورِ حجت موجود ہیں اور کسی محدث نے خاص اس سلسلۂ سند پر کوئی جرح نہیں کی لہٰذا ثابت ہوا کہ خالد بن یزید کی سعید بن ابی ہلال سے حدیث قبل از اختلاط ہے۔ (نیز دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح)

اس حدیث کو درج ذیل محدثین نے صحیح قرار دیا ہے:

(۱) ابن خزیمہ (۲) ابن حبان (۳) ابن الجارود (۴) دارقطنی (۵) حاکم (۶) ذہبی (۷) بیہقی (۸) خطیب بغدادی اور (۹) حافظ ابن حجر وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین۔

اصولِ حدیث کی رُو سے صحیح اور جمہور محدثین کے نزدیک بھی صحیح حدیث پر شیخ البانی رحمہ اللہ کی جرح غلط ہے۔

فائدہ: اس حدیث پر حافظ ابوحاتم ابن حبان نے ''**ذکر ما یستحب للإمام أن یجهر بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم عند ابتداء قراءة فاتحة الکتاب**'' کا باب باندھا ہے۔

(الاحسان ۵/۱۰۰ ح ۱۷۹۷، التقاسیم والانواع ۳/ لوحہ ۲۰۷)

امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم

مری (شہر) سے تحمل حسین صاحب نے ایک چار ورقی پمفلٹ:
''امام کے پیچھے قراءت کرنے کا حکم'' بھیجا ہے، جسے کسی محمد عطاء الرحمٰن سلہٹی دیوبندی نے لکھا ہے اور محمد رفیع عثمانی دیوبندی نے اس پمفلٹ کی تصدیق کی ہے۔

سلہٹی نے لکھا ہے: ''امام کے پیچھے مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے سے اختلاف ہے، بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو درست مانتے تھے جبکہ اکثر اور جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم درست نہیں مانتے تھے، پھر یہ اختلاف تابعینؒ، تبع تابعین اور ائمۂ مجتہدین میں بھی منتقل ہوا، اور وہی اختلاف آج تک چلا آ رہا ہے۔''

عرض ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا یا پڑھانا (قولاً یا فعلاً) درج ذیل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے:

۱: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۳۹۵، جزء القراءۃ للبخاری: ۷۳، ۲۸۳)

۲: سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۷۵ ح ۳۷۷۰، احسن الکلام ج ۲ ص ۱۴۲)

۳: سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (المستدرک للحاکم ۱/ ۲۳۹ ح ۸۷۳ وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی)

۴: سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ

(جزء القراءۃ: ۵۷، ۱۰۵، وحسنہ النیموی التقلیدی فی حاشیۃ آثار السنن: ۳۵۸)

۵: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ (سنن ابن ماجہ: ۸۴۳ وقال البوصیری: ''ھذا إسناد صحیح'')

۶: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۷۵ ح ۳۷۷۳ وصححہ البیہقی فی کتاب القراءت: ۳۳۶)

۷: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (کتاب القراءت للبیہقی: ۲۳۱ وسندہ حسن)

۸: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۱۵ وقال: "ھذا الإسناد صحیح")

۹: سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (جزء القراءۃ: ۵۲ وسندہ حسن)

۱۰: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۸۷ ح ۵۷۲)

۱۱: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (کتاب الثقات لابن حبان ۵/ ۵۸)

ان کے مقابلے میں کسی ایک صحابی سے فاتحہ خلف الامام کی ممانعت ثابت نہیں، صرف سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے کہ "جس نے سورۂ فاتحہ کے بغیر ایک رکعت پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی، اِلا یہ کہ امام کے پیچھے ہو" (موطأ امام مالک وسنن ترمذی ج ۱ ص ۷۱)

یہ قول خود سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے اپنے قول وعمل کے مخالف ہونے کی وجہ سے منسوخ ہے۔

جن بعض آثار میں امام کے ساتھ قراءت سے منع کیا گیا ہے، اُن سے مراد یہ ہے کہ امام کے ساتھ جہری قراءت نہ کی جائے، رہی فاتحہ خلف الامام کی سری قراءت تو یہ ان آثار کی رُو سے ممنوع نہیں ہے۔

درج ذیل تابعین عظام رحمہم اللہ اجمعین سے فاتحہ خلف الامام پڑھنا یا پڑھانا (قولاً یا فعلاً) ثابت ہے:

۱: سعید بن جبیر رحمہ اللہ (جزء القراءۃ: ۲۷۳ وسندہ حسن، کتاب القراءت: ۲۳۷)

۲: حسن بصری رحمہ اللہ (کتاب القراءت: ۲۴۲، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۱۷۱، وسندہ صحیح)

۳: عامر الشعبی رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۷۴، ۳۷۵ ح ۳۷۶۴، ۳۷۷۲ وسندہ صحیح)

۴: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۷۳ ح ۳۷۵۰ وسندہ صحیح)

۵: ابو الملیح اسامہ بن عمیر رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۷۵ ح ۳۷۶۸، وسندہ صحیح)

۶: عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ (موطأ امام مالک ۱/ ۸۵ ح ۱۸۶، وسندہ صحیح)

۷: قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ (موطأ امام مالک ۱/ ۸۵ ح ۱۸۷، وسندہ صحیح)

۸: نافع بن جبیر بن مطعم رحمہ اللہ (موطأ امام مالک ۱/ ۸۵ ح ۱۸۷، وسندہ صحیح)

۹: حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۷۴/۱ ح ۳۷۶۶)

۱۰: مکحول رحمہ اللہ (کتاب القراءت: ۲۴۶ وسندہ حسن)

تفصیل کے لئے دیکھئے (۱) نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبخاری (۲) اور الکواکب الدریہ فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی الصلوٰۃ الجہریہ

مشہور محدث امام ترمذی رحمہ اللہ نے فاتحہ خلف الامام کے بارے میں لکھا ہے:

''و العمل علی هذا الحدیث في القراءة خلف الإمام عند أكثر أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ و التابعین'' اور (فاتحہ خلف الامام کی) اس حدیث پر امام کے پیچھے قراءت کرنے میں اکثر صحابہ اور تابعین کا عمل ہے۔

(ج ۱ ص ۷۰۔۷۱ ح ۳۱۱، مع العرف الشذی)

ثابت ہوا کہ سلہٹی صاحب نے یہ لکھ کر غلط بیانی کی ہے کہ ''اکثر اور جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم درست نہیں مانتے تھے'' اور غلط بیانی کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ سلہٹی صاحب نے اپنے استدلال میں ایک آیت، پانچ احادیث و آثار اور کچھ بے سند اقوال پیش کئے ہیں، جن پر تبصرہ درج ذیل ہے:

۱) جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رکھو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم ہو۔

(سورۃ الاعراف: ۲۰۴)

عرض ہے کہ صحابۂ کرام اور تابعین عظام نے اس آیتِ کریمہ سے فاتحہ خلف الامام کی ممانعت پر استدلال نہیں کیا، بلکہ جمہور صحابہ و تابعین کا فاتحہ خلف الامام پڑھنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیت مبارکہ کا تعلق فاتحہ خلف الامام سے نہیں ہے۔

دوم: مشہور مفسرِ قرآن امام قرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۱ھ) نے لکھا ہے کہ آیتِ مذکورہ کا مقصود مشرکین ہیں (لہٰذا اس میں فریقِ مخالف کے لئے کوئی حجت نہیں) دیکھئے تفسیر قرطبی (ج ۱ ص ۱۲۱، الباب الثانی: العاشرۃ)

سوم: دیوبندیوں کے مشہور عالم اور ان کے ''حکیم الامت'' اشرف علی تھانوی صاحب نے

فرمایا: ''میرے نزدیک : اذا قرئ القرآن فاستمعوا۔ جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو۔ تبلیغ پر محمول ہے اس جگہ قرأت فی الصلوٰۃ مراد نہیں۔ سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے تو اب ایک مجمع میں بہت آدمی مل کر قرآن پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔''

(ملفوظات حکیم الامت ج ۲۶ ص ۳۳۸ واللفظ لہ، الکلام الحسن ج ۲ ص ۲۱۲)

چہارم: بہبودی (حضرو ضلع اٹک) کے رہنے والے قاری سعید الرحمٰن دیوبندی نے اپنے والد عبدالرحمٰن کاملپوری دیوبندی سے روایت کیا، کاملپوری نے تھانوی دیوبندی سے نقل کیا: تھانوی نے ایسی جگہ (جہاں جمعہ کی اکثر شرائط عندالحنفیہ مفقود ہوں) نمازِ جمعہ پڑھنے والے کے بارے میں فرمایا:

''ایسے موقعہ پر فاتحہ خلف الامام پڑھ لینا چاہیئے تاکہ امام شافعیؒ کے مذہب کے بنا پر نماز ہو جائے'' (دیکھئے تجلیات رحمانی طبع اول ص ۲۳۲، طبع دوم ص ۳۳۸)

جب نمازِ جمعہ کی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا صحیح ہے تو ثابت ہوا کہ جہری اور سری ہر نماز میں فاتحہ خلف الامام پڑھنا صحیح ہے اور آیتِ مذکورہ سے سلہٹی، محمد رفیع عثمانی، عبدالرؤف دیوبندی اور اصغر علی ربانی وغیرہم کا استدلال باطل ہے۔

اب سلہٹی صاحب کی پیش کردہ احادیث و آثار پر تبصرہ پیشِ خدمت ہے:

۱) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور جب وہ (امام) قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ (بحوالہ صحیح مسلم)

یہ حدیث اور فقرہ نمبر ۴ میں آنے والی روایت دونوں ایک ہی حدیث ہیں، لہٰذا استدلال مذکور کے جواب کے لئے فقرہ نمبر ۴ کا مطالعہ کریں۔

۲) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ ظہر پڑھائی تو ایک صحابی نے آپ کے پیچھے سورۂ اعلیٰ پڑھنا شروع کی تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا پھر فرمایا: ''بے شک میں گمان کر رہا تھا کہ تم میں سے کسی نے میری قراءت میں خلل اور رکاوٹ ڈالی ہے'' (بحوالہ صحیح مسلم)

عرض ہے کہ اس حدیث پر علامہ نووی رحمہ اللہ نے "باب نهي المأموم عن جهره بالقراءة خلف إمامه" اپنے امام کے پیچھے مقتدی کا جہراً قراءت کرنا منع ہے، کا باب باندھا ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم مع شرح النووی ج ۱ ص ۱۷۲)

ثابت ہوا کہ مقتدی صحابی رضی اللہ عنہ نے جہراً سورۃ الاعلیٰ پڑھی تھی اور حدیث مذکور کی وجہ سے اہلِ حدیث کے نزدیک بھی امام کے پیچھے لقمہ دینے کے علاوہ جہری قراءت ممنوع ہے، لہٰذا حدیث مذکور سے سلہٹی صاحب کا استدلال غلط ہے۔

۴) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جس شخص کا کوئی امام ہو تو اس شخص کی قراءت کے لئے امام کی قراءت کافی ہے۔"
(مسند احمد بن منیع، موطأ محمد بن الحسن، طحاوی اور دارقطنی بحوالہ آثار السنن)

عرض ہے کہ چاروں حوالوں کی روایات کی تحقیق درج ذیل ہے:

۱: مسند احمد بن منیع کی روایت مذکورہ میں سفیان ثوری اور شریک القاضی دونوں راوی مدلس ہیں اور یہ روایت عن سے ہے۔
دیکھئے اتحاف الخیرۃ المہرۃ للبوصیری (ج ۲ ص ۲۲۵ ح ۱۵۶۷)

اور اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ مدلس راوی (جس کا مدلس ہونا ثابت ہو) کی عن والی روایت (بخاری و مسلم کے علاوہ دوسری کتابوں میں) ضعیف ہوتی ہے، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

۲: موطأ محمد بن الحسن کا راوی ابن فرقد الشیبانی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔ (مثلاً دیکھئے لسان المیزان للحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ ج ۵ ص ۱۲۱۔۱۲۲)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: "ليس بشيء ولا يكتب حديثه"
وہ کوئی چیز نہیں اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ (الکامل لابن عدی ۶/۲۱۸۳ وسندہ صحیح)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: "ليس بشيء و لا تكتب حديثه"
وہ کوئی چیز نہیں اور تم اس کی حدیث نہ لکھو۔ (تاریخ بغداد ۲/۱۸۰۔۱۸۱، وسندہ حسن)

امام ابو حفص عمرو بن علی الفلاس رحمہ اللہ نے فرمایا: "ضعيف" (تاریخ بغداد ۲/۱۸۱، وسندہ صحیح)

محدثین کی ان غیر جانبدار گواہیوں کے بعد کس میں ہمت ہے کہ ابن فرقد کی روایت سے استدلال کرتا پھرے؟!

قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم (جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد تھے) نے فرمایا:
اس کذاب یعنی محمد بن الحسن سے کہو، یہ جو مجھ سے روایتیں بیان کرتا ہے کیا اس نے سنی ہیں؟
(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۸۰، وسندہ حسن)

۳: طحاوی والی روایات میں عبداللہ بن شداد کا استاد "رجل من أهل البصرة" صحابی نہیں، بلکہ کوئی مجہول شخص ہے۔

۴: دارقطنی والی روایت پر خود امام دارقطنی رحمہ اللہ نے جرح کر رکھی ہے۔ ان چار ضعیف روایات کو نیموی تقلیدی کا "و هذا حديث صحيح" کہنا غلط اور تقلیدی تعصب ہے۔

٤) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
لہٰذا جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب امام قراءت کرے تو خاموش رہو۔
(بحوالہ سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ و مسند احمد/ آثار السنن)

عرض ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فاتحہ خلف الامام کا جہری نماز میں حکم ثابت ہے، مثلاً سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب امام سورۂ فاتحہ پڑھے تو تم بھی پڑھو اور اس سے پہلے ختم کر لو۔ (جزء القراءۃ)

اس روایت کے بارے میں نیموی تقلیدی نے لکھا ہے:

"و إسناده حسن" اور اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن ص ۱۰۶ حدیث ۳۵۸)

حنفیہ کا یہ اصول ہے کہ اگر راوی اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دے تو وہ روایت منسوخ ہوتی ہے، لہٰذا مذکورہ بالا حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فتوے کی رُو سے منسوخ ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ فقرہ نمبر ۱ میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی منسوخ ہے۔

۵) ''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کے لئے امام کی قراءت کافی ہے اور جب اکیلے نماز پڑھے تو چاہئے کہ وہ خود قراءت کرے۔ نافع نے فرمایا: ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے نماز میں قراءت نہیں کرتے تھے۔'' (ملخصاً)

عرض ہے کہ صحیح ابن خزیمہ (ج ا ص ۲۸۷ ح ۵۷۲) میں حسن لذاتہ سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فاتحہ خلف الامام پڑھنا ثابت ہے، لہٰذا یہ روایت منسوخ ہے۔

سلہٹی صاحب نے آٹھویں صدی کے حنفی عالم عینی کی عمدۃ القاری سے نقل کیا ہے کہ ''امام کے پیچھے نماز میں قراءت نہ کرنے کا مسلک تقریباً اسی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے... (۲) حضرت ابوبکر صدیقؓ (۲) حضرت عمر فاروقؓ (۳) حضرت عثمان غنیؓ ...''

عرض ہے کہ یہ سارے اقوال بے سند اور مردود روایات میں ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں اور جن سے (مثلاً سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ) امام کے ساتھ قراءت کرنے کی ممانعت ثابت ہے، اس سے مراد لقمہ دینے کے علاوہ مقتدی کی جہری قراءت ہے، لہٰذا ایسے آثار سے فاتحہ خلف الامام کی سری قراءت کے خلاف استدلال غلط ہے۔

سیاسی پارٹیوں کا یہ طریقۂ واردات ہوتا ہے کہ اپنے ووٹروں کی بہت زیادہ تعداد بتاتے ہیں تاکہ عام لوگوں پر رعب قائم رہے۔ بالکل اسی طرح سلہٹی صاحب نے امام سعید بن جبیر وغیرہ تابعین اور امام اوزاعی وغیرہ ائمہ کی طرف امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے کا مسئلہ منسوب کیا ہے، حالانکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے ایک آدمی نے پوچھا: کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں؟ تو انھوں نے فرمایا: جی ہاں! اور اگرچہ تُو اس کی قراءت سن رہا ہو۔ (جزء القراءۃ: ۲۷۳ وسندہ حسن، نیز دیکھئے مقدمہ نصر الباری ص ۲۹)

امام اوزاعی رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۷ھ) نے فرمایا:

''يَحُقُّ عَلَى الْإِمَامِ أَنْ يَسْكُتَ سَكْتَةً بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الْأُوْلٰى اِسْتِفْتَاحِ الصَّلٰوةِ وَسَكْتَةً بَعْدَ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ، لِيَقْرَأَ مَنْ خَلْفَهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنْ لَمْ يُمْكِنْ : قَرَأَمَعَهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ إِذَا قَرَأَ بِهَا وَ أَسْرَعَ الْقِرَاءَةَ ثُمَّ اسْتَمَعَ .''

امام پر یہ (لازم و) حق ہے کہ وہ نماز شروع کرتے وقت، تکبیر اولیٰ کے بعد سکتہ کرے اور سورۂ فاتحہ کی قراءت کے بعد ایک سکتہ کرے تا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے سورۂ فاتحہ پڑھ لیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ (مقتدی) اسی کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھے اور جلدی پڑھ کر ختم کرے، پھر کان لگا کر سنے۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی: ص ۱۰۶ ح ۲۴۷ وسندہ صحیح)

امام اوزاعی رحمہ اللہ تو جہری نمازوں میں بھی سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور سلہٹی صاحب یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ امام کے پیچھے قراءت کے قائل نہیں۔!!

آخر میں سلہٹی صاحب نے حنفیت اور آلِ تقلید کی دس کتابوں کا ذکر چھیڑا ہے، لہٰذا عرض ہے کہ عوام کے لئے اس مسئلے میں راقم الحروف کی درج ذیل دو کتابیں کافی ہیں:

① نصر الباری ② الکواکب الدریہ

و ما علینا إلا البلاغ (۲۳/ فروری ۲۰۱۱ء)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور رفع یدین

امام ابوطاہر محمد بن عبدالرحمٰن المخلص نے فرمایا:

" **حدثنا يحيى قال : حدثنا عمرو بن علي قال: حدثنا ابن أبي عدي عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة أنه كان يرفع يديه في كل خفض و رفع و يقول :أنا أشبهكم صلاة برسول الله ﷺ .** "

ابوسلمہ (بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر (رکوع کے لئے) جھکتے وقت اور ہر (رکوع سے) اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے اور فرماتے: میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہوں۔

(المخلصیات ۲/۱۳۹ ح ۱۲۲۹، وسندہ حسن)

یحییٰ سے مراد امام یحییٰ بن محمد بن صاعد ہیں اور ان سے یہ روایت امام دارقطنی نے بھی کتاب العلل (۹/۲۸۳) میں بیان کی ہے۔

تنبیہ: بریکٹوں میں رکوع کا اضافہ جزء رفع الیدین للبخاری (ح ۲۲) اور صحیح بخاری (۷۳۶) وغیرہما کی احادیث صحیحہ کو مدِنظر رکھ کر کیا گیا ہے، نیز یاد رہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہی نماز تھی جو رسول اللہ ﷺ کی آخری نماز تھی۔

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ نماز پڑھی ہے، وہ رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کہتے اور جب رکوع کرتے [اور جب رکوع سے اٹھتے] (دیکھئے جزء رفع الیدین: ۲۲ وسندہ صحیح)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے اور بریکٹ کے الفاظ دوسرے قلمی نسخے سے لئے گئے ہیں۔ (رفع یدین کے مسئلے پر تفصیل کے لئے دیکھئے: نور العینین فی اثبات مسئلہ رفع الیدین)

الیاس گھمن کے ''بیس رکعات تراویح کے (۱۵) دلائل'' اور ان کے جوابات

محمد الیاس گھمن دیوبندی کے اشتہار: ''بیس رکعات تراویح کے دلائل'' یعنی پندرہ اشتہاری نمبروں کو سکین کرنے کے بعد ان کے مدلل جوابات علی الترتیب درج ذیل ہیں:

دلیل نمبر 1

قال الامام الحافظ حمزة بن يوسف السهمي حدثنا ابو الحسن علي بن محمد بن احمد القصري الشيخ الصالح حدثنا عبدالرحمن بن عبد المؤمن العبد الصالح قال: اخبرني محمد بن حميد الرازي حدثنا عمر بن هارون رحمه الله حدثنا ابراهيم بن الحناز عن عبد الرحمن عن عبد الملك بن عتيك عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه قال خرج النبي صلى الله عليه وسلم ذات ليلة في رمضان فصلى الناس اربعة وعشرين ركعة واوتر بثلاثة.

(تاریخ جرجان لابی قاسم حمزہ بن یوسف السہمی ص146)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کی ایک رات تشریف لائے۔ لوگوں کو چار رکعات فرض، بیس رکعات نماز (تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھائے۔

الجواب: اس روایت کا ایک راوی محمد بن حمید الرازی جمہور محدثین کے نزدیک مجروح ہے اور (امام) اسحاق کوسج نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں وہ کذاب تھا۔''

(امین اوکاڑوی کی کتاب: تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۲۲۴، نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۷۶ ص ۳۴۔۳۵)

اس کا دوسرا راوی عمر بن ہارون بھی جمہور کے نزدیک مجروح ہے۔

(دیکھئے نصب الرایہ ۱/ ۳۵۱، ۳۵۵، ۴/ ۲۷۳)

تنبیہ: الیاس گھمن نے ''چار رکعات فرض، بیس رکعات نماز...'' لکھ کر ترجمے میں بھی بددیانتی کی ہے۔

دلیل نمبر 2

قال الإمام الحافظ المحدث عبد الله بن محمد بن ابي شيبة حدثنا يزيد بن هارون قال انا ابراهيم بن عثمان عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس رضي الله عنهما ان رسول الله ﷺ كان يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص286، معجم کبیر طبرانی ج5 ص433)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان شریف میں بیس رکعات نماز (تراویح) اور وتر پڑھاتے تھے۔

الجواب: اس روایت کے بنیادی راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کے بارے میں قدوری حنفی نے لکھا ہے: ''قاضي واسط كذاب'' واسط کا قاضی کذاب ہے۔

(التجرید ۱/۲۰۳ فقرہ: ۶۳۲، الحدیث: ۷۶ ص ۳۸)

کذاب کی منفرد روایت موضوع ہوتی ہے، لہٰذا یہ روایت موضوع ہے۔

دلیل نمبر 3

عن ابي بن كعب رضي الله عنه ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه امر ابي بن كعب رضي الله عنه ان يصلي بالليل في رمضان فقال ان الناس يصومون النهار لا يحسنون ان يقرؤا فلو قرأت القرآن عليهم بالليل فقال: يا امير المؤمنين! هذا شيء لم يكن. فقال: قد علمت ولكنه احسن. فصلى بهم عشرين ركعة.

(اتحاف الخیرۃ المہرۃ و المطالب العالیہ ج2 ص424)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی رات میں نماز (تراویح) پڑھاؤں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور (رات) قرأت (قرآن) اچھی نہیں کرتے۔ تو قرآن مجید کی رات کو تلاوت کرے تو اچھا ہے۔'' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے امیر المومنین! یہ تلاوت کا طریقہ پہلے نہیں تھا۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں جانتا ہوں لیکن یہ طریقہ تلاوت اچھا ہے۔'' تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائی۔

الجواب: اس گھمنی ''دلیل'' کے راوی ابوجعفر الرازی کی ربیع بن انس سے روایت میں بہت اضطراب ہوتا ہے۔ (کتاب الثقات لابن حبان ۴/ ۲۲۸)

اور یہ بھی اسی سند سے ہے، لہٰذا ضعیف ہے۔ نیز دیکھئے الحدیث: ۷۶ ص ۳۹

دلیل نمبر 4

قال الإمام الحافظ المحدث علي بن الجعد الجوهري: انا ابن أبي ذئب عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد قال: كانوا يقومون على عهد عمر رضی اللہ عنہ في شهر رمضان بعشرين ركعة وإن كانوا ليقرؤون بالمئين من القرآن.

(مسند ابن الجعد ص 413، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج2 ص 305)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان شریف کے مہینے میں بیس رکعات (نماز تراویح) پابندی سے پڑھتے اور قرآن مجید کی دو سو آیات پڑھتے تھے۔

الجواب: یہ روایت شاذ ہے۔ (دلیل کے لئے دیکھئے الحدیث:۶ ۷ ص ۴۰)

اور موطأ امام مالک کی محفوظ روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں۔

اس روایت سے طحاوی نے استدلال کیا، عینی نے صحیح کہا، ضیاء المقدسی نے اسے المختارہ میں ذکر کیا اور نیموی تقلیدی نے کہا: " و إسناده صحيح " (آثار السنن ص ۲۵۰)

یاد رہے کہ اصولِ حدیث میں یہ مسئلہ مقرر ہے کہ شاذ روایت ضعیف ہوتی ہے۔

دلیل نمبر 5

قال الإمام الحافظ المحدث أبو بكر البيهقي: أخبرنا أبو عبد الله الحسين بن محمد بن الحسين بن فنجويه الدينوري بالدامغان ثنا أحمد بن محمد بن إسحاق السني أنبأ عبد الله بن محمد بن عبد العزيز البغوي ثنا علي بن الجعد أنبأ ابن أبي ذئب عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد قال: كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ في شهر رمضان بعشرين ركعة وإن كانوا ليقرؤون بالمئين وكانوا يتوكؤون على عصيهم في عهد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ من شدة القيام.

(سنن الکبری للبیہقی ج2 ص 496)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان شریف میں بیس رکعات (نماز تراویح) پابندی سے پڑھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کی دو سو آیات تلاوت کرتے تھے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ قیام کے (لمبا ہونے کی وجہ سے) اپنی (لاٹھیوں) پر ٹیک لگاتے تھے۔

الجواب: اس نمبر کے تحت گھمن صاحب نے وہی روایت ذکر کر دی ہے جو نمبر ۴ پر گزر

چکی ہے اور صرف السنن الکبریٰ للبیہقی کا حوالہ پیش کر دیا ہے، حالانکہ یہ ایک ہی روایت ہے۔ (دیکھئے الحدیث: ۶۷ ص ۴۴)

دلیل نمبر 6

قال الامام الحافظ المحدث ابو داود حدثنا شجاع بن مخلد نا هشيم انا يونس بن عبيد عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس على ابي بن كعب في قيام رمضان فكان يصلي بهم عشرين ركعة.

(سنن ابی داود ص 142، سیر اعلام النبلاء امام ذہبی جلد 3 ص 176)

ترجمہ: حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رمضان شریف میں نماز تراویح پڑھنے کے لیے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر لوگوں کو جمع کیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان کو بیس رکعات (نماز تراویح) پڑھاتے تھے۔

الجواب: اس ضعیف روایت میں عشرین ''رکعة'' کا لفظ غلط اور عشرین ''لیلة'' کا لفظ موجود ہے اور دوسرے یہ کہ اس کی سند منقطع (ضعیف) ہے کیونکہ حسن (بصری) نے عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا۔ (دیکھئے شرح سنن ابی داود للعینی ۵/۳۴۳، الحدیث: ۶۷ ص ۴۶)

حسن بصری کی ایک منقطع روایت پر جرح کے لئے دیکھئے سرفراز خان صفدر دیوبندی کی ازالۃ الریب (ص ۲۳۷)

دلیل نمبر 7

روى الامام الحافظ المحدث زيد بن علي الهاشمي في مسنده كما حدثني زيد بن علي عن ابيه عن جده رضی اللہ عنہ عن علي رضی اللہ عنہ انه امر الذي يصلي بالناس صلاة القيام في شهر رمضان ان يصلي بهم عشرين ركعة يسلم في كل ركعتين ويراوح ما بين كل اربع ركعات.

(مسند الامام زید بن علی ص 158)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو حکم دیا جو لوگوں کو رمضان شریف کے مہینہ میں نماز (تراویح) پڑھاتے تھے کہ وہ ان کو بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائے! ہر دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیرے اور ہر چار رکعتوں کے درمیان آرام کے لیے کچھ دیر وقفہ کرے

الجواب: امام زید بن علی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ''مسند زید'' اہل سنت کی کتاب نہیں، بلکہ زیدی شیعوں کی کتاب ہے اور آلِ دیوبند کا اس کتاب سے حجت پکڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ دیوبندیہ اور زیدی شیعہ میں گہرا یارانہ ہے۔

دوسرے یہ کہ ''مسند زید'' کا بنیادی راوی ابو خالد عمرو بن خالد الواسطی کذاب (بہت

جھوٹا) راوی ہے۔اس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: " کذاب ."

امام اسحاق بن راہویہ نے فرمایا: عمرو بن خالد واسطی حدیث گھڑتا تھا۔

امام ابوزرعہ الرازی نے فرمایا: اور وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

امام وکیع بن الجراح نے فرمایا: وہ کذاب (بہت جھوٹا) تھا۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۵۱۰)

اس کتاب کی باقی سند بھی مردود ہے۔

دلیل نمبر 8

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي الْحَسْنَاءِ أَنَّ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ أَمَرَ رَجُلاً يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً .

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص285)

ترجمہ: حضرت ابوالحسناء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائیں!

الجواب: اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱: ابوالحسناء مجہول ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۸۳۳۷)

۲: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ابوالحسناء کی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں۔

9

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ رضی اللہ عنہ كَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ يُصَلِّيْ بِنَا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَيَنْصَرِفُ وَ عَلَيْهِ لَيْلٌ . كَانَ يُصَلِّيْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ.

(قیام اللیل للمروزی ص157)

ترجمہ: حضرت زید بن وھب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رمضان شریف میں ہمیں نماز (تراویح) پڑھاتے اور گھر کو لوٹ جاتے تو رات ابھی باقی ہوتی تھی آپ رضی اللہ عنہ بیس رکعات (تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

الجواب: یہ روایت بے سند ہے اور بے سند روایت مردود ہوتی ہے۔

(نیز دیکھئے تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ ص ۸۱)

دلیل نمبر 10

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ حَسَنٍ عَنْ عَبْدِالْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص285، الترغیب والترھیب للاصبہانی ج2 ص368)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں رمضان کے مہینے میں لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) اور تین (رکعات) وتر پڑھاتے تھے۔

الجواب: یہ روایت منقطع ہے۔ عبدالعزیز بن رفیع نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا۔

(تعداد رکعات قیامِ رمضان ص ٦٦ بحوالہ آثار السنن)

دلیل نمبر 11

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرٍ قَالَ ثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص285)

ترجمہ: حضرت شتیر بن شکل رحمہ اللہ (حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھی ہیں) رمضان شریف میں لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) اور وتر پڑھاتے تھے۔

الجواب: اس روایت کی سند ابو اسحاق سبیعی مدلس اور سفیان ثوری مدلس کے عن عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

دلیل نمبر 12

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ خَلَفٍ عَنْ رَبِيعٍ وَأَثْنَى عَلَيْهِ خَيْرًا عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ فِي رَمَضَانَ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص285)

ترجمہ: حضرت ابو البختری رحمہ اللہ رمضان شریف میں (نماز تراویح) پانچ ترویحے (بیس رکعات) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

فائدہ: ایک ترویحہ چار رکعات کا ہوتا ہے۔

الجواب: یہ روایت اس وجہ سے ضعیف ہے کہ اس کے دو راویوں خلف اور ربیع دونوں کا

تعین نامعلوم ہے۔

دلیل نمبر 13

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُکَیْنٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ عُبَیْدٍ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ رَبِیْعَۃَ کَانَ یُصَلِّیْ بِھِمْ فِیْ رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ وَّیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص285)

ترجمہ: حضرت علی بن ربیعہ رحمہ اللہ رمضان شریف میں لوگوں کو پانچ ترویحے (بیس رکعات نماز تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

الجواب: تابعی کے اس اثر سے استدلال کئی وجہ سے غلط ہے:

۱: یہ نہ تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے اور نہ کسی صحابی کا اثر ہے۔

۲: تابعی مذکور سے یہ ثابت نہیں کہ بیس رکعات سنت موکدہ ہیں اور ان سے کم وزیادہ جائز نہیں، لہٰذا آلِ تقلید کا اس سے استدلال جائز نہیں۔

دلیل نمبر 14

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ عَنْ عَبْدِالْمَلِکِ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ اَدْرَکْتُ النَّاسَ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ ثَلَاثًا وَّعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً بِالْوِتْرِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص285)

ترجمہ: جلیل القدر تابعی حضرت عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے (صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ جیسے) لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھتے پایا ہے۔

الجواب: اس اثر میں لوگوں سے کون مراد ہیں؟ کوئی وضاحت نہیں اور عین ممکن ہے کہ تابعین مراد ہوں اور بعض تابعین کا اختلافی عمل ادلۂ اربعہ میں سے کوئی دلیل نہیں ہے۔

دلیل نمبر 15

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّ النَّاسَ فِيْ رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص285)

ترجمہ حضرت حارث رحمہ اللہ لوگوں کو رمضان شریف میں بیس رکعات نماز (تراویح) اور تین وتر باجماعت پڑھاتے تھے اور (دعائے) قنوت (جو کہ وتر میں پڑھی جاتی ہے) رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

الجواب: یہ روایت ابومعاویہ الضریر، حجاج بن ارطاۃ اور ابواسحاق مدلسین کے عن عن کی وجہ سے حارث الاعور سے ثابت نہیں اور حارث اعور بذاتِ خود جمہور کے نزدیک مجروح، نیز شیعہ اور بقولِ امام شعبی: کذاب تھا۔

(۲۷/ستمبر ۲۰۱۱ء سرگودھا)

گیارہ رکعات قیامِ رمضان (تراویح) کا ثبوت اور دلائل

اس مختصر مضمون میں گیارہ رکعات قیامِ رمضان (تراویح) کا ثبوت اور (بعض تحقیقی اور بعض الزامی) دلائل پیشِ خدمت ہیں:

۱) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

" ما كان يزيد في رمضان و لا في غيره علىٰ احدیٰ عشرة ركعة ... "

رمضان ہو یا غیر رمضان، آپ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

(صحیح بخاری ج ۱ص ۲۶۹ ح ۲۰۱۳، عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۲۸، کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان)

اس حدیث پر امام بخاری اور محدث بیہقی رحمہما اللہ نے قیام رمضان (اور تراویح) کے عنوانات لکھے ہیں۔ (مثلاً دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۴۹۵۔۴۹۶)

نیز بہت سے حنفی و غیر حنفی علماء نے اس حدیث سے استدلال کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس سے مراد قیامِ رمضان (تراویح) ہے۔ مثلاً دیکھئے نصب الرایہ للزیلعی (۲/ ۱۵۳) الدرایہ لابن حجر العسقلانی (۱/ ۲۰۳) عمدۃ القاری للعینی (۱۱/ ۱۲۸) فتح القدیر لابن ہمام (۱/ ۴۶۷) اور الحاوی للسیوطی (۱/ ۳۴۸)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صبح تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے... آپ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے اور (آخر میں) ایک وتر پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم ج ۱ص ۲۵۴ ح ۷۳۶)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گیارہ رکعات دو دو کر کے (۲+۲+۲+۲+۲) اور آخر میں ایک وتر (کل ۱۱) پڑھنا ثابت ہے۔

۲) سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں رمضان میں نماز پڑھائی، آپ نے آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے۔

(صحیح ابن خزیمہ ۲/ ۱۳۸ح ۱۰۷۰، وسندہ حسن، صحیح ابن حبان، الاحسان ۴/ ۶۲، ۶۴ ح ۲۴۰۱، ۲۴۰۶)

اس حدیث کے راوی عیسیٰ بن جاریہ رحمہ اللہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہیں۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۵۲۵۔۵۳۲)

دوسری روایت میں آیا ہے کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رمضان میں آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ نے کچھ نہیں کہا، پس یہ رضامندی والی سنت بن گئی۔ (مسند ابی یعلیٰ ۳/ ۳۳۶ ح ۱۸۰۱، وسندہ حسن، مجمع الزوائد ۲/ ۷۴ وقال الھیثمی: رواہ أبو یعلیٰ و الطبرانی بنحوہ فی الأوسط و إسنادہ حسن)

۳) سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (خلیفۂ راشد وامیر المومنین) نے سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا تمیم الداری (رضی اللہ عنہما) کو حکم دیا، لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں۔

(موطأ امام مالک روایۃ یحییٰ ۱/ ۱۱۴ ح ۲۴۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۴۹۶)

اس روایت کی سند صحیح ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی اضطراب نہیں بلکہ جب طحاوی نے اس روایت کو دو سندوں سے بیان کیا تو عینی حنفی نے کہا:

" **ما أخرجه عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه من طريقين صحيحين** "

جو انھوں (طحاوی) نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے دو صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۵ ص ۱۰۳)

نیموی نے کہا: " **و إسناده صحيح** " (آثار السنن ص ۲۵۰)

ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ صحابی نے فرمایا: ہم (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔

(سنن سعید بن منصور بحوالہ الحاوی للفتاوی ۱/ ۳۴۹ وقال السیوطی: بسند في غاية الصحة)

دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا اُبی بن کعب اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہما دونوں گیارہ رکعات پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۳۹۲ ح ۷۶۷۰ وسندہ صحیح)

۴) طحطاوی حنفی اور محمد احسن نانوتوی نے لکھا ہے: " **لأن النبي عليه الصلوٰة والسلام**

لم يصلها عشرين بل ثماني " بے شک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیس نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھی ہیں۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۱/ ۲۹۵ واللفظ لہ، حاشیہ کنز الدقائق ص ۳۶ حاشیہ نمبر ۴)

۵) انور شاہ کاشمیری دیوبندی نے کہا:" و أما عشرون ركعة فهو عنه عليه السلام بسند ضعيف و علىٰ ضعفه اتفاق " اور جو بیس رکعات ہیں تو وہ آپ ﷺ سے ضعیف سند کے ساتھ (مروی) ہیں اور اس (روایت) کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

(العرف الشذی ج ۱ ص ۱۶۶)

انور شاہ صاحب نے مزید کہا: اور اس بات کے تسلیم کرنے سے کوئی چھٹکارا نہیں کہ آپ علیہ السلام کی تراویح آٹھ رکعات تھی اور روایتوں میں سے کسی ایک روایت میں بھی یہ ثابت نہیں کہ آپ علیہ السلام نے رمضان میں تراویح اور تہجد علیحدہ پڑھے ہوں...

رہے نبی ﷺ تو آپ سے آٹھ رکعات صحیح ثابت ہیں اور رہی بیس رکعتیں تو وہ آپ علیہ السلام سے ضعیف سند کے ساتھ (روایت) ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

(العرف الشذی ج ۱ ص ۱۶۶، مترجماً)

نیز دیکھئے فیض الباری (ج ۴ ص ۴۲۰)

۶) ابوبکر بن العربي المالکی (متوفی ۵۴۳ھ) نے کہا: اور صحیح یہ ہے کہ گیارہ رکعات پڑھنی چاہئیں (یہی) نبی ﷺ کی نماز اور قیام ہے اور اس کے علاوہ جو اعداد ہیں تو ان کی کوئی اصل نہیں۔ (عارضۃ الاحوذی شرح الترمذی ج ۴ ص ۱۹)

۷) خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے لکھا ہے:" اور سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت تو بالاتفاق ہے اگر خلاف ہے تو بارہ میں ہے" (براہین قاطعہ ص ۱۹۵)

۸) ابن ہمام حنفی نے کہا: اس سب کا حاصل (نتیجہ) یہ ہے کہ قیامِ رمضان (تراویح) گیارہ رکعات مع وتر (اور) جماعت کے ساتھ سنت ہے۔

(فتح القدیر شرح الہدایہ ج ۱ ص ۴۰۷، نیز دیکھئے البحر الرائق ج ۲ ص ۶۷)

۹) دیوبندیوں کے منظورِ نظر عبدالشکور لکھنوی نے لکھا ہے:

''اگرچہ نبی ﷺ سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباس سے بیس رکعت بھی۔مگر...'' (علم الفقہ ص ۱۹۸، حاشیہ)

عرض ہے کہ صحیح حدیث اور آثارِ صحیحہ کے بعد اگر مگر کی کوئی ضرورت نہیں اور صحیح حدیث پر عمل میں ہی نجات ہے۔

۱۰) محمد یوسف بنوری دیوبندی نے تسلیم کیا:

پس یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ آپ ﷺ نے آٹھ رکعات تراویح بھی پڑھی ہیں۔

(معارف السنن ج ۵ ص ۵۴۳ مترجما)

۱۱) امام شافعی رحمہ اللہ نے بیس رکعات کو پسند کرنے کے بعد فرمایا: اس چیز (تراویح) میں ذرہ برابر تنگی نہیں اور نہ کوئی حد ہے، کیونکہ یہ نفل نماز ہے، اگر رکعتیں کم اور قیام لمبا ہو تو بہتر ہے اور مجھے زیادہ پسند ہے اور اگر رکعتیں زیادہ ہوں تو بھی بہتر ہے۔

(مختصر قیام اللیل للمروزی ص ۲۰۲۔۲۰۳)

۱: بعض آلِ تقلید نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ '' بیس رکعتیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں'' لیکن یہ دعویٰ کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں، بلکہ ہماری پیش کردہ دلیل نمبر ۳ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۲: بعض آلِ تقلید نے بس رکعات تراویح پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، حالانکہ اجماع کا یہ دعویٰ باطل ہے۔(دیکھئے میری کتاب: تعدادِ رکعاتِ قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ ص ۸۴۔۸۷)

۳: درج ذیل حنفی اور دیوبندی علماء نے آٹھ رکعات تراویح کا سنت ہونا تسلیم کیا ہے:

ابن ہمام، طحطاوی، ملا علی قاری، حسن بن عمار شرنبلانی۔

محمد احسن نانوتوی، عبدالشکور لکھنوی، عبدالحی لکھنوی، خلیل احمد سہارنپوری، احمد علی سہارنپوری، انور شاہ کاشمیری اور محمد یوسف بنوری۔

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: تعدادِ رکعاتِ قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ

(۲۹/نومبر ۲۰۱۱ء)

اصولِ حدیث کے بعض اہم مباحث
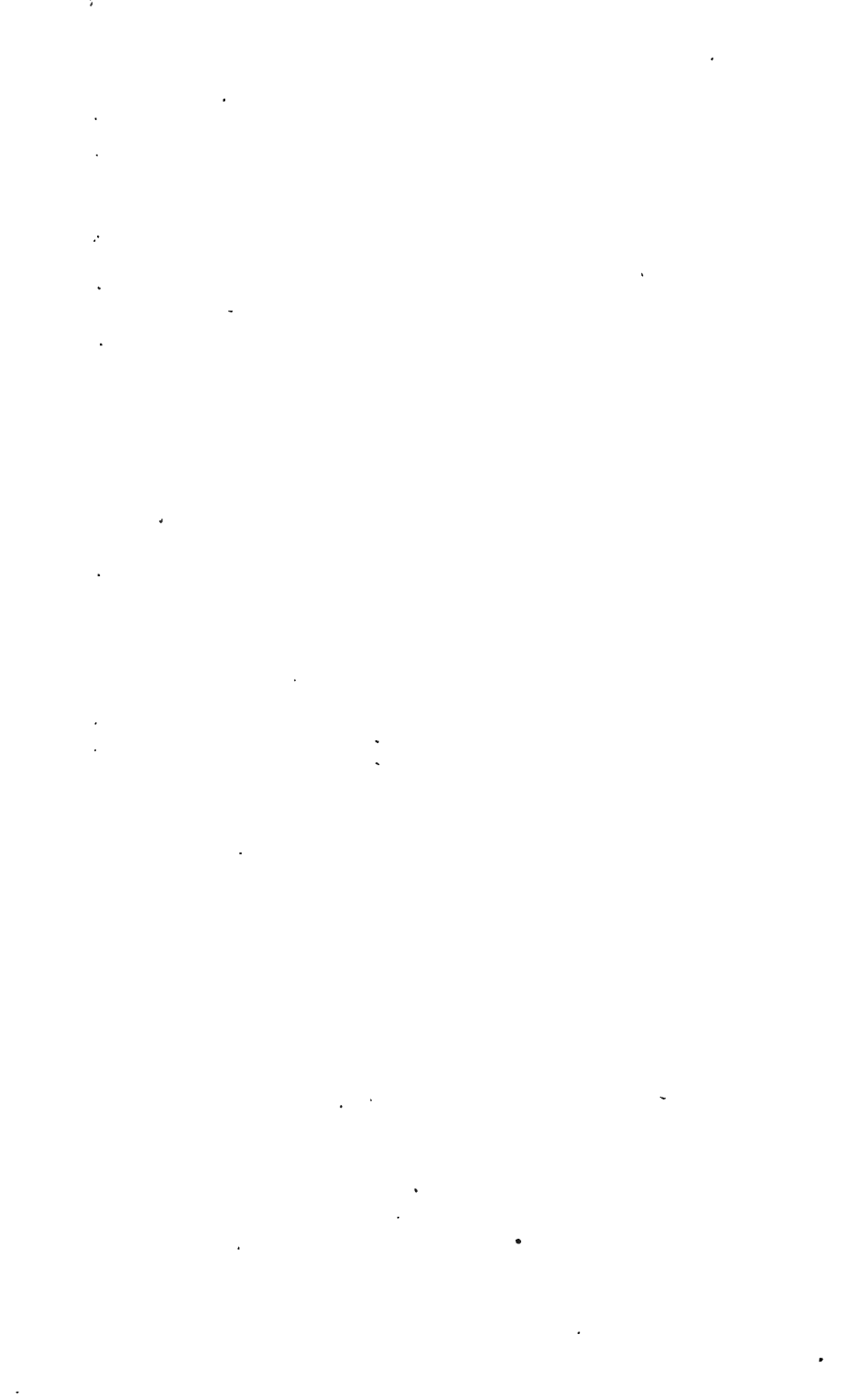
محدثین کرام اور ضعیف+ضعیف کی مروّجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ؟

جلیل القدر محدثین کرام نے ایسی کئی احادیث کو ضعیف وغیر ثابت قرار دیا، جن کی بہت سی سندیں ہیں اور ضعیف+ضعیف کے اُصول سے بعض علماء انھیں حسن لغیرہ بھی قرار دیتے ہیں، بلکہ بعض ان میں سے ایسی روایات بھی ہیں جو ہماری تحقیق میں حسن لذاتہ ہیں۔
اس مضمون میں ایسی دس روایات پیشِ خدمت ہیں جن پر اکابر علمائے محدثین نے جرح کی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ضعیف+ضعیف والی مروّجہ حسن لغیرہ کو حجت نہیں سمجھتے تھے:

۱) حدیث: لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللّٰه علیه.

جو شخص وضو پر بسم اللہ نہ پڑھے اُس کا وضو نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی چند اسانید درج ذیل ہیں:

۱: عن سعید بن زید رضي اللّٰه عنه . (ترمذی: ۲۵، ابن ماجہ: ۳۹۸)

۲: عن أبي هریرة رضي اللّٰه عنه . (ابوداود: ۱۰۱، ابن ماجہ: ۳۹۹، احمد ۲/ ۴۱۸ ح ۹۴۰۸)

۳: عن أبي سعید الخدري رضي اللّٰه عنه . (ابن ماجہ: ۳۹۷، دارمی ۶۹۷، احمد ۳/ ۴۱)

اس سلسلے کی مزید روایات کے لئے ابو اسحاق الحوینی کا رسالہ ''کشف المخبوء بثبوت حدیث التسمیة عند الوضوء'' دیکھیں اور اس رسالہ میں حوینی مذکور نے ضعیف+ضعیف والی مروّجہ حسن لغیرہ روایت کے دفاع کی ناکام کوشش بھی کر رکھی ہے۔!!

امام ابو زرعہ الدمشقی نے فرمایا: میں نے ابو عبداللہ احمد بن حنبل (رحمہما اللہ) سے پوچھا کہ لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللّٰه علیه کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے فرمایا: اس بارے میں احادیث قوی نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھ دھوو، پس اللہ نے تسمیے کو واجب قرار نہیں دیا اور یہ قرآن ہے اور اس کے بارے میں سنت (حدیث) ثابت نہیں ہے۔ (تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۱۸۲۸)

امام ابن ہانی نے کہا: میں نے اُن (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص وضو کے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو؟ انھوں نے فرمایا: ''یجزئه ذلك، حديث النبي ﷺ ليس إسناده بقوي'' اس کا وضو ہو جائے گا، بسم اللہ کے بارے میں نبی ﷺ کی (طرف منسوب) حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔ (مسائل ابن ہانی: ١٧)

امام اسحاق بن منصور الکوسج نے امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ سے پوچھا: اگر وضو کرے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو؟ انھوں نے فرمایا: ''لا أعلم فيه حديثاً له إسناده جيّد.''
مجھے اس بارے میں ایسی کوئی حدیث معلوم نہیں جس کی سند اچھی ہو۔

(مسائل احمد واسحاق روایۃ اسحاق بن منصور الکوسج ١/ ٦٨ فقرہ: ٢)

ثابت ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ضعیف+ضعیف والی مروّجہ حسن لغیرہ روایت کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔

تنبیہ: ہماری تحقیق میں سنن ابن ماجہ (٣٩٧) وغیرہ والی حدیث حسن لذاتہ ہے، لہٰذا وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اور جو شخص اقامتِ حجت کے بعد بسم اللہ نہ پڑھے تو اس کا وضو نہیں ہوتا۔

٢) حدیث: داڑھی کا خلال کرنا یعنی وضو کے دوران میں تخلیل اللحیۃ.

اس حدیث کی چند سندیں درج ذیل ہیں:

١: عن عمار بن ياسر رضي الله عنه . (ترمذی: ٢٩۔٣٠، ابن ماجہ: ٤٢٩، الحاکم ١/ ١٤٩)

٢: عن عثمان بن عفان رضي الله عنه . (ترمذی: ٣١، ابن ماجہ: ٤٣٠، حاکم ١/ ١٤٩، بیہقی ١/ ٥٤)

٣: عن أنس بن مالك رضي الله عنه . (ابوداود: ١٤٥، بیہقی ١/ ٥٤)

امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''لا يثبت عن النبي ﷺ في تخليل اللحية حديث'' نبی ﷺ سے داڑھی کے خلال کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (علل الحدیث ١/ ٢٥٢ ح ١٠١)

ثابت ہوا کہ امام حاتم کے نزدیک ضعیف+ضعیف والی مروّجہ حسن لغیرہ روایت حجت

نہیں ہے۔ نیز دیکھئے تاریخ بغداد (۲/ ۷۶ ت ۴۵۵) اور الحدیث حضرو: ۸۳ ص ۲۵
داڑھی کے خلال والی حدیث کے بارے میں ابن حزم نے کہا: اور ان تمام روایات میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں۔ (المحلی ۲/ ۳۶ مسئلہ ۱۹۰)

تنبیہ: میرے نزدیک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ والی حدیث حسن لذاتہ ہے اور ثقہ راوی اسرائیل بن یونس پر ابن حزم کی جرح جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۳) حدیث: جو شخص کسی میت کو نہلائے تو وہ غسل کرے۔

اس حدیث کی چند سندیں درج ذیل ہیں:

۱: **القاسم بن عباس عن عمرو بن عمير عن أبي هريرة رضي الله عنه .**

(ابوداود: ۳۱۶۱، بیہقی ۱/ ۳۰۳)

۲: **إسحاق مولى زائدة عن أبي هريرة رضي الله عنه .** (ابوداود: ۳۱۶۲)

وسقط ذكره من رواية الترمذي (۹۹۳) وقال: "حديث حسن"

۳: **الحارث بن مخلد عن أبي هريرة رضي الله عنه .**

(بیہقی ۱/ ۳۰۱ والسند إلی الحارث حسن)

۴: **عن صالح مولى التوأمة عن أبي هريرة رضي الله عنه .**

(بیہقی ۱/ ۳۰۲، احمد ۲/ ۴۳۳ ح ۹۶۰۱)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی سندیں ہیں، لیکن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:
"**لا يصح الحديث فيه ولكن يتوضأ**" اور اس میں حدیث صحیح نہیں، لیکن وہ وضو کرے۔

(مسائل الامام احمد روایۃ صالح بن احمد ۱/ ۴۶۰ فقرہ: ۵۷۴)

اور فرمایا: "**ليس فيه حديث يثبت**" اور اس میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔

(مسائل الامام احمد روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/ ۷۹ فقرہ: ۸۷، نیز دیکھئے ص ۸۲ فقرہ: ۹۲)

بطورِ تائید عرض ہے کہ امام بخاری نے امام احمد بن حنبل اور امام علی بن عبداللہ المدینی سے نقل کیا: "**لا يصح في هذا الباب شئ**" اس باب میں کوئی چیز صحیح نہیں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی بحوالہ ابو عیسیٰ الترمذی ۱/ ۳۰۱۔۳۰۲، العلل الکبیر للترمذی ۱/ ۴۰۲ باب ۱۴۷)

امام محمد بن یحییٰ الذھلی نے فرمایا: مجھے غسلِ میت سے غسل والی کوئی ثابت شدہ حدیث معلوم نہیں اور اگر ثابت ہوتی تو ہم پر ضروری تھا کہ اس پر عمل کرتے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/ ۳۰۲ وسندہ صحیح)

ابن الجوزی نے کہا: ''**هذه الأحاديث كلها لا يصح**'' یہ ساری حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ (العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۳۷۸ بعد ح ۶۳۰)

علامہ نووی نے امام ترمذی کا رد کرتے ہوئے کہا: ''**بل هو ضعيف**'' بلکہ وہ (روایت) ضعیف ہے۔ (المجموع شرح المہذب ۵/ ۱۸۵)

امام ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری نے فرمایا: ''**وليس فيه خبر يثبت**'' اور اس (مسئلے) میں کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔ (الاوسط ۱/ ۳۵۱ تحت ت ۲۹۶۸)

بہت سے علماء نے اس حدیث کو حسن یا صحیح قرار دیا اور راقم الحروف کے نزدیک ابوداود (۳۱۶۲) اور بیہقی (۱/ ۳۰۱) وغیرہما کی حدیث حسن ہے، لیکن امام احمد بن حنبل، امام محمد بن یحییٰ الذھلی، امام ابن المنذر، حافظ ابن الجوزی اور علامہ نووی وغیرہم کا اس حدیث پر جرح کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ضعیف + ضعیف والی مروّجہ حسن لغیرہ روایت کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ امام بیہقی نے فرمایا: اس باب میں ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مرفوع روایات قوی نہیں ہیں، بعض راویوں کے مجہول ہونے اور بعض راویوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اور صحیح یہ ہے کہ یہ ابو ہریرہ کی موقوف روایت ہے، مرفوع نہیں۔ (السنن الکبریٰ ۱/ ۳۰۳)

معلوم ہوا کہ امام بیہقی بھی متساہل ہونے کے باوجود ضعیف + ضعیف = مروّجہ حسن لغیرہ کے حجت ہونے کے علی الاطلاق قائل نہیں تھے۔

تنبیہ: دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ روایتِ مذکورہ کا حکم وجوبی نہیں بلکہ استحبابی ہے۔

(دیکھئے نیل المقصود: ۳۱۶۲)

بلکہ بعض علماء نے اسے منسوخ قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم

٤) حدیث: کہنیوں تک تیمم کرنا

بعض روایات میں کہنیوں کا قولاً یا فعلاً ذکر آیا ہے، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱: عن ابن عمر رضي الله عنه (المحلی ۱۴۹/۲ مسئلہ: ۲۵۰، ابوداود: ۳۳۰ وسندہ ضعیف منکر)

۲: عن عمار بن یاسر رضي الله عنه (المحلی ۱۴۹/۲، البزار بحوالہ نصب الرایہ ۱۵۴/۱)

۳: عن أبي ذر رضي الله عنه (المحلی ۱۵۰/۲)

مفصل تخریج کے لئے دیکھئے نصب الرایہ (۱۵۰/۱۔۱۵۴) اور عقود الجواہر المنیفہ (ص۴۰)

ان روایتوں کے بارے میں ابن حزم نے کہا: یہ تمام روایتیں ساقط ہیں، ان میں سے کسی چیز کے ساتھ بھی حجت پکڑنا جائز نہیں۔ (المحلی ۱۴۸/۲)

فائدہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہنیوں تک تیمم کا کرنا ثابت ہے۔

(الموطأ للامام مالک ۵۶/۱ ح ۱۱۹، وسندہ صحیح)

٥) عام نمازوں میں صرف ایک سلام پھیرنے والی روایت کئی سندوں سے مروی ہے، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱: عن حمید الطویل عن أنس بن مالك رضي الله عنه .

(المعجم الاوسط للطبرانی بحوالہ الصحیحہ للالبانی: ۳۱۶ وسندہ ضعیف)

۲: عن أیوب عن أنس رضي الله عنه . (مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ الصحیحہ ۵۶۶/۱ وسندہ ضعیف)

۳: عن سلمة بن الأکوع رضي الله عنه . (ابن ماجہ: ۹۲۰ وسندہ ضعیف/ انوار الصحیفہ ص ۴۱۱)

۴: عن عائشة رضي الله عنها . (ترمذی: ۲۹۶، ابن ماجہ: ۹۱۹ بسندین ضعیفین)

۵: عن سهل بن سعد الساعدي رضي الله عنه . (ابن ماجہ: ۹۱۸)

اس طرح کی اور روایات بھی ہیں جو شیخ البانی وغیرہ کے اصول سے مروّجہ حسن لغیرہ بن جاتی ہیں، لیکن حافظ ابن عبدالبر نے فرمایا: نبی ﷺ سے سعد بن ابی وقاص، عائشہ اور انس (رضی اللہ عنہم) کی احادیث سے ایک سلام مروی ہے، لیکن یہ روایتیں معلول ہیں، علمائے حدیث انھیں صحیح قرار نہیں دیتے۔ (الاستذکار ۴۸۹/۱ باب التشہد فی الصلوٰۃ)

ابن الجوزی نے کہا: ''والجواب أن هذه الأحاديث ضعاف'' اور جواب یہ ہے کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں۔ (التحقیق ومعہ التنقیح لابن عبدالهادی ۱/ ۳۶۹ تحت ح ۶۲۲)

نووی نے ایک سلام والی حدیث کے بارے میں کہا: ''ضعفه الجمهور ولا يقبل تصحيح الحاكم له ... وليس في الاقتصار على تسليمة واحدة شئ ثابت'' جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا اور حاکم کا اسے صحیح کہنا قابلِ قبول نہیں... ایک سلام پر اکتفا کرنے والی کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔

(خلاصۃ الاحکام ج ۱ ص ۴۴۵، ۴۴۶ فقرہ: ۱۴۶۰، ۱۴۶۲)

عقیلی نے کہا: ''ولا يصح في التسليمة شيء'' اور ایک سلام کے بارے میں کوئی چیز صحیح نہیں۔ (الضعفاء للعقیلی مخطوطہ برلن ومطبوعہ محققہ ۱/ ۱۷۵ ترجمہ ثمامۃ بن عبیدۃ، ونسخہ دار الصمیعی ۱/ ۱۹۵)

اور فرمایا: ''والحديث في تسليمة أسانيدها لينة'' اور ایک سلام کے بارے میں حدیث کی سندیں کمزور ہیں۔

(الضعفاء للعقیلی نسخہ عبدالمعطی ۲/ ۵۸، نسخۃ الصمیعی ۲/ ۴۱۲، نسخہ دار مجد السلام مصر ۲/ ۳۳۶)

ثابت ہوا کہ ابن عبدالبر، ابن الجوزی، نووی اور عقیلی چاروں ضعیف+ضعیف کو حسن لغیرہ بنا کر حجت نہیں سمجھتے تھے۔ نیز دیکھئے المحلی لابن حزم (۴/ ۱۳۲ مسئلہ ۴۵۷)

تنبیہ: نمازِ جنازہ میں صرف دائیں طرف سلام پھیرنا حدیث سے ثابت ہے۔

(دیکھئے میری کتاب: مختصر صحیح نمازِ نبوی ص ۹۵، طبع جدید ۲۰۰۹ء)

۶) حدیث: طلب العلم فريضة على كل مسلم

یہ روایت (ہر مسلمان پر طلبِ علم فرض ہے) بہت سی سندوں سے مروی ہے اور شیخ البانی وغیرہ نے اسے صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔ مثلاً دیکھئے تخریج احادیث مشکلۃ الفقر وکیف عالجها الإسلام للالبانی (ص ۴۸۔ ۶۲ ح ۸۶)

بلکہ امام ابو علی الحسین بن علی الحافظ النیسابوری نے کہا کہ یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔ (المدخل للبیہقی: ۳۲۶ وسندہ صحیح)

جبکہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ''لا یثبت عندنا فیہ شيء'' ہمارے نزدیک اس کے بارے میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔ (المنتخب من العلل للخلال ص ۱۲۸ ح ۶۲)

امام اسحاق بن راہویہ نے کہا: ''طلب العلم فریضہ کے بارے میں حدیث صحیح نہیں لیکن اس کا معنی قائم ہے....(مسائل احمد واسحاق روایۃ اسحاق بن منصور الکوسج ۲/ ۵۲۹ فقرہ: ۳۲۷۲، جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ۱/ ۲۷ ح ۲۳ باختلاف یسیر وسندہ حسن)

امام عقیلی نے کہا: اور اس باب میں روایت کمزور ہے۔ (الضعفاء ۲/ ۵۸ دوسرا نسخہ ۲/ ۴۱۲)

نیز دیکھئے الضعفاء للعقیلی (ترجمہ عائذ بن ایوب ۳/ ۴۱۰، دوسرا نسخہ ۳/ ۱۱۰۴)

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کے بارے میں فرمایا: ''اس کا متن مشہور ہے اور سندیں ضعیف ہیں، مجھے اس کی کوئی ایسی سند معلوم نہیں جس سے حدیث ثابت ہو جائے۔''

نیز انھوں نے کہا: اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو... (المدخل: ۳۲۵، ۳۲۷)

تنبیہ: یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہی ہے اور اسے صحیح یا حسن قرار دینا غلط ہے۔ تاہم یہ ثابت ہے کہ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**طلب العلم والجهاد فريضة على جماعتهم ويجزئ فيه بعضهم عن بعض**'' طلبِ علم اور جہاد جماعت پر فرض ہے اور بعض کی طرف سے یہ فرض ادا ہو جاتا ہے۔ پھر انھوں نے سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۲۲، کا ایک حصہ تلاوت فرمایا۔ (دیکھئے جامع بیان العلم وفضلہ ح ۲۶ وسندہ صحیح)

۷) ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر جوتے پہننے سے منع فرمایا ہے اور اس روایت کی چند سندیں درج ذیل ہیں:

۱: أزهر بن مروان البصري عن الحارث بن نبهان عن معمر عن عمار بن أبي عمار عن أبي هريرة رضي الله عنه . (ترمذی: ۱۷۷۵)

۲: قتادة عن أنس رضي الله عنه . (ترمذی: ۱۷۷۶)

۳: أبو الزبير عن جابر رضي الله عنه . (ابوداود: ۴۱۳۵)

۴: أبو معاوية عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة رضي الله عنه .

(ابن ماجہ:۳۶۱۸)

۵: وكيع عن سفيان الثوري عن عبدالله بن دينار عن ابن عمر رضي الله عنه . (ابن ماجہ:۳۶۱۹)

شیخ البانی نے تو اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن امام بخاری نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایتوں میں سے ہر ایک روایت کے بارے میں فرمایا: ''ولا یصح هذا الحدیث '' اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ الخ (سنن ترمذی:۱۷۷۶)

امام ترمذی نے فرمایا: یہ دونوں حدیثیں اہلِ حدیث کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔

(الترمذی:۱۷۷۵)

ثابت ہوا کہ امام بخاری اور امام ترمذی دونوں کے نزدیک ضعیف+ضعیف والی مروّجہ حسن لغیرہ روایت حجت نہیں، بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔

امام ترمذی کے مزید حوالے کے لئے دیکھئے سنن ترمذی (۸۶) اور میرا مضمون: ابن حزم اور ضعیف+ضعیف کی مروّجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ (فقرہ:۵)

۸) نمازِ عیدین میں بارہ تکبیروں والی حدیث کئی سندوں سے مروی ہے اور بعض سندیں حسن لذاتہ ہیں۔ مثلاً دیکھئے سنن ابی داود (۱۱۵۱، وسندہ حسن لذاتہ) اور جنۃ المرتاب (ص۳۰۱۔۳۱۰)

جبکہ علامہ ابن حزم نے کہا: ان روایات میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہے۔

(المحلی ۵/۸۴ مسئلہ ۵۴۳)

۹) ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام جہاں (فرض) نماز پڑھے تو وہاں نفل نماز نہ پڑھے۔

یہ روایت اس مفہوم کے ساتھ درج ذیل اسانید سے مروی ہے:

ا: عبد العزيز بن عبد الملك القرشي عن عطاء الخراساني عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنه . (ابوداود:۶۱۶ وقال الألبانی: صحیح)

☆ ابن وهب عن عثمان بن عطاء الخرساني عن أبيه عن المغيرة رضي الله عنه .(ابن ماجہ:۱۴۲۸)

۲: عن أبي هريرة رضي الله عنه (صحیح البخاری ح ۸۴۸ وضعفہ البخاری رحمہ اللہ)

ومفهومه في سنن أبي داود (۱۰۰۶) وسنن ابن ماجہ (۱۴۲۷) وقال الألباني: "صحيح"!

۳: عن علي رضي الله عنه قال : من السنة أن لايتطوع الإمام حتى يتحول من مكانه . (ابن ابی شیبہ بحوالہ فتح الباری ۲/۳۳۵ تحت ح ۸۴۸ وقال ابن حجر: "باسناد حسن"!)

۴: عن أبي رمثة رضي الله عنه (ابوداود:۱۰۰۷، وسندہ ضعیف، انوار الصحیفہ ص ۴۸)

اس روایت کی تمام سندیں ضعیف ومردود ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"ولم يصح" اور (یہ حدیث) صحیح نہیں ہے۔ (صحیح بخاری مع الفتح ۲/۳۳۴ ح ۸۴۸)

اور فرمایا: "ولم يثبت هذا الحديث" اور یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

(التاریخ الکبیر ۱/۳۴۱ ت ۱۰۷۳، اسماعیل بن ابراہیم السلمی)

جولوگ اس روایت کو صحیح سمجھتے ہیں، اُن پر امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا صحیح و ثابت اثر پیش کر کے لطیف رد کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جہاں فرض پڑھتے ، وہیں (نفل) نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح بخاری:۸۴۸)

۱۰) نمازِ تسبیح پڑھنے کے بارے میں ایک مشہور حدیث ہے، جس کی بعض سندیں درج ذیل ہیں:

۱: موسى بن عبد العزيز عن الحكم بن أبان عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنه .(ابوداود:۱۲۹۷، ابن ماجہ:۱۳۸۷، وسندہ حسن لذاتہ)

۲: عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه .(ابوداود:۱۲۹۸، وسندہ ضعیف)

۳: عن الأنصاري وقيل أنه جابر رضي الله عنه .

(ابوداود:۱۲۹۹، والسند صحیح إلی الانصاری)

۴: المستمر بن الريان عن أبي الجوزاء عن عبدالله بن عمرو رضي الله عنه موقوفًا. (ابوداود:۱۲۹۸، تعلیقًا، النکت الظراف ۶/ ۲۸۰ ح ۸۶۰۶)

کئی سندوں والی یہ روایت حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہے، لیکن امام ابن خزیمہ نے فرمایا:

''باب صلوة التسبيح إن صح الخبر فإن في القلب من هذا الإسناد شيء''

نمازِ تسبیح کا باب، بشرطیکہ روایت صحیح ہو، کیونکہ دل میں اس سند کی وجہ سے کوئی چیز (کھٹکتی) ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ ۲/ ۲۲۳ قبل ح ۱۲۱۶)

قاضی ابوبکر بن العربی المالکی نے کہا: اور عباس کے قصے کے بارے میں ابورافع (رضی اللہ عنہ) کی حدیث ضعیف ہے، صحیح یا حسن ہونے میں اس کی کوئی اصل نہیں....الخ

(عارضۃ الاحوذی ۲/ ۲۶۶، ۲۶۷ تحت ح ۴۸۱)

عقیلی نے کہا: ''وليس في صلوة التسبيح حديث يثبت''

اور نمازِ تسبیح کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔

(الضعفاء الکبیر ۱/ ۱۲۴، دوسرا نسخہ ۱/ ۱۴۱، اوس بن عبداللہ ابوالجوزاء)

حافظ ابن تیمیہ نے تو یہ دعویٰ کر دیا کہ صلوۃ التسبیح والی حدیث ''أنها كذب'' جھوٹ ہے۔!! (دیکھئے منہاج السنۃ ج ۴ ص ۱۱۶ سطر ۲۸)

قاضی شوکانی نے بھی اس حدیث پر جرح کی اور کہا: ''والحق أن طرقه كلها ضعيفة وأن حديث ابن عباس يقرب من الحسن إلا أنه شاذ لشدة الفردية فيه ....'' اور حق یہ ہے کہ اس کی تمام سندیں ضعیف ہیں اور ابن عباس کی حدیث حسن کے قریب ہے، لیکن یہ سخت غریب ہونے کی وجہ سے شاذ ہے۔ (تحفۃ الذاکرین ص ۲۴۲ صلوۃ التسبیح)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ''وقد ضعفها ابن تيمية والمزي وتوقف الذهبي، حكاه ابن عبد الهادي عنهم في أحكامه'' اسے ابن تیمیہ اور مزی نے ضعیف قرار دیا اور ذہبی نے (اس کے بارے میں) توقف کیا۔ یہ بات ابن عبدالہادی نے احکام میں ان سے نقل کی ہے۔ (التلخيص الحبير ۲/ ۷ ح ۴۸۲)

ابن تیمیہ، مزی اور ذہبی کے شاگرد ابن عبدالہادی (متوفی ۷۴۴ھ) کی تصانیف میں الاحکام الکبریٰ مذکور ہے جو آٹھ جلدوں میں ہونے کے باوجود نامکمل تھی۔

(دیکھئے مقدمہ طبقات علماء الحدیث ۱/۴۱)

ثابت ہوا کہ مذکورہ تمام علماء مثلاً ابن خزیمہ، قاضی ابوبکر بن العربی، عقیلی، ابن تیمیہ، مزی اور شوکانی وغیرہم ضعیف+ضعیف والی مروّجہ حسن لغیرہ کے حجت ہونے کے قائل نہیں تھے، ورنہ وہ بہت سی سندوں والی روایت: صلوۃ التسبیح کو کبھی ضعیف قرار نہ دیتے، جبکہ اس روایت کی بعض سندیں حسن لذاتہ بھی ہیں۔

اہلِ سنت کے ایک جلیل القدر امام احمد بن حنبل نے نمازِ تسبیح کے بارے میں فرمایا:

''لم يثبت عندي صلاة التسبيح وقد اختلفوا في إسناده، لم يثبت عندي، وكأنه ضعف عمرو بن مالك النكري'' میرے نزدیک نمازِ تسبیح ثابت نہیں اور انھوں نے اس کی سند میں اختلاف کیا ہے، میرے نزدیک ثابت نہیں۔

(عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا:) اور گویا انھوں نے عمرو بن مالک النکری کو ضعیف قرار دیا۔ (مسائل الامام احمد، روایۃ عبداللہ بن احمد ۲/۲۹۵ فقرہ ۴۱۳)

امام احمد سے نمازِ تسبیح کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

''إسناده ضعيف'' اس کی سند ضعیف ہے۔ (مسائل ابن ہانی ج ۱ ص ۱۰۵ فقرہ: ۵۲۰)

بعض علماء کہتے ہیں کہ امام احمد نے اس بات سے رجوع کر لیا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ علی بن سعید (النسائی) نے امام احمد سے نمازِ تسبیح کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ''لايصح فيها عندي شيء'' میرے نزدیک اس میں کوئی چیز صحیح نہیں ہے۔

پھر علی بن سعید نے مسلم بن ابراہیم عن المستمر بن الریان عن أبی الجوزاء عن عبداللہ بن عمرو والی روایت پیش کی تو امام احمد نے فرمایا: مستمر ثقہ ہیں، اور گویا آپ کو یہ روایت اچھی لگی۔

(دیکھئے النکت الظراف لابن حجر ۶/۲۸۰، اجوبۃ العسقلانی المطبوعۃ فی آخر مشکوۃ الالبانی ص ۱۷۷۹۔۱۷۸۰، النقد الصحیح بحوالہ التنقیح لما جاء فی صلوۃ التسبیح ص ۴۱۔۴۲)

صحیح یا حسن لذاتہ روایت کی بنیاد پر امام احمد کا رجوع کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ ضعیف+ضعیف والی مروّجہ حسن لغیرہ روایت کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔

ہم نے جو حوالے پیش کئے ہیں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں جن سے ہمارا موقف صاف ثابت ہوتا ہے۔

آخر میں ان اماموں اور علمائے کرام کے نام پیشِ خدمت ہیں جو ضعیف+ضعیف والی مروّجہ حسن لغیرہ روایت کی حجیت کے قائل نہیں تھے اور اس مضمون میں ان کے حوالے موجود ہیں:

۱: احمد بن حنبل (فقرہ:۱، ۳، ۶، ۱۰)
۲: ابو حاتم الرازی (فقرہ:۲)
۳: ابن حزم (فقرہ:۲، ۴، ۸)
۴: بخاری (فقرہ:۳، ۷، ۹)
۵: علی بن المدینی (فقرہ:۳)
۶: ابن الجوزی (فقرہ:۳، ۵)
۷: محمد بن یحییٰ الذہلی (فقرہ:۳)
۸: ابن المنذر النیسابوری (فقرہ:۳)
۹: نووی (فقرہ:۳، ۵)
۱۰: بیہقی (فقرہ:۳، ۶)
۱۱: ابن عبدالبر (فقرہ:۵)
۱۲: عقیلی (فقرہ:۵، ۶، ۱۰)
۱۳: اسحاق بن راہویہ (فقرہ:۶)
۱۴: ترمذی (فقرہ:۷)
۱۵: ابن خزیمہ (فقرہ:۱۰)

١٦: ابوبکر بن العربی (فقرہ:١٠)

١٧: ابن تیمیہ (فقرہ:١٠)

١٨: شوکانی (فقرہ:١٠)

١٩: مزی (فقرہ:١٠)

٢٠: ذہبی (فقرہ:١٠)

ان کے علاوہ اماموں اور علماء کے حوالے بھی موجود ہیں، مثلاً ایک ضعیف روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے نبیذ کے بارے میں فرمایا: پاک کھجور اور پاک پانی۔
یہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے۔ دیکھئے میرا مضمون: ابن حزم اور ضعیف+ضعیف کی مروّجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ (فقرہ:١)

اس روایت کے بارے میں امام ابو حاتم الرازی اور امام ابو زرعہ الرازی رحمہما اللہ دونوں نے فرمایا: ''ولا یصح في ھذا الباب شيً''

اور اس باب میں کوئی چیز بھی صحیح نہیں۔ (علل الحدیث ١/٤٥ ح ٩٩، دوسرا نسخہ ١/٢٥١ ح ٩٩)

ثابت ہوا کہ امام ابو زرعہ الرازی بھی ضعیف+ضعیف والی مروّجہ حسن لغیرہ روایت کو حجت نہیں سمجھتے تھے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ امام ابو حاتم الرازی کے ساتھ ایک بحث مباحثے میں جب اُن کی پیش کردہ روایات مجروح ثابت ہو گئیں تو انھوں نے سکوت فرمایا، جو گویا خاموش تائید ہے۔ دیکھئے الحدیث حضرو: ٨٣ (ص ٢٥)

جس شخص کا یہ دعویٰ ہے ضعیف+ضعیف والی روایات حسن لغیرہ بن کر حجت ہو جاتی ہیں اور ان کا انکار صحیح نہیں ہے تو اس سے مطالبہ ہے کہ وہ جلیل القدر محدثین سے اس کا صحیح و صریح ثبوت پیش کرے اور اگر پیش نہ کر سکے تو باطل میں جھگڑا کرنے کے بجائے حق کی طرف رجوع ضروری ہے۔

(١١/ اپریل ٢٠١١ء)

ابن حزم اور ضعیف + ضعیف کی مروّجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ

راقم الحروف نے ۱۷/ نومبر ۲۰۰۹ء کو لکھا تھا: ''بعض لوگ ضعیف+ضعیف کے اُصول اور جمع تفریق کے ذریعے سے بعض روایات کو حسن لغیرہ قرار دیتے ہیں، لیکن حافظ ابن حزم اس اصول کے سخت خلاف تھے.....'' (تعارف الصحیفہ ص ۸)

عرض ہے کہ حافظ ابن حزم کی مشہور کتاب المحلّٰی اس دعوے کی تائید کرتی ہے اور بطورِ نمونہ اس کتاب سے دس مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

۱) ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے نبیذ کے بارے میں فرمایا: ''تمرۃٌ طیّبۃ و ماءٌ طھور.'' پاک کھجور اور پاک پانی۔ یہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے:

ا: أبو فزارۃ عن أبي زید عن عبداللّٰہ بن مسعود رضي اللّٰہ عنہ .

(ابوداود: ۸۴، ابن ماجہ: ۳۸۴، ترمذی: ۸۸ وقال: ''وأبو زید رجل مجھول....''، احمد ۱/ ۴۰۲ ح ۳۸۱۰)

یہ سند ابوزید مجہول اور ابوفزارہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲: ابن لھیعۃ : حدثنا قیس بن الحجاج عن حنش الصنعاني عن عبداللّٰہ بن عباس رضي اللّٰہ عنہ . (ابن ماجہ: ۳۸۵)

اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: ابن لہیعہ پر جرح ہے۔ (وردہ قبل اختلاطہ، انظر مسند احمد ۱/ ۳۹۸ ح ۳۷۸۲)

دوم: حنش بن المعتمر الصنعانی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

۳: علي بن زید بن جدعان عن أبي رافع عن ابن مسعود رضي اللّٰہ عنہ .

(مسند احمد ۱/ ۴۵۵ ح ۴۳۵۳ وسنن الدار قطنی ۱/ ۷۷ ح ۲۴۳ وغیرہما)

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: علی بن زید ضعیف ہے۔

دوم: ابورافع کا سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

تنبیہ: اس روایت میں یہ ہے کہ نبی ﷺ نے نبیذ کے ساتھ وضو کیا، لہٰذا یہ سابقہ دو روایات کا شاہد معنوی ہے۔

۴: **الوليد بن مسلم حدثنا معاوية بن سلام عن أخيه زيد عن جده أبي سلام عن فلان بن غيلان الثقفي أنه سمع عبد الله بن مسعود رضي الله عنه .**

(التحقیق لابن الجوزی ۱/ ۲۵ ح ۴۷ بحوالہ دارقطنی)

یہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے۔

اول: فلان بن غیلان مجہول ہے۔

دوم: ولید کا روایتِ مذکورہ میں سماع مسلسل مذکور نہیں۔

حافظ ابن حزم نے اس مفہوم کی روایات کے بارے میں کہا:

"**أما الخبر المذكور فلم يصح لأن في جميع طرقه من لا يعرف أو من لا خير فيه ...**" رہی مذکورہ روایت تو یہ صحیح نہیں، کیونکہ اس کی تمام سندوں میں غیر معروف راوی ہیں یا ایسے راوی ہیں جن میں کوئی خیر نہیں..... (المحلی ج ۱ ص ۲۰۴ مسئلہ ۱۴۸)

امام ابوحاتم الرازی اور امام ابوزرعہ الرازی رحمہما اللہ دونوں نے فرمایا: "**ولا يصح في هذا الباب شي**" اور اس باب میں کوئی چیز بھی صحیح نہیں۔ (علل الحدیث ۱/ ۲۵۱ ح ۹۹)

ابن الجوزی نے کہا: "**ليس في هذه الأحاديث شئ يصح**" ان احادیث میں کوئی چیز صحیح نہیں ہے۔ (التحقیق ۱/ ۲۶ ح ۳۹ ووافقہ ابن عبدالھادی)

۲) بعض روایات میں تعلیمِ قرآن پر اُجرت لینے کی ممانعت آئی ہے۔ مثلاً:

۱: **المغيرة بن زياد الموصلي عن عبادة بن نسي عن الأسود بن ثعلبة عن عبادة ابن الصامت رضي الله عنه.** (سنن ابی داود: ۳۴۱۶، سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۷، مسند احمد ۵/ ۳۱۵)

میری تحقیق میں یہ سند حسن لذاتہ ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(دیکھئے المستدرک ۲/ ۴۱۔۴۲ ح ۲۲۷۷)

۲: أبو المغيرة وبقية بن الوليد كلاهما عن بشر بن عبدالله بن يسار السلمي عن عبادة بن نسي عن جنادة بن أبي أمية عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه.

(ابوداود: ۳۴۱۷ واحمد ۵/۳۲۴)

اسے حاکم نے صحیح الاسناد کہا۔ (۳/۳۵۶ ح ۵۵۲۷) اور ذہبی نے کہا: ''صحیح''

۳: ابن حزم بسنده عن أبي إدريس الخولاني عن أبى بن كعب رضي الله عنه

(المحلی ۸/۱۹۴ مسئلہ ۱۳۰۷، وشاہدہ عند ابن ماجہ: ۲۱۵۸)

۴: إسماعيل بن عياش عن عبد ربه بن سليمان بن عمير بن زيتون عن الطفيل بن عمرو عن رسول الله ﷺ. (المحلی ۸/۱۹۴)

۵: أبو سعد محمد بن ميسر عن موسى بن علي بن رباح عن أبيه أن أبى بن كعب رضي الله عنه. (المحلی ۸/۱۹۴)

۶: يحيى بن أبي كثير بسنده عن أبي راشد الحبراني عن عبد الرحمن بن شبل رضي الله عنه. (المحلی ۸/۱۹۴، احمد ۳/۴۴۴، الصحیحہ للالبانی: ۲۶۰)

یہ روایات ذکر کر کے ابن حزم نے کہا: ''أما الأحاديث في ذلك عن رسول الله ﷺ فلا يصح منها شئ .....'' اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مروی شدہ احادیث میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہے۔ (المحلی ۸/۱۹۵)

تنبیہ: ہمارے نزدیک نمبر ۱، ۲ والی احادیث حسن اور نمبر ۶ والی حدیث صحیح ہے۔ نیز دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (حدیث ابی الدرداء ۶/ ۱۲۶) اور الموسوعۃ الحدیثیہ (۳۷/۳۶۴)

۳) ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک آدمی نے صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کی اونی چادر چرالی جس کی قیمت تیس درہم تھی، پھر اس آدمی کو پکڑ لیا گیا اور نبی ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے حکم دیا: اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ صفوان نے کہا: کیا صرف تیس درہم کے بدلے میں اس کا ہاتھ کاٹیں گے؟ میں اس چادر کو اس پر فروخت کرتا ہوں اور قیمت کی ادائیگی ادھار کر لیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس آدمی کو میرے پاس لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ

کیا؟ یہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے۔ مثلاً:

۱: أسباط عن سماك بن حرب عن حميد ابن أخت صفوان عن صفوان بن أمية رضي الله عنه . (ابوداود: ۴۳۹۴ وصححه ابن الجارود: ۸۲۸، ورواه النسائی: ۴۸۸۷ ومن طریقہ ابن حزم فی المحلی ۱۱/۱۵۲ مسئلہ: ۲۱۷۸)

میری تحقیق میں یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

۲: سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن عطاء بن أبي رباح عن طارق بن مرقع عن صفوان بن أمية رضي الله عنه . (المحلی ۱۱/۱۵۲، احمد ۳/۴۰۱، ۶/۴۶۵، نسائی: ۴۸۸۳)

۳: زهير عن عبد الملك بن أبي بشير عن عكرمة عن صفوان بن أمية رضي الله عنه . (نسائی: ۴۸۸۵، المحلی ۱۱/۱۵۲)

۴: مالك عن ابن شهاب عن صفوان بن عبدالله بن صفوان بن أمية أن صفوان بن أمية رضي الله عنه . (المحلی ۱۱/۱۵۲)

یہ روایات ذکر کر کے ابن حزم نے کہا: "فنظرنا في الآثار عن النبي ﷺ فوجدناها لا يصح منها شئ أصلاً..." پس ہم نے نبی ﷺ کی (طرف منسوب) روایات کو دیکھا تو ان میں سے کسی چیز کو بھی صحیح نہیں پایا۔ (المحلی ۱۱/۱۵۳)

تنبیہ: ان روایات کی تائید میں اور بھی روایتیں موجود ہیں۔

مثلاً دیکھئے المستدرک للحاکم (۴/۳۸۰ ح ۸۱۴۸ وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی)

٤) ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قومِ لوط کا عمل کرنے والوں کے بارے میں فرمایا: فاعل اور مفعول کو قتل کر دو۔ (ابوداود: ۴۴۶۲ وغیرہ وسندہ حسن)

اس حدیث کو ابن الجارود (۸۲۰) حاکم (۴/۳۵۵) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

اس حدیث کی سندیں و شواہد درج ذیل ہیں:

۱: عبد العزيز بن محمد الدراوردي عن عمرو بن أبي عمرو عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنه . (ابوداود: ۴۴۶۲ والمحلی ۱۱/۳۸۳ مسئلہ ۲۲۹۹)

۲: عبدالله بن نافع عن عاصم بن عمر عن سهيل عن أبيه عن أبی هريرة رضي الله عنه . (ابن ماجہ: ۲۵۶۲)

۳: عبادبن منصورعن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنه . (احمد۱/۳۰۰ ح ۲۷۳۲)

۴: ابن وهب عن يحيى بن أيوب عن ابن جريج عن ابن عباس رضي الله عنه .
(المحلی ۱۱/۳۸۳)

اس طرح کی روایات ذکر کر کے ابن حزم نے کہا: "وهذا كل ما موهوا به وكله ليس لهم منه شئ يصح " یہ ہے ساری ملمع سازی جو ان لوگوں نے کی ہے اور ان ساری روایات میں ان کے لئے کوئی چیز (بھی) صحیح نہیں ہے۔ (المحلی ۱۱/۳۸۳)

تنبیہ: حدیث نمبر ا حسن لذاتہ ہے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قومِ لوط والے عمل کے بارے میں فرمایا: گاؤں میں سب سے اونچی عمارت دیکھی جائے، پھر اسے اس کا سر نیچے کئے ہوئے گرایا جائے، پھر اسے پتھر مارے جائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۹/ ۵۲۹ ح ۲۸۳۲۸ وسندہ صحیح)
ایک روایت میں ہے کہ اسے رجم کیا جائے۔ (ابن ابی شیبہ ح ۲۸۳۲۹ وسندہ حسن)

۵) ایک حدیث میں آیا ہے کہ " ان رسول الله ﷺ كان يقبّل ولا يتوضأ " .
بے شک رسول اللہ ﷺ (اپنی بیوی کا) بوسہ لیتے تھے اور (دوبارہ) وضو نہیں کرتے تھے۔
اس مفہوم کی چند سندیں درج ذیل ہیں:

۱: سفيان الثوري عن أبي روق عن إبراهيم التيمي عن عائشة رضي الله عنها . (ابوداود: ۱۷۸، وقال: "وهو مرسل" رواہ یحیی القطان عنہ)

۲: الأعمش عن حبيب بن أبی ثابت عن عروة عن عائشة رضي الله عنها. (ابوداود: ۱۷۹)

۳: الأعمش عن أصحاب له عن عروة المزني عن عائشة رضي الله عنها .
(ابوداود: ۱۸۰)

یہ روایات ذکر کر کے ابن حزم نے کہا: "وهذا حديث لايصح ..." اور یہ حدیث صحیح

نہیں ہے...(المحلی ۱/۲۲۵ مسئلہ ۱۶۵)

اس کی دوسری سندیں بھی ہیں۔مثلاً:

۴: **عبدالكريم الجزري عن عطاء عن عائشة رضي الله عنها .**

(البزار بحوالہ نصب الرایہ ۱/۷۴)

۵: **حجاج (بن أرطاة) عن عمرو بن شعيب عن زينب السهمية عن عائشة رضي الله عنها .** (ابن ماجہ:۵۰۳)

امام ترمذی نے فرمایا:''**وليس يصح عن النبي ﷺ في هذا الباب شئ**''

اس باب میں نبی ﷺ سے کوئی چیز صحیح ثابت نہیں۔(سنن ترمذی:۸۶)

معلوم ہوا کہ امام ترمذی بھی حسن لغیرہ (مروّجہ) کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔یاد رہے کہ حدیث مذکور (ابوداود:۱۷۸) کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دے رکھا ہے۔!!

۶) ایک روایت میں آیا ہے کہ پس جو سو جائے تو وہ (دوبارہ) وضو کرے،اس کی دو سندیں مشہور ہیں:

۱: **بقية عن الوضين بن عطاء عن محفوظ بن علقمة عن عبدالرحمن بن عائذ عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه .** (ابوداود:۲۰۳ وقال الألبانی:حسن)

۲: **أبو بكر بن أبي مريم عن عطية بن قيس الكلابي أن معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه قال: إلخ** (احمد ۴/۹۶۔۹۷،داری:۷۲۸)

ان دونوں روایتوں پر ابن حزم نے جرح کی اور ساقط قرار دیا۔(دیکھئے المحلی ۱/۲۳۱)

۷) ایک روایت میں آیا ہے کہ رمضان میں (اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر کے) روزہ توڑنے والے کو کفارے کے ساتھ ایک دن کے روزے کی قضا کا بھی حکم دیا گیا تھا۔

اس روایت کی چند سندیں درج ذیل ہیں:

۱: **أبو أويس عن الزهري عن حميد بن عبدالرحمن عن أبي هريرة رضي الله عنه .** (المحلی ۶/۱۸۱ مسئلہ ۷۳۵)

۲: هشام بن سعد عن الزهري عن أبي سلمة عن أبي هريرة رضي الله عنه .
(المحلی ۱۸۱/۶، سنن ابی داود: ۲۳۹۳ وقال الألبانی: صحیح)

۳: حجاج بن أرطاة عن عمر و بن شعيب عن أبيه عن جده الخ
(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۲۶/۴)

الحجاج بن أرطاة عن عطاء عن عمر و بن شعيب عن أبيه عن جده.
(المحلی ۱۸۲/۶)

۴: عبد الجبار بن عمر عن يحيى بن سعيد الأنصاري عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة رضي الله عنه . (المحلی ۱۸۲/۶، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۲۶/۴)

ان روایات کو شیخ البانی اور حافظ ابن حجر نے مجموعی طُرق کی وجہ سے قوی قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ (دیکھئے تعلیق صحیح ابن خزیمہ ح ۱۹۵۴، فتح الباری ۱۷۲/۴ تحت ح ۱۹۳۶)

لیکن ابن حزم نے علانیہ کہا: "تلك آثار لايصح فيها شيءٌ"
ان روایات میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں۔ (المحلی ۱۸۱/۶)

امام ابن خزیمہ نے بھی اس روایت کے صحیح ہونے میں شک کیا ہے۔
(صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۲۲۳ قبل ح ۱۹۵۴)

۸) ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ (نماز میں) ایک سلام کہتے تھے یا ایک سلام کہا۔ اس کی بعض سندیں درج ذیل ہیں:

۱: عبدالوهاب بن عبد المجيد الثقفي عن حميد (الطويل) عن أنس بن مالك رضي الله عنه . (المعجم الاوسط بحوالہ الصحیحہ للالبانی: ۳۱۶)

۲: جرير بن حازم عن أيوب عن أنس رضي الله عنه .
(مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ الصحیحہ ۵۶۶/۱)

۳: محمد بن الحارث المصري عن يحيى بن راشد عن يزيد مولى سلمة عن سلمة بن الأكوع رضي الله عنه . (ابن ماجہ: ۹۲۰)

۴: هشام بن عمار عن عبدالملك بن محمد الصنعاني عن زهير بن محمد عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضي الله عنها .

(ابن ماجہ:۹۱۹والترمذی:۲۹۶بسند آخر)

۵: عبدالمهيمن بن عباس بن سهل بن سعد الساعدی عن أبيه عن جده رضي الله عنه . (ابن ماجہ:۹۱۸)

لیکن ابن حزم نے کہا:"أما تسليمة واحدة فلا يصح فيها شئ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" ایک سلام کی کوئی روایت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت نہیں۔(المحلی ۴/۱۳۲، مسئلہ ۴۵۷)

۹) وضو کے دوران میں داڑھی کا خلال کرنا بہت سی احادیث میں آیا ہے اور اس مسئلے میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ والی روایت حسن لذاتہ ہے۔

چند روایات کی تخریج درج ذیل ہے:

۱: عن عثمان رضی اللہ عنہ (ترمذی:۳۱،ابن ماجہ:۴۳۰،حاکم ۱/۱۴۹، وغیرہم)

۲: عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ (ابوداود:۱۴۵،بیہقی ۱/۵۴)

۳: عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (ترمذی:۲۹۔۳۰،ابن ماجہ:۴۲۹،الحاکم ۱/۱۴۹)

نیز دیکھئے جُنۃ المرتاب بنقد المغنی عن الحفظ والکتاب (ص ۲۰۵۔۲۲۴)

لیکن ابن حزم نے کہا:"وهذا كله لايصح منه شئ" اور ان تمام روایات میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں۔(المحلی ۲/۳۶ مسئلہ ۱۹۰)

اور امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے داڑھی کے خلال کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔(علل الحدیث نسخہ محققہ ۱/۲۵۲ ح ۱۰۱)

تنبیہ: ہمارے نزدیک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ والی حدیث حسن لذاتہ ہے اور امام اسرائیل بن یونس بن اسحاق رحمہ اللہ پر ابن حزم کی جرح مردود ہے۔

۱۰) بعض روایات میں کہنیوں تک تیمم کا قولاً یا فعلاً ذکر آیا ہے اور حنفیہ ان سے استدلال کرتے ہیں، ان روایات میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱: عن ابن عمر رضی اللہ عنہ (المحلی ۱۴۹/۲، مسئلہ ۲۵۰، ابوداود: ۳۳۰ وسندہ ضعیف منکر)

۲: عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (المحلی ۱۴۹/۲، البزار بحوالہ نصب الرایہ ۱۵۴/۱)

۳: عن ابی ذر رضی اللہ عنہ (المحلی ۱۵۰/۲)

ان کے علاوہ اور بھی کئی ضعیف روایات ہیں۔ دیکھئے نصب الرایہ (۱۵۰/۱، ۱۵۴) اور عقود الجواھر المنیفۃ (ص ۴۰) وغیرہما۔

ابن حزم نے کہا: ''أما الأخبار فكلها ساقطة لا يجوز الإحتجاج بشيءٍ منها.''

(اس کے بارے میں) تمام روایتیں ساقط ہیں، ان میں سے کسی چیز کے ساتھ بھی حجت پکڑنا جائز نہیں۔ (المحلی ۱۴۸/۲)

تنبیہ: یہ مرفوع روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہی ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں تلاش کی جاسکتی ہیں، جن سے صاف ظاہر ہے کہ حافظ ابن حزم ضعیف+ضعیف (یعنی بعض الناس کی مروّجہ حسن لغیرہ) کو حجت نہیں سمجھتے تھے اور اس کے خلاف اُن سے کوئی ایک روایت بھی ثابت نہیں جس کی تمام سندیں ضعیف ہوں اور انھوں نے اسے حسن لغیرہ قرار دے کر حجت قائم کی ہو۔

زرکشی نے بغیر کسی سند اور حوالے کے حافظ ابن حزم سے نقل کیا کہ ''اور اگر ضعیف روایت کی ہزار سندیں بھی ہوں تو اس سے روایت قوی نہیں ہوتی۔'' (النکت للزرکشی ص ۱۰۴)

عرض ہے کہ زرکشی نے اس قول کو شاذ اور مردود کہا ہے، لیکن انصاف یہ ہے کہ (اگر یہ قول ابن حزم سے باسند صحیح ثابت ہو جائے تو) یہی قول راجح اور صحیح ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے تلک الغرانیق کا قصہ اور اس کا رد (ماہنامہ الحدیث حضرو: ۸۳ ص ۲۱ تا ۳۵)

تعارف الصحیفہ میں زرکشی کا قول بطورِ استدلال و حجت نقل نہیں کیا گیا بلکہ زرکشی پر بطورِ رد نقل کیا گیا ہے اور راقم الحروف کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہے: ''بعض لوگ ضعیف +ضعیف کے اُصول اور جمع تفریق کے ذریعے سے بعض روایات کو حسن لغیرہ قرار دیتے ہیں

لیکن حافظ ابن حزم اس اُصول کے خلاف تھے بلکہ زرکشی نے ابن حزم سے نقل کیا:

''ولو بلغت طرق الضعيف ألفًا لايقوى....'' الخ

فائدہ: بعض لوگوں نے کہا کہ ہم دو روایتوں میں سے ایک روایت کو ترجیح دیتے ہیں، اس وجہ سے کہ ایک مرسل روایت اس کی تائید کرتی ہے تو حافظ ابن حزم نے ان لوگوں کے رد میں کہا: '' وهذا لامعنى له لأن المرسل في نفسه لاتجب به حجة فكيف يؤيد غيره مالايقوم بنفسه'' اور اس کا کوئی معنی نہیں، کیونکہ مرسل سے بذاتِ خود حجت لازم نہیں ہوتی تو وہ دوسرے کی کس طرح تائید کرسکتی ہے جو بذاتِ خود قائم نہیں ہوتی۔

(الاحکام فی اصول الاحکام ج ۲ ص ۱۸۷ فصل فی تمام الکلام فی تعارض النصوص)

اس حوالے سے بھی یہی ثابت ہے کہ ابن حزم ضعیف کے ساتھ تقویت کے قائل نہیں تھے۔ واللہ اعلم (۹/ اپریل ۲۰۱۱ء)

تنبیہ: نام نہاد ''حسن لغیرہ'' کے مزید رد کے لئے دیکھئے ''تلک الغرانیق کا قصہ اور اس کا رد'' (تحقیقی مقالات ج ۴ ص ۵۷۰۔۵۸۴)

اور یہی کتاب (تحقیقی مقالات ج ۵ ص ۴۸)

قربانی اور عقیقے کے مسائل

قربانی کے احکام ومسائل (بادلائل)

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:
اس مختصر وجامع مضمون میں قربانی کے بعض احکام ومسائل بادلائل پیشِ خدمت ہیں:

قربانی سنت موکدہ ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج (عیدالاضحیٰ) کے دن ہم سب سے پہلے نماز پڑھیں گے، پھر واپس آکر قربانی کریں گے۔ (ان شاءاللہ)
جس نے ایسا کیا تو ہماری سنت کو پالیا اور جس نے (نماز سے) پہلے ذبح کرلیا تو اس کی قربانی نہیں ہے۔ (صحیح بخاری باب سنۃ الأضحیۃ ح ۵۵۴۵)
بعض علماء کے نزدیک قربانی واجب ہے، لیکن اس پر اُن کے پاس کوئی صریح دلیل نہیں، جبکہ صحیح مسلم کی حدیث (۱۹۷۷، ترقیم دارالسلام: ۵۱۱۹) سے قربانی کا عدمِ وجوب ثابت ہے، نیز سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما دونوں کے نزدیک قربانی واجب نہیں ہے۔
(دیکھئے معرفۃ السنن والآثار ۷/ ۱۹۸، وسندہ حسن)
امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: قربانی سنت ہے واجب نہیں ہے اور جو شخص اس کی طاقت رکھے تو مجھے پسند نہیں ہے کہ وہ اسے ترک کردے۔ (موطأ امام مالک ۲/ ۴۸۷)
امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: قربانی کرنا سنت ہے (اور) میں اسے ترک کرنا پسند نہیں کرتا۔ (کتاب الام ج ۱ص ۲۲۱)
ثابت ہوا کہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر نمازِ عید کے بعد قربانی کرنا سنت موکدہ ہے اور شرعی عذر کے بغیر قربانی نہ کرنا ناپسندیدہ ہے۔
بعض منکرینِ حدیث نے بہت سے عقائد ومسائل ضروریہ کے انکار کے ساتھ، قربانی

کے سنت ہونے کا بھی انکار کر دیا ہے، حالانکہ قربانی کا ثبوت احادیث صحیحہ متواترہ بلکہ قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ (مثلاً دیکھئے سورۃ الصافات: ۱۰۷، الحج: ۳۴، الانعام: ۱۶۲)

قربانی کا اصطلاحی مفہوم

عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد پہلے دن یا قربانی کے دنوں میں بہیمۃ الانعام (مثلاً بکری، بھیڑ، گائے اور اونٹ) میں سے کسی جانور کو شرعی طریقے پر بطورِ قربانی و تقرب ذبح کرنا قربانی کہلاتا ہے۔

تنبیہ: شہر ہو یا گاؤں ہو، نمازِ عید سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

قربانی کرنے والے کے لئے اہم شرائط

۱) قربانی کرنے والے کا صحیح العقیدہ مسلمان و متبعِ کتاب و سنت ہونا اور شرک، کفر و بدعات سے پاک ہونا ضروری ہے اور جس کا عقیدہ خراب ہو، اس کا کوئی عمل قابلِ قبول نہیں ہے۔ قرآن، حدیث اور اجماع کو مدِنظر رکھتے ہوئے ہر وقت اپنے ایمان و عمل کا خاص خیال رکھیں۔

۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کا ارادہ کرے تو اسے اپنے بال اور ناخن تراشنے سے رُک جانا چاہئے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۷۷)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قربانی کرنے والے شخص کو یکم ذوالحجہ سے لے کر قربانی کرنے تک اپنے بال نہیں کاٹنے چاہئیں اور ناخن نہیں تراشنے چاہئیں۔

اگر کسی کا ناخن ٹوٹ جائے یا ایسی خرابی ہو جائے کہ ناخن تراشنا ضروری ہو تو پھر ایسا کرنا جائز ہے جیسا کہ اجماع سے ثابت ہے۔

۳) ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے پوچھا: اگر مجھے صرف مادہ جانور (دودھ دینے والا) قربانی کے لئے ملے تو کیا میں اس کی قربانی کرلوں؟

آپ نے فرمایا: نہیں، لیکن تم ناخن اور بال کاٹ لو، مونچھیں تراش لو اور شرمگاہ کے بال مونڈ لو تو اللہ کے ہاں یہ تمھاری پوری قربانی ہے۔ (سنن ابی داود: ۲۷۸۹ وسندہ حسن)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص قربانی کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، وہ اگر یکم ذوالحجہ سے لے کر نمازِ عید تک بال نہ کٹوائے اور ناخن نہ تراشے تو اسے پوری قربانی کا ثواب ملتا ہے۔ سبحان اللہ۔

قربانی کا مقصد

قربانی کا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ مطہرہ پر خلوصِ نیت سے عمل کرنا ہے اور ان شاء اللہ اس کا بہت بڑا ثواب ملے گا۔

قربانی کے جانور کی شرائط

کس قسم کے جانور کی قربانی کرنی چاہئے اور اس کی کیا شرائط ہیں؟ مختلف فقروں اور نمبروں کی صورت میں اس کی تفصیل پیشِ خدمت ہے:

۱) قربانی صرف مُسنہ یعنی دوندے جانور کی ہی جائز ہے اور اگر تنگی کی وجہ سے دوندا نہ مل سکے تو پھر بھیڑ (دنبے) کا جذعہ (ایک سال کے دنبے) کی قربانی جائز ہے۔

(دیکھئے صحیح مسلم: ۱۹۶۳)

تنگی سے مراد صرف یہ ہے کہ مارکیٹ اور منڈی میں پوری کوشش اور تلاش کے باوجود دوندا جانور نہ مل سکے۔

۲) حدیث سے ثابت ہے کہ چار جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے:

۱: واضح طور پر کانا جانور ۲: واضح طور پر بیمار ۳: واضح طور پر لنگڑا

۴: اور بہت زیادہ کمزور جانور جو کہ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو۔ (دیکھئے سنن ابی داود: ۲۸۰۲ وسندہ صحیح)

۳) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگ کٹے جانور کی قربانی سے

منع فرمایا ہے۔

امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے فرمایا: ایسا جانور جس کا آدھا سینگ یا اس سے زیادہ ٹوٹا ہوا ہو۔ (سنن ترمذی: ۱۵۰۴، وقال: حسن صحیح)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا: (قربانی کے جانور میں) آنکھ اور کان دیکھیں۔ (سنن ترمذی: ۱۵۰۳، وقال: حسن صحیح)

اس پر اجماع ہے کہ اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔ (المجموع شرح المہذب ۸/۴۰۴)

امام خطابی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۸ھ) نے فرمایا: اس حدیث (جو فقرہ نمبر ۲ میں گزر چکی ہے) میں یہ دلیل ہے کہ قربانی (والے جانور) میں معمولی نقص معاف ہے۔

(معالم السنن ۲/۱۹۹)

عبید بن فیروز (تابعی) نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ (صحابی) سے کہا: مجھے ایسا جانور بھی ناپسند ہے جس کے دانت میں نقص ہو۔

انھوں نے فرمایا: تمھیں جو چیز بُری لگے اسے چھوڑ دو اور دوسروں پر اُسے حرام نہ کرو۔

(سنن ابی داود: ۲۸۰۳ وسندہ صحیح)

تنبیہ: اگر کسی جانور کے سینگ پر معمولی رگڑ ہو یا اس کے اوپر والی ٹوپی ٹوٹ گئی ہو تو امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی مذکورہ روایت کی رُو سے اس کی قربانی جائز ہے۔

(نیز دیکھئے متفرق مسائل فقرہ نمبر ۸)

قربانی کی کھالیں

قربانی کی کھالیں مسکین لوگوں میں تقسیم کر دیں، جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ والی حدیث سے ثابت ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۱۳۱۷)

ذبح کرنے والے یا قصاب کو اُجرت میں قربانی کی کھالیں دینا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اُجرت میں قربانی کا گوشت دینا بھی جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

گوشت کی تقسیم

قربانی کا سارا گوشت خود کھانا یا ذخیرہ کر لینا جائز ہے اور اس کے تین حصے کر کے ایک حصہ اپنے لئے، ایک غریب مسکین لوگوں کے لئے اور ایک رشتہ داروں دوستوں کے لئے مخصوص کرنا بھی جائز ہے، بلکہ یہ بہتر ہے۔ (نیز دیکھئے سورۃ الحج کی آیت نمبر ۲۸، ۳۶)

قربانی کے حصے اور شراکت

بکری اور دُنبے بھیڑ کا صرف ایک حصہ ہوتا ہے، لیکن گائے، بیل اور اونٹ اونٹنی میں سات حصے صحیح حدیث سے ثابت ہیں اور ایک حسن روایت سے اونٹ، اونٹنی میں دس حصوں کا بھی ثبوت ہے۔ (دلیل کے لئے دیکھئے صحیح مسلم: ۱۳۱۸، سنن ترمذی: ۱۵۰۱، وقال: حسن غریب)

تنبیہ: صرف صحیح العقیدہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر سات یا دس حصوں میں شراکت ہو سکتی ہے اور اہلِ بدعت، گمراہ وضال مضل لوگوں کے ساتھ مل کر کبھی قربانی نہیں کرنی چاہئے اور نہ ایسے گمراہوں کے کسی عمل کا کوئی وزن ہے، بلکہ ایسے لوگوں کے تمام اعمال ھباءً ا منثوراً کر کے ہوا میں اُڑا دیئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ

متفرق مسائل

آخر میں قربانی کے بارے میں کئی متفرق مسائل فقرات کی صورت میں پیشِ خدمت ہیں:

۱) جانور کو ذبح کرتے وقت تسمیہ وتکبیر (بسم اللہ واللہ اکبر) کہنا سنت سے ثابت ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۱۹۶۶، صحیح بخاری: ۵۵۶۴)

صرف بسم اللہ پڑھنا بھی ثابت ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۱۹۶۷)

۲) پورے گھر کی طرف سے ایک قربانی بھی کافی ہے۔ (سنن الترمذی: ۱۵۰۵، وقال: حسن صحیح) اور گھر کے دوسرے افراد بھی قربانیاں کر سکتے ہیں۔

۳) میت کی طرف سے قربانی کرنا ثابت نہیں اور اس بارے میں جو روایت آئی ہے، اس کی سند شریک قاضی وحکم بن عتیبہ مدلسین کی عن سے روایت اور ابوالحسن کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، لیکن میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ یا کسی میت کی طرف سے قربانی کرے تو اس کا سارا گوشت اور کھال وغیرہ صدقہ کر دے۔

۴) قربانی کا جانور پہلے سے خرید کر اسے کھلا پلا کر موٹا کرنا جائز ہے۔
(دیکھئے تغلیق التعلیق ۵/۶ وسندہ صحیح)

۵) عیدگاہ میں قربانی کرنا جائز ہے اور عیدگاہ کے باہر مثلاً اپنے گھر میں یا گھر سے باہر وغیرہ میں قربانی کرنا بھی جائز ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۵۵۵۲، ۵۵۵۱)

۶) قربانی کا جانور خود ذبح کرنا سنت ہے اور دوسرے سے ذبح کروانا بھی جائز ہے۔
(دیکھئے موطأ امام مالک، روایۃ ابن القاسم تحقیقی: ۱۴۵)

۷) اگر مسنون یا نفلی قربانی کا جانور گم ہو جائے تو جانور کے مالک کی مرضی ہے کہ دوسرا جانور لے کر قربانی کرے یا قربانی نہ کرے۔ (دیکھئے السنن الکبریٰ ۹/ ۲۸۹ وسندہ صحیح)

۸) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے قربانی کے جانوروں میں ایک کانی اونٹنی دیکھی تو فرمایا: اگر یہ خریدنے کے بعد کانی ہوئی ہے تو اس کی قربانی کرلو اور اگر خریدنے سے پہلے یہ کانی تھی تو اسے بدل کر دوسری اونٹنی کی قربانی کرو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/ ۲۸۹ وسندہ صحیح)

ثابت ہوا کہ اگر قربانی کا جانور خرید لیا جائے اور اس کے بعد اس میں کوئی نقص واقع ہو جائے تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

۹) اگر قربانی کا ارادہ رکھنے والا کوئی شخص ناخن یا بال کٹوا دے اور پھر قربانی کرے تو اس کی قربانی ہو جائے گی، لیکن یہ شخص گناہ گار ہوگا۔ (الشرح الممتع ۳/ ۴۳۰)

۱۰) اگر کسی دوسرے کی طرف سے قربانی کی جائے تو ذبح کرتے وقت اس آدمی کا نام لیتے ہوئے یہ کہنا چاہئے کہ یہ قربانی اُس کی طرف سے ہے۔

تنبیہ: اس سلسلے میں تفصیلی دلائل و مسائل کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (۲/۲۱۱۔۲۱۹)

۱۱) خصی جانور کی قربانی جائز ہے اور اس کے ناجائز ہونے کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔

۱۲) اگر کسی آدمی کو اللہ نے مال و دولت عطا کیا ہوا ہے تو وہ کئی قربانیاں کر سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے اس عمل سے غرباء و مساکین اور عام مسلمانوں کا فائدہ ہوگا۔

۱۳) گائے کا گوشت کھانا بالکل حلال ہے اور کسی قسم کی کسی بیماری کا کوئی خطرہ نہیں ہے اِلا یہ کہ کوئی شخص بذاتِ خود ہی بیمار ہو۔ جس روایت میں آیا ہے کہ گائے کے گوشت میں بیماری ہے، وہ روایت ضعیف ہے اور اسے صحیح قرار دینا غلط ہے۔

۱۴) اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم (۳۶۰، دارالسلام: ۸۰۲) کی حدیث سے ثابت ہے اور دوسرا گوشت مثلاً گائے، بکری اور بھیڑ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۱۵) قربانی کا اصل مقصد یہ ہے کہ تقویٰ حاصل ہو، لہٰذا ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ (دیکھئے سورۃ الحج: ۳۷)

۱۶) قربانی کے جانور (مثلاً گائے) میں عقیقے کے حصے شامل کر دینا جائز نہیں اور یاد رہے کہ عقیقے میں صرف بکرا بکری یا بھیڑ دنبے ذبح کرنا ہی ثابت ہے، لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک۔ عقیقہ علیحدہ کرنا چاہئے اور قربانی علیحدہ کرنی چاہئے۔

جھوٹ بولنے، غیبت کرنے، چغلی کھانے اور ہر قسم کے کبیرہ گناہوں سے اپنے آپ کو ہمیشہ بچائیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اور ہمارے اعمال اپنے دربار میں قبول فرمائے۔ آمین

وما علینا إلا البلاغ

جامعۃ الامام البخاری، مقامِ حیات سرگودھا

(۸/ اکتوبر ۲۰۱۱ء)

ساتویں دن کے بعد عقیقہ کرنا، جائز ہے

[بعض علماء کا یہ موقف ہے کہ ساتویں دن کے بعد عقیقہ کرنا جائز نہیں، درج ذیل مضمون ان علماء کا رد ہے۔]

الحمد لله ربّ العالمين والصّلوٰة والسّلام علىٰ رسوله الأمين، أما بعد:

یہ بالکل صحیح ہے کہ بچہ بچی پیدا ہونے پر ساتویں دن عقیقہ کرنا مسنون ہے، جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے اور اگر ساتویں دن کسی عذر کی وجہ سے عقیقہ نہ ہو سکے تو چودھویں دن اور اگر چودھویں دن نہ ہو سکے تو اکیسویں دن عقیقہ کرنا آثار کی رو سے صحیح ہے اور اگر اکیسویں دن بھی موقع نہ مل سکے تو زندگی میں جب بھی موقع ملے عقیقہ کر لینا چاہئے۔

اس مسئلے کی دو دلیلیں پیشِ خدمت ہیں:

۱) امام طبرانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

" حدثنا أحمد قال: حدثنا الهيثم قال: حدثنا عبد الله عن ثمامة عن أنس: أن النبي (ﷺ) عق عن نفسه بعد ما بعث نبيًّا. "

انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ بے شک نبی (ﷺ) نے نبی مبعوث ہونے کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کیا تھا۔ (المعجم الاوسط ۱/۲۹۸ ح ۹۹۴ شاملہ)

اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے اور یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

۱: مشکل الآثار للطحاوی (۳/۴۶ ح ۸۸۳)

عن الحسن بن عبد الله بن منصور البالسي عن الهيثم بن جميل به.

۲: المختارۃ للضیاء المقدسی (۲/۳۵۱ ح ۱۸۳۳)

من حديث أبي حاتم الرازي: ثنا عمرو بن محمد الناقد: ثنا الهيثم بن جميل به.

۳: المحلی لابن حزم (۷/ ۵۲۸)

من حديث إبراهيم بن إسحاق السراج :ثنا عمرو بن محمد الناقد به .

۴: کتاب العیال لابن ابی الدنیا (ح ٦٦)

عن عمرو بن محمد الناقد به .

اب اس سند کے راویوں کی مختصر وجامع توثیق درج ذیل ہے:

۱: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی مشہور

۲: ثمامہ (بن عبداللہ) بن انس رحمہ اللہ

جمہور نے آپ کی توثیق کی ہے، اور آپ صحیح الحدیث وحسن الحدیث راوی ہیں۔

آپ کی بیان کردہ روایات صحیح بخاری (۹۴۵۳، ۱۰۱۰) وغیرہ میں موجود ہیں۔

و قال الحافظ ابن حجر العسقلاني رحمه الله : صدوق .

(تقریب التہذیب: ۸۹۴ ورمزلہ ع/ الکتب الستۃ)

نیز دیکھئے صحیح البخاری (۹۴، ۹۵، ۱۵۱۷، ۲۴۸۷...)

وصحیح مسلم (۲۰۲۸، ترقیم دارالسلام: ۵۲۸۶)

۳: عبداللہ بن المثنیٰ بن انس رحمہ اللہ

آپ جمہور کے نزدیک موثق راوی اور حسن الحدیث ہیں۔

آپ پر بعض کی جرح مرجوح ہے۔

صحیح بخاری میں آپ کی درج ذیل روایات موجود ہیں:

۹۴، ۹۵، ۱۰۱۰، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۲۴۸۷.....

نیز دیکھئے مفتاح صحیح البخاری (ص ۹۴)

۴: ہیثم بن جمیل الانطاکی رحمہ اللہ

آپ صحیح بخاری کے راوی اور ثقہ اہلِ حدیث تھے۔ جمہور نے آپ کی توثیق کی ہے اور آپ پر امام ابن عدی وغیرہ کی جرح مرجوح و ناقابلِ سماعت ہے، نیز آپ پر اختلاط کا

الزام باطل ہے۔

۵: ہیثم بن جمیل رحمہ اللہ سے یہ حدیث درج ذیل راویوں نے بیان کی ہے:

اول: احمد بن مسعود الدمشقی المقدسی الخیاط رحمہ اللہ

آپ سے ابوعوانہ نے صحیح ابی عوانہ میں روایت بیان کی اور ضیاء المقدسی نے آپ کی حدیث کو صحیح قرار دیا، یعنی آپ حسن الحدیث ہیں۔

دوم: حسن بن عبداللہ بن منصور البالسی رحمہ اللہ

آپ سے امام ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ میں روایت بیان کی (ح ۲۹۲، ۲۴۱۱)

سوم: عمرو بن محمد الناقد رحمہ اللہ

آپ صحیحین کے راوی اور ثقہ حافظ تھے۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ سند حسن لذاتہ اور حجت ہے۔

اس حدیث کے بارے میں بعض علماء کی خاص تحقیق درج ذیل ہے:

۱: ضیاء المقدسی نے المختارہ میں اسے درج کر کے صحیح قرار دیا۔

۲: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: "**فالحدیث قوي الإسناد**" پس (یہ) حدیث بلحاظ سند قوی ہے۔ (فتح الباری ۹/ ۵۹۵)

حافظ ہیثمی کے کلام کے لئے دیکھئے مجمع الزوائد (۴/ ۹۴ ح ۶۲۰۳)

معاصرین میں سے شیخ البانی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا:

"وهذا إسناد حسن ..." اور یہ سند حسن ہے۔ (السلسلۃ الصحیحۃ ۶/ ۲۲۵ ح ۲۷۲۶)

نیز محترم حافظ ابو یحییٰ نور پوری حفظہ اللہ نے بھی اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ صاف ثابت ہے کہ اگر کسی وجہ سے ساتویں دن عقیقہ نہ ہو سکے تو بعد میں جب موقع ملے (مثلاً چالیس سال کے بعد بھی) عقیقہ کرنا جائز ہے اور اسے ناجائز قرار دینا غلط ہے۔

بعض علماء نے احتمال کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی تخصیص

ہے، لیکن اس دعوے پر کوئی صریح دلیل نہیں، لہٰذا اس دعوے میں نظر ہے۔ واللہ اعلم

۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((**کل غلام مرتھن بعقیقته** .)) ہر بچہ اپنے عقیقے کی وجہ سے رہن رہتا ہے۔

(منتقی ابن الجارود: ۹۱۰ وسندہ حسن)

یاد رہے کہ ساتویں روز عقیقہ کرنے والی روایت صحیح ہے اور جس روایت میں چودہ اور اکیس دن کا ذکر ہے، وہ روایت ضعیف ہے۔ (دیکھئے میری کتاب: توضیح الاحکام ۲/۱۸۴۔۱۸۵)

لیکن اس مسئلے پر عطاء بن ابی رباح تابعی اور سلف صالحین کے آثار ثابت ہیں۔

بہتر اور مستحب یہی ہے کہ ساتویں دن عقیقہ کیا جائے، لیکن فقرہ نمبر ا، فقرہ نمبر ۲ (**کل غلام مرتھن بعقیقته**) اور آثارِ سلف صالحین کی رُو سے ساتویں دن کے بعد بھی عقیقہ کرنا جائز ہے۔

جب ہر بچہ عقیقے کی وجہ سے رہن رہتا ہے تو ہر رہن کو چھڑانا بھی چاہئے اور شرعی عذر وغیرہ سے رہ جانے والے انسانوں کو چاہئے کہ جب موقع ملے عقیقہ کر کے بچے کو اس رہن سے چھڑوالیں۔

ابن حزم اندلسی نے لکھا ہے:

اگر ساتویں دن عقیقے کا جانور ذبح نہ کر سکے تو اس کے بعد جب بھی اس فرض کی ادائیگی پر وہ استطاعت رکھے تو ایسا (یعنی بچے کا عقیقہ) کرلے۔ (المحلی ۶/۲۳۶)

اس قول کا کوئی بھی مخالف نہیں، بلکہ (امام احمد بن حنبل، جیسا کہ آگے آرہا ہے اور) ابن القیم وغیرہما اس کے موید ین میں سے ہیں اور اس قول کے صحیح ہونے پر (ہمارے علم کے مطابق) اجماع ہے۔ واللہ اعلم

خلاصۃ التحقیق: اگر کسی عذر کی وجہ سے ساتویں دن عقیقہ کی سنت پر عمل نہ ہو سکے تو پھر جب بھی زندگی میں موقع ملے عقیقہ کرلینا چاہئے اور یہی راجح وصواب ہے۔

(۲۸/ستمبر ۲۰۱۱ء)

فوائد:

ا: امام ابوبکر ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے فرمایا:

"حدثنا الحسین بن محمد: ثنا یزید بن زریع عن حسین المعلم قال: سألت عطاء عن العقیقة، فقال: عن الغلام شاتان و عن الجاریة شاة، تذبح یوم السابع إن تیسر و إلا فأربع عشرة و إلا فإحدی و عشرین."

حسین (بن ذکوان) المعلم (العوذی البصری المکتّب) سے روایت ہے کہ میں نے عطاء (بن ابی رباح) سے عقیقے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: بچے کی طرف سے دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری ہے، اگر میسر ہو تو ساتویں دن ذبح کی جائے، اور اگر نہ ہو سکے تو چودھویں دن اور (اس میں بھی) اگر نہ ہو سکے تو اکیسویں دن (ذبح کی جائے۔) (کتاب العیال لابن ابی الدنیا ص ۲۸ ح ۶۱، مطبوعہ مکتبۃ القرآن للطبع والنشر والتوزیع، القاہرہ مصر، تحقیق سعد عبدالحمید السعدنی)

اس اثر کی سند صحیح ہے اور راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

(۱) ابوعلی الحسین بن محمد بن ایوب الذارع السعدی البصری رحمہ اللہ

صدوق (تقریب التہذیب: ۱۴۸۰)

ثقة (الکاشف للذہبی: ۱۱۰۶)

انھیں حافظ ابن حبان وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔

(۲) ابومعاویہ یزید بن زریع البصری رحمہ اللہ

ثقه ثبت / من رجال الستة (تقریب التہذیب: ۸۶۸۹)

(۳) الحسین بن ذکوان المعلم العوذی المکتب رحمہ اللہ

ثقه / من رجال الستة،

و أخطأ من قال: "ربما وهم"

وثقه الجمهور و جرح العقیلي وغیره فیه مردود.

(۴) عطاء بن ابی رباح القرشی المکی رحمہ اللہ

ثقة فقيه فاضل / من رجال الستة ، و أخطأ من قال:" إنه تغيّر بآخره " ولم يكن ذلك منه، و كذلك أخطأ من قال:" لكنه كثير الارسال" لأنه لا علاقة له هاهنا.

ثقہ اور جلیل القدر تابعی امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے اس ارشادِ گرامی سے معلوم ہوا کہ اگر ولادتِ مولود کے ساتویں دن عقیقہ نہ ہو سکے تو چودھویں اور اکیسویں دن عقیقہ کرنا جائز ہے۔

امام عطاء سے ایک روایت میں آیا ہے کہ"و إن لم يعق عنه فكسب الغلام عق عن نفسه. " اور اگر اس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو، پھر لڑکا (خود) کمائی کرے تو وہ اپنا عقیقہ خود کرے گا۔ (العیال لابن ابی الدنیا:۷۰)

اس روایت کے راوی طریف بن عیسیٰ العنبری کی توثیق صرف حافظ ابن حبان (الثقات ۸/ ۳۲۷) منذری (الترغیب والترہیب ۳/ ۱۵۱) اور ہیثمی (مجمع الزوائد ۹/ ۱۷۳) سے ثابت ہے لیکن اس توثیق میں نظر ہے۔ واللہ اعلم

۲: امام صالح بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:" و كان يستحب لمن عق عن ولده أن يذبح عنه يوم السابع فإن لم يفعل ففي أربع عشرة فإن لم [يفعل] ففي احدىٰ و عشرين "اور آپ (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) اپنی اولاد میں سے جس کا عقیقہ کرتے تو پسند کرتے کہ ساتویں دن عقیقہ کیا جائے، پھر اگر ایسا نہ ہو تو چودھویں دن، اور اگر یہ (بھی) نہ ہو تو اکیسویں دن۔

(مسائل صالح بن احمد ۲/ ۲۱۰ فقرہ: ۷۸۳، مطبوعہ الدار العلمیہ دہلی الہند، تحفۃ المودود ص ۴۸)

محققِ کتاب کا تحفۃ المودود کو مدنظر رکھتے ہوئے یہی رجحان ہے کہ یہ قول امام احمد کا ہے۔

ابن ہانی نے کہا: میں نے ابوعبداللہ (احمد بن حنبل) سے نبی ﷺ کی حدیث: ((الغلام مرتهن بعقيقته .)) بچہ اپنے عقیقے (نہ ہونے) کی وجہ سے رہن رہتا ہے، کے بارے میں

پوچھا، اس کا معنی کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: " نعم! سنة النبي ﷺ أن يعق عن الغلام شاتان و عن الجارية شاة ، فإذا لم يعق عنه فهو محتبس بعقيقته حتى يعق عنه ." جی ہاں! نبی ﷺ کی یہ سنت ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (عقیقہ کی جائے) پس اگر اس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو وہ اپنے عقیقے کی وجہ سے گرفتار رہتا ہے حتیٰ کہ اس کا عقیقہ کر دیا جائے۔ (مسائل ابن ہانی ۲/۱۳۰، فقرہ:۱۷۳۶)

اس اثر سے ثابت ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مرتہن والی حدیث کی رُو سے اکیسویں تاریخ کے بعد بھی عقیقہ کرنے کے قائل تھے اور اس مسئلے میں ابن حزم کا تفرد نہیں۔

۳: امام اسحاق بن راہویہ نے فرمایا کہ ساتویں دن عقیقہ کیا جائے (جیسا کہ احمد نے فرمایا)، اور اگر میسر نہ ہو تو چودھویں دن اور اگر میسر نہ ہو تو اکیسویں دن اور یہ سب سنت ہے۔ (مسائل الامام احمد و اسحاق، روایۃ الکوسج ۲/ ۳۵۶ فقرہ: ۲۷۹۰، مطبوعہ دار الہجرۃ للنشر والتوزیع، جزیرۃ العرب یعنی سعودی عرب)

۴: حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: " والحجة على ذلك حديث سمرة المتقدم: الغلام مرتهن بعقيقته، تذبح عنه يوم السابع و يسمى " اور (ساتویں دن کے بعد عقیقہ کرنا) اس کی دلیل سمرہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث سابق دلیل ہے: بچہ اپنے عقیقے کی وجہ سے رہن رہتا ہے، ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جاتا ہے اور نام رکھا جاتا ہے۔

(تحفۃ المودود باحکام المولود ص ۴۹، الفصل الثامن ، فی الوقت الذی یستحب فیه العقیقة)

موسیٰ بن احمد بن موسیٰ بن سالم بن عیسیٰ بن سالم المقدسی الحجاوی الکنانی الصالحی (متوفی ۹۶۸ھ) نے لکھا ہے: " فإن فات ففي أحد و عشرين ولا تعتبر الأسابيع بعد ذلك فيعق بعد ذلك في أي يوم أراد و لا تختص العقيقة بالصغير . "

پھر اگر (چودھویں دن) نہ ہو سکے تو اکیسویں دن (عقیقہ کرنا چاہیے) اور اس کے بعد ہفتوں کا کوئی اعتبار نہیں، لہٰذا جس دن چاہے عقیقہ کر لے اور عقیقہ چھوٹے بچے کے ساتھ مخصوص نہیں۔ (الاقناع فی فقہ الامام احمد ۱/ ۴۱۱ شاملہ)

تذکرۃ الراوی

حُمید بن ابی حمید الطّویل رحمہ اللہ

مشہور ثقہ تابعی اور کثیر احادیث کے راوی امام حُمید الطویل رحمہ اللہ کا مختصر اور جامع تذکرہ درج ذیل ہے:

ولادت: ٦٧ یا ٦٨ھ

نام ونسب: ابو عبیدہ حمید بن ابی حمید الطّویل البصری رحمہ اللہ

آپ کے والد کے نام میں دس مختلف اقوال ہیں، لیکن یہ اختلاف یہاں روایتِ حدیث میں قطعاً مضر نہیں ہے۔

اساتذہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، امام ثابت بن اسلم البنانی اور امام حسن بصری وغیرہم رحمہم اللہ

تلامذہ: امام اسماعیل بن ابراہیم عرف ابن علیہ، امام حماد بن زید، امام حمید الطّویل کے بھانجے امام حماد بن سلمہ، امام زہیر بن معاویہ اور امام شعبہ وغیرہم رحمہم اللہ

روایتِ حدیث میں مقام: آپ کے ثقہ ہونے پر اتفاق ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: **ثقة** . (کتاب الجرح والتعدیل ٣/ ٢١٩ وسندہ صحیح)

امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا: **ثقة لا بأس به.** (ایضاً ص ٢١٩)

امام ابو الحسن العجلی نے فرمایا: " **تابعي ثقة وهو خال حماد بن سلمة** " ثقہ تابعی اور وہ حماد بن سلمہ کے ماموں تھے۔ (التاریخ: ٣٧٠، دوسرا نسخہ: ٣٤٥)

حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ (١٤٨/٤)

اور مورخ ابن سعد نے کہا: " **و كان حميد ثقة كثير الحديث إلا أنه ربما دلس عن أنس بن مالك** " وہ ثقہ تھے، کثرت سے حدیثیں بیان کرتے تھے، لیکن بعض اوقات انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے تدلیس کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ٧/ ٢٥٢) **وغير ذلك.**

تدلیس کا مسئلہ: متعدد علمائے حدیث نے انھیں مدلس قرار دیا، مثلاً حافظ ذہبی نے فرمایا:
" **ثقة جليل ، مدلس** " (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۱۰)
حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: " **ثقة مدلس** " (تقریب التہذیب: ۱۵۴۴)
حافظ ابن حجر نے انھیں مدلسین کے طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا، جن کی حدیث حافظ صاحب کے نزدیک بھی حجت نہیں ہوتی اور کہا: انس (رضی اللہ عنہ) کے شاگرد (اور) مشہور ہیں، وہ ان سے بہت زیادہ تدلیس کرتے تھے حتیٰ کہ یہ کہا گیا: ان کی ان (سیدنا انس رضی اللہ عنہ) سے عام حدیثیں ثابت اور قتادہ کے واسطے سے ہیں۔ (طبقات المدلسین ص ۸۶)
دوسری طرف امام حمید الطویل کے بھانجے امام حماد بن سلمہ نے فرمایا: " **عـامة مـا يروي حميد عن أنس سمعه من ثابت** " حمید نے انس (رضی اللہ عنہ) سے جو عام روایتیں بیان کیں، وہ انھوں نے ثابت سے سنیں۔ (الجعدیات للبغوی: ۱۴۶۹، وسندہ حسن، دوسرا نسخہ: ۱۵۱۹)
امام شعبہ رحمہ اللہ نے فرمایا: " **لم يسمع حميد من أنس إلا أربعة و عشرين حديثًا ، و الباقي سمعها أو أثبته فيها ثابت** "
حمید نے انس سے صرف چوبیس حدیثیں سنیں اور باقی ثابت (البنانی) سے سنیں یا انھوں نے سمجھایا۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۴۵۸۲ وسندہ صحیح)
یہ قول ذکر کر کے حافظ علائی نے کہا: " **فعلى تقدير أن يكون مراسيل قد تبين الواسطة فيها وهو ثقة محتج به** " پس اس لحاظ سے یہ مراسیل روایتیں بنتی ہیں جن کا واسطہ معلوم ہو چکا ہے اور وہ (ثابت البنانی) ثقہ حجت تھے۔ (جامع التحصیل ص ۱۶۸، رقم ۱۴۴)
امام ابن عدی نے فرمایا: " **و سمع الباقي من ثابت عنه** "
اور انھوں نے باقی (تمام) روایات ثابت (البنانی) سے سنیں، انھوں نے وہ انس (رضی اللہ عنہ) سے بیان کیں۔ (الکامل ۲/ ۶۸۴، دوسرا نسخہ ۳/ ۶۷)
حافظ ابن حبان نے فرمایا: اور وہ (حمید الطویل) تدلیس کرتے تھے، انھوں نے (ابن حبان کی تحقیق کے مطابق) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے اٹھارہ حدیثیں سنیں اور باقی ثابت

(البنانی) سے سنیں، پھر ان سے تدلیس کر دی۔ (کتاب الثقات ۴/۱۴۸)

امام ابو حاتم الرازی اور امام ابو زرعہ الرازی دونوں نے حمید عن انس والی سند کے مقابلے میں حمید عن ثابت عن انس کی سند کو صحیح قرار دیا اور فرمایا: "و کان حمید کثیراً ما یرسل" اور حمید کثرت سے ارسال کرتے تھے۔ (علل الحدیث: ۲۰۷۱)

قولِ مذکور میں ارسال سے مراد تدلیس ہے۔

اس تحقیق کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱: حمید الطویل مدلس تھے۔

۲: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے حمید الطویل کی معنعن روایت بھی صحیح ہوتی ہے۔

تنبیہ: حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین میں یہ اشارہ کیا ہے کہ حمید الطویل قتادہ عن انس کی سند والی تدلیس بھی کرتے تھے، یعنی قتادہ کو درمیان سے گرا دیتے تھے، لیکن یہ بات صحیح سند سے ثابت نہیں۔ اس کا راوی درست ھالک (سخت مجروح) تھا۔

دیکھئے تہذیب التہذیب (۳/۴۰، دوسرا نسخہ ۳/۳۶)

حافظ ابن حجر نے ثقہ امام ابو بکر (احمد بن ہارون) البردیجی سے کسی سند کے بغیر نقل کیا:

"و أما حديث حميد فلا يحتج منه إلا بما قال حدثنا أنس"

اور رہی حمید کی حدیث تو حجت نہیں، سوائے اس کے جس میں وہ حدثنا انس کہیں۔

(تہذیب التہذیب ۳/۴۰، دوسرا نسخہ ۳/۳۵)

یہ قول بھی مذکورہ بالا وضاحت اور خاص دلیل کی وجہ سے صحیح نہیں ہے۔

راقم الحروف نے حافظ ابن حجر اور ابو بکر البردیجی وغیرہما پر اعتماد کرتے ہوئے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے حمید الطویل کی کئی معنعن روایات کو ضعیف قرار دیا تھا، لیکن اب صحیح واسطہ اور خاص دلیل معلوم ہونے کے بعد میں رجوع کرتا ہوں اور صحیح یہ ہے کہ حمید کی انس رضی اللہ عنہ سے معنعن روایت بھی صحیح ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

وفات: ۱۴۲، یا ۱۴۳ھ، آپ حالتِ نماز میں فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ (۲۷/ مئی ۲۰۱۱ء)

محمود بن اسحاق البخاری الخزاعی القواس رحمہ اللہ

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی دو مشہور کتابوں (جزء رفع الیدین اور جزء القراءۃ) کے راوی ابواسحاق محمود بن اسحاق الخزاعی البخاری القواس رحمہ اللہ کا جامع و مفید تذکرہ درج ذیل ہے:

نام ونسب: ابواسحاق محمود بن اسحاق بن محمود القواس البخاری الخزاعی رحمہ اللہ

اساتذہ: آپ کے اساتذہ میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

۱: امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ

۲: محمد بن الحسن بن جعفر البخاری (الارشاد للخلیلی ۳/ ۹۶۷۔۹۶۸ رقم ۸۹۵)

۳: ابوعصمہ سہل بن المتوکل بن حجر البخاری/ ثقہ (الارشاد ۳/ ۹۶۹ رقم ۸۹۷)

سہل بن المتوکل کو حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات (۸/ ۲۹۴) میں ذکر کیا ہے اور حافظ خلیلی نے ثقہ کہا ہے۔

۴: ابوعمرو حریث بن عبدالرحمٰن البخاری (الارشاد ۳/ ۹۷۰۔۹۷۱ ت ۸۹۸)

۵: ابوعبداللہ محمد بن عبدک البخاری الجدیدی (الانساب للسمعانی ۲/ ۳۱۔۳۲)

۶: خلف بن الولید، ابوصالح البخاری (المتفق والمفترق للخطیب ۱/ ۳۲ شاملہ)

۷: احمد بن حاتم بن داود المکی، ابوجعفر السلمی (بحر الفوائد: ۱۹۱) وغیرہم رحمہم اللہ

تلامذہ: ہمارے علم کے مطابق آپ کے تلامذہ (شاگردوں) کے نام درج ذیل ہیں:

۱: ابونصر محمد بن احمد بن موسیٰ بن جعفر الملاحمی البخاری (تاریخ بغداد ۱/ ۸۳، مشیخۃ الابنوسی ۱۶۵۔ ۱۶۹، التحقیق لابن الجوزی ۱/ ۴۲۷ ح ۴۶۳ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۴۷ وسندہ صحیح)

۲: ابوالعباس احمد بن محمد بن الحسین بن اسحاق الرازی الضریر

(تاریخ بغداد ۱۳/ ۴۳۸ ت ۷۲۹۷ وسندہ صحیح)

ابوالعباس الرازی الصغیر کے بارے میں خطیب بغدادی نے فرمایا: " و کان ثقة حافظًا "
(تاریخ بغداد ۴/ ۴۳۵)

۳: ابوبکر محمد بن ابی اسحاق ابراہیم بن یعقوب الکلاباذی البخاری (بحرالفوائد ح ۶۴، ۱۹۱، ۱۹۲)
یہ صاحبِ کتاب ہیں اور ان کا ذکر تاج التراجم (ص ۳۳۳ ت ۳۳۵) وغیرہ میں موجود ہے۔

۴: امام ابوالفضل احمد بن علی بن عمرو بن حمد السلیمانی البیکندی البخاری رحمہ اللہ
(تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۶ ص ۱۶۶۔ ۱۶۷، تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۳۶ ت ۹۶۰)
ان کے حالات کے لئے دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۱۷/ ۲۰۰۔ ۲۰۱) وغیرہ۔

۵: ابوالحسین محمد بن عمران بن موسیٰ الجرجانی (المتفق والمفترق للخطیب ۱/ ۳۳ ح ۵۰۸)
ان کا ذکر تاریخ جرجان للسہمی (ص ۴۲۳۔ ۴۲۴ ت ۷۴۶) میں ہے۔

۶: ابوالحسین احمد بن محمد بن یوسف الازدی البخاری (تاریخ بغداد ۱۰/ ۲۸ ت ۵۱۴۷)

۷: ابو نصر احمد بن محمد بن الحسن بن حامد بن ھارون بن المنذر بن عبدالجبار النیاز کی الکرمینی۔

سمرقند و بخارا کی کوئی محدثانہ مکمل تاریخ میرے پاس موجود نہیں اور " القند فی ذکر علماء سمرقند" للنسفی موجود ہے، لیکن شروع اور آخر سے ناقص چھپی ہے، محمود نام کے راویوں والا حصہ شائع ہی نہیں ہوا۔ واللہ اعلم

علمی کارنامہ: آپ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کی دو مشہور کتابوں: جزء رفع الیدین اور جزء القراءۃ کے بنیادی راوی ہیں۔ (نیز دیکھئے ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص ۴۹۲)

علمی مقام: یمن کے مشہور عالم مولانا شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی رحمہ اللہ نے زاہد بن حسن کوثری (جہمی) کو مخاطب کر کے لکھا ہے: " **إذا كان أهل العلم قد وثقوهما و ثبتوهما ولم يتكلم أحد منهم فيهما فما ذا ينفعك أن تقول: لا نثق بهما ؟** "
جب اہلِ علم (محدثین و علماء) نے ان دونوں (محمود بن اسحاق الخزاعی اور احمد بن محمد بن

الحسین الرازی) کو ثقہ اور ثبت قرار دیا ہے، کسی ایک نے بھی ان دونوں پر کوئی (جرح والا) کلام نہیں کیا تو تمھارا یہ کہنا: ہم ان پر اعتماد نہیں کرتے، کیا فائدہ دے گا؟

(التنکیل بمافی تانیب الکوثری من الاباطیل ۱/۴۷۵ ت ۲۴۲)

اب محمود بن اسحاق رحمہ اللہ کی صریح اور غیر صریح توثیق کے دس سے زیادہ حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱: حافظ ابن حجر العسقلانی نے محمود بن اسحاق کی بیان کردہ ایک روایت کو "حسن" قرار دیا ہے۔ (دیکھئے موافقۃ الخبر الخبر فی تخریج احادیث المختصر ۱/۴۱۷)

تنبیہ: راوی کی منفرد روایت کو حسن یا صحیح کہنا، اُس راوی کی توثیق ہوتی ہے۔

(دیکھئے نصب الرایہ ۱/۱۴۹، ۳/۲۶۴)

۲: علامہ نووی نے جزء رفع الیدین سے ایک روایت بطورِ جزم نقل کی اور فرمایا:

" بإسناده الصحيح عن نافع " (المجموع شرح المہذب ۳/۴۰۵)

معلوم ہوا کہ نووی جزء رفع الیدین کو امام بخاری کی صحیح وثابت کتاب سمجھتے تھے۔

۳: ابن الملقن (صوفی) نے جزء رفع الیدین سے ایک روایت بطورِ جزم نقل کی اور فرمایا:" بإسناد صحيح عن نافع عن ابن عمر " (البدر المنیر ۳/۴۷۸)

۴: زیلعی حنفی نے جزء رفع الیدین سے روایات بطورِ جزم نقل کیں۔

(دیکھئے نصب الرایہ ۱/۳۹۰، ۳۹۳، ۳۹۵)

۵: مشہور محدث ابو بکر البیہقی رحمہ اللہ نے محمود بن اسحاق کی روایت کردہ کتاب: جزء القراءۃ للبخاری کو بطورِ جزم امام بخاری سے نقل کیا ہے۔

(مثلاً دیکھئے کتاب القراءۃ خلف الامام للبیہقی ص ۲۳ ح ۲۸)

۶: علامہ ابو الحجاج المزی رحمہ اللہ نے جزء القراءۃ کو بطورِ جزم امام بخاری سے نقل کیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے تہذیب الکمال ج ۳ ص ۲۱۷، سعید بن سنان البرجمی)

۷: عینی حنفی نے جزء رفع الیدین کو امام بخاری سے بطورِ جزم نقل کیا ہے۔

(دیکھئے عمدۃ القاری ۵/۲۷۲ تحت ح ۷۳۵)

نیز دیکھئے شرح سنن ابی داود للعینی (۳/ ۲۵۰ ح ۷۳۲) اور معانی الاخبار (۳/ ۲۷۶)

۸: بدر الدین محمد بن بہادر بن عبداللہ الزرکشی نے جزءِ مذکور کو بطورِ جزم نقل کیا۔

(دیکھئے البحر المحیط فی اصول الفقہ ۴/ ۴۴۹ مکتبہ شاملہ)

۹: محمد الزرقانی نے جزء رفع الیدین کو امام بخاری سے بطورِ جزم نقل کیا ہے۔

(دیکھئے شرح الزرقانی علی الموطأ ۱/ ۱۵۸ تحت ح ۲۰۴ باب ماجاء فی افتتاح الصلاۃ)

۱۰: سیوطی نے فض الوعاء میں جزء رفع الیدین کو بطورِ جزم امام بخاری سے نقل کیا۔

(دیکھئے فض الوعاء فی احادیث رفع الیدین بالدعاء ۱/ ۵۹ قبل ح ۱۸)

۱۱: ذہبی (التنقیح لکتاب التحقیق لأحادیث التعلیق ۱/ ۲۴۹ ط مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز/ مکہ)

۱۲: مغلطائی حنفی (دیکھئے شرح سنن ابن ماجہ لمغلطائی ۱/ ۱۴۱۴، ۱۴۶۶، ۲/ ۸ شاملہ)

وغیر ذلک. مثلاً دیکھئے تنقیح التحقیق (۲/ ۲۱۸ ح ۷۵۸، ۱/ ۳۷۸ شاملہ)

آلِ دیوبند وآلِ بریلی اور آلِ تقلید کے کئی علماء نے جزء رفع الیدین اور جزء القراءۃ (کلاھما للبخاری/ دونوں یا کسی ایک) کو بالجزم امام بخاری سے نقل کر رکھا ہے، جن میں سے بعض حوالے درج ذیل ہیں:

۱: نیموی (آثار السنن: ۶۳۵ وقال: ''رواہ البخاری فی جزء رفع الیدین واسنادہ صحیح'')

۲: سرفراز خان صفدر کڑمنگی گکھڑوی دیوبندی (خزائن السنن ص ۴۱۶ حصہ دوم ص ۱۶۶)

۳: صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی (نماز مسنون کلاں ص ۶۴۶)

۴: فیض احمد ملتانی دیوبندی (نماز مدلل ص ۱۱۸، حوالہ نمبر ۲۷۶)

۵: جمیل احمد نذیری دیوبندی (رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ص ۲۶۲)

۶: علی محمد حقانی دیوبندی (نبوی نماز/ سندھی ص ۲۹۲ حصہ اول)

۷: غلام مصطفیٰ نوری بریلوی (نمازِ نبوی ﷺ ص ۱۶۲)

۸: غلام مرتضیٰ ساقی بریلوی (مسئلہ رفع یدین پر..کا تعاقب ص ۲۶)

۹: ابو یوسف محمد ولی درویش دیو بندی (دپیغمبر خدا ﷺ مونځ/ پشتو ص ۲۱۴)

۱۰: عبدالشکور قاسمی دیو بندی وغیرہ (کتاب الصلاۃ ص ۱۱۳، طبع ندوۃ العلم کراچی) وغیرہم

ان سب نے جزء القراءۃ یا جزء رفع الیدین کے حوالے بطورِ جزم وبطورِ حجت نقل کئے ہیں اور بعض نے تو رفع الیدین سے مذکورایک روایت کو صحیح سند قرار دیا ہے۔

ہمارے علم کے مطابق محمود بن اسحاق پر کسی محدث یا مستند عالم نے کوئی جرح نہیں کی اوران کی بیان کردہ کتابوں اور روایتوں کو صحیح قرار دینا یا بالجزم ذکر کرنا (ان پر جرح نہ ہونے کی حالت میں) اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مذکورہ تمام علماء وغیر علماء کے نزدیک ثقہ و صدوق تھے، لہٰذا جزء القراءۃ اور جزء رفع الیدین دونوں کتابیں امام بخاری سے ثابت ہیں اور چودھویں پندرھویں صدی کے بعض الناس کا ان کتابوں پر طعن واعتراض مردود ہے۔

بعض الناس کی جہالت یا تجاہل کا رد: چودھویں پندرھویں صدی میں بعض الناس (مثلاً امین اوکاڑوی دیو بندی) نے محمود بن اسحاق البخاری کو مجہول کہہ دیا ہے، حالانکہ سات راویوں کی روایت، حافظ ابن حجر اور دیگر علماء وغیر علماء کی توثیق کے بعد مجہول کہنا یہاں باطل ومردود ہے۔ ہمارے علم کے مطابق ۳۳۲ھ میں وفات پانے والے محمود بن اسحاق کو کسی محدث یا مستند عالم نے مجہول العین یا مجہول الحال (مستور) نہیں کہا۔

حافظ ذہبی نے لکھا ہے: "**محمود بن إسحاق البخاري القواس: سمع من محمد ابن إسماعيل البخاري و محمد بن الحسن بن جعفر صاحب يزيد بن هارون و حدّث و عمرّ دهرًا. أرّخه الخليلي و قال: ثنا عنه محمد بن أحمد الملاحمي.**" محمود بن اسحاق البخاری القواس: انھوں نے محمد بن اسماعیل البخاری اور یزید بن ہارون کے شاگرد محمد بن الحسن بن جعفر سے سنا، حدیثیں بیان کیں اور ایک (طویل) زمانہ زندہ رہے۔ خلیلی نے ان کی تاریخ وفات بیان کی اور فرمایا: ہمیں محمد بن احمد الملاحمی نے ان سے حدیث بیان کی ہے۔ (تاریخ الاسلام ج ۲۵ ص ۸۳)

اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ جس راوی سے دو یا زیادہ ثقہ راوی حدیث بیان

کریں تو وہ مجہول العین (یعنی مجہول) نہیں ہوتا اور اگر ایسے راوی کی توثیق موجود نہ ہو تو مجہول الحال (مستور) ہوتا ہے۔ چند حوالے درج ذیل ہیں:

۱: خطیب بغدادی نے لکھا ہے: " و أقل ما ترتفع به الجهالة أن يروي عن الرجل اثنان فصاعدًا من المشهورين بالعلم ، كذلك " اور آدمی کی جہالت (مجہول العین ہونا) کم از کم اس سے ختم ہو جاتی ہے کہ اس سے علم کے ساتھ مشہور دو یا زیادہ راوی روایت بیان کریں، اسی طرح ہے۔

(الکفایہ فی علم الروایہ ص ۸۸ واللفظ لہ، شرح ملا علی قاری علی نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص ۵۱۷)

ابن الصلاح الشہر زوری نے لکھا ہے: " و من روى عنه عدلان و عيناه فقد ارتفعت عنه هذه الجهالة " اور جس سے دو ثقہ روایت کریں اور اس کا (نام لے کر) تعین کر دیں تو اس سے یہ جہالت (مجہول العین ہونا) ختم ہو جاتی ہے۔

(مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۴۶ نوع ۲۳، شرح ملا علی قاری ص ۵۱۷)

حافظ ذہبی نے اسامہ بن حفص کے بارے میں لکھا ہے:

" ليس بمجهول فقد روى عنه أربعة " وہ مجہول نہیں، کیونکہ ان سے چار راویوں نے روایت بیان کی ہے۔ (ہدی الساری لابن حجر ص ۳۸۹)

تنبیہ: یہ عبارت اس سیاق کے ساتھ میزان الاعتدال کے مطبوعہ نسخوں سے گر گئی ہے۔

حافظ ابن تیمیہ کے مخالف علی بن عبدالکافی السبکی الشافعی نے علانیہ لکھا ہے:

" و برواية اثنين تنتفي جهالة العين فكيف برواية سبعة ؟ " دو کی روایت سے جہالتِ عین مرتفع (یعنی ختم) ہو جاتی ہے، لہٰذا سات کی روایت سے کس طرح رفع نہ ہوگی؟!

(شفاء السقام، الباب الاول الحدیث الاول ص ۹۸)

حافظ ابن عبدالبر نے ایک راوی عبدالرحمٰن بن یزید بن عقبہ بن کریم الانصاری الصدوق کے بارے میں لکھا ہے: " و قد روى عنه ثلاثة ، و قد قيل : رجلان فليس بمجهول " اس سے تین یا دو آدمیوں نے روایت بیان کی، لہٰذا وہ مجہول نہیں

ہے۔ (الاستذکار ۱/۱۸۰ ح ۴۹ باب ترک الوضوء مما مست النار)

ابوجعفر النحاس نے کہا: " و من روی عنه اثنان فلیس بمجهول ."

اور جس سے دو روایت کریں تو وہ مجہول نہیں۔ (الناسخ والمنسوخ ۱/۴۸ دوسرا ۱/۱۷۱ شاملہ)

عینی حنفی نے ایک راوی (ابوزید) کے بارے میں لکھا ہے:

" والجهالة عند المحدثين تزول برواية اثنين فصاعداً ، فأين الجهالة بعد ذلك ؟ ! إلا أن يراد جهالة الحال ... " اور محدثین کے نزدیک دو یا زیادہ کی روایت سے جہالت ختم ہو جاتی ہے، لہٰذا اس کے بعد جہالت کہاں رہی؟! الا یہ کہ اس سے جہالتِ حال مراد لی جائے ...(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ۲/۲۸۲ طوزارۃ الاوقاف قطر)

اس طرح کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں۔

(مثلاً دیکھئے لسان المیزان ۶/۲۲۶، الولید بن محمد بن صالح، مجمع الزوائد ۱/۳۶۲)

۲: ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے عائشہ بنت عجرد کے بارے میں ایک اصول لکھا ہے:

" ولیس بمجهول من روی عنه اثنان " اور جس سے دو ثقہ راوی روایت بیان کریں تو وہ مجہول نہیں ہوتا۔ (اعلاء السنن ج ۱ ص ۲۰۷ ح ۱۵۳)

تنبیہ: اس کے بعد " و عرفها یحیی بن معین فقال :لها صحبة " والی عبارت علیحدہ ہے اور اس کا اس اصول سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔

ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے مزید لکھا ہے: " برواية عدلين ترتفع جهالة العين عند الجمهور و لا تثبت به العدالة " جمہور کے نزدیک دو ثقہ راویوں کی روایت سے جہالتِ عین ختم ہو جاتی ہے اور اس سے عدالت (راوی کی توثیق) ثابت نہیں ہوتی۔

(قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۳۰، اعلاء السنن ج ۱۹ ص ۲۱۳)

۳: عبدالقیوم حقانی دیوبندی نے ایک راوی کے بارے میں لکھا ہے:

" اس کے جواب میں شارحینِ حدیث فرماتے ہیں۔ کہ ان کا نام یزید ہے اور ان سے تین راوی روایت کرتے ہیں اور قاعدے کے مطابق جس شخص سے روایت کرنے والے دو

ہوں اس کی جہالت رفع ہو جاتی ہے۔۔۔'' (توضیح السنن ج ۱ ص ۱۷۵ تحت ح ۳۴۵)
نیز دیکھئے توضیح السنن (ج ۲ ص ۶۰۵ تحت ح ۹۹۵۔۱۰۰۰)

۴: محمد تقی عثمانی دیوبندی نے ایک مجہول الحال راوی ابو عائشہ پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا:
''اور اصولِ حدیث میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ جس شخص سے دو راوی روایت کریں اسکی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے، لہٰذا جہالت کا اعتراض درست نہیں اور یہ حدیث حسن سے کم نہیں۔'' (درس ترمذی ج ۲ ص ۳۱۵۔۳۱۶)

۵: عبدالحق حقانی اکوڑوی دیوبندی نے ایک روایت میں مجہول والے اعتراض کے بارے میں کہا: ''تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجہول کی دو قسم ہیں۔(۱) مجہول ذات (۲) مجہول صفات جب کسی راوی نے روایت میں حدثنی رجل کہہ دیا اور وہ رجل معلوم نہیں تو یہ مجہول ذات ہے اگر ایسے غیر معلوم رجل سے دو شاگرد جو ثقہ عادل اور تام الضبط ہوں اور امت کو ان پر اعتماد ہو) روایت نقل کر دیں تو ایسے دو تلامذہ کا ایک استاد سے روایت نقل کرنا گویا استاد (رجل مجہول) کی ثقاہت کی شہادت ہے۔ کیونکہ باکمال تلامذہ بے کمال استاد سے کبھی بھی سبق حاصل نہیں کرتے۔'' (حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی ج ۱ ص ۲۰۶)

۶: احمد حسن سنبھلی تقلیدی مظفر نگری نے امام ابن ابی شیبہ کے (اپنے مزعوم امام پر) پہلے اعتراض کے جواب میں لکھا ہے:
''پس دو شخصوں نے جب ان سے روایت کی تو جہالت مرتفع ہو گئی سو یہ معروف شمار ہوں گے جیسا کہ یہ قاعدہ اصول حدیث میں ثابت ہو چکا ہے۔۔۔''
(اجوبہ اللطیفہ عن بعض رد ابن ابی شیبہ علیٰ ابی حنیفہ ص ۱۸۔۱۹، ترجمانِ احناف ۴۱۸۔۴۱۹)

یہ کتاب چار اشخاص کی پسندیدہ ہے:
(۱) اشرف علی تھانوی (دیکھئے ترجمان احناف ص ۴۰۸)
(۲) ماسٹر امین اوکاڑوی (دیکھئے ترجمان احناف ص ۳۔۷)

(۳) مشتاق علی شاہ دیوبندی (دیکھئے ترجمان احناف کا پہلا صفحہ)

(۴) محمد الیاس گھمن حیاتی دیوبندی (دیکھئے: فرقہ اہلحدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ ص ۳۹۰)

اگر اس حوالے میں مذکورہ اصولِ حدیث کے مسئلے کا انکار کیا جائے تو آلِ تقلید کا اپنے مزعوم امام کا، پہلے ہی مسئلے میں دفاع ختم ہو جاتا ہے اور امام ابن ابی شیبہ کا یہ اعتراض صحیح ثابت ہو جاتا ہے کہ (امام) ابوحنیفہ احادیث کی مخالفت کرتے تھے۔

۷: نیموی تقلیدی نے ایک مجہول الحال راوی ابوعائشہ کے بارے میں لکھا ہے:

"قلت :فارتفعت الجهالة برواية الاثنين عنه"

میں نے کہا: پس اس سے دو کی روایت سے جہالت مرتفع (ختم) ہوگئی۔

(آثار السنن ص ۳۹۷ تحت ح ۹۹۵)

نیز دیکھئے آثار السنن (ص ۱۴۷ تحت ح ۳۲۸)

۸: شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے:

"ثم من روى عنه عدلان ارتفعت جهالة عينه" پھر جس سے دو ثقہ راوی روایت بیان کریں تو اس کی جہالتِ عین ختم ہو جاتی ہے۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۶۳، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۱۷۲)

۹: محمد ارشاد القاسمی بھاگل پوری (دیوبندی) نے لکھا ہے:

"مجہول العین کی روایت دو عادل سے ثابت ہو جائے تو جہالت مرتفع ہو جائے گی۔"

(ارشاد اصول الحدیث ط زمزم پبلشرز ص ۹۵)

۱۰: محمد محمود عالم صفدر (ننھے) اوکاڑوی نے لکھا ہے: "یہ بات یاد رہے کہ راوی کے ایک ہونے پر جہالت کا مدار دوسرے محدثین کے نزدیک ہے، اور ان کے نزدیک اگر دو روایت کرنے والے ہوں تو جہالت عینی مرتفع ہو جائے گی۔ ہمارے نزدیک مجہول العین وہ ہے جس سے ایک یا دو حدیثیں مروی ہوں اور اس کی عدالت بھی معلوم نہ ہو عام ہے کہ اس سے روایت کرنے والے دو یا دو سے زائد ہوں۔ اس قسم کی جہالت اگر صحابی میں ہے تو مضر نہیں اور اگر غیر میں ہے تو پھر اگر اس کی حدیث قرن ثانی یا قرن ثالث میں ظاہر ہو جائے تو اس پر

عمل جائز ہوگا اور اگر ظاہر ہو اور سلف اس کی صحت کی گواہی دیں، طعن سے خاموش رہیں تو قبول کر لی جائے گی اور اگر رد کر دیں تو رد کر دی جائے گی اور اگر اختلاف کریں تو اگر موافق قیاس ہو گی تو قبول ورنہ رد کر دی جائے گی۔'' (قطرات العطر ص ۲۳۸)

ننھے اوکاڑوی کے اس دیوبندی اصول سے محمود بن اسحاق الخزاعی اور نافع بن محمود المقدسی وغیرہما رحمہم اللہ کی روایات مقبول (صحیح یا حسن) ہو جاتی ہیں۔

اس طرح کے مزید حوالے بھی تلاش کئے جا سکتے ہیں اور ان سے ثابت ہوا کہ سات شاگردوں والے راوی محمود بن اسحاق رحمہ اللہ کو مطلقاً مجہول یا مجہول العین کہنا بالکل غلط و مردود ہے۔

رہا مجہول الحال یا مستور قرار دینا تو یہ صرف اس صورت میں ہوتا ہے، جب راوی کی توثیق سرے سے موجود نہ ہو (یا نا قابلِ اعتماد ہو) جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

" و إن روى عنه اثنان فصاعدًا ولم يوثق فهو مجهول الحال وهو المستور و قد قبل روايته جماعة بغير قيد و ردها الجمهور ... " ''اگر اس سے دو یا دو سے زائد نے روایت کی ہو اور اس کی توثیق نہ ہو تو وہ مجہول الحال ہے اور مستور ہے اسے بغیر کسی قید کے ایک جماعت نے قبول کیا ہے، اور جمہور نے رد کر دیا ہے...'' (نزهۃ النظر شرح نخبۃ الفکر مع شرح الملا علی القاری ص ۵۱۷۔ ۵۱۸، قطرات العطر شرح اردو شرح نخبۃ الفکر ص ۲۳۶)

ایک جماعت نے قبول کیا ہے، کی تشریح میں ملا علی قاری حنفی نے لکھا ہے:

" منهم أبو حنيفة ... " ان میں ابوحنیفہ... ہیں۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۵۱۸)

شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے: " و منهم أبو بكر بن فورك و كذا قبله أبو حنيفة خلافًا للشافعي ، و من عزاه إليه فقد وهم " اور ان (مستور کی روایت قبول کرنے) میں ابو بکر بن فورک اور ان سے پہلے ابوحنیفہ ہیں، (یہ اصول) شافعی کے خلاف ہے اور جس نے اسے ان (شافعی) کی طرف منسوب کیا ہے (کہ مستور کی روایت مقبول ہے) تو اسے غلطی لگی ہے۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۱۷۰، قدیم نسخہ ج ۱ ص ۶۳)

حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی کی پسندیدہ کتاب علوم الحدیث میں محمد عبید اللہ الاسعدی (دیوبندی) نے لکھا ہے: ''امام ابوحنیفہ کے نزدیک مجہول کے احکام کی بابت تفصیل یہ ہے

(الف) مجہول العین:۔ یہ حال جرح نہیں ہے اس کی حدیث اس صورت میں غیر مقبول ہو گی جبکہ سلف نے اس کو مردود قرار دیا ہو یا یہ کہ اس کا ظہور عہد تبع تابعین کے بعد ہو۔ اور اگر اس سے پہلے ہو خواہ سلف نے اس کی تقویت کی ہو یا بعض نے موافقت کی ہو یا کہ سب نے سکوت کیا ہو، اس پر عمل درست ہے۔

(ب) مجہول الحال:۔ راوی مقبول ہے، خواہ عدل الظاہر خفی الباطن ہو یا دونوں کی رو سے مجہول ہو۔

(ج) مجہول الاسم:۔ بھی مقبول ہے بشرطیکہ قرون ثلاثہ سے تعلق رکھتا ہو۔

اس تفصیل سے یہ بھی ظاہر ہے کہ امام صاحب کے نزدیک بھی مجہول مطلقاً مقبول نہیں کم از کم قرون ثلاثہ سے تعلق کی قید ضرور ملحوظ ہے جیسا کہ تصریح کی گئی ہے۔''

(علوم الحدیث ص ۲۰۰)

ابوسعد شیرازی (دیوبندی) نے لکھا ہے:

''جو راوی مجہول العین نہ ہو اور اس کی توثیق بھی کسی سے منقول نہ ہو اسے مستور کہتے ہیں اس کی روایت مقبول ہے۔'' (الیاس گھمن کا قافلۂ ''حق'' جلد ۳ شمارہ ۲ ص ۲۹)

شیرازی دیوبندی نے اپنے ''سلطان المحدثین'' ملا علی قاری سے نقل کیا ہے:

''اور مستور کی روایت کو ایک جماعت نے بغیر زمانہ کی قید کے قبول کیا ہے انہیں میں سے ابوحنیفہؒ بھی ہیں۔ سخاوی نے اس کو ذکر کیا ہے اور اس قول کو امام اعظمؒ کی اتباع کرتے ہوئے ابن حبان نے اختیار کیا ہے...'' (الیاس گھمن کا قافلۂ ''حق'' جلد ۳ شمارہ ۲ ص ۳۵)

تنبیہ: یہ دعویٰ کہ اس اصول میں حافظ ابن حبان نے حنفیہ کے امام ابوحنیفہ کی اتباع کی ہے، بے دلیل و بے سند ہے۔

دیوبندی ''مفتی'' شبیر احمد (جدید) نے لکھا ہے: ''تیسرے راوی ہیں امام ابوعصمہ

سعد بن معاذ المروزی۔ ان پر علی زئی نے مجہول ہونے کی جرح نقل کی ہے۔ حالانکہ اصول حدیث کی رو سے یہ جرح بھی مردود ہے، کیونکہ مجہول کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ مجہول الحال ۲۔ مجہول العین

مجہول کا مطلب جس کی عدالت ظاہر نہ ہو، مسلمان ہو۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور آپکے متبعین کے نزدیک مجہول الحال کی روایت قبول کی جائے گی یعنی راوی کا مسلمان ہونا اور فسق سے بچنا اس کی روایت کی قبولیت کے لئے کافی ہے۔

مجہول العین کا مطلب یہ ہے کہ علماء اس راوی اور اس کی روایت کو نہ پہچانتے ہوں۔ اس سے صرف ایک راوی نے نقل کیا ہو بالفاظ دیگر اس سے ایک شاگرد نے روایت نقل کی ہو۔

مجہول کی اقسام میں سے ایک قسم بھی ابو عصمہ پر صادق نہیں آتی نہ مجہول الحال نہ ہی مجہول العین۔ احناف کے اصول کے مطابق تو اس کی روایت قبول ہے ہی دیگر ائمہ کے اصول کے مطابق بھی اس کی روایت قبول ہے کیونکہ ان کے شاگرد کئی ہیں اور یہ ہیں بھی مسلمان۔ لہٰذا ان کی روایت قبول ہوگی۔'' الخ (الیاس گھمن کا قافلۂ ''حق'' جلد۵ شمارہ۴ص۲۴)

انصاف پسند قارئین کرام غور کریں کہ ابو عصمہ سے چند راویوں نے روایت بیان کی اور کسی ایک مستند محدث یا عالم نے اس کی صریح یا غیر صریح توثیق نہیں کی، بلکہ حافظ ذہبی نے صاف لکھا ہے کہ ''مجھول و حدیثه باطل'' وہ مجہول ہے اور اس کی حدیث باطل ہے۔

(میزان الاعتدال ۴/۱۲۵، دوسرا نسخہ ۳/۱۸۵)

اس ابو عصمہ کو تو ثقہ وصدوق ثابت کیا جا رہا ہے (!) اور محمود بن اسحاق الخزاعی البخاری و نافع بن محمود المقدسی وغیرہما کو مجہول و مستور کہا جا رہا ہے۔ سبحان اللہ!

خلاصۃ التحقیق: محمود بن اسحاق الخزاعی مذکور، مجہول و مستور نہیں بلکہ ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث وحسن الحدیث تھے، لہٰذا ان پر ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی اور مقلدینِ اوکاڑوی کی جرح مردود ہے۔

وفات: ۳۳۲ھ (تاریخ نوشت: ۴/نومبر ۲۰۱۱ء مکتبۃ الحدیث حضرو۔ اٹک)

ابو حفص عبداللہ بن عیاش القتبانی المصری رحمہ اللہ

جرح وتعدیل کے لحاظ سے امام عبداللہ بن عیاش القتبانی رحمہ اللہ کا مختصر وجامع تذکرہ درج ذیل ہے:

جرح

۱: ابو حاتم الرازی (قال: لیس بالمتین صدوق یکتب حدیثه وهو قریب من ابن لهیعة) الجرح والتعدیل ۵/۱۲۶

☆ ابن یونس المصری (قال: منکر الحدیث) یہ جرح باسند صحیح ثابت نہیں۔

☆ ابوداود (قال: ضعیف) یہ جرح باسند صحیح ثابت نہیں۔

☆ نسائی (قال: ضعیف) یہ جرح باسند صحیح ثابت نہیں۔

۲: ابن حزم قال: فلیس معروفاً بالثقة. (المحلی ۷/۳۵۷)

تعدیل

۱: مسلم بن الحجاج (لأنه من رجال صحیح مسلم/ فی الشواهد)

۲: ابن حبان (ذکره في کتاب الثقات) ۷/۵۱ ت ۸۹۶۲، و روی لـه في صحیحه [الموارد: ۲۵۵۱] وقال: من ثقات أهل مصر ۔ [مشاهیر علماء الامصار: ۱۵۱۶]

۳: ذہبی (قال: الإمام العالم الصدوق) سیر اعلام النبلاء ۷/۳۳۳ وقال: احتج به مسلم والنسائي احدیثه في عداد الحسن ۔ [النبلاء ۷/۳۳۴]

۴: حاکم (صحح له)

المستدرک ۲/۴۲۲ ح ۳۴۶۸، ۴/۲۸۳ ح ۸۳۴۶، ۴/ ۲۵۸ ح ۵۶۵۷

۵: الہیثمی (حسن لہ) ارواء الغلیل: ۱۱۳۳

۶: ابن کثیر (وثقہ) تفسیر ابن کثیر ۵/۴۳۲ تحت آیہ لن ینال اللہ لحومہا ولا دماءہا: ۳۷

۷: ابوعوانہ (روی لہ فی المستخرج)

۲/۲۸۲ ح ۳۱۵۱، ۴/۱۶ ح ۵۸۶۸، ۴/۴۰۱ ح ۷۰۹۵

خلاصۃ التحقیق: عبداللہ بن عیاش القتبانی المصری جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

ثقہ وصدوق راوی کی صرف وہی روایت ضعیف وغیر مقبول ہوتی ہے، جس کے ضعیف وغیر مقبول ہونے پر محدثین کا اجماع ہو اور اس دور میں اس کا کوئی مخالف نہ ہو۔

حافظ زبیر علی زئی

جامعۃ الامام البخاری اہل حدیث، مقام حیات سرگودھا

(۲۵/ جنوری ۲۰۱۲ء)

ابویعلیٰ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن یعلیٰ بن کعب الطائفی الثقفی

جرح وتعدیل کے لحاظ سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن الطائفی کا مختصر وجامع تذکرہ درج ذیل ہے:

جرح

۱: ابوحاتم الرازی

(قال : و ليس هو بقوي، هو لين الحديث بابة طلحة بن عمرو و عمر بن راشد و عبد الله بن المؤمل) کتاب الجرح والتعدیل ۹۷/۵

۲: ابن الجوزی (ذکره فی الضعفاء والمتروکین) ۱۳۰/۲

۳: الذہبی (ذکره فی المغنی فی الضعفاء)

۴: نسائی (قال : ليس بالقوي) الضعفاء والمتروکون: ۳۲۰

۵: طحاوی (قال :و ليس عند هم بالذي يحتج برو ايته) شرح معانی الآثار ۳۴۳/۴ شاملہ

☆ دارقطنی (قال: طائفي يعتبر به) سوالات البرقانی: ۲۵۸

یہ جملہ کبھی جرح ہوتا ہے اور کبھی تعدیل ہوتا ہے، لہٰذا اس سے استدلال میں نظر ہے۔

☆ بخاری (امام بخاری سے فیه نظر کا قول نقل کیا گیا ہے لیکن یہ طائفی پر جرح نہیں بلکہ ان کی بیان کردہ ایک ضعیف السند روایت پر جرح ہے۔ یعنی في حديثه نظر)

☆ ابن شاهين ذكره فی الثقات و تكلم فيه أيضًا في مقام آخر فتعارض قوله فيه فتساقط .

(انظر اکمال تہذیب الکمال للمغلطائی ۳۷/۸ لتوثیقه وجرحه فیه)

تعدیل

۱: مسلم (روی له في صحيحه) ح ۴۱۸۵۷ مکتبہ شاملہ / ح ۲۲۵۵، ترقیم فواد عبدالباقی

۲: ابن حبان (ذکرہ فی الثقات) ۷/ ۴۰ ت ۸۹۱۳

۳: عجلی (قال: ثقة) التاریخ المشھور بالثقات: ۹۲۸

۴: یحییٰ بن معین (قال: صالح) کتاب الجرح والتعدیل ۵/ ۹۷ ت ۴۴۸ وسندہ صحیح

وقال: ليس به بأس يكتب حديثه (الکامل لابن عدی ۴/ ۱۶۷، وسندہ صحیح)

وقال: صويلح (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۴۷۳)

۵: ابن عدی (قال: فأما سائر أحاديثه فإنه يروي عن عمرو بن شعيب أحاديث مستقيمة وهو ممن يكتب حديثه) الکامل (۴/ ۱۶۷)

۶: الذہبی (ذكره في: من تكلم فيه وهو موثق)

۷: بخاری (صحح له) السنن الکبریٰ للبیہقی (۳/ ۲۸۶) العلل الکبیر للترمذی ۱/ ۱۹۰، وقال البخاري: مقارب الحديث.

۸: ترمذی (حسن له) سنن ترمذی: ۱۲۸۹، باب ماجاء فی الشفعة

۹: بغوی (صحح له) شرح السنة باب الشعر والرجز حدیث إن أصدق كلمة الخ ۱/ ۸۰۳

۱۰: ابن خزیمہ (روى له في صحيحه) صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۷۸

۱۱: بوصیری (صحح له) زوائد ابن ماجہ: ۷۰۲

۱۲: ہیثمی (وثقه) انظر المعجم الکبیر للطبرانی ۹/ ۳۷/ ۸۳۴۷، مجمع الزوائد ۹/ ۳، السلسلة الصحیحہ: ۲۹۱۸

☆ مغلطائی حنفی (قال في حديثه: هذا حديث إسناده صحيح ...)
شرح سنن ابن ماجہ ۱/ ۱۰۷۵ ح ۱۱۱، باب النہی عن النوم قبل صلوٰۃ العشاء

۱۳: ابن کثیر (قال فی حدیثه :هذا إسناد حسن) مقدمہ تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۰ حدیث ابی داود: ۱۳۹۳، وابن ماجہ: ۱۳۴۵

۱۴: ابن خلفون (نقل عن ابن المديني بأنه و ثقه) بحوالہ تہذیب التہذیب، وذکرہ فی الثقات/ اکمال تہذیب الکمال لمغلطائی ۸/ ۳۶

۱۵: ابوعوانہ (خرج حدیثه في صحیحه) اکمال تہذیب الکمال لمغلطائی ۸/ ۳۶

۱۶: ابن حجر العسقلانی

(حسن لہ فی نتائج الافکار ۳/ ۱۶۵۔۱۶۶، حدیث: أنه طرأ عليّ حزبي القرآن)

وقال في التقريب :" صدوق يخطئ ويهم " / ۳۸۰۶

خلاصۃ التحقیق: جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن الطائفی صدوق حسن الحدیث راوی ہیں اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے ان کی روایت خاص طور پر حسن لذاتہ ہوتی ہے۔

حافظ زبیر علی زئی (۲۷/ جنوری ۲۰۱۲ء)

ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری اور محدثین کی جرح

اس مختصر، جامع اور غیر جانبدار تحقیقی مضمون میں مسند ابی حنیفہ کے مصنف، حنفی فقیہ و استاد اور ماوراء النہر کے حنفیوں کے ایک امام ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث بن خلیل الحارثی البخاری الکلاباذی السبذمونی الجیدمونی الخلوتی (متوفی ۳۴۰ھ) کا محدثین کرام اور بعض الناس کے علمائے معتمدین کے نزدیک جرح و تعدیل کی گواہیوں سے صحیح علمی مقام و تذکرہ باحوالہ جات و دلائل پیشِ خدمت ہے:

جرح

ابومحمد الحارثی پر درج ذیل محدثین کرام اور بعض الناس کے علمائے معتمدین کی جرح ثابت ہے، جسے ارقام (نمبروں) کی ترتیبِ مسلسل سے لکھا گیا ہے:

۱) ابومحمد الحارثی کے شاگرد اور مشہور مصنف امام ابوزرعہ احمد بن الحسین بن علی بن ابراہیم بن الحکم الرازی الصغیر رحمہ اللہ (متوفی ۳۷۵ھ) نے اپنے استاد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں (گواہی دیتے ہوئے) فرمایا:

"ضعیف" وہ ضعیف ہے۔

(سوالات حمزہ بن یوسف السہمی للدارقطنی وغیرہ: ۳۱۸، تاریخ بغداد ۱۰/ ۱۲۷ ت ۵۲۶۲ وسندہ صحیح)

امام ابوزرعہ الرازی الصغیر کے بارے میں خطیب بغدادی نے فرمایا:

"و کان حافظًا متقنًا ثقة" اور وہ ثقہ متقن حافظ تھے۔ (تاریخ بغداد ۴/ ۱۰۹ ت ۱۷۶۷)

حافظ ذہبی نے فرمایا: "الإمام الحافظ الرحال الصدوق ... و کان واسع الرحلة، جیّد المعرفة" امام حافظ، کثرت سے سفر کرنے والے، بہت سچے... اور آپ

بہت زیادہ سفر کرنے والے تھے، آپ کو (حدیث ورجال کی) بہت اچھی معرفت حاصل تھی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ص ۴۶)

امام ابوزرعہ الرازی الصغیر اور ابومحمد الحارثی کے درمیان کسی قسم کی دشمنی یا مخالفت کا کوئی ثبوت نہیں ملا، لہٰذا یہ ایک غیر جانبدار سچے (اور جرح وتعدیل سے واقف) انسان کی گواہی ہے۔

۲) ابوعبداللہ الحافظ (حاکم نیشاپوری صاحب المستدرک، متوفی ۴۰۵ھ) نے فرمایا:

" فسمعت أبا أحمد الحافظ يقول : كان عبد اللّٰه بن محمد بن يعقوب الأستاذ ينسج الحديث ، قال : و لست أرتاب فيما ذكره أبو أحمد من حاله فقد رأيت في حديثه عن الثقات من الأحاديث الموضوعة ما يطول بذكره الكتاب و ليس يخفي حاله علٰى أهل الصنعة "

پس میں نے ابواحمد الحافظ (حاکم کبیر صاحب الکنیٰ، متوفی ۳۷۸ھ) کو فرماتے ہوئے سنا: استاد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حدیثیں بناتا تھا۔

(حاکم نیشاپوری نے) کہا: ابواحمد نے اس کا جو حال بیان کیا ہے مجھے اس میں کوئی شک نہیں، کیونکہ میں نے اس کی حدیثوں میں موضوعات (من گھڑت جھوٹی روایتیں) دیکھی ہیں جن کے ذکر سے کتاب لمبی ہو جائے گی اور اس کا حال حدیث ورجال کے ماہرین پر مخفی نہیں ہے۔ (کتاب القراءت خلف الامام طبع دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۷۸، ح ۳۸۸، طبع ادارہ احیاء السنہ گرجاکھ گوجرانوالہ ص ۱۵۴۔۱۵۵ ح ۳۶۷)

حوالۂ مذکورہ میں ابواحمد الحاکم محمد بن محمد بن احمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے ابومحمد الحارثی کو کذاب قرار دیا ہے۔

تنبیہ: میرے پاس کتاب القراءۃ خلف الامام للبیہقی کے دو قلمی نسخوں (مخطوطوں) کی مکمل فوٹوسٹیٹ موجود ہے اور دونوں کتابوں میں حوالہ مذکورہ اس طرح لکھا ہوا ہے کہ "كان عبد اللّٰه بن محمد بن يعقوب الأستاذ ينسخ الحديث"

(مخطوط قدیم ص ۶۹ ب، مخطوط جدیدہ راشدیہ سندھیہ ص ۵۱ ا)

ممکن ہے کہ یہ تصحیف ہو جیسا کہ حوالۂ مذکورہ کے مکمل سیاق سے ظاہر ہے، ورنہ ابو محمد الحارثی کے پاس احادیث کو منسوخ کرنے کا اختیار کہاں سے آ گیا تھا؟!

مکتبہ شاملہ میں کتاب القراءۃ خلف الامام للبیہقی والے نسخے میں ''یثبج الحدیث'' کے الفاظ ہیں۔ (ج ا ص ۳۸۴ ح ۳۳۷)

جس راوی پر جمہور محدثین کی جرح ثابت ہو تو اس کے بارے میں ''یثبج الحدیث'' کا مطلب ''یضع الحدیث'' ہوتا ہے اور جس راوی کی توثیق جمہور محدثین سے ثابت ہو تو اس کے بارے میں ''یثبج الحدیث'' کا مطلب جارح کے نزدیک ''یضطرب في أحادیثه'' ہوتا ہے اور یہاں یہ جرح جمہور کی توثیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح اور ناقابلِ قبول ہوتی ہے۔

۳) ابو عبداللہ الحاکم النیسابوری رحمہ اللہ نے (متوفی ۴۰۵ھ) نے ابو محمد الحارثی کو موضوع روایات بیان کرنے والا قرار دیا، جیسا کہ فقرہ نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

٤) حافظ ابو یعلیٰ خلیل بن عبداللہ بن احمد بن خلیل الخلیلی القزوینی رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۶ھ) نے فرمایا: "یعرف بالأستاذ . له معرفة بهذا الشان و هو لین ضعفوه ، یأتي بأحادیث یخالف فیها . حدثنا عنه الملاحمي و أحمد بن محمد بن الحسین البصیر بعجائب ..." وہ استاد (کے لقب) سے معروف ہے، اسے اس علم کی معرفت حاصل تھی اور وہ کمزور ہے، انھوں (محدثین) نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، وہ ایسی احادیث بیان کرتا تھا جس میں اس کی مخالفت کی جاتی تھی۔ ملاحمی اور احمد بن محمد بن حسین البصیر نے ہمیں اس سے عجیب روایتیں بیان کیں۔

(الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ۳/ ۹۷۲ ت ۸۹۹)

بعض نے خلیلی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ ابو محمد (البخاری) تدلیس کرتا تھا۔ واللہ اعلم

۵) حافظ خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے ابو محمد الحارثی کے بارے میں فرمایا:

" صاحب عجائب و مناکیر و غرائب " عجیب و غریب اور منکر روایتیں بیان

کرنے والا۔ (تاریخ بغداد ۱۰/۱۲۶ ت ۵۲۶۲)

اور فرمایا: "و لیس بموضع الحجة" وہ (روایت میں) حجت بنانے کے مقام پر نہیں ہے۔ (تاریخ بغداد ۱۰/۱۲۷ ت ۵۲۶۲)

۶) امام ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی السمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۲ھ) نے ابومحمد الحارثی الاستاذ کے بارے میں گواہی دیتے ہوئے فرمایا:

" عرف بالأستاذ لأنه كان يختص بدار الأمير الجليل إسماعيل بن أحمد الساماني و يسألونه فيها عن أشياء فيجيب ، عرف بالأستاذ ولم يكن موثوقًا به فيما ينقله .. و ذكره الحفاظ في تواريخهم و وصفوه برواية المناكير والأباطيل " وہ استاذ کے (لقب کے) ساتھ مشہور ہوا کیونکہ وہ امیر جلیل اسماعیل بن احمد السامانی کے گھر سے خاص (تعلق رکھتا) تھا اور لوگ اس سے (کئی) چیزوں کے بارے میں پوچھتے تو وہ جواب دیتا تھا، وہ استاذ کے ساتھ مشہور ہوا اور اپنی روایات میں وہ قابلِ اعتماد نہیں تھا.. حفاظ نے اسے اپنی تاریخوں میں ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ منکر اور باطل روایتیں بیان کرتا تھا۔ (الانساب للسمعانی ۱/۱۲۹، الاستاذ)

سمعانی نے مزید فرمایا:

" الفقيه الحارثي .. و كان شيخًا مكثرًا من الحديث ، غير أنه كان ضعيفًا فى الرواية ، غير موثوق به فيما ينقله ... و إنما قيل له الأستاذ لأنه كان فقيه دار السلطان السعيد ... و قال الحاكم أبو عبد الله الحافظ: عبد الله الأستاذ صاحب عجائب و أفراد عن الثقات ، سكتوا عنه ." حارثی فقیہ... اور کثرت سے حدیثیں بیان کرنے والا شیخ تھا لیکن وہ روایت میں ضعیف تھا، اپنی نقلِ روایات میں ناقابلِ اعتماد تھا... اسے استاد صرف اس وجہ سے کہا گیا کہ وہ سلطان سعید کے گھر کا فقیہ تھا... اور ابوعبداللہ الحافظ الحاکم (صاحب المستدرك على الصحيحين) نے فرمایا: استاد عبداللہ ثقہ راویوں سے عجیب وغریب روایتیں بیان کرنے والا تھا، وہ (محدثین کے

نزدیک) متروک ہے۔ (الانساب ۳/ ۲۱۳۔۲۱۴، السبذمونی)

۷) حافظ ابوالفرج ابن الجوزی البغدادی (متوفی ۵۹۷ھ) نے اسے اپنی مشہور کتاب: ''کتاب الضعفاء والمتروکین'' میں ذکر کیا اور (بغیر سند کے کسی) ابوسعید الرواس (؟) سے نقل کیا: '' كان يتهم بوضع الحديث '' وہ حدیثیں گھڑنے کے ساتھ متہم تھا۔

(ج ۲ ص ۱۴۱ ت ۲۱۱۸)

ابن الجوزی کی اپنی جرح تو ثابت ہوگئی اور ابوسعید الرواس کی جرح باسند متصل ثابت نہیں ہے۔

تنبیہ: ابوسعید الرواس بندار بن علی بن حسین سے کئی راوی روایت بیان کرتے تھے اور اس کی مجلس املاء بھی قائم تھی، جیسا کہ مولانا ارشادالحق اثری فیصل آبادی حفظہ اللہ نے اپنے مضمون: ''مسند الإمام أبي حنيفة للحارثي: ایک تجزیہ وتبصرہ'' میں بحوالہ بغیۃ الوعاۃ للسیوطی (ص ۴۴۴) معجم السفر للسلفی (رقم ۱۱۴۳) اور تاریخ دمشق لابن عساکر (۵۳/ ۳۵۱) وغیرہ کے حوالوں سے لکھا ہے:

(دیکھئے ہفت روزہ الاعتصام لاہور، جلد ۶۳ شمارہ ۴۲ ص ۲۰، اکتوبر نومبر ۲۰۱۱ء)

۸) ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن عبدالکریم عرف ابن الاثیر الجزری (متوفی ۶۳۰ھ) نے ابومحمد الحارثی کے بارے میں فرمایا: '' عرف بالأستاذ ولم يكن ثقة ''

وہ استاد کے ساتھ معروف تھا اور ثقہ نہیں تھا۔ (اللباب فی تہذیب الانساب ۱/ ۴۷، الاستاذ)

اور فرمایا: '' وكان غير ثقة ، له مناكير '' اور وہ ثقہ نہیں تھا، اس کی منکر روایتیں ہیں۔

(اللباب فی تہذیب الانساب ۱/ ۴۲۷، السبذمونی)

۹) حافظ ذہبی نے ابومحمد الحارثی کو '' الشيخ الإمام الفقيه العلامة المحدّث ، عالم ماوراء النهر '' لکھنے کے باوجود فرمایا:

'' قد ألّف مسندًا لأبي حنيفة الإمام و تعب عليه و لكن فيه أوابد ما تفوّه بها الإمام راجت على أبي محمد . '' اس نے امام ابوحنیفہ کے لئے (روایات جمع کر

کے) ایک مسند لکھی اور اس میں اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا لیکن اس (کتاب) میں ایسی عجیب وغریب چیزیں ہیں کہ جنھیں امام (ابوحنیفہ) نے اپنی زبان سے (کبھی) نہیں نکالا، یہ ابومحمد (الحارثی کی زبان) پر جاری ہوگئی تھیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۵/۴۲۵)

اس بیان میں حافظ ذہبی نے حارثی مذکور کو کذاب قرار دیا، لہٰذا اول عبارت میں شیخ سے مراد: ماوراء النہر کے حنفی عوام کا شیخ، امام سے مراد: ماوراء النہر کے حنفی عوام کا امام، فقیہ سے مراد: ماوراء النہر کے حنفی عوام کا فقیہ، علامہ سے مراد: ماوراء النہر کے حنفی عوام کا علامہ اور محدث سے مراد: ماوراء النہر کے حنفی عوام کا محدث ہے جیسا کہ ذہبی کی عبارت کے اختتام: عالم ماوراء النہر سے ظاہر و باہر ہے۔

حافظ ذہبی نے حارثی مذکور کو اپنی مشہور کتاب: دیوان الضعفاء والمتروکین میں ذکر کر کے فرمایا: " یأتي بعجائب واهية " وہ عجیب کمزور روایتیں لاتا تھا۔ (ص ۱۷۶، رقم ۱۸۹۶)

ثابت ہوا کہ حافظ ذہبی کے نزدیک بھی حارثی مذکور ثقہ وصدوق نہیں، بلکہ مجروح، ضعیف ومتروک تھا۔

۱۰) شمس الدین محمد بن عبداللہ بن محمد القیسی الدمشقی عرف ابن ناصر الدین رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۲ھ) نے ابومحمد الحارثی السبذمونی الاستاد کے بارے میں بغیر کسی مخالفت کے فرمایا: " و لم یکن ثقة ... قاله ابن السمعاني " وہ ثقہ نہیں تھا... یہ بات ابن السمعانی نے فرمائی ہے۔ (توضیح المشتبہ ج ۱ ص ۱۹۶ ط مؤسسۃ الرسالہ)

۱۱) برہان الدین الحلبی عرف ابن العجمی رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۱ھ) نے ابومحمد الحارثی کو اپنی مشہور کتاب: " الكشف الحثيث عمن رمي بوضع الحديث " میں ذکر کیا اور امام سلیمانی سے اس پر درج ذیل جرح نقل کی:

" كان يضع هذا الإسناد على هذا المتن و هذا المتن على هذا الإسناد "

وہ حدیث گھڑتے ہوئے اس سند کو اس متن کے ساتھ اور اس متن کو اس سند کے ساتھ لگا دیتا تھا۔ اس کے بعد ابن العجمی نے فرمایا: " و هذا ضرب من الوضع " اور یہ وضعِ حدیث کی

ایک قسم ہے۔ (ص ۲۴۸ ت ۴۱۱)

اس بیان میں حافظ ابن العجمی نے حارثی مذکور کو وضاع، کذاب یعنی روایتیں گھڑنے والا قرار دیا۔

۱۲) ابو محمد الحارثی (متوفی ۳۴۰ھ) کی سند سے ایک روایت آئی ہے:

"اللھم اجعل سواکي رضاك عني واجعله . . . "

عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی نے موضوع روایات والی اپنی کتاب میں یہ روایت بحوالہ دیلمی بسند الحارثی البخاری الاستاذ نقل کی اور حارثی پر حافظ ذہبی وغیرہ کے حوالے سے شدید جرح لکھی۔ (دیکھئے ذیل اللآلی المصنوعہ ص ۹۹ طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل پاکستان)

ثابت ہوا کہ سیوطی کے نزدیک بھی حارثی مذکور "متھم بوضع الحدیث" تھا۔

۱۳) محمد طاہر بن علی الہندی الفتنی (پٹنی متوفی ۹۸۶ھ) نے فقرہ نمبر ۱۲، والی روایت ذکر کر کے کہا: "فیہ متھم بالوضع" اس میں متہم بالوضع راوی ہے۔

(تذکرۃ الموضوعات ص ۳۲)

جو راوی جمہور کے نزدیک مجروح ہو اور متہم بالوضع بھی ہو تو اس کے بارے میں متہم سے مراد یہ ہوتا ہے کہ محدثین کرام نے گواہیاں دیتے ہوئے اس راوی کو وضعِ حدیث کا مرتکب یعنی جھوٹا قرار دیا ہے، لہٰذا ایسے راوی کی ہر منفرد روایت مردود، باطل و موضوع ہوتی ہے۔

☆ ابو سعید الرواس (؟) کی غیر ثابت جرح فقرہ نمبر ۷ میں گزر چکی ہے۔

☆ حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر العسقلانی وغیرہما نے بغیر کسی سند کے ابو محمد الحارثی کے شاگرد اور امام ابو الفضل احمد بن علی بن عمرو بن حمد السلیمانی البیکندی البخاری رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۴ھ) سے نقل کیا: "کان یضع ھذا الإسناد علی ھذا المتن و ھذا المتن علی ھذا الإسناد . و ھذا ضرب من الوضع" وہ حدیث گھڑتے ہوئے اس سند کو اس متن کے ساتھ اور اس متن کو اس سند کے ساتھ لگا دیتا تھا اور یہ وضعِ حدیث کی ایک قسم ہے۔

(دیکھئے میزان الاعتدال ۲/ ۴۹۶ ت ۴۵۷۱، دوسرا نسخہ ۴/ ۱۸۹، لسان المیزان ۳/ ۳۴۹، دوسرا نسخہ ۴/ ۱۴۱)

☆ حافظ ذہبی نے حارثی مذکور کے بارے میں بغیر کسی سند کے لکھا ہے:

"وكان ابن مندة يحسن القول فيه"

اور ابن مندہ اس کے بارے میں اچھی بات کرتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۵/۴۲۴)

اور اس کے مقابلے میں عبدالقادر القرشی: تقلیدی حنفی (متوفی ۷۷۵ھ) نے بغیر کسی سند کے لکھا ہے: "**روى عنه أبو عبد الله بن مندة ... قال : وكان غير ثقة وله مناكير**" اس (حارثی) سے ابوعبداللہ بن مندہ نے روایت بیان کی...اس نے کہا: اور وہ ثقہ نہیں تھا اور اس کی منکر روایتیں ہیں۔ (الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ ص ۲۸۹ ت ۷۶۲)

نیز دیکھئے قاسم بن قطلوبغا (!!) کی کتاب: تاج التراجم (ص ۱۷۶ ت ۱۲۳)!!!

یہ دونوں اقوال اور دوسرے بے سند و غیر ثابت مذکورہ اقوال بے سند و غیر ثابت ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

خلاصۃ التحقیق: ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری السبذمونی جمہور محدثین اور بعض الناس کے علمائے معتمدین کے نزدیک ضعیف، مجروح اور وضاع (کذاب) وغیرہ تھا اور کسی ایک مستند عالم سے اس کی صریح توثیق ثابت نہیں ہے۔

بعض آلِ تقلید کا جمہور محدثین و علماء بشمول حافظ ذہبی کی جرح کو شیخ، امام، فقیہ، علامہ، محدث اور استاد کے القاب کی مدد سے رد کرنا کئی وجہ سے باطل ہے۔ مثلاً:

۱: جمہور کے مقابلے میں ایک دو کے تعریفی کلمات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور تعارض کے وقت، تطبیق نہ ہونے کی حالت میں ہمیشہ جمہور ماہرین اسماء الرجال کو ہی ترجیح ہوتی ہے۔ سرفراز خان صفدر دیوبندی گکھڑوی کڑمنگی نے علانیہ لکھا ہے:

"بایں ہمہ ہم نے توثیق و تضعیف میں جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔" (احسن الکلام طبع جون ۲۰۰۶ء ج ۱ ص ۶۱، طبع دوم ج ۱ ص ۴۰)

نہایت افسوس سے عرض ہے کہ فرقۂ دیوبندیہ و بریلویہ نے اسماء الرجال میں ابو محمد الحارثی، ابن فرقد الشیبانی، قاضی ابو یوسف، محمد بن اسحاق بن یسار اور بہت سے راویوں کے

بارے میں جمہور ائمہ جرح وتعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ اور دامن بالکل چھوڑ دیا ہے۔ گویا یہ آلِ تقلید ایک وادی میں ہیں اور محدثین کرام وعلمائے حق دوسری وادی میں ہیں، یا شیعوں کی طرح ان تقلیدیوں کا اسماء الرجال بالکل علیحدہ ہے اور محدثین کرام وسلف صالحین کا اسماء الرجال ان سے علیحدہ ہے۔

۲: جس راوی پر جمہور کی جرح ثابت ہو تو پھر حافظ ذہبی کے مذکورہ کلمات ''شیخ، امام، فقیہ...'' توثیق نہیں بن جائے مثلاً:

(۱) ابو بشر احمد بن محمد بن عمرو بن مصعب المروزی فقیہ تھا، اس کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا: ''**يضع الحديث**'' وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ (الضعفاء والمتروکون للدارقطنی: ۶۰)

(۲) ابراہیم بن علی الآمدی ابن الفراء فقیہ تھا، اس کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا: وہ اپنے قصوں میں جھوٹ بولتا تھا۔ (میزان الاعتدال ۱/ ۵۰)

(۳) مشہور حنبلی فقیہ اور الإبانۃ عن شریعۃ الفرقۃ الناجیہ ومجانبۃ الفرق المذمومہ کا مصنف: عبید اللہ بن محمد بن بطہ العکبری جمہور کے نزدیک ضعیف ومجروح راوی ہے اور حافظ ذہبی نے فرمایا: ''**إمام لكنه لين ، صاحب أوهام**'' وہ امام ہے، لیکن کمزور ہے (اور) صاحبِ اوہام ہے۔ (المغنی فی الضعفاء ۲/ ۳۱ ت ۳۹۴۴)

امام المغازی محمد بن اسحاق بن یسار جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی ہیں اور حافظ ذہبی نے فرمایا: ''**المدني الإمام رأى أنسًا**'' مدنی امام، آپ نے انس (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا۔ (الکاشف ۳/ ۱۸ ت ۴۷۸۹)

لیکن انگریزی دور میں پیدا جانے والے دیوبندی وبریلوی ''حضرات'' میں سے کئی اُن پر شدید جرح کرتے ہیں، بلکہ سرفراز خان صفدر کڑمنگی نے جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے:

''محمدؒ بن اسحاق'' کو گو تاریخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثینؒ اور ارباب جرح و تعدیل کا تقریباً پچانوے فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طور پر بھی حجت نہیں ہو سکتی اور اس لحاظ سے اُن

کی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے، تصریحات ملاحظہ کریں۔"

(احسن الکلام طبع جون ۲۰۰۶ء ج ۲ ص ۷۷، طبع دوم ج ۲ ص ۷۰)

پچانویں فیصدی والی بات تو "گوئبلز" کا کالا جھوٹ ہے اور "امام" کو یہاں کلمۂ توثیق کیوں نہیں سمجھا گیا؟ سچ ہے کہ آلِ دیوبند کے لینے کے پیمانے اور ہیں اور دینے کے پیمانے اور ہیں۔ اصول شکنی اور مذہبی خودکشی کی یہ شرمناک مثال ہے کہ اپنے ہی خودساختہ اصول سے ابومحمد الحارثی (کذاب) کو ثقہ ثابت کیا جا رہا ہے اور امام محمد بن اسحاق وغیرہ کے بارے میں اسی اصول کے پرخچے اڑا دیئے جاتے ہیں۔

جمہور کے نزدیک موثق اور "فقیه أهل الشام و شیخ أهل دمشق" امام مکحول "الفقیہ الحافظ" وغیرہ کے بارے میں کڑمنگی نے لکھا ہے:

"اور جب مکحولؒ اور ابن اسحاقؒ وغیرہ ضعیف کمزور اور لیس بالمتین راویوں کی باری آئی ہے..." (احسن الکلام طبع جدید ج ۲ ص ۱۱۳۔۱۱۴، طبع قدیم ج ۲ ص ۱۰۳)

جروح مذکورہ میں شیخ، امام اور فقیہ کے الفاظ کا جھٹکا کر دیا گیا ہے اور پھر یہ لوگ کس منہ سے کہتے ہیں کہ (جمہور کی جرح کے مقابلے میں) یہ کلماتِ توثیق ہیں؟!

(۴) آلِ دیوبند و آلِ بریلی کے موجودہ اکابر علماء اور مستند مصنفین و مدلسین یہ لکھ کر دے دیں کہ جس راوی کے بارے میں امام، فقیہ، شیخ، علامہ اور محدث کا لفظ مل جائے تو اس پر جمہور کی جرح مردود ہوتی ہے، پھر دیکھیں کہ ہم ان کا کیا حشر کرتے ہیں اور عین ممکن ہے کہ انھیں سر چھپانے کے لئے بھی جگہ نہ ملے۔ ان شاء اللہ

تصانیف: مسند ابی حنیفہ (یہ من گھڑت کتاب اردو میں مسند امام اعظم اور عربی میں حصکفی کے اختصار کے ساتھ مسند الامام الاعظم کے نام سے مطبوع ہے اور اس کی شرحیں بھی لکھی گئی ہیں۔!!

وفات: ۵/ شوال ۳۴۰ھ (القند فی ذکر علماء سمرقند ص ۱۹۵ ت ۳۲۲)

(۶/ نومبر ۲۰۱۱ء مکتبۃ الحدیث حضرو)

امام ابن ماجہ القزوینی رحمہ اللہ

نام ونسب: ابوعبداللہ محمد بن یزید، ابن ماجہ القزوینی الربعی الحافظ رحمہ اللہ
آپ کے والد یزید کا لقب ماجہ تھا۔ (دیکھئے التدوین فی اخبار قزوین للخلیلی ۲/ ۴۹)
آپ بنو ربیعہ کے موالی میں سے ہونے کی وجہ سے ربعی تھے۔

ولادت: ۲۰۹ھ

اساتذہ: ابوالحسن علی بن محمد الطنافسی، مصعب بن عبداللہ الزبیری، ابراہیم بن المنذر الحزامی، محمد بن عبداللہ بن نمیر، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابوخیثمہ زہیر بن حرب، ابومصعب الزہری، عثمان بن ابی شیبہ، ہشام بن عمار اور عبدالرحمٰن بن ابراہیم: دحیم وغیرہم۔ رحمہم اللہ

تلامذہ: احمد بن ابراہیم القزوینی، ابوالطیب احمد بن روح الشعرانی البغدادی، جعفر بن ادریس اور ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ القزوینی القطان وغیرہم۔ رحمہم اللہ

ابوالحسن ابن القطان القزوینی رحمہ اللہ (متوفی ۳۴۵ھ) سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں اور آپ کے بارے میں حافظ ابن ناصر الدین الدمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۲ھ) نے فرمایا:
"وهو حافظ ثقة مأمون، إمام علّامة في فنون من التفسير والحديث والفقه والنحو ولغة العرب..." اور آپ حافظ ثقہ مامون ہیں اور تفسیر، حدیث، فقہ، نحو اور عربی لغت میں امام وعلامہ ہیں۔ (التبیان لبدیعۃ البیان ۲/ ۹۷۱ ت ۸۰۲)

تصانیف: سنن ابن ماجہ، التفسیر، التاریخ

علمی مقام وتوثیق: آپ کی امامت اور توثیق پر اتفاق ہے۔

۱: حافظ ابویعلیٰ الخلیلی رحمہ اللہ نے فرمایا: "وهو إمام من أئمة المسلمين، كبير متقن، مقبول بالاتفاق" اور آپ مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام، بڑے ثقہ، بالاتفاق مقبول تھے۔ (التدوین فی اخبار قزوین ج۲ ص۴۹)

۲: ابن الجوزی نے فرمایا: ''وکان عارفاً بهذا الشأن ''اور آپ اس علم (حدیث) کے ماہر تھے۔ (المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ج ۱۲ص ۲۵۸ ت ۱۷۹۲)

۳: حافظ ذہبی نے فرمایا: ''کان ابن ماجه حافظاً صدوقاً ثقة فی نفسه، وإنما نقص کتابه بروایته أحادیث منکرة فیه'' ابن ماجہ حافظ صدوق (اور) بذاتِ خود ثقہ تھے، ان کی کتاب میں نقص تو منکر روایات درج کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔

(تاریخ الاسلام ج ۲۰ص ۴۶۸)

۴: حافظ ابن ناصر الدین نے فرمایا: ''وهو حافظ نبیل، ثقة کبیر''

اور آپ حافظ شریف، عظیم ثقہ ہیں۔ (التبیان لبدیعۃ البیان ج ۲ص ۸۱۶ ت: ۶۳۰)

۵: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ''أحد الأئمة، حافظ'' (تقریب التہذیب: ۶۴۰۹)

آپ نے علمِ حدیث کے لئے بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، شام، مصر اور رَے کے سفر کئے۔

(دیکھئے تہذیب الکمال ۶/ ۵۶۸)

سنن ابن ماجہ: آپ کی کتاب سنن ابن ماجہ کتبِ ستہ میں شامل ہے اور محمد فواد عبدالباقی کی ترقیم سے اس میں ۴۳۴۱ روایات موجود ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ امام ابن ماجہ نے امام ابوزرعہ الرازی کے سامنے سنن ابن ماجہ پیش کی تو انھوں نے اس کتاب کی بہت تعریف کی۔ (دیکھئے شروط الائمۃ الستۃ لمحمد بن طاہر المقدسی ص ۵۴، تاریخ دمشق لابن عساکر ۵۶/ ۲۷۲، التقیید لابن نقطہ ۱/ ۱۲۶)

یہ روایت ابو حاتم احمد بن الحسن بن محمد بن خاموش الرازی سے منقول ہے، لیکن ابن خاموش کی امام ابوزرعہ سے ملاقات نہیں، لہٰذا یہ روایت منقطع اور غیر ثابت ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ابن ماجہ نے فرمایا: میں نے اس سنن کو جب امام ابوزرعہ کے سامنے پیش کیا تو وہ اس کو دیکھ کر فرمانے لگے۔ میں سمجھتا ہوں اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی تو یہ (حدیث کی موجودہ) تصانیف یا ان میں سے اکثر معطل ہو کر رہ جائیں گی۔

(محمد عبدالرشید نعمانی تقلیدی کی کتاب: امام ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۱۲۷۔ ۱۲۸، تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۶۳۶)

یہ روایت علی بن عبداللہ بن الحسن الرازی (؟) نے کسی غیر کے خط سے نقل کی ہے۔

(دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر ۵۶/ ۲۷۱۔۲۷۲)

اور یہ ''غیر'' مجہول ہے، لہٰذا یہ روایت بھی ثابت نہیں اور حافظ ذہبی نے بھی ''إن صح'' کہہ کر اس قول کے غیر ثابت ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۱۳/ ۲۷۹)۔ نعمانی جیسے لوگ بغیر کسی تحقیق کے طومار نقل کر کے بڑی بڑی کتابیں لکھ دیتے ہیں مگر اس بات کی تکلیف گوارا نہیں کرتے کہ اپنے مذکورہ حوالوں کی تحقیق ہی کر لیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''قلت: قد کان ابن ماجه حافظاً ناقداً صادقاً واسع العلم، وإنما غضّ من رتبة سننه ما في الکتاب من المناکیر وقلیل من الموضوعات..'' میں نے کہا: ابن ماجہ حافظ ناقد صادق (اور) وسیع علم والے تھے، ان کی کتاب السنن کا رتبہ تو صرف اس چیز نے گھٹا دیا کہ ان کی کتاب میں مناکیر روایتیں اور تھوڑی سی موضوع روایتیں (بھی) ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۳/ ۲۷۸۔۲۷۹)

حافظ ذہبی نے مزید لکھا ہے: ''قلت: سنن أبي عبد اللّٰه کتاب حسن، لولا ما کدره أحادیث واهیة لیست بالکثیرة.'' میں نے کہا: ابو عبداللہ (ابن ماجہ) کی سنن اچھی کتاب ہے، اگر وہ سخت ضعیف روایات سے اسے گدلا نہ کرتے، یہ بہت زیادہ نہیں ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۶۳۶ ت ۶۵۹)

راقم الحروف کی تحقیق میں سنن ابن ماجہ میں بہت سی موضوع روایات موجود ہیں۔

مثلاً دیکھئے: انوار الصحیفہ ص ۳۷۶ (ح ۳۹، ۵۵، ۶۵) ص ۳۸۰ (ح ۱۴۱) ص ۳۸۴ (ح ۲۴۸) وغیر ذلک

لہٰذا مؤرخ ابن خلکان کا سنن ابن ماجہ کے بارے میں یہ قول: ''کتابه في الحدیث أحد الصحاح الستة'' اور حدیث میں آپ کی کتاب صحاح ستہ میں سے ایک ہے۔

(تاریخ ابن خلکان ۴/ ۲۷۹ ت ۶۱۴)

تساہل پر محمول ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ سنن ابن ماجہ کی اکثر روایات صحیح و حسن ہیں، یعنی

یہ قول "تغلیباً" پر محمول ہے۔ واللہ اعلم

محدث خلیلی کے قول "ویقرن سننه بالصحیحین وسنن أبي داود [و] النسائی وجامع الترمذی"

[اور آپ کی کتاب کو صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ترمذی کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔] (التدوین فی أخبار قزوین ۲/۴۹) کا یہ مطلب ہے کہ یہ کتاب کتبِ ستہ میں شامل ہے اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سنن ابن ماجہ کی تمام روایات صحیح یا حسن ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں حسنِ ترتیب واسانید نادرہ کی وجہ سے یہ بڑی خوبی ہے کہ ایک ہی مقام پر ایک عنوان کی بہت سی روایات مل جاتی ہیں اور اس طرح سے مافی الباب والی روایات کی تلاش آسان ہو جاتی ہے۔

شروحِ سنن ابن ماجہ: سنن ابن ماجہ کی بہت سی شروح لکھی گئی ہیں، جن میں بعض کے نام درج ذیل ہیں:

۱: شرح سنن ابن ماجہ، تصنیف: مغلطائی حنفی (متوفی ۷۶۲ھ)

یہ کتاب مطبوع ہے۔

۲: ماتمس الیہ الحاجۃ، تصنیف: ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ)

۳: الدیباجۃ فی شرح سنن ابن ماجہ، تصنیف: محمد بن موسیٰ الدمیری (متوفی ۸۰۸ھ)

۴: مصباح الزجاجۃ، تصنیف: جلال الدین السیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)

۵: شرح سنن ابن ماجہ، تصنیف: ابوالحسن محمد بن عبدالہادی السندھی (متوفی ۱۱۳۸ھ)

یہ مطبوع ہے۔

۶: انجاز الحاجۃ شرح سنن ابن ماجہ، تصنیف: محمد علی جانباز (متوفی ۱۴۲۹ھ)

یہ شرح بارہ (۱۲) جلدوں میں مطبوع ہے اور مذکورہ تمام شروح عربی زبان میں ہیں۔

اس کتاب (انجاز الحاجۃ) کا اب جدید ایڈیشن نو (۹) جلدوں میں مطبوع ہے۔

سنن ابن ماجہ کے کئی حواشی بھی لکھے گئے ہیں، جن میں سے بعض کا تذکرہ

عبدالرشید نعمانی نے بھی لکھا ہے۔ (دیکھئے امام ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۲۴۶)

عبدالغنی دہلوی (متوفی ۱۲۹۵ھ) نے انجاح الحاجہ کے نام سے سنن ابن ماجہ کا ایک حاشیہ لکھا ہے، جو کہ مطبوع ہے اور عبدالرشید نعمانی نے آلِ تقلید کی وکالت کرتے ہوئے ''ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه'' کے نام سے ایک رسالہ بھی لکھا ہے، جو کہ مطبوع ہے۔

شہاب الدین احمد بن ابی بکر بن عبدالرحمٰن بن اسماعیل الکنانی البوصیری القاہری (متوفی ۸۴۰ھ) نے زوائد سنن ابن ماجہ (مصباح الزجاجہ) کو ایک مجلد میں مرتب کیا ہے اور روایات پر جرح وتعدیل کے لحاظ سے کلام بھی کیا ہے۔ یہ مجلد مطبوع ہے۔

حافظ ذہبی نے ''المجرد فی اسماء رجال سنن ابن ماجہ'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے، جس میں صحیحین کے علاوہ سنن ابن ماجہ کے باقی راویوں کو جمع کیا ہے اور بعض پر جرح وتعدیل کے لحاظ سے کلام بھی کیا ہے۔ یہ رسالہ چھپ چکا ہے۔

سنن ابن ماجہ کے کئی اردو تراجم (وفوائد) بھی لکھے گئے ہیں، جن میں سے دو کا تذکرہ درج ذیل ہے:

۱: فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی صوفی نقشبندی کے مرید وحیدالزمان حیدرآبادی نقشبندی نے ''رفع الحاجہ عن ترجمہ سنن ابن ماجہ'' کے نام سے سنن ابن ماجہ کا ترجمہ وفوائد لکھے، لیکن یہ فوائد وحیدالزمان اور اس کے شاذ تفردات کی وجہ سے قابلِ اعتماد نہیں۔

۲: مولانا عطاء اللہ ساجد کے ترجمہ وفوائد کے ساتھ دارالسلام کی ''سنن ابن ماجہ (مترجم)'' اس کتاب میں بعض مقامات پر صحیح احادیث کو ضعیف اور ضعیف روایات کو صحیح قرار دینے کی بلادلیل کوشش کی گئی ہے، نیز کئی مقامات پر یہ کتاب چوں چوں کا مربہ ہے۔

چونکہ راقم الحروف سے اس کتاب کے ہر ایڈیشن کی نظرِ ثانی کرا کر دستخط نہیں لئے گئے، لہٰذا میں اس مطبوعہ نسخے کا ذمہ دار نہیں۔

وفات: امام ابن ماجہ ۲۲/ رمضان ۲۷۳ھ کو بروز سوموار، چونسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے

اوران کے بھائی ابوبکر نے بروز منگل ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور تدفین فرمائی۔

(دیکھئے شروط الائمۃ الستہ ص ۲۴۔۲۵)

رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

باطل مذاہب ومسالک کا رد

أہلِ باطل کا رد

الحمد لله ربّ العالمين والصّلوٰة والسّلام علىٰ رسوله الأمين ، أما بعد:

دینِ اسلام اور حق یعنی مذہب اہلِ حدیث: اہلِ سنت کی نشر و تبلیغ اور ماہنامہ الحدیث حضرو وغیرہ جرائد سلفیہ منہجیہ کی نشر و اشاعت دن رات جاری ہے اور بہت سی سعید (خوش قسمت) روحیں کفر وضلالت اور بدعات کے اندھیروں سے نکل کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو رہی ہیں۔ والحمدللہ

اس کے مقابلے میں کفر وضلالت اور بدعات کو اوڑھنا بچھونا بنانے والے تمام اہلِ باطل بھی حرکات مذبوحیہ اور مساعی باطلہ میں مصروف ہیں، لہٰذا ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے ماہنامہ الحدیث میں ابطالِ باطل کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے تاکہ ہر معلوم فتنے کا سر دلائل کے ساتھ کچل دیا جائے۔

قافلۂ باطل کے شبیر احمد دیوبندی کا واویلا

الیاس گھمن دیوبندی نے اپنے قافلۂ باطل میں ایک موضوع اور باطل روایت درج ذیل الفاظ میں لکھی تھی:

''امام موفق مکی سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں:...''

(ج ۵ شمارہ ۳ ص ۸ جولائی ستمبر ۲۰۱۱ء، الحدیث حضرو: ۸۹ ص ۴۰)

ماہنامہ الحدیث میں حوالوں کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا کہ روایت مذکورہ میں ابو محمد الحارثی راوی کذاب، موفق مکی معتزلی رافضی غیر موثق اور ابو عصمہ المروزی مجہول وحدیثہ باطل ہے۔ (الحدیث حضرو، شمارہ ۸۹ ص ۴۱۔۴۴)

ابو محمد الحارثی کے بارے میں سہو کی وجہ سے احمد بن محمد الحمانی والی جرح چھپ گئی، لہٰذا دسمبر ۲۰۱۱ء

کے شمارے میں خطا کی اصلاح کا اعلان شائع کیا گیا اور راقم الحروف نے ابو محمد الحارثی پر ایک مستقل مضمون لکھ دیا، جو کہ مناسب وقت پر شائع ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ (دیکھئے ص ۲۴۵)

حارثی اور حمانی دونوں کذاب راوی ہیں، لہٰذا نفسِ مضمون اور استدلال پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ اب شبیر احمد دیوبندی نے "...کا مجذوبانہ واویلا" کے عنوان سے قافلۂ باطل میں ایک مضمون لکھا ہے، جس میں گھٹیا اور بازاری زبان استعمال کرنے کے باوجود شبیر احمد صاحب نے اصولِ محدثین کی رُو سے مذکورہ کھمنی روایت کا صحیح یا حسن ہونا ثابت نہیں کیا، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس مسئلے میں بھی آلِ باطل شکست فاش سے دوچار ہیں۔

اب آلِ دیوبند کے تازہ شبہات کے جوابات پیشِ خدمت ہیں:

۱: سوال "کیا کسی روایت کے صحیح ہونے کے لئے صرف سند کی صحت کو دیکھا جائے گا یا دیگر قرائن سے بھی روایت صحیح ثابت ہوتی ہے؟" اس کا جواب یہ ہے کہ روایت کے صحیح یا ضعیف و مردود ہونے کا دارومدار سند پر ہے، لہٰذا سب سے پہلے سند کو دیکھا جائے گا اور اگر سند مردود ثابت ہوئی تو روایت مردود ہو جائے گی۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

مناظرے میں یہ کافی ہے کہ (مخالف) مناظر نے جو سند پیش کی ہے اُس کا ضعیف ہونا ثابت کر دیا جائے، وہ (لاجواب ہو کر) چُپ ہو جائے گا کیونکہ اصل یہی ہے کہ دوسری کوئی روایت (اس مناظر) کی مؤید) نہیں ہے اِلا یہ کہ دوسری کوئی ثابت (صحیح و حسن) سند پیش کر دی جائے۔ واللہ اعلم (اختصار علوم الحدیث مترجم ص ۵۷، بائیسویں قسم: مقلوب)

بعد میں متن دیکھا جائے گا اور محدثین کرام کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ جس بظاہر صحیح یا حسن نظر آنے والی روایت کو محدثین کرام متفقہ طور پر (بغیر کسی اختلاف کے) ضعیف، وہم، خطا اور غیر مقبول وغیرہ قرار دیں تو اس روایت کو رد کر دیا جائے گا، کیونکہ فنِ حدیث کا دارومدار سند اور محدثین پر ہے اور وہ عللِ حدیث، شاذ اور منکر روایات کے جاننے والے اور درایت و فقاہت میں بہت بڑے ماہر تھے۔ رحمہم اللہ اجمعین

قرائن سے آلِ دیوبند کی کیا مراد ہے؟ ذرا وضاحت تو کر دیں۔!

۲: اگر کوئی شخص کہے کہ سیوطی نے لکھا ہے: ''بعض محدثین کا فرمان ہے کہ جب لوگ کسی روایت کو قبول کر لیں تو اس کی صحت کا حکم لگا دیا جاتا ہے اگرچہ اس کی سند ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔''

عرض ہے کہ دسویں صدی ہجری کے حاطب اللیل سیوطی صاحب نے یہاں یہ صراحت نہیں کی کہ بعض محدثین اور روایت قبول کرنے والے لوگوں سے کون مراد ہیں اور اس سیوطی نے بعض محدثین (؟) تک کوئی سند بھی بیان نہیں کی، لہٰذا یہ حوالہ بے فائدہ ہے اور اس کے مقابلے میں ثقہ امام اور مجاہد عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) نے فرمایا: ''الإسناد من الدین ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء'' سند بیان کرنا دین میں سے ہے اور اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو کہنا چاہتا کہہ دیتا۔

(مقدمہ صحیح مسلم ترقیم دارالسلام: ۳۲ وسندہ صحیح)

خیر القرون کے مشہور ثقہ ومجاہد امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ کے مقابلے میں سیوطی صاحب کے نامعلوم ''بعض محدثین'' کی بات کون سنتا ہے؟!

فی الحال آلِ دیوبند کے خلاف ''پھکی'' کے طور پر سیوطی کے تین حوالے پیشِ خدمت ہیں:

اول: سیوطی نے لکھا ہے: یہ کہنا واجب (فرض) ہے کہ ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے امام سے منسوب ہو جائے، اس انتساب پر وہ دوستی رکھے اور دشمنی رکھے تو یہ شخص بدعتی ہے، اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہے، چاہے (انتساب) اصول میں ہو یا فروع میں۔ (الکنز المدفون ص ۱۴۹، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۴۱)

عبارت مذکورہ میں علامہ سیوطی صاحب نے آلِ دیوبند کو اہلِ سنت والجماعت سے خارج قرار دیا ہے۔

دوم: سیوطی نے لکھا ہے: اہلِ حدیث کے لئے اس سے زیادہ کوئی فضیلت نہیں ہے کہ نبی ﷺ کے سوا ان کا کوئی (متبوع) امام نہیں ہے۔

(تدریب الراوی ۲/ ۱۲۶، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۸۵)

سوم: سیوطی نے غزالی سے نقل کیا ہے: مقلد کے لئے چپ رہنا شرط ہے یعنی مقلد کو چاہئے کہ چپ رہے اور عزالدین ابن عبدالسلام سے نقل کیا ہے کہ مفتی کے لئے مجتہد ہونا شرط ہے۔ (الحاوی للفتاوی ۲/۱۱۶، اتمام النعمۃ فی اختصاص الاسلام بھذہ الامۃ)

سیوطی، غزالی اور ابن عبدالسلام کے ان اقوال سے ثابت ہوا کہ آلِ دیوبند میں کوئی ایک بھی مفتی موجود نہیں اور گھسن پارٹی والوں پر یہ ضروری ہے کہ چپ رہیں۔

۲: دوسری دلیل کے طور پر شبیر احمد صاحب نے حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ سے "**ھو الطھور ماؤہ**" والی حدیث کے بارے میں نقل کیا ہے کہ "**و أھل الحدیث لا یصححون مثل اسنادہ لکن الحدیث عندي صحیح لأن العلماء تلقوہ بالقبول**" (قافلۂ باطل ج۵ ش۴ ص۱۹)

عرض ہے کہ حدیث مذکور کو درج ذیل اہلِ حدیث (محدثین کرام) نے صحیح قرار دیا ہے:

ترمذی (۶۹) ابن خزیمہ (۱۱۱) ابن حبان (الموارد: ۱۱۹) ابن الجارود (المنتقی: ۴۳) بغوی (شرح السنۃ: ۲۸۱) نووی (شرح صحیح مسلم ۱۳/۸۶) ابن الملقن (البدر المنیر ۱/ ۳۴۸) اور بخاری وغیرہم رحمہم اللہ

بعض نامعلوم اہلِ حدیث کا حدیث مذکور کو صحیح قرار نہ دینا، امام بخاری وغیرہ جمہور محدثین کے مقابلے میں قابلِ سماعت نہیں ہے اور تلقی بالقبول کا مطلب یہ ہے کہ حافظ ابن عبدالبر کے زمانے میں تمام اہلِ حدیث: علمائے حق نے بالاتفاق اس حدیث کو قبول کر لیا تھا، لہٰذا یہ اجماع ہے اور اجماع شرعی حجت ہے۔

تلقی بالقبول سے آلِ دیوبند کی مراد کیا ہے؟ تمام علماء کا قبول کرنا یا بعض کا قبول کرنا اور دوسروں کا اسے رد کر دینا؟

اگر تمام علماء کا قبول مراد ہے تو یہ اجماع ہے اور اگر حالتِ اختلاف میں بعض علماء کا قبول کر لینا ہے تو یہ دوسروں پر کس طرح بطورِ حجت پیش کیا جا سکتا ہے؟!

شبیر احمد دیوبندی نے ابن ہمام حنفی اور ظفر احمد تھانوی دیوبندی کے اقوال پیش کئے

ہیں کہ ''مجتہد اگر کسی حدیث سے استدلال کرے تو وہ اس کے نزدیک صحیح ہوتی ہے''

امام ابوحنیفہ سے قولِ مذکور قطعاً ثابت نہیں اور علمی میدان میں ابن ہمام اور تھانوی کے اقوال کی کوئی حیثیت نہیں، نیز حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کا قول حافظ ابن الصلاح وغیرہ کے اقوال کے مقابلے میں مرجوح ہے۔ ابن الصلاح نے کہا: ''و ھکذا نقول: إن عمل العالم أو فتیاہ علی وفق حدیث لیس حکمًا منہ بصحۃ ذلک الحدیث''

اور اسی طرح ہم کہتے ہیں: بے شک حدیث کے مطابق عالم کا عمل یا فتویٰ اس کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح نہیں ہے۔ (علوم الحدیث مع التقیید والایضاح ص ۱۴۴، دوسرا نسخہ ص ۲۲۲)

امام شافعی (مجتہد) نے سورۃ الفاتحہ فی الجنازۃ کے ثبوت کے لئے ''إبراھیم بن محمد الأسلمی عن عبد اللّٰہ بن محمد بن عقیل عن جابر بن عبد اللّٰہ رضي اللّٰہ عنہ'' کی مرفوع روایت سے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے کتاب الام ج ۱ ص ۲۷۰)

کیا آلِ دیوبند اس مرفوع روایت کو مجتہد کے استدلال کی وجہ سے صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں؟! اگر نہیں تو پھر دوغلی پالیسی چھوڑ دیں اور صحیح احادیث پر بھی عمل کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

٤: شبیر احمد صاحب نے لکھا ہے کہ ''اگر کسی روایت کے مضمون پر اجماع ہو جائے تو وہ روایت قوی بن جاتی ہے...'' (قافلۂ باطل ج ۵ ص ۲۰)

عرض ہے کہ اجماع بذاتِ خود حجت ہے۔ (دیکھئے الحدیث حضرو: ۹۱)

کئی مسائل پر اجماع ہوا ہے اور آلِ دیوبند ان اجماعی مسائل کے مخالف ہیں مثلاً جرابوں پر مسح کرنے کے جواز پر صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کا اجماع ہے۔

(دیکھئے المغنی لابن قدامہ ۱/ ۱۸۱، مسئلہ: ۴۲۶)

کیا اب اس اجماع کی وجہ سے آلِ دیوبند امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی معنعن حدیث مغیرہ رضی اللہ عنہ (المسح علی الجوربین) کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں؟!

ہم بار بار عرض کر رہے ہیں کہ دوغلی پالیسی چھوڑ دیں۔

۵: اجماع بذاتِ خود حجت ہے، لہٰذا ایک دینار چوبیس قیراط کا ہونا اجماع کی وجہ سے حجت ہے اور ضعیف روایت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

٦: ابن عبدالبر اور متاخرین میں سے شوکانی کے حوالے اجماع سے متعلقہ ہیں اور آلِ دیوبند کئی مسائل میں اجماع کے مخالف ہیں۔

(دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۶۰۴۔۶۰۷)

۷: شبیر احمد صاحب نے اپنے ''پیشوا'' شوکانی سے نقل کیا ہے کہ ''ابراہیم بن محمد شیخ الشافعی ہے جو کہ ضعیف ہے'' (ص ۲۱)

عرض ہے کہ یہ ابراہیم بن محمد وہی ہے جس کی روایت کو آصف احمد لاہوری دیوبندی گھمنی نے اپنے زعم باطل میں ''ترک رفع الیدین پر ۳۲۷ صحیح احادیث و آثار کا مجموعہ'' نامی میں بطورِ استدلال پیش کیا ہے۔ (ص ۴۳/ ۱۷ حدیث نمبر ۲۵۲)

مدین والوں کی طرح ناپ تول کے علیحدہ علیحدہ پیمانے نہ رکھیں بلکہ اصول و حق کی ہمیشہ پابندی کریں اور دوغلی پالیسی چھوڑ دیں۔

۸: شبیر احمد نے امام ابوحنیفہ کے بارے میں بغیر کسی صحیح دلیل کے لکھا ہے: ''اور آپ کے امام و اعلم ہونے پر اجماع اکثری ہے اور اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے'' (ص ۲۲)

قربان جائیں ایسے اجماع کے جس سے امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم اور جمہور محدثین خارج ہیں بلکہ غزالی جیسے صوفی نے بھی لکھ دیا ہے کہ ''و أما أبو حنيفة فلم يكن مجتهدًا ...'' (المنخول ص ۵۸۱، الحدیث حضرو: ۹۰ ص ۳۰)

غزالی وغیرہ پر فتوے لگائیں اور بات آگے چلائیں۔!

۹: موفق بن احمد المکی کو کس محدث نے ثقہ کہا ہے؟ حوالہ پیش کریں اور اگر نہ کر سکیں تو کردری حنفی نے اس موفق کے بارے لکھا ہے: معتزلی، علی (رضی اللہ عنہ) کو تمام صحابہ پر فضیلت دینے کا قائل۔ (مناقب الکردری ج ۱ ص ۸۸)

محمد نافع (دیوبندی) نے ''مولوی'' عبدالعزیز دہلوی سے نقل کر کے موفق مکی (اخطب

خوارزم) کے بارے میں بطورِ خلاصہ لکھا ہے:

''اخطب خوارزم غالی زیدی شیعوں میں سے ہے... اہلسنّت کے محدثین اس بات پر اجماع رکھتے ہیں کہ اخطب زیدی مذکور کی سب روایات مجہول وضعیف لوگوں سے منقول ہیں اور اس کی بیشتر روایات معتبر لوگوں کے خلاف اور جعلی ہیں۔ اہل السنۃ کے فقہاء اس کی مرویات کے ساتھ ہرگز احتجاج واستدلال نہیں کرتے۔'' (حدیثِ ثقلین ص ۱۴۳)

محمد نافع نے مزید لکھا ہے: ''حافظ ابن تیمیہ اور شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ یہ بزرگ زیدی شیعہ خیال کے آدمی ہیں ان کی تحقیقات اور مرویات برائے اہل سنۃ قابل اعتماد نہیں۔'' (حدیثِ ثقلین ص ۱۶۴)

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ باطل قافلے والے اہل سنت نہیں بلکہ زیدی شیعہ نواز ہیں۔

تحقیقی مقالات (ج ۲ ص ۳۵۷، ۳۶۳) میں احمد بن محمد بن عمرو المروزی الفقیہ، ابراہیم بن علی الآمدی الفقیہ اور ابن بطہ الامام وغیرہ کے بارے میں ناقابلِ تردید حوالوں سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ جمہور محدثین کے نزدیک مجروح، مجہول اور گمراہ راوی کے بارے میں فقیہ اور امام وغیرہ کے کلمات توثیق نہیں ہوتے، ورنہ آلِ دیوبند یہ اعلان شائع کر دیں کہ ''جس راوی کے ساتھ فقیہ یا امام کا لفظ ہوگا، ہم اسے ثقہ وصحیح الحدیث ہی سمجھیں گے۔''!

فاتحہ خلف الامام کی بہت سی احادیث میں سے ایک حدیث امام محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ نے روایت کی ہے اور آلِ دیوبند کو محمد بن اسحاق سے بہت چڑ ہے، جس کا کچھ نمونہ سرفراز خان صفدر کڑمنگی کی کتاب احسن الکلام میں دیکھا جا سکتا ہے۔

امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کو حافظ ذہبی، حافظ ابن کثیر، حافظ ابن العجمی اور علامہ علائی نے امام قرار دیا ہے۔ (دیکھئے تذکرۃ الحفاظ للذہبی ۱/۱۳۰، البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۱/۸، ۳۰۲/۲، ۳۹۴، التبیین لاسماء المدلسین لابن العجمی ۱/۴۷ ت ۶۰، جامع التحصیل للعلائی ۱/۱۰۹، ۲۶۱، بحوالہ شاملہ)

کیا شبیر احمد صاحب اور گھسن پارٹی والے امام محمد بن اسحاق کو ثقہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں؟ دوغلی پالیسی چھوڑ دیں۔

۱۰: ابو محمد الحارثی کو کسی محدث یا امام نے ثقہ وصدوق نہیں کہا بلکہ جلیل القدر علماء نے اس پر شدید جرح کی ہے اور کذاب وغیرہ قرار دیا ہے۔

اس کی تفصیل میرے تحقیقی مضمون: ''ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری اور محدثین کی جرح'' میں ہے۔ (دیکھئے ص ۲۳۵)

۱۱: سرائیکی محاورہ تو تب قابلِ سماعت ہو جب آلِ تقلید میں سے کوئی ''تو رزن'' اٹھ کر تحقیقی مقالات کے مذکورہ بادلیل حوالوں کا جواب پیش کرے، ورنہ پھر ﴿ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ﴾ والی حالت آلِ دیوبند پر طاری ہے۔

۱۲: شبیر احمد صاحب نے لکھا ہے: ''امام اعظم ابوحنیفہؒ اور آپ کے متبعین کے نزدیک مجہول الحال کی روایت قبول کی جائے گی...'' (ص ۲۴)

اس کے مقابلے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی گکھڑوی کڑمنگی نے لکھا ہے: ''یہ بالکل غلط ہے کہ امام ابوحنیفہؒ مستور کی روایت کو حجت سمجھتے ہیں۔ حافظ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں کہ صحیح مسلک یہ ہے کہ مستور کی روایت فاسق کی طرح مردود ہوگی جب تک اس کی عدالت ثابت نہ ہو جائے اس کی حدیث حجت نہیں ہو سکتی...'' (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۰۵، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۹۵)

اب آلِ دیوبند باہم سر جوڑ کر بیٹھیں اور فیصلہ کریں کہ ان دونوں (شبیر وسرفراز) میں سے کون جھوٹا ہے؟!

تنبیہ: مجہول الحال اور مستور ایک ہی راوی کے دو القاب ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''اگر اس سے دو یا دو سے زائد نے روایت کی ہو اور اس کی توثیق نہ ہو تو وہ مجہول الحال ہے اور مستور ہے...'' (قطرات العطر شرح اردو شرح نخبۃ الفکر ص ۲۳۶، از نہا او کاڑوی)

آخر میں شبیر احمد صاحب، الیاس گھمن صاحب اور آلِ دیوبند کی ''خدمات'' میں عرض ہے کہ وہ ہمت کریں اور قافلۂ باطل کی مذکورہ روایت کا صحیح یا حسن ہونا اصولِ حدیث، اسماء الرجال اور اصولِ محدثین سے ثابت کر دیں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو علانیہ توبہ کریں۔ غلط بات سے توبہ کرنے میں آخر حرج ہی کیا ہے؟!

یاد رہے کہ مخالف کے اصل دلائل کا جواب نہ دینا اور اِدھر اُدھر کی باتیں لکھ دینا جواب نہیں کہلاتا بلکہ شکست فاش ہوتا ہے۔ (۱۱/نومبر ۲۰۱۱ء)

محمد رضوان دیوبندی کی ایک تازہ تحریف

یہ سچ ہے کہ جب تک روئے زمین پر ابلیس اور اس کے چیلے موجود ہیں، کذب و افتراء اور کفر وشرک کے ساتھ جرائم اور وضعِ حدیث کا شیطانی کاروبار جاری رہے گا۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ دیوبندی ''مفتی'' محمد رضوان نے ایک کتاب لکھی ہے:

''وتر کی نماز کے فضائل واحکام''

اس کتاب میں اس رضوان صاحب نے لکھا ہے:

''اور ابنِ ابی الدنیا، حضرت شجاع بن مخلد سے اور وہ حضرت ہشیم سے اور وہ حضرت یونس بن عبید سے اور وہ حضرت حسن سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ، وَ الْوِتْرِ ثَلَاثًا (فضائل رمضان لابنِ ابی الدنیا، حدیث نمبر ۴۸، دارالسلف، الریاض۔السعودیہ)

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں) رمضان کے مہینہ میں لوگ بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس روایت کے تمام راوی انتہائی اعلیٰ درجہ کے معتبر اور ثقہ راوی ہیں...'' (وتر کی نماز ص ۱۲۰۔۱۲۱)

عرض ہے کہ ابن ابی الدنیا کی کتاب فضائل شہر رمضان میں یہ روایت دوسرے متن اور ''عشرین لیلۃ ''بیس راتیں، کے الفاظ سے ہے اور بیس رکعتوں کے الفاظ سے نہیں، لہٰذا رضوان صاحب نے جھوٹ بولا ہے اور حدیث میں تحریف بھی کی ہے۔

دیکھئے فضائل شہر رمضان لابن ابی الدنیا (ص ۳۷ ح ۴۸)

۱: مطبوعہ: دارالسلف للنشر والتوزیع، تحقیق: عبداللہ بن حمد المنصور (ص ۸۷ ح ۴۸)

۲: مطبوعہ: المکتبۃ العصریہ صیدا بیروت (۱۲/نومبر ۲۰۱۱ء)

سرفراز خان صفدر کے دفاع میں ناکامی

سرفراز خان صفدر دیوبندی کڑمنگی گکھڑوی نے ''مقامِ ابی حنیفہ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں ابن عطیہ الحمانی وغیرہ کذابین سے چن چن کر موضوع، باطل اور مردود روایات لکھیں۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (۲۷ص ۱۰ تا ۲۴)

اب بہت عرصے بعد کسی احسن خدامی (؟) نے ''فراستِ مومن... اور.. علی زئی تنقید'' کے نام سے ایک مضمون لکھا ہے، لیکن کسی ایک سرفرازی روایت موضوعہ و مردودہ کا صحیح یا حسن ہونا ثابت نہیں کیا۔ (دیکھئے مجلہ صفدر گجرات شمارہ ۸ص ۴۱ تا ۴۴)

احسن خدامی نے عمار ناصر (غامدی دیوبندی) کے رسالے ''الشریعہ'' سے سرفراز خان کڑمنگی کا قول نقل کیا ہے: ''اور وہ اسی کتاب سے چند کمزور حوالے نقل کر کے ساری دنیا میں تشہیر کریں گے...'' (مجلہ صفدر ص ۴۱، اکتوبر ۲۰۱۱ء)

اس حوالے میں سرفراز خان صفدر اور احسن خدامی دونوں نے تسلیم کرلیا ہے کہ ''مقامِ ابی حنیفہ'' نام والی کتاب میں ''چند کمزور حوالے'' موجود ہیں۔

عرض ہے کہ یہ ''چند کمزور حوالے'' نہیں بلکہ بہت زیادہ موضوع، مَن گھڑت اور جھوٹے حوالے اور مردود روایات ہیں، جن میں سے دس حوالے بطورِ نمونہ ماہنامہ الحدیث میں پیش کیے گئے اور ان کا اسماء الرجال و اصولِ حدیث کی رُو سے مدلل رد بھی لکھا گیا، جس کے جواب الجواب سے تمام آلِ دیوبند عاجز و ساکت ہیں۔

احسن خدامی صاحب اور آلِ دیوبند ہمت کریں اور اس تحقیقی مضمون کا مکمل جواب لکھیں، ورنہ کذب و افتراء اور تلبیسات تو آلِ دیوبند کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

(۱۲/ نومبر ۲۰۱۱ء)

شبیر احمد میرٹھی دیوبندی اور انکارِ حدیث

مشہور منکرِ حدیث شبیر احمد ازہر میرٹھی ہندوستانی جس نے صحیح بخاری پر مجرمانہ حملے کرتے ہوئے ''صحیح بخاری کا مطالعہ: بخاری کی کچھ کمزور احادیث کی تحقیق وتنقید'' کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس کا جواب حافظ ابو یحییٰ محمد اعجاز بن نذیر احمد نور پوری حفظہ اللہ نے ''صحیح بخاری کا مطالعہ اور فتنہ انکارِ حدیث'' (حصہ اول) کے نام سے لکھا جو کہ مطبوع ہے۔

اس میرٹھی نے خروجِ دجال، ظہورِ مہدی اور نزولِ مسیح (قیامت سے پہلے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے آسمان سے زمین پر نازل ہونے) کے انکار پر ''احادیث دجال کا تحقیقی مطالعہ'' کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ یہ شخص (شبیر احمد میرٹھی) دیوبندی تھا، جیسا کہ سرفراز خان صفدر کے بیٹے زاہد الراشدی اور پوتے محمد عمار خان ناصر (الغامدی) کے ماہوار رسالے الشریعہ میں لکھا ہوا ہے: ''...اور دیوبند سے دورۂ حدیث کیا۔ وہاں خاص اساتذہ میں شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہوی، مولانا فخر الحسن اور حضرت مدنی تھے۔'' (ج ۲۲ شمارہ ۱۱ ص ۲۷، نومبر ۲۰۱۱ء)

شبیر احمد میرٹھی (۱۹۲۳ء تا ۲۰۰۵ء) کے بیٹے ''ڈاکٹر'' غطریف شہباز ندوی (منکرِ حدیث) نے اپنے باپ کے حالات پر ایک مفصل مضمون لکھا ہے، جو کہ الشریعہ (گوجرانوالہ) کے مذکورہ شمارے میں (صفحہ ۲۶ تا ۳۴) مطبوع ہے۔

ثابت ہوا کہ انکارِ حدیث اور بنیادی واجماعی اسلامی عقائد میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے ڈانڈے دیوبندیت اور آلِ دیوبند سے ملے ہوئے ہیں۔ غطریف ندوی نے اجماع کا مذاق اڑاتے ہوئے اور اپنے منکرِ حدیث باپ کا دفاع کرتے ہوئے اہلِ حدیث علماء کو: ''بعض علمی طور پر کوتاہ قد اور متعصب... ایسے ہی کم ظرفوں اور کم علموں...'' لکھا ہے۔

(الشریعہ نومبر ۲۰۱۱ء، ص ۳۰)

شبیر احمد میرٹھی نے صحیح مسلم کی احادیث کو ضعیف و مردود ثابت کرنے کے لئے ''صحیح مسلم کا تحقیقی مطالعہ'' کے نام سے ایک ناقص کتاب لکھی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی تکمیل کا موقع نہیں دیا۔ (کتاب کے حوالے کے لئے دیکھئے الشریعہ ص ۲۸)

تنبیہ: یہ مضمون ان اہلِ حدیث علماء و عوام کے لئے لکھا گیا ہے جو دیوبندیت اور آلِ دیوبند کی اصلیت سے ناواقف ہیں۔ (۱۶/نومبر ۲۰۱۱ء)

مرزا غلام احمد قادیانی کون تھا؟

مرزا غلام احمد قادیانی کون تھا؟ اس سلسلے میں بیس (۲۰) حوالے مع تبصرہ پیشِ خدمت ہیں:

۱) فیض احمد فیض بریلوی نے لکھا ہے:

"تحریکِ قادیانیت کے بانی کا نام مرزا غُلام احمد تھا.... جہاں تک معلوم ہو سکا ہے اُن کے آباواجداد حنفی المذہب مُسلمان تھے اور خُود مرزا صاحب بھی اپنی اوائل زندگی میں اُنہی کے قدم بہ قدم چلتے رہے۔" (مہرِ مُنیر سوانح حیات مہر علی شاہ گولڑوی ص ۱۶۵)

فیض مذکور نے مزید لکھا ہے:

"اِس وقت تک مرزا صاحب کے عقائد وُہی تھے جو ایک صحیح العقیدہ سُنّی مُسلمان کے ہونے چاہئیں...." (مہرِ مُنیر ص ۱۶۶)

یہ کتاب بریلوی پیر غلام محی الدین کی اجازت اور ایماء سے شائع ہوئی ہے۔

۲) محمد حیات خان بریلوی نے مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں (مہر علی شاہ گولڑوی کی کتاب: سیفِ چشتیائی کے پیش لفظ میں) لکھا ہے:

"جہاں تک معلوم ہو سکا ہے اُن کے آباواجداد حنفی المذہب مُسلمان تھے۔ اور خُود مرزا صاحب بھی اپنی اوائلِ زندگی میں اُنہی کے قدم بہ قدم چلتے رہے۔"

(پیش لفظ: سیفِ چشتیائی صفحہ ت)

یہ کتاب بھی بریلوی پیر غلام محی الدین کی اجازت اور ایماء سے شائع ہوئی ہے۔

۳) مرزا قادیانی نے جمادی الاولیٰ ۱۳۰۸ھ (بمطابق دسمبر ۱۸۹۰ء) میں "فتح اسلام" نامی رسالہ شائع کیا۔ دیکھئے مرزائیوں کی کتاب: روحانی (شیطانی) خزائن (ج ۳ ص ۱)

اس رسالے میں مرزا نے کہا:

"سواے مسلمانو! اس عاجز کا ظہور ساحرانہ تاریکیوں کے اُٹھانے کیلئے خداتعالیٰ کی طرف

ہے ایک معجزہ ہے۔" (فتح اسلام ص ٦، دوسرا نسخہ ص ٧)

رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے لکھا ہے:

"مولوی غلام احمد صاحب قادیانی کی فتح الاسلام بندہ نے بھی دیکھی اجمالاً اونکو جو اول گمان تجدید ہوا ہے یہ اوسکا ہی ضمیمہ ہے کہ اب اونکے مخیلہ میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ مثیل عیسیٰ ہوں اس باب میں بندہ یہ گمان کرتا ہے کہ دنیا طلبی تو اونکو مقصود نہیں بلکہ ایک خود پسندی اون کے مخیلہ میں بوجہ صلاحیت قایم ہوئی تھی اب یہ خیالات بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اسکو وہ دین و تائید دین اور اپنے کمالات جانتے ہیں اوسمیں مجبور ہیں۔ اس مثلِ عیسیٰ ہونیکو اور نزول عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کی روایات کے حقیقی معنی کے انکار کو چند جگہ سے جو بندہ سے استفسار کیا گیا تو بندہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ عقیدہ فاسد و خطا خلاف جملہ سلف خلف کے ہے اونکو مالیخولیا ہو گیا ہے کہ خلاف عقل کے ایسی بات لکھتے ہیں کہ تمام عالم نے اوسکو نہ سمجھا اب اونکو اسکی فہم ہوئی اوسپر اشتہار مباحثہ دیا ہے اور بندہ کو مخاطب بنایا ہے اور تکفیر نہیں چاہئے کہ وہ ماؤل ہے اور معذور ہے فقط مولوی عبداللہ کو منع کرنا..." (مکاتیب رشیدیہ ص ٩٠ مکتوب: ١٣٨)

ابوالقاسم محمد رفیق دلاوری دیوبندی نے لکھا ہے:

"جن حضرات نے فتوائے تکفیر سے اختلاف کیا ان میں حضرت مولنا رشید احمد صاحب چشتی گنگوہیؒ جو ان دنوں علمائے حنفیہ میں نہایت ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور اطراف و اکناف ملک کے حنفی شائقین علم حدیث اس فن کی تکمیل کیلئے انکے چشمۂ فیض پر پہنچ کر تشنگی سعادت سے سیراب ہو رہے تھے سب سے پیش پیش تھے۔ اُنھوں نے علمائے لدھیانہ کے فتوائے تکفیر کی ممانعت میں ایک مقالہ لکھ کر قادیانی صاحب کو ایک مرد صالح قرار دیا اور اس کو حضرات مکفّرین کے پاس لدھیانہ روانہ کیا....؟" (رئیس قادیان ج ٢ ص ٣)

دلاوری دیوبندی نے رشید احمد گنگوہی دیوبندی سے نقل کیا:

"کسی مسلمان کی تکفیر کر کے اپنے ایمان کو داغ لگانا اور مواخذۂ اخروی سر پر لینا سخت نادانی ہے۔ یہ بندہ جیسا اُس بزرگ (مرزا صاحب) کو کافر فاسق نہیں کہتا اس کو مجدد و ولی بھی نہیں

کہہ سکتا۔ صالح مسلمان سمجھتا ہوں۔ اور اگر کوئی پوچھے تو ان کے ان کلمات کی تاویل مناسب سمجھتا ہوں۔ اور خود اس سے اعراض وسکوت ہے۔ فقط والسلام (رشید احمد)''

(رئیس قادیان ج ۲ ص ۵)

رشید احمد گنگوہی کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی دیوبندی المذہب تھا، ورنہ اسے گنگوہی کا ''صالح مسلمان'' اور ''بزرگ'' کہنا کیا مقصد رکھتا ہے؟

۴) عبدالماجد دریا آبادی دیوبندی نے اشرفعلی تھانوی کا ایک واقعہ لکھا ہے:

''سنہ خوب یاد نہیں، غالباً ۱۹۳۰ء تھا، حکیم الامت تھانویؒ کی محفل خصوصی میں نماز چاشت کے وقت حاضری کی سعادت حاصل تھی ذکر مرزائے قادیانی اور ان کی جماعت کا تھا اور ظاہر ہے کہ ذکر ''ذکرِ خیر'' نہ تھا حاضرین میں سے ایک صاحب بڑے جوش سے بولے ''حضرت ان لوگوں کا دین بھی کوئی دین ہے، نہ خدا کو مانیں نہ رسول کو'' حضرت نے معاً لہجہ بدل کر ارشاد فرمایا کہ ''یہ زیادتی ہے، توحید میں ہمارا ان کا کوئی اختلاف نہیں، اختلاف رسالت میں ہے اور اس کے بھی صرف ایک باب میں یعنی عقیدۂ ختمِ رسالت میں بات کو بات کی جگہ پر رکھنا چاہئے۔ جو شخص ایک جرم کا مجرم ہے، یہ تو ضرور نہیں کہ دوسرے جرائم کا بھی ہو۔'' ارشاد نے آنکھیں کھول دیں اور صاف نظر آنے لگا کہ....''

(سچی باتیں ص ۲۱۲ طبع نفیس اکیڈمی کراچی)

تھانوی کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ مرزائیوں کا دیوبندیوں کے ساتھ توحید میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اختلاف صرف رسالت کے ایک باب (عقیدۂ ختمِ رسالت) میں ہے (نیز دیکھئے یہی مضمون، فقرہ نمبر ۱۲) اور یاد رہے کہ یہ بیان مرزا کی موت کے بہت عرصے بعد ۱۹۳۰ء کا ہے۔

۵) ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی (ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر) نے لکھا ہے:

''مولانا غلام احمد قادیانی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی میں انگریز دوستی کی بناء پر اصلاحی تحریکوں کی مخالفت قدرِ مشترک تھی۔'' (مطالعۂ بریلویت ج ۱ ص ۲۱۶ طبع دار المعارف لاہور)

مولانا چونکہ عزت واحترام والا لقب ہے جو علماء کے بارے میں استعمال ہوتا ہے لہٰذا اس دیوبندی حوالے سے معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی آلِ دیوبند کا ''مولانا'' تھا۔
یاد رہے کہ رشید احمد گنگوہی کے نزدیک مرزا قادیانی ایک ''مولوی'' تھا۔ دیکھئے فقرہ: ۳

۶) غازی احمد (سابق کرشن لال) سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج، بوچھال کلاں ضلع چکوال نے مرزا ناصر احمد قادیانی بن مرزا بشیر احمد بن مرزا غلام احمد سے اپنی ملاقات کا تذکرہ درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے:

''میں نے عرض کیا مجھے ایک بات اور دریافت کرنا ہے۔ میں نے مرزا صاحب کی تحریر پڑھی ہے کہ میں اور میری جماعت کے افراد فقہی مسلک میں امام ابوحنیفہؒ کے پیروکار ہیں۔ ناصر صاحب میں بھی حنفی مسلک سے تعلق رکھتا ہوں۔

ناصر صاحب نے اظہار مسرّت فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ مرزا صاحب تو آپ کے خیال کے مطابق منصبِ نبوّت پر سرفراز تھے۔ کیا یہ امر منصبِ نبوّت کے شایانِ شان ہے کہ ایک نبی ایک اُمّتی کے فقہی مسلک کا پیروکار اور مقلّد ہو۔ کیا یہ مقامِ نبوت کی توہین نہیں؟ ناصر صاحب نے فرمایا اس سوال کا جواب بھی کسی دوسری مجلس میں تفصیل کے ساتھ دوں گا۔''

(من الظلمات الی النور = کفر کے اندھیروں سے نورِ اسلام تک ص ۹۳)

غازی احمد حنفی کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد اپنے آپ کو امام ابوحنیفہ کا پیروکار کہتا تھا اور مرزا ناصر احمد نے بھی اپنے دادا کی اس بات کا انکار نہیں کیا۔

۷) بشیر احمد قادری دیوبندی نے ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی کی کتاب: مجددِ اعظم کے حوالے سے بطورِ استدلال لکھا ہے:

''مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نئے نئے پڑھ کر اور مولوی بن کر جو بٹالہ آئے تو چونکہ یہ اہلحدیث تھے، اس لئے حنفیوں کو ان کے خیالات بہت گراں گزرے۔ بعض اختلافی مسائل میں بحث کرنے کے لئے حنفیوں نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی طرف رجوع کیا اور ایک نمائندہ حضرت اقدس کو قادیان سے بٹالہ لے آیا، شام کو مولوی محمد حسین بٹالوی اور اُن

کے والد مسجد میں تھے، جو حضرت اقدس وہاں پہنچ گئے، بحث شروع ہوئی، مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے تقریر کی۔ حضرت قدس نے تقریر سن کر فرمایا کہ اس میں تو کوئی بات ایسی نہیں جو قابل اعتراض ہو۔ تو میں تردید کس بات کی کروں۔ ان لوگوں کو جو آپ کو لائے تھے، بہت مایوسی ہوئی اور وہ آپ سے بہت ناراض ہوئے، لیکن آپ نے محض اللہ کے لئے اس بحث کو ترک کر دیا۔ کیونکہ محض دھڑے بندی کے لئے آپ حق بات کی تردید نہیں کر سکتے تھے۔ مجدد اعظم ج ۲ ص ۱۳۴۳

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ مرزا صاحب نے بٹالوی صاحب کے نظریات و خیالات کی کس طرح تائید وتصویب کی ہے۔ اگر مرزا صاحب ابتداءً مقلد ہوتے تو لازماً بٹالوی صاحب کے نظریات کی تردید کرتے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب پہلے غیر مقلدانہ خیالات کے حامل تھے، پھر غیر مقلدیت سے ترقی کر کے نبوت کا دعویٰ کر کے ایک دنیا کو گمراہ کیا۔" (ترک تقلید کے بھیانک نتائج طبع چہارم ص ۴۷، ۴۸)

اس دیوبندی حوالے سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی اہلِ حدیث نہیں تھا بلکہ وہ دیوبندی و بریلوی (یا عرفِ عوام میں: حنفی) تھا اور حنفیوں کا مناظر تھا، ورنہ یہ کس طرح ممکن تھا کہ ایک اہل حدیث کے مقابلے میں اختلافی مسائل میں حنفی حضرات ایک اہل حدیث مناظر پیش کرتے؟

یاد رہے کہ بشیر احمد قادری نے "غیر مقلدانہ خیالات" اور "غیر مقلدیت سے ترقی" وغیرہ الفاظ لکھ کر بہت بڑا جھوٹ بولا ہے، جس کی تردید اس کے ذکر کردہ حوالے سے ہی ظاہر ہے۔

۸) فیض احمد فیض بریلوی نے لکھا ہے:

"اُدھر چاچڑاں (ریاست بہاولپور) کے مشہور شیخِ طریقت اور صوفی شاعر حضرت خواجہ غلام فرید چشتی بھی ابتدا میں مرزا صاحب کے متعلق بہت حُسنِ ظن رکھتے تھے۔ خواجہ صاحبؒ ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے اور حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ کے قادیانی معرکۂ لاہور کے قریباً ایک

سال بعد ۱۹۰۱ء میں انتقال فرما گئے۔'' (مہر منیر ص ۲۰۴، ۲۰۵)

فیض احمد نے مزید لکھا ہے:

''اس پر خواجہ صاحبؒ نے اپنے جواب میں اعانت فی الدین کا وعدہ کرتے ہوئے مرزا صاحب کی شان میں تعریفی کلمات تحریر فرمائے۔ آپ کے ملفوظات ''اشارات فریدی'' میں، مذکور ہے کہ جب علماء نے مرزا صاحب کے خلاف لکھنا شروع کیا تو خواجہ صاحبؒ نے فرمایا یہ شخص حمایتِ دین پر کمر بستہ ہے۔ علماء تمام مذاہب باطلہ کو چھوڑ کر اس نیک آدمی کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔ حالانکہ وہ اہل سنت والجماعت سے ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے۔ لیکن جب مرزا صاحب کی نئی کتابیں خواجہ صاحبؒ کے پاس پہنچیں جن میں اُن کے منفرد عقائد اور ''مسیح موعود'' اور ''ظلی اور بروزی'' نبوت کے دعاوی درج تھے تو آپ نے بھی مولوی حسین بٹالوی کی طرح علانیہ اپنی بیزاری کا اظہار کیا۔'' (مہر منیر ص ۲۰۵)

اس بریلوی حوالے سے ثابت ہوا کہ خواجہ غلام فرید چاچڑاں والے کے نزدیک مرزا قادیانی بریلوی یا دیوبندی تھا۔

۹) مولانا محمد داود ارشد حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

''حاجی نواب دین گولڑوی لکھتا ہے کہ

جہاں تک معلوم ہو سکا ہے ان کے آبا و اجداد حنفی المذہب مسلمان تھے اور خود مرزا صاحب بھی اپنی اوائل زندگی میں انہی کے قدم بقدم چلتے رہے۔

(آفتاب گولڑہ اور فتنۂ مرزائیت ص ۱۵۰)''۔ (تحفۂ حنفیہ ص ۵۲۷)

۱۰) خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے لکھا ہے:

''ہم اور ہمارے مشائخ سب کا مدعی نبوت و مسیحیت قادیانی کے بارے میں یہ قول ہے کہ شروع شروع جب تک اس کی بدعقیدگی ہمیں ظاہر نہ ہوئی بلکہ یہ خبر پہونچی کہ وہ اسلام کی تائید کرتا ہے اور تمام مذاہب کو بدلائل باطل کرتا ہے تو جیسا کہ مسلمانوں کو مسلمان کے ساتھ زیبا ہے ہم اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے اور اس کے بعض ناشائستہ اقوال کو تاویل کر کے محمل

حسن پر حمل کرتے رہے اسکے بعد جب اس نے نبوت و مسیحیت کا دعویٰ کیا تھا اور عیسیٰ مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کا منکر ہوا اور اس کا خبیث عقیدہ اور زندیق ہونا ہم پر ظاہر ہوا تو ہمارے مشائخ نے اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا قادیانی کے کافر ہونے کی بابت ہمارے حضرت مولینا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ تو طبع ہو کر شائع بھی ہو چکا بکثرت لوگوں کے پاس موجود ہے کوئی چھپی ڈھکی بات نہیں۔'' (المہند علی المفند: السوال السادس والعشر ون ص ۲۶۸، ۲۶۹)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دیوبندی مشائخ کے نزدیک مرزا کی بدعقیدگی شروع میں ظاہر نہ ہوئی تھی بلکہ وہ ''اسلام'' کی تائید کرتا تھا اور یہ مشائخ اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے یعنی دوسرے لفظوں میں مرزا غلام احمد شروع میں دیوبندی یا دیوبندیوں کا ہم عقیدہ تھا۔

دیوبندیوں اور بریلویوں کے ان دس حوالوں کے بعد مرزا اور آلِ مرزا کی تحریروں سے دس حوالے پیشِ خدمت ہیں جن سے صراحتاً مرزا کا دیوبندی و بریلوی (یا عرفِ عوام میں: حنفی) ہونا ثابت ہوتا ہے:

۱۱) مرزا غلام احمد قادیانی نے اہلِ حدیث کو وہابی کے لقب سے یاد کرتے ہوئے کہا:

''میرا دل ان لوگوں سے کبھی راضی نہیں ہوا اور مجھے یہ خواہش کبھی نہیں ہوتی کہ مجھے وہابی کہا جائے اور میرا نام کسی کتاب میں وہابی نہ نکلے گا۔ میں ان کی مجلسوں میں بیٹھتا رہا ہوں۔ ہمیشہ لفاظی کی بو آتی رہی ہے یہی معلوم ہوا کہ ان میں نرا چھلکا ہے مغز بالکل نہیں ہے۔...''

(ملفوظات مرزا ج ۲ ص ۵۱۵، ۱۳/ نومبر ۱۹۰۲ء)

اس عبارت میں مرزا نے تسلیم کیا کہ وہ وہابی (یعنی اہلِ حدیث) نہ کبھی تھا اور نہ ہے۔

یاد رہے کہ اہلِ حدیث کے بارے میں ''لفاظی کی بُو'' اور ''نرا چھلکا ہے مغز بالکل نہیں ہے'' کہنا مرزا قادیانی کے جھوٹوں میں سے ہے۔

تنبیہ: مرزائیوں کے نزدیک وہابی سے مراد اہلِ حدیث ہے۔

دیکھئے یہی مضمون (فقرہ نمبر ۱۲) اور سیرت المہدی (حصہ دوم ص ۴۸)

۱۲) مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد (قادیانیوں کے خلیفہ دوم) نے لکھا ہے:
"نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ احمدیت کے چرچے سے قبل ہندوستان میں اہل حدیث کا بڑا چرچا تھا اور حنفیوں اور اہل حدیث کے درمیان (جنکو عموماً لوگ وہابی کہتے ہیں، بڑی مخالفت تھی اور آپس میں مناظرے اور مباحثے ہوتے رہتے تھے اور یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے گویا جانی دشمن ہو رہے تھے... اور ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ بازی کا میدان گرم تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گو در اصل دعویٰ سے قبل بھی کسی گروہ سے اس قسم کا تعلق نہیں رکھتے تھے جس سے تعصب یا جتھہ بندی کا رنگ ظاہر ہو لیکن اصولاً آپ ہمیشہ اپنے آپ کو حنفی ظاہر فرماتے تھے اور آپ نے اپنے لئے کسی زمانہ میں بھی اہل حدیث کا نام پسند نہیں فرمایا۔ حالانکہ اگر عقائد و تعامل کے لحاظ سے دیکھیں تو آپ کا طریق حنفیوں کی نسبت اہل حدیث سے زیادہ ملتا جلتا ہے۔" (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۴۸، ۴۹ فقرہ: ۳۵۷)

مرزا بشیر احمد کی اس عبارت سے پانچ باتیں ثابت ہوئیں:

۱: مرزا غلام احمد قادیانی اہلِ حدیث نہیں تھا۔

۲: مرزا غلام احمد قادیانی غیر متعصب حنفی تھا۔

۳: اہلِ حدیث کو لوگ وہابی کہتے تھے لہٰذا مرزا اور اس کے مقلدین کی تحریروں میں جہاں بھی وہابی کا لفظ ہوگا، اس سے مراد دیوبندی نہیں بلکہ صرف اہلِ حدیث مراد ہیں۔

۴: مرزا قادیانی اپنے آپ کو ہمیشہ حنفی ظاہر کرتا تھا۔

۵: مرزا قادیانی نے کسی زمانے میں بھی اپنے لئے اہلِ حدیث نام پسند نہیں کیا۔

تنبیہ: مرزا بشیر احمد کا یہ کہنا کہ "عقائد و تعامل کے لحاظ سے مرزا کا طریق حنفیوں کی بہ نسبت اہل حدیث سے زیادہ ملتا جلتا ہے۔" کئی لحاظ سے غلط اور جھوٹ ہے:

اول: عقائد کا ایک بڑا مسئلہ توحید ہے اور اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے مرزائیوں کے بارے میں کہا: "توحید میں ہمارا ان کا کوئی اختلاف نہیں" (سچی باتیں ص ۲۱۲، دیکھئے یہی مضمون فقرہ: ۴)

یعنی دیوبندیوں اور مرزائیوں کی "توحید" ایک ہے۔

دوم: عقائد کا ایک باب ختم نبوت پر ایمان ہے۔ محمد قاسم نانوتوی نے لکھا ہے:

''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا'' (تحذیر الناس ص ۳۴، دوسرا نسخہ ص ۸۵)

یعنی دیوبندیوں کے نزدیک اگر خاتم النبیین محمد ﷺ کی وفات کے بعد اگر کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی ختم نبوت کے عقیدے میں کچھ بھی فرق نہیں آئے گا۔!

بعینہ یہی عقیدہ مرزائیوں کا ہے بلکہ عبدالرحمٰن خادم مرزائی نے نانوتوی کے مذکورہ قول کو اپنی کتاب میں بطورِ حجت پیش کیا ہے۔ دیکھئے قادیانیوں کی: پاکٹ بک (ص ۲۷۶)

سوم: مرزائیوں کا تعامل بھی اہلِ حدیث کے خلاف ہے مثلاً:

مرزا بشیر احمد قادیانی نے میاں عبداللہ سنوری قادیانی سے نقل کیا کہ

''...اور میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ مینے حضرت صاحب کو کبھی رفع یدین کرتے یا آمین بالجہر کہتے نہیں سُنا۔'' الخ (سیرت المہدی حصہ اول ص ۱۶۲ فقرہ: ۱۵۴)

۱۳) مرزا قادیانی کے مرید اور خلیفۂ اول حکیم نورالدین بھیروی نے کہا:

''حضرت مرزا صاحب اہل سنت والجماعت خاص کر حنفی المذہب تھے۔ اس طائفہ ظاہرین علی الحق میں سے تھے والحمدللہ رب العالمین ۲۹ اگست ۱۹۱۲ء''

(کلام امیر المعروف ملفوظات نور حصہ اول ص ۵۴، بحوالہ تحفۂ حنفیہ ص ۵۲۴)

۱۴) محمد علی لاہوری مرزائی نے لکھا ہے:

''آپ کی اس وقت کی قبولیت عامہ کی ایک جھلک اس ریویو میں نظر آتی ہے جو مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو اہل حدیث کے لیڈر تھے آپ کی کتاب براہین احمدیہ پر کیا۔ یہ ریویو اس لحاظ سے اور بھی زیادہ حیرت انگیز ہے کہ حضرت مرزا صاحب ابتداء سے آخر زندگی تک علی الاعلان حنفی المذہب رہے۔'' (تحریک احمدیت ص ۱۱)

یعنی بٹالوی صاحب نے حنفی المذہب مرزا قادیانی کی کتاب پر ریویو لکھا تھا۔

۱۵) مرزا بشیر احمد قادیانی نے لکھا ہے:

"حافظ روشن علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ کسی دینی ضرورت کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو یہ لکھا کہ آپ یہ اعلان فرمادیں کہ میں حنفی المذہب ہوں حالانکہ آپ جانتے تھے کہ حضرت مولوی صاحب عقیدتاً اہل حدیث تھے..." الخ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۴۸ فقرہ: ۳۵۷)

اس قادیانی حوالے سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی لوگوں کو حنفی المذہب ہونے کی دعوت دیتا تھا۔

تنبیہ: مرزا بشیر احمد کا حکیم نورالدین قادیانی کو "عقیدتاً اہل حدیث" کہنا غلط اور جھوٹ ہے۔ ابوالقاسم دلاوری دیوبندی نے نورالدین کے بارے میں لکھا ہے:

"...لیکن ایسے ایسے اکابر کی صحبت اُٹھانے کے باوجود طبیعت آزادی کی طرف مائل تھی اس لئے حنفیت پر قائم نہ رہ سکے۔ پہلے اہل حدیث بنے۔ لیکن اس سے بھی جلد سیر ہوگئے..."

(رئیس قادیان ج ا ص ۸۱)

اس دیوبندی حوالے سے معلوم ہوا کہ حکیم نورالدین بھیروی حنفی (یعنی دیوبندی یا بریلوی) تھا۔

تنبیہ: دلاوری کا یہ کہنا کہ "پہلے اہل حدیث بنے۔" غلط اور جھوٹ ہے۔

۱۶) مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

"کہ یہودیوں میں حضرت مسیح کے منکر اہلحدیث ہی تھے۔ اُنہوں نے ان پر شور مچایا۔ اور تکفیر کا فتویٰ لکھا اور اُنکو کافر قرار دیا۔ اور کہا کہ یہ شخص خُدا کی کتابوں کو مانتا نہیں۔"

(کشتی نوح ص ۶۵، دوسرا نسخہ ص ۶۰، قادیانی: روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۶۷)

یہ تحریر اہلِ حدیث پر بہت بڑا بہتان ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا اہلِ حدیث نہیں تھا۔

۱۷) مرزا قادیانی نے کہا:

"ہمارا مذہب وہابیوں کے برخلاف ہے۔ ہمارے نزدیک تقلید کو چھوڑنا ایک اِباحت ہے،

کیونکہ ہر ایک شخص مجتہد نہیں ہے۔ ذرا سا علم ہونے سے کوئی متابعت کے لائق نہیں ہو جاتا۔ کیا وہ اس لائق ہے کہ سارے متقی اور تزکیہ کرنے والوں کی تابعداری سے آزاد ہو جائے۔ قرآن شریف کے اسرار سوائے مُطہر اور پاک لوگوں کے اور کسی پر نہیں کھولے جاتے ہمارے ہاں جو آتا ہے اسے پہلے ایک حنفیت کا رنگ چڑھانا پڑتا ہے...'' الخ

(ملفوظات قادیانی ج ۱ ص ۵۳۴، ۱۵/ اگست ۱۹۰۱ء)

فقرہ نمبر ۱۲ کے تحت گزر چکا ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک وہابی سے مراد اہلِ حدیث ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ مرزا اور مرزائیوں کا مذہب اہلِ حدیث کے برخلاف ہے اور ہر شخص کو مرزائیت میں آنے کے بعد، پہلے حنفیت کا رنگ چڑھانا پڑتا ہے۔

۱۸) مرتضٰی خان حسن بی اے قادیانی نے لکھا ہے:

''...ہم فقہ کو بھی مانتے ہیں اور فقہائے عظام کی دل سے قدر کرتے ہیں اور ان کے اجتہاد اور تفقہ کی قدر کرتے ہیں۔ ہم بالخصوص حضرت امام ابوحنیفہ کی فقہ پر عمل پیرا ہیں۔ اسی کی ہدایت ہمارے امام حضرت مرزا صاحب نے فرمائی ہے۔''

(مجدد زمان بجواب دو نبی ص ۲۱۷، بحوالہ تحفۂ حنفیہ ص ۵۲۵)

۱۹) مرزا قادیانی نے کہا:

''سخت تعجب ان لوگوں کے فہم پر ہے جو کہتے ہیں کہ ہم اہل حدیث اور غیر مقلد ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم توحید کی راہوں کو پسند کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو حنفیوں کو یہ الزام دیتے ہیں کہ تم بعض اولیاء کو صفاتِ الٰہیہ میں شریک کر دیتے ہو اور ان سے حاجتیں مانگتے ہو۔'' الخ (تحفۂ گولڑویہ ص ۱۲۱، دوسرا نسخہ ص ۷۰، قادیانی: روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۲۰۷/ حاشیہ)

یہ تحریر خود بتا رہی ہے کہ اس کا لکھنے والا اہل حدیث نہیں بلکہ حنفیت کا دفاع کرنے والا ہے۔

۲۰) مولانا عبدالغفور اثری حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

''روزنامہ نوائے وقت ج ۳۷، شمارہ ۲۱۲، ۱۱/ دسمبر ۱۹۷۶ء میں ہے کہ:

۱۰۔ دسمبر (وقائع نگار) قادیانی جماعت کا سالانہ جلسہ آج ربوہ میں شروع ہوا فرقہ قادیان

کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے کہا ہم جو محسوس کرتے ہیں اور سچ سمجھتے ہیں اس کا اعلان کرتے رہیں گے.... انہوں نے اپنے عقائد کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس مذہب کو مانتے ہیں جو نبی آخر الزماں لے کر آئے۔ ہمارا فقہ حنفی فقہ ہے۔"

(حنفیت اور مرزائیت ص ۵۵ طبع ۱۹۸۷ء)

قارئین کرام! ان بیس حوالوں سے یہ ثابت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اہل حدیث نہیں بلکہ دیو بندی یا بریلوی (عرفِ عوام میں: حنفی) تھا لہٰذا ماسٹر امین اوکاڑوی دیو بندی، عبدالحق خان بشیر دیو بندی اور آلِ دیو بند و آلِ بریلوی کے جن لکھاریوں نے اِدھر اُدھر کے اعمال فقہیہ والے حوالوں اور تحریفات سے مرزا قادیانی کو اہلِ حدیث ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، وہ سب جھوٹ، باطل اور مردود ہے۔

تنبیہ: ہمارے ذکر کردہ حوالوں کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی اہلِ حدیث نہیں تھا مثلاً:

۱: مفتی محمد صادق قادیانی نے "اہل حدیث و یہود" کا باب باندھ کر مرزا قادیانی سے نقل کیا: "ایسا ہی اس زمانہ میں ہمارا مقابلہ اہلحدیث کے ساتھ ہوا۔ کہ ہم قرآن پیش کرتے، اور وہ حدیث پیش کرتے ہیں۔" (ذکرِ حبیب ص ۲۹۵، نیز دیکھئے ملفوظات مرزا ج ۲ ص ۲۰۳)

۲: مرزا قادیانی نے کہا: "باقی رہا شریعت کا عملی حصہ، سو ہمارے نزدیک سب سے اوّل قرآن مجید ہے۔ پھر احادیثِ صحیحہ جن کی سُنت تائید کرتی ہے۔ اگر کوئی مسئلہ ان دونو میں نہ ملے تو پھر میرا مذہب تو یہی ہے کہ حنفی مذہب پر عمل کیا جاوے کیونکہ ان کی کثرت اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ کی مرضی یہی ہے۔ مگر ہم کثرت کو قرآن مجید و احادیث کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے ہیں۔ انکے بعض مسائل ایسے ہیں کہ قیاس صحیح کے بھی خلاف ہیں۔ ایسی حالت میں احمدی علماء کا اجتہاد اولیٰ بالعمل ہے..." (ملفوظات ج ۵ ص ۱۳۴) (۴/ جولائی ۲۰۰۹ء)

۳: احمد یار نعیمی بریلوی کے بیٹے اقتدار احمد نعیمی نے مرزا قادیانی کے بارے میں لکھا ہے: "مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی اولاً دیو بندی تھا" (العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ ج ۳ ص ۱۷۵)

فیصل خان بریلوی رضاخانی کی دو بڑی خیانتیں

خیانت کرنا کبیرہ گناہ اور بہت بڑا جرم ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما دونوں نے فرمایا: "المؤمن یطبع علی الخلال کلھا إلا الخیانة و الکذب" مومن کی طبیعت میں ہر عادت ہوسکتی ہے لیکن خیانت اور جھوٹ نہیں ہوسکتا۔

(کتاب الایمان لابن ابی شیبہ: ۸۰۔۸۱ وسندہ قوی)

حافظ ذہبی نے "کتاب الکبائر" میں خیانت کو چونتیسویں (۳۴) کبیرہ گناہ کے تحت ذکر کیا ہے۔ (ص ۶۰۔۶۱ تحقیق سمیر بن امین الزہیری)

فیصل خان بریلوی رضاخانی نے "الدرة فی عقد الایدی تحت السرة" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس کے ٹائٹل پر درج ذیل دعویٰ کیا ہے:

"نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر غیر مقلد زبیر علی علی زئی اور ارشاد الحق اثری کے اعتراضات کے علمی محاسبہ" !!

اس خیانتی اور فراڈی محاسبے سے دو بڑی خیانتیں باحوالہ ورد پیشِ خدمت ہیں:

۱) فیصل خان نے "عرب محققین (حمد بن عبداللہ اور محمد بن ابراہیم) کا نسخہ علامہ عابد سندھی پر اعتماد" کی سُرخی کے تحت لکھا ہے: "علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ پر عرب محققین حمد بن عبداللہ اور محمد بن ابراہیم اللحیدان کا اعتماد ہے۔ ان دونوں محققین نے مصنف ابن ابی شیبہ کی تحقیق کا کام سرانجام دیا۔ جو مکتبہ الرشد سے ۲۰۰۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ محققین علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"و ھی نسخة کاملة و لا بأس بھا" یعنی یہ نسخہ کامل اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ تحقیق محمد بن عبداللہ الجمعہ ۱/ ۳۶۸)

معلوم ہوا کہ عرب محققین شیخ حمد بن عبداللہ الجمعة اور شیخ محمد بن ابراہیم اللحیدان کا بھی

اعتماد نسخہ علامہ عابد سندھی پر ہے اور ارشاد الحق اثری صاحب کا اس نسخہ پر اعتراض دلائل کی روشنی میں غلط ہے۔" (الدرة فی عقد الایدی تحت السرة ص ۳۹)

عرض ہے کہ فیصل خان کے مشار الیہا صفحے پر محمد عابد سندھی کے نسخے کے بارے میں صاف لکھا ہوا ہے کہ " وهي نسخة كاملة و لا بأس بها لو لا ما فيها من التصحيفات و السقط الكثير الذي يعادل عدة أسانيد في مكان واحد - أحياناً !- و قد بيّنا كل ذلك أثناء التحقيق."

اور یہ نسخہ مکمل ہے اور اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں (تھا) اگر اس میں جو تصحیفات ہیں وہ نہ ہوتیں اور بعض اوقات سقط کثیر نہ ہوتا جو کئی سندوں کو ایک مکان پر ملا دیتا ہے اور ہم نے تحقیق کے دوران میں یہ سب بیان کر دیا ہے۔ (ص ۳۶۸)

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ محققین مذکورین نے محمد عابد سندھی کے نسخے کو مطلقاً "و لا بأس بها" نہیں کہا بلکہ " لو لا ما فيها" کے ساتھ مشروط کیا اور اس نسخے پر دو اعتراضات کئے۔

۱: اس نسخے میں تصحیفات (غلطیاں) ہیں۔

۲: اس نسخے میں سقط کثیر ہے یعنی کاتب سے لمبی عبارتیں لکھنا رہ گئی ہیں۔

محققینِ نسخہ نے صفحہ مذکورہ کے حاشیہ پر محمد عابد سندھی کے بارے میں لکھا ہے:

"هو شيخ الرواية في عصره علىٰ تعصبه الشديد لمذهب أبي حنيفة ! قال صديق خان ...." وہ اپنے زمانے میں شیخ روایت تھا، مذہبِ ابی حنیفہ میں شدید تعصب کے ساتھ! صدیق (حسن) خان نے کہا...." (ص ۳۶۸)

[فیصل خان کے مذکورہ صفحے کا عکس اس مضمون کے آخر میں صفحہ ۲۸۴ پر موجود ہے۔]

محققین (میں سے ایک) نے مزید لکھا ہے:

" و ليتها كانت متقنة أو متوسطة الاتقان، لكنها تميل إلى الضعف، كما ذكرت "اور کاش کہ یہ نسخہ مستحکم و مضبوط اور بے عیب ہوتا یا درمیانے درجے کا مضبوط و پختہ

ہوتا، لیکن یہ ضعف کی طرف مائل ہے جیسا کہ میں نے ذکر کر دیا ہے۔ (حاشیہ ص ۳۶۸)

نسخہ مذکورہ کے محقق صاحب تو محمد عابد سندھی (متعصب حنفی) کے نسخے کو درمیانے درجے کا مضبوط و پختہ نسخہ بھی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ضعف کی طرف مائل قرار دیتے ہیں اور فیصل خان صاحب یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ان کا عابد سندھی کے نسخے پر اعتماد ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴾

''اور یقیناً اللہ تعالیٰ کامیاب نہیں ہونے دیتا دغا بازوں کی فریب کاری کو۔''

(سورۃ یوسف: ۵۲، ضیاء القرآن ج ۲ ص ۴۳۶)

فیصل صاحب! خائنین (خیانت کرنے والوں) کی فریب کاری ناکام رہے گی۔ ان شاء اللہ

۲) فیصل خان صاحب نے نعمان بن سعد (صدوق حسن الحدیث) کے بارے میں لکھا ہے: ''امام ابوداود لکھتے ہیں۔ **سمعت احمد قال: نعمان بن سعد الذی یحدث عن علی مقارب الحدیث لا باس به** (سوالات ابی داؤد ص ۲۸۷ رقم: ۳۳۲)

یعنی نعمان بن سعد مقارب الحدیث ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابوداود کی توثیق کے بعد نعمان بن سعد پر مجہول کی جرح فضول ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نعمان بن سعد ثقہ اور صحیح راوی ہے۔'' (الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ ص ۶۲)

عرض ہے کہ یہ امام ابوداود کا قول نہیں بلکہ امام احمد بن حنبل کا قول ہے جس کی مکمل عبارت پیشِ خدمت ہے: ''**سمعت أحمد قال: النعمان بن سعد الذي يحدّث عن علي مقارب الحديث لا بأس به، ولكن الشأن في عبد الرحمٰن بن إسحاق، له أحاديث مناكير** ''میں نے احمد (بن حنبل) سے سنا، انھوں نے فرمایا: نعمان بن سعد جو علی (بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) سے حدیثیں بیان کرتا تھا، مقارب الحدیث لا بأس بہ ہے، لیکن مسئلہ عبدالرحمٰن بن اسحاق (الکوفی) میں ہے، اس کی حدیثیں منکر ہیں۔

(سوالات ابی داود ص ۲۸۷۔۲۸۸ فقرہ: ۳۳۲)

فیصل خان صاحب نے ''**ولكن الشأن في عبد الرحمٰن بن إسحاق، له**

أحاديث مناكير '' کے الفاظ چھپا کر بہت بڑی خیانت کی ہے اور یہ ان لوگوں کا کام ہے جنھیں مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا گیا تھا۔

یاد رہے کہ امام اہلِ سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی کو

''منکر الحدیث'' (الضعفاء للبخاری:۲۰۳، التاریخ الکبیر ۲۵۹/۵)

''متروك الحديث'' (کتاب العلل ۳۵۰/۱ ت ۲۱۸۹)

اور ضعیف و لیس بشئ قرار دیتے تھے، لہٰذا شعبدہ بازی اور تفلسف کے ذریعے سے یہاں ''مناکیر'' کا معنیٰ ''أفراد'' کرنا غلط ہے۔

تنبیہ: نعمان بن سعد کے بارے میں راقم الحروف کی سابقہ عبارات منسوخ ہیں۔

فیصل خان کی کتاب مذکور میں اکاذیب، افتراءات، خیانتیں، دھوکے، مغالطے، شعبدہ بازیاں اور اباطیل کثرت سے موجود ہیں اور عقل مند کے لئے فیصل خانی دیگ کے مذکورہ دو چاول ہی کافی ہیں۔

فیصل خان کے ایک افتراء کا جواب: راقم الحروف نے مسند احمد (۲۲۶/۵ ح ۲۲۳۱۳) سے ایک حدیث ''عن یمینه و عن شماله'' کے الفاظ سے نقل کی ہے۔

(دیکھئے نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۱۴)

اس کے بارے میں فیصل خان نے لکھا ہے: ''مسند احمد میں حضرت ھلب الطائیؓ کی حدیث میں عن شمالہ کی بجائے عن یسارہ کے الفاظ ہیں لہٰذا اس میں لفظی تحریف کی ہے۔''

(الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ ص ۹۰)

عرض ہے کہ راقم الحروف کی پیش کردہ روایت ''عالم الکتب بیروت لبنان'' کے مطبوعہ نسخے (۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸م) میں ''وعن شماله'' کے الفاظ سے صاف موجود ہے۔

(ج ۷ ص ۳۳۲ ص ۲۲۳۱۳)

اور ''نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام'' میں حوالۂ مذکورہ میں اسی نسخے کا نمبر لکھا گیا ہے، لہٰذا یہ تحریف نہیں بلکہ صحیح حوالہ ہے اور فیصل خان نے تحریف کا الزام لگا کر جھوٹ بولا ہے۔

مسند احمد کی مذکورہ روایت اور اس کے حاشیے کا عکس درج ذیل ہے:

هلب الطائي ٣٣٧

٢٢٣١٢ ـ حدّثنا وكيع، حدثنا سفيان، عن سماك بن حرب، عن قبيصة بن هلب، عن أبيه قال: سألت رسول الله ﷺ، عن طعام النصارى. فقال: لا يَخْتَلِجَنَّ في صدرك طعام ضارعت فيه النصرانية.

٢٢٣١٣ ـ حدّثنا يحيى بن سعيد، عن سفيان حدّثني سماك، عن قبيصة بن هلب، عن أبيه. قال: رأيتُ النبي ﷺ ينصرف عن يمينه وعن شماله (١)، ورأيته يضع هذه على صدره (وصف يحيى اليمنى على اليسرى) فوق المفصل (٢).

(١) في الميمنية، و (ظ ٤) و (ق): «يساره»، وأثبتناه من «جامع المسانيد» ٤/ الورقة ٢٧٥، و «أطراف المسند» ٢/ الورقة ١٠٤.

فائدہ: عن شمالہ اور عن یسارہ کا مطلب ایک ہے یعنی بایاں ہاتھ۔ عربی زبان میں بائیں جانب کو شمال بھی کہتے ہیں اور یسار بھی کہتے ہیں۔ (دیکھئے القاموس الوحید ص ۸۸۸، ۱۹۱۴)

تنبیہ: فیصل خان نے قبیصہ بن ہلب، سماک بن حرب، مومل بن اسماعیل، سلیمان بن موسیٰ الدمشقی رحمہم اللہ اور عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، تانا بانا تانتا ہے اور جو مکڑی کا جالا بُنا ہے وہ نری شعبدہ بازی، لفاظی اور بیت العنکبوت ہے، جس کے رد کے لئے راقم الحروف کی کتاب (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام) اور اصل کتابوں کی طرف رجوع ہی کافی ہے۔

لطیفہ: فیصل خان نے مضطرب الحدیث کو جرح مفسر بنانے کی کوشش کی ہے۔

(دیکھئے الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ ص ۱۰۲۔۱۰۳)

اور اُن کے ممدوح غلام مصطفیٰ نوری بریلوی رضاخانی نے صاف لکھا ہے: ''حافظہ کا خراب ہونا، مضطرب الحدیث ہونا، یہ جرح مفسر ہے جو کہ تعدیل پر مقدم ہے لہٰذا امام مالک علیہ الرحمہ کا اس کو ثقہ کہنا غیر مقلدین کے کام نہیں آ سکتا۔'' (ترکِ رفع یدین ص ۳۵۵ طبع جون ۲۰۰۴ء)

عرض ہے کہ صحیح مسلم کے مصنف امام مسلم رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''أبو حنيفة النعمٰن بن ثابت صاحب الرأي، مضطرب الحديث، ليس له كبير حديث صحيح''

(کتاب الکنیٰ والاسماء للامام مسلم قلمی ص ۱۰۷ (۳۱)، تاریخ بغداد ۱۳/ ۴۵۱ وسندہ صحیح)

اس ''اپنی تسلیم کردہ جرح مفسر'' کے بارے میں کیا خیال ہے؟! (۹/ ستمبر ۲۰۱۱ء)

فیصل خان کے مذکورہ صفحے کا عکس (مقدمۃ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۶۸):

الفصل الثالث: عملنا في الكتاب — المطلب الثالث: وصف المخطوطات

عدد الأسطر والكلمات: ٤٥ سطراً، وفي بعض الصفحات أقل قليلاً، وبعضها أكثر قليلاً. وفي كل سطر ٢٥ كلمة تقريباً.

ناسخها: السيد محمد محسن الزراقي [١].

تاريخ نسخها: (١٠/ شعبان/ ١٢٢٩هـ).

وصفها: واضحة الخط ومنقطة، إلا أنه دقيق جداً؛ فربما أشكل! وهي نسخة كاملة ولا بأس بها لولا ما فيها من التصحيفات والسقط الكثير الذي يعادل عدة أسانيد في مكان واحد -أحياناً!-. وقد بيّنا كل ذلك أثناء التحقيق. ولعل السبب في دقة خطها، هو ما ألزم الناسخ به نفسه من ضغط للحروف والأسطر لتخرج النسخة في أصغر حجم ممكن!. وعناوين الأبواب فيها ملموجة مع الآثار إلا أنه جعلها بخط أكبر. ولا يوجد عليها أية سماعات.

وقد رقّمها الناسخ - وفي ترقيمه بعض الخطأ - وفي أولها فهرس للأبواب. والملاحظ أن الخط تغير في وسطها عن أولها وآخرها؛ فلعل صاحب النسخة استعان بناسخين. وصاحب هذه النسخة هو محمد عابد السندي المحدث الفقيه الحنفي المشهور [٢]. وقد وقفها على أولاده، ثم دخلت

---

(١) الخط غير واضح، ولم أقف له على ترجمة.

(٢) هو شيخ الرواية في عصره على تعصبه الشديد لمذهب أبي حنيفة !. قال صديق خان: «... وهذا من غرائب الدنيا وعجائب الدهر!...». له: «ترتيب مسند الشافعي» «والمواهب اللطيفة على مسند أبي حنيفة» و «حصر الشارد من أسانيد محمد عابد» وغيرها. وهو غير محمد حياة السندي (ت ١١٦٣هـ) فإن هذا شيخ الشيخ محمد بن عبدالوهاب، رحمهما الله تعالى، وغير نور الدين السندي (ت ١١٣٨هـ) صاحب الحواشي على الكتب الستة وغيرها. توفي محمد عابد سنة ١٢٥٧هـ. انظر: أبجد العلوم ٣/ ١٧١- ١٧٢، وفهرس الفهارس ١/ ٣٦٣- =

٣٦٨

مقدمۃ مصنف ابن ابی شیبہ کے صفحہ ۳۶۹ کے حاشیے کا عکس:

(١) هذه المخطوطة من أشهر نسخ «المصنف» - فيما رأيت- فقلّما تخلو مكتبة من مصورة لها، وقلّما عالم له عناية بالحديث والآثار إلا ونسخ منها أو صوّر عليها أو اطلع عليها في أقل الأحوال. فمن هؤلاء: شمس الحق العظيم آبادي! كما يرد في خاتمة نسخة (ر)، والمباركفوري (مقدمة تحفة الأحوذي ١/ ٣٢٤)، والكتاني (الرسالة المستطرفة: ٤٠)، والأعظمي (مقدمة تحقيقه للمصنف)، وحماد الأنصاري (مكتبته)، ومحمد رواس قلعة جي (في موسوعاته في فقه السلف)، وطابعو «المصنف» في الطبعات السلفية و«ط دار التاج» و«دار عالم الكتب»! (العمروي) وما لا أحصي من طلبة العلم المهتمين بالمخطوطات. والسبب في ذلك: قلة أجزائها وصفحاتها مما يسهل تصويرها وحملها والرجوع إليها، وليتها كانت متقنة أو متوسطة الإتقان، ولكنها تميل إلى الصحف، كما ذكرت

حنیف قریشی بریلوی اپنی کتاب کے آئینے میں

الحمد لله ربّ العالمین والصّلوٰة والسّلام علیٰ رسوله الأمین ، أما بعد:

اس تحقیقی مضمون میں (انگریزی دور میں پیدا ہوجانے والے) نو مولود فرقے: بریلویہ رضاخانیہ کے ایک مناظر محمد حنیف قریشی کی ایک کتاب سے قریشی مذکور اور اس کے (چیلے) معاون مناظر: امتیاز حسین کاظمی کے جھوٹ، دھوکے، جہالتیں اور خیانتیں باحوالہ و ردّ پیشِ خدمت ہیں:

۱) ایک روایت میں آیا ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:)

" إنّ الرجل إذا نظر إلى امرأته ونظرت إليه ، نظر الله إليهما نظرة رحمة. فإذا أخذ بكفها تساقطت ذنوبهما من خلال أصابعهما ."

جب مرد اپنی بیوی کی طرف دیکھتا ہے اور وہ اسے دیکھتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے، پھر جب وہ اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑتا ہے تو ان کی انگلیوں سے ان کے گناہ گر جاتے ہیں۔

(الجامع الصغیر للسیوطی بحوالہ میسرہ بن علی فی مشیختہ والرافعی فی تاریخہ، فیض القدیر للمناوی ۲/۴۲۲ ح ۱۹۷۷)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

ميسرة بن علي قال:" ثنا إسماعيل بن توبة : ثنا الحسين بن معاذ الخراساني عن إسماعيل بن يحيى التيمي عن مسعر بن كدام عن عطية العوفي عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه ." (تاریخ تدوین للرافعی ج ۲ ص ۴۷، بحوالہ المکتبۃ الشاملہ)

یہ وہی روایت ہے، جسے محمد حنیف قریشی بریلوی رضاخانی نے پنڈی، اسلام آباد والے مناظرے میں "لوسنو!" کہہ کر علانیہ پیش کیا تھا۔

(دیکھئے روئیداد مناظرہ راولپنڈی: گستاخ کون؟ ص ۵۵۴)

حنیف قریشی کی پیش کردہ اس روایت کے ایک راوی اسماعیل بن یحییٰ بن عبید اللہ التیمی کے بارے میں محدثین کرام اور بعض علماء کی دس گواہیاں درج ذیل ہیں:

۱: امام ابن عدی نے فرمایا: " **يحدّث عن الثقات بالبواطيل .** " وہ ثقہ راویوں سے باطل روایتیں بیان کرتا تھا۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۲۹۷، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۴۹۱)

حافظ ذہبی نے لکھا ہے: " **و قسم كالبخاري و أحمد بن حنبل و أبي زرعة و ابن عدي : معتدلون منصفون .** " اور ایک قسم جیسے بخاری، احمد بن حنبل، ابوزرعہ (الرازی) اور ابن عدی: معتدل (اعتدال کرنے والے) منصف (انصاف کرنے والے) تھے۔ (ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل ص ۲، عبدالفتاح ابوغدہ والانسخہ ص ۱۵۹)

۲: امام دارقطنی نے فرمایا: " **متروك كذّاب .** "

وہ متروک، کذاب (جھوٹا) ہے۔ (الضعفاء والمتروکون للدارقطنی: ۸۱)

محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی (صوفی) نے کہا: " **و قسم معتدل كأحمد و الدارقطني و ابن عدي .** " اور (اماموں کی) ایک قسم معتدل ہے، جیسے احمد، دارقطنی اور ابن عدی۔

(المتکلمون فی الرجال مع تحقیق ابی غدہ ص ۱۳۷)

۳: حافظ ابن حبان نے کہا: " **كان ممن يروي الموضوعات عن الثقات و مالا أصل[له] عن الأثبات . لا يحل الرواية عنه ولا الاحتجاج به بحال .** "

وہ ثقہ و ثبت راویوں سے موضوع اور بے اصل روایتیں بیان کرتا تھا، اس سے روایت کرنا حلال نہیں اور نہ کسی حال میں اس سے حجت پکڑنا جائز ہے۔ (کتاب المجروحین ج ۱ ص ۱۲۶)

۴: حاکم نیشاپوری نے فرمایا:

" **روى عن مالك بن أنس و مسعر بن كدام و ابن أبي ذئب وغيرهم أحاديث موضوعة .** " اس نے مالک بن انس، مسعر بن کدام اور (محمد بن عبدالرحمٰن) ابن ابی ذئب وغیرہم سے موضوع (من گھڑت، جھوٹی) روایات بیان کیں۔

(المدخل الی الصحیح ص ۱۱۷ ت ۸)

یادر ہے کہ حنیف قریشی کی پیش کردہ مذکورہ روایت بھی مسعر بن کدام سے ہے۔

۵: ابونعیم اصبہانی نے فرمایا: " حدث عن مسعر و مالك بالموضوعات ، يشمئز القلب و ينفر من حديثه ، متروك . " اس نے مسعر اور مالک سے موضوع (جھوٹی ، من گھڑت) روایات بیان کیں ، اس سے دل تنگ ہوتا ہے اور اس کی روایتوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے، وہ متروک ہے۔ (کتاب الضعفاء لابی نعیم ص۶۰ ت ۱۲)

یادر ہے کہ حنیف قریشی کی پیش کردہ مذکورہ روایت بھی مسعر بن کدام سے ہے۔

۶: حافظ نورالدین الہیثمی نے فرمایا: " كان يضع الحديث " وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۶)

اور فرمایا: " وهو كذاب " اور وہ کذاب (بہت بڑا جھوٹا) ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴۰)

۷: جلال الدین سیوطی نے انتہائی متساہل اور حاطب اللیل ہونے کے باوجود ایک روایت کے بارے میں کہا: " تفرد به إسماعيل و هو كذاب ."

اس روایت کے ساتھ اسماعیل (بن یحییٰ) منفرد ہے اور وہ کذاب ہے۔

(اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ج ۱ ص ۲۰۷)

علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی البرہان فوری (متوفی ۹۷۵ھ) نے ایک روایت لکھنے کے بعد کہا: " و فيه إسماعيل بن يحيى التيمي كذاب يضع ."

اور اس میں اسماعیل بن یحییٰ التیمی ہے، وہ کذاب ہے (حدیثیں) گھڑتا تھا۔

(کنز العمال ج ۳ ص ۲۳۲ ح ۶۳۰۵)

تنبیہ: عین ممکن ہے کہ یہ سیوطی کا قول ہو۔

۸: حافظ ابن عبدالبر نے ایک روایت کے بارے میں فرمایا:

" في هذا الباب حديث موضوع و ضعه إسماعيل بن يحيى بن عبيد الله التيمي ... " اس باب میں ایک موضوع روایت ہے، اسے اسماعیل بن یحییٰ بن عبیداللہ التیمی نے گھڑا ہے۔ (التمہید لما فی الموطأ من المعانی والاسانید ج ۱ ص ۲۶۸)

۹: ابن الجوزی نے فرمایا:" و إسماعيل كان كذابًا ." اور اسماعیل (بن یحییٰ بن عبیداللہ التیمی) کذاب تھا۔ (کتاب الموضوعات ج ۳ ص ۲۱۹)

۱۰: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا:" وهو إسماعيل بن يحيى أحد الكذابين " اور وہ اسماعیل بن یحییٰ ہے، کذابین میں سے ایک۔

(الاصابہ ج ۳ ص ۲۰۱ ت ۶۹۶۷ ترجمۃ: فراس بن عمرو)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں مثلاً:

حافظ ذہبی نے فرمایا:" عن أبي سنان الشيباني و ابن جريج و مسعر بالأباطيل" اس نے ابوسنان الشیبانی، ابن جریج اور مسعر (بن کدام) سے باطل روایات بیان کیں۔

اور فرمایا:" مجمع على تركه " اس کے متروک ہونے پر اجماع ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۵۳ ت ۹۶۵)

محدث اسماعیلی نے فرمایا:" و أحاديث إسماعيل بن يحيى موضوعة ." اور اسماعیل بن یحییٰ کی (بیان کردہ) روایتیں موضوع و من گھڑت ہیں۔

(کتاب: جمع حدیث مسعر، بحوالہ فتح الباری لابن رجب ۲۹۳/۱، مکتبہ شاملہ)

محمد بن یوسف الصالحی نے کہا:" فهذا هو الوضاع المجمع على تركه ." پس یہ (اسماعیل بن یحییٰ التیمی) وہ وضاع (روایات گھڑنے والا) ہے جس کے متروک ہونے پر اجماع ہے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۱ ص ۴۰۵، مکتبہ شاملہ)

ثابت ہوا کہ حنیف قریشی کی پیش کردہ روایت موضوع، جھوٹی اور من گھڑت ہے۔

الجامع الصغیر کے مطبوعہ نسخوں میں اس روایت کے ساتھ "صح" کی علامت ناسخ، کاتب یا سیوطی کی غلطی ہے اور غلطی سے استدلال کرنا غلط کار لوگوں کا ہی طریقہ ہے۔

روایتِ مذکورہ موضوعہ پر مزید جرح کے لئے دیکھئے البانی کی سلسلہ ضعیفہ (ج ۷ ص ۲۷۴۔ ۲۷۵ ح ۳۲۷۴ وقال: موضوع) اور کتبِ اسماء الرجال۔

۲۰) حنیف قریشی نے لکھا ہے:

''مشہور محدث حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''لسان المیزان'' میں حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت طویل کلام کرتے ہوئے آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔ اور آپ کو کبار مشائخ اور عارف قرار دیا ہے۔ (لسان المیزان 2/451)''

(روئیدادِ مناظرۂ راولپنڈی: گستاخ کون؟ ص ۴۶۵)

عرض ہے کہ مذکورہ بیان بالکل جھوٹ ہے، کیونکہ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے نہ تو ابن عربی کو خراج تحسین پیش کیا ہے، نہ اسے کبار مشائخ میں سے قرار دیا ہے اور نہ اسے عارف کہا ہے۔ انھوں نے ابن عربی کی تعریف میں بعض علماء کے اقوال ضرور نقل کئے ہیں لیکن یہ بھی لکھ دیا ہے کہ " **كأنهم ما عرفوها أو ما اشتهر كتابه الفصوص** "

گویا کہ انھوں نے انھیں (عقائدِ ابن عربی) کو نہیں پہچانا یا اس کی کتاب الفصوص (ان کے سامنے) مشہور نہیں ہوئی تھی۔ (لسان المیزان ج ۵ ص ۳۱۲۔۳۱۳، دوسرا نسخہ ج ۶ ص ۴۰۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ امام سراج الدین البُلقینی سے ابن عربی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فوراً جواب دیا کہ وہ کافر ہے۔

(لسان المیزان ج ۴ ص ۳۱۸، دوسرا نسخہ ج ۵ ص ۴۱۳)

القول البدیع والے سخاوی صوفی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر العسقلانی علانیہ ابن عربی اور اس جیسے لوگوں پر رد کرتے تھے ...ایک دفعہ آپ کا ابن عربی کے ایک معتقد سے مباہلہ ہوا تھا تو وہ شخص سال ختم ہونے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا تھا۔ (الجواہر والدرر ج ۳ ص ۱۰۴۷۔۱۰۴۸)

اس مباہلے کی تفصیل اور ذکر کے لئے دیکھئے الجواہر والدرر (ج ۳ ص ۱۰۰۱۔۱۰۰۲) اور فتح الباری (ج ۸ ص ۹۵ ح ۴۳۸۰۔۴۳۸۲ باب قصۃ اہل نجران، کتاب المغازی)

آنکھیں کھول کر دیکھیں، حافظ ابن حجر تو رد فرماتے تھے اور مباہلہ کرتے تھے اور حنیف قریشی صاحب یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ''خراج تحسین پیش کیا۔ اور آپ کو کبار مشائخ اور عارف قرار دیا ہے۔''!

یاد رہے کہ مذکورہ مباہلہ ۷۹۷ھ میں ہوا تھا۔

۳) حنیف قریشی نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:
''علامہ ابن تیمیہ کے مختلف تفردات کا ذکر، دفع الشبہ لابن الجوزی...''

(روئیداد مناظرہ ص ۴۹۵)

عرض ہے کہ حافظ ابن الجوزی ۵۹۷ھ میں فوت ہوئے تھے اور حافظ ابن تیمیہ ۶۶۱ھ میں پیدا ہوئے تھے تو کیا ابن الجوزی نے اپنی وفات کے بعد پیدا ہونے والے ابن تیمیہ کے تفرِدات پہلے سے لکھ دیئے تھے یا کوثری جہمی کذاب و متروک کے حواشی کو ''دفع الشبہ لابن الجوزی'' بنادیا گیا ہے؟ **جواب دیں۔ !**

۴) حنیف قریشی نے لکھا ہے:
''مشہور محدث ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کے نظریہ ''روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی نیت سے سفر معصیت و گناہ ہے'' کو قریب بہ کفر قرار دیا ہے۔ اور اس کے علاوہ حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھا کہ ابن تیمیہ اور ابن قیم، اللہ عزوجل کے لئے جہت اور جسم ثابت کرنے والے ہیں۔ (مرقات جلد 13/87)'' (روئیداد مناظرہ ص ۵۰۵)

عرض ہے کہ ملا علی قاری حنفی کی مذکورہ عبارت میں ابن حجر سے مراد حافظ ابن حجر عسقلانی نہیں بلکہ احمد بن حجر الہیتمی المکی (ایک بدعتی گمراہ) ہے اور اس کی عبارت نقل کرنے کے بعد ملا علی قاری نے فرمایا: ''أقول : صانهما الله عن هذه السمة الشنيعة والنسبة الفظيعة '' میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں (ابن تیمیہ اور ابن القیم) کو اس بُرے داغ اور انتہائی مکروہ بُری نسبت سے بچایا ہے، محفوظ رکھا ہے۔
ملا علی قاری نے مزید فرمایا: '' بل و من أولياء هذه الأمة '' بلکہ وہ دونوں اس اُمت کے اولیاء میں سے ہیں۔ (مرقات المفاتیح ج ۸ ص ۱۴۸ ح ۴۳۴۰ طبع مکتبہ حقانیہ پشاور، پاکستان)
نیز دیکھئے جمع الوسائل فی شرح الشمائل للقاری (ج ۱ ص ۲۰۷)

ملا علی قاری نے تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا زبردست دفاع کیا ہے اور حنیف قریشی نے یہ راگ الاپا ہے کہ ''قریب بہ کفر قرار دیا ہے۔''

چہ دلاور است دزدے کہ بہ کف چراغ دارد

۵) حنیف قریشی نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ایک غالی دشمن تقی الدین الحصنی کی مردود کتاب: دفع الشبہ (ص ۱۲۳) کے حوالے سے لکھا ہے:

''حضرت شیخ زین الدین بن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (795ھ) آپ کبار حنابلہ میں سے اور مشہور محدث تھے اور آپ ابن تیمیہ کو اس کے غلط نظریات کے باعث کافر سمجھتے تھے۔''

(روئیداد مناظرہ ص ۵۰۴)

یہ حوالہ تین وجہ سے جھوٹا اور مردود ہے:

۱: تقی الدین الحصنی ایک بدعتی شخص تھا جو شیخ الاسلام کا سخت مخالف تھا اور مخالف کی بے حوالہ وسنی سنائی جرح مردود ہوتی ہے۔

۲: تقی الدین نے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا کہ اسے کہاں سے یہ بات معلوم ہوگئی تھی یا اضغاث احلام والا خواب دیکھا تھا؟

۳: اس دروغ بے فروغ کے سراسر خلاف ''کبار حنابلہ میں سے اور مشہور محدث'' ابن رجب حنبلی نے اپنی مشہور ومتواتر کتاب میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں اُن کی وفات کے بعد صاف طور پر لکھا ہے:

'' الإمام الفقیہ ، المجتھد المحدّث ، الحافظ المفسر ، الأصولی الزاھد ، تقی الدین أبو العباس ، شیخ الإسلام و علم الأعلام ، و شھرتہ تغني عن الاطناب في ذکرہ ، و الاسھاب في أمرہ '' امام فقیہ، مجتہد محدث، حافظ مفسر، اصول کے ماہر، زاہد، تقی الدین ابوالعباس، شیخ الاسلام، نمایاں اشخاص کے نمایاں، آپ کی شہرت اس سے بے نیاز کرتی ہے کہ آپ کے ذکر میں مبالغہ وطوالت سے کام لیا جائے اور آپ کے بارے میں تفصیل لکھی جائے۔ (کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ ج ۲ ص ۳۸۷)

٦) حنیف قریشی نے لکھا ہے:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کی تضلیل کی حکایت اور ان کے عقائد و

نظریات کے حق و ناحق ہونے کا قول کیا۔ (ابن تیمیہ لابی زہرہ مصری)''

(روئیداد مناظرہ ص ۵۰۹)

عرض ہے کہ جھوٹ نہ بولیں ، ابو زہرہ تو چودھویں صدی کا ایک بدعتی اور کوثری المذہب گمراہ ہے، جبکہ سیوطی صاحب (غیر مقلد) اس کی پیدائش سے صدیوں پہلے ۹۱۱ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

سیوطی نے اپنی صوفیت کے باوجود صاف لکھا ہے:

" ابن تیمیة الشیخ الإمام العلامة الحافظ الناقد الفقیه المجتهد البارع، شیخ الاسلام ، علم الزهاد ، نادرة العصر ... "

ابن تیمیہ شیخ امام علامہ حافظ ناقد فقیہ، مجتہد ماہر باکمال، شیخ الاسلام، زاہدوں کے نمایاں نشان، اپنے زمانے کی منفرد شخصیت...'' (طبقات الحفاظ للسیوطی ص ۵۲۰ ت ۱۱۴۲)

۷) حنیف قریشی نے لکھا ہے:

''علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کے عقیدہ کہ'' زیارت رسول کے لئے سفر کرنا حرام اور ممنوع ہے'' کے بارے میں لکھا کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ نبی پاک ﷺ کی بے ادبی اور توہین کا مرتکب ٹھہرے گا۔ اور لکھا کہ ابن تیمیہ نے یہ ایسی گندی بات لکھی ہے کہ جس کی گندگی سات سمندروں کے پانی سے بھی نہیں دھوئی جا سکتی۔''

(روئیداد مناظرہ ص ۵۱۰ بحوالہ منتہی المقال ص ۵۲)

یہ تھا حنیف قریشی کا بیان اور اب ابن عابدین شامی (بدعتی فقیہ) کا اپنا بیان پیشِ خدمت ہے۔ ابن عابدین نے لکھا ہے:

" و رأیت في کتاب الصارم المسلول لشیخ الإسلام ابن تیمیة الحنبلي ما نصه ... " اور میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی کی کتاب الصارم المسلول میں دیکھا، اس کے الفاظ یہ ہیں... (رد المحتار علی الدر المختار ج ۳ ص ۳۰۵ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ابن عابدین شامی نے تو ''شیخ الاسلام'' کا لقب لکھا ہے اور حنیف قریشی صاحب کفر

کفر کی رٹ لگا رہے ہیں۔!

حنیف قریشی نے ابن عابدین مذکور کے بارے میں تعریف کے ڈونگرے برساتے ہوئے لکھا ہے: ''خاتمۃ المحققین السید ابن عابدین الشامی رحمۃ اللہ علیہ، صاحب رد المحتار آپ بہت بڑے فقیہ ہیں...'' (روئیداد مناظرہ ص ۴۷۱)

اس ''خاتمۃ المحققین'' اور ''بہت بڑے فقیہ'' کے ''شیخ الاسلام'' کے بارے میں کیا خیال ہے؟!

فائدہ: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے خود فرمایا: ''**إنما أتناول ما أتناوله منها على معرفتي بمذهب أحمد، لا على تقليدي له**'' میں تو اسے اس لئے استعمال کرتا ہوں کہ مجھے احمد (بن حنبل) کے مذہب کی پہچان ہے، میں ان (احمد بن حنبل) کی تقلید نہیں کرتا۔ (اعلام الموقعین لابن القیم ج ۲ ص ۲۴۱۔۲۴۲)

لہٰذا حافظ ابن تیمیہ کو حنبلی مقلد قرار دینا غلط ہے، بلکہ وہ مجتہد تھے۔

۸) حنیف قریشی نے ۹۵۳ھ میں مرنے والے کسی محمد بن علی بن احمد بن طولون کی طرف سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر بعض سنگین الزامات لکھے ہیں۔ مثلاً:

''اللہ تعالیٰ محل حوادث ہے۔

قرآن محدث ہے۔

اہل النار کا عذاب منقطع ہو جائے گا ہمیشہ نہ رہے گا۔'' وغیر ذلک (دیکھئے روئیداد مناظرہ ص ۴۹۳)

عرض ہے کہ لوگوں کو دھوکا نہ دیں اور صاف بتا دیں کہ ابن طولون ۸۸۰ ہجری میں پیدا ہوا تھا۔ (دیکھئے معجم المولفین ج ۳ ص ۵۴۰)

اور حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ۷۲۸ھ میں فرقہ جہمیہ معطلہ کی سازشوں کی وجہ سے جیل میں فوت ہو گئے تھے۔

۱۵۲ سال بعد میں پیدا ہو جانے والے ابن طولون کو ان الزامات کے بارے میں کیا خواب آ گیا تھا یا وحی شیطانی سے فائدہ اٹھایا تھا؟ ایسی منقطع و بے سند نقل کے بل بوتے پر شیخ

الاسلام پر حملہ کر رہے ہیں جو کہ بقولِ ملا علی قاری: اس امت کے ولی تھے۔ سبحان اللہ!

۹) حنیف قریشی نے ۹۰۹ھ میں پیدا ہونے اور ۹۷۳ھ میں مرنے والے بدعتی ابن حجر مکی کے ذریعے سے بھی حافظ ابن تیمیہ پر حملہ کیا ہے۔ (دیکھئے روئیداد مناظرہ ص ۴۹۴)

ابن حجر ہیثمی مکی کے خواب و خیال اور بے سند سنی سنائی باتوں کی علمی میدان میں حیثیت ہی کیا ہے؟!

۱۰) حنیف قریشی نے مشہور اہلِ حدیث عالم اور محدث کبیر حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب الدرر الکامنہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر تنقید نقل کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ حافظ ابن حجر کا کلام ہے۔ حنیف قریشی نے لکھا ہے:

''علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

و ذكروا انه ذكر حديث النزول فنزل عن المنبر درجتين فقال كنزولي هذا فنسب إلى التجسيم و رده على من توسل بالنبی ﷺ او استغاث فاشخص من دمشق '' (الدرر الکامنہ 1/154)

اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابن تیمیہ نے حدیث نزول کا ذکر کیا اور وہ منبر سے دو سیڑھیاں اترے اور کہا کہ (اللہ تعالیٰ کا نزول) میرے اس اترنے کی طرح ہے اس بناء پر انہیں مجسمہ قرار دیا گیا۔ پھر حضور ﷺ کے توسل اور استعانت کا بھی رد ابن تیمیہ نے کیا ان عقائد کی بناء پر انہیں دمشق سے نکال دیا گیا۔'' (روئیداد مناظرہ ص ۵۰۱)

عرض ہے کہ حافظ ابن حجر ۷۷۳ھ میں یعنی ابن تیمیہ کی وفات کے ۴۵ سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ انھوں نے یہ حوالہ (سلیمان بن عبد القوی) الطوفی سے نقل کیا ہے۔

(دیکھئے الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۱۵۴)

سلیمان الطوفی شیعہ (رافضی) تھا۔

(دیکھئے الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۱۵۶، ذیل طبقات الحنابلہ لابن رجب ج ۲ ص ۳۶۸)

طوفی نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا کہ اس نے جان بوجھ کر اُمت کو گمراہ

کیا ہے۔اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن رجب حنبلی نے کہا: "و لقد كذب في ذلك و فجر " اس نے اس بارے میں جھوٹ بولا ہے اور گناہ کیا ہے۔ (ذیل طبقات الحنابلہ ۲/ ۳۶۸)

حافظ ابن حجر نے الدرر الکامنہ کے آخر میں اپنے استاذ حافظ صلاح الدین العلائی سے نقل کیا کہ حافظ بہاؤ الدین عبداللہ بن محمد بن خلیل نے ابن تیمیہ کے بارے میں فرمایا:

" وهو الشيخ الامام العالم الرباني والحبر البحر النوراني امام الأئمة بركة الامة علامة العلماء وارث الانبياء آخر المجتهدين اوحد علماء الدين شيخ الإسلام حجة الاعلام قدوة الانام برهان المتعلمين قامع المبتدعين سيف المناظرين بحر العلوم كنز المستفيدين ترجمان القرآن اعجوبة الزمان فريد العصر والاوان تقى الدين امام المسلمين حجة الله العالمين اللاحق بالصالحين والمشبه بالماضين مفتي الفرق ناصر الحق علامة الهدى عمدة الحفاظ فارس المعاني والالفاظ ركن الشريعة ذوالفنون البديعة ابو العباس ابن تيمية ." (الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۱۵۹۔۱۶۰)

کس قدر مبالغہ اور کتنی بڑی تعریف ہی تعریف ہے! اور اس کے بعد حافظ ابن حجر نے ابن تیمیہ پر کوئی جرح نقل نہیں کی بلکہ شیخ شہاب الدین الاذرعی سے حافظ ابن تیمیہ کی تعریف نقل کی اور آخر میں " و ذلك من بركة الشيخ رحمه الله " لکھ کر ان کے حالات کا اختتام کر دیا، لہٰذا حافظ ابن حجر کو حافظ ابن تیمیہ کے جارحین میں ذکر کرنا غلط ہے۔

حنیف قریشی نے اپنے نمبر بڑھانے کے لئے چودھویں صدی کے ایک گمراہ محمد عبدہ (مصری) کو بھی حافظ ابن تیمیہ کے جارحین میں ذکر کیا ہے۔ سبحان اللہ! (دیکھئے روئیداد مناظرہ ص ۵۱۰)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے عظیم الشان مقام کے لئے دیکھئے توضیح الاحکام (۱/ ۶۳۱۔۶۳۷)

حنیف قریشی اور امتیاز حسین کاظمی کے دیگر اکاذیب بھی موجود ہیں۔

نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (عدد ۸۹ ص ۲۔۳، ۴۶۔۴۹) وما علينا إلا البلاغ

(۲۱/ اگست ۲۰۱۱ء)

ساقی بریلوی کے مزید پانچ جھوٹ

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:

یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جھوٹ بولنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، بلکہ سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مومن کی طبیعت میں ہر عادت ہو سکتی ہے، لیکن خیانت اور جھوٹ نہیں ہو سکتا۔

(کتاب الایمان لابن ابی شیبہ، میری کتاب: تحقیقی مقالات ج۴ص۲۲)

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سے لوگ دانستہ جھوٹ بولتے ہیں، خیانتیں کرتے ہیں اور دھوکے دیتے ہیں، حالانکہ ایک دن رب العالمین کی عدالت میں ضرور حاضر ہونا ہے اور صغیرہ وکبیرہ سب کا حساب دینا پڑے گا۔ ان شاء اللہ

غلام مرتضیٰ ساقی مجددی بریلوی رضا خانی نے اہلِ حدیث کے خلاف ایک کتاب لکھی تھی، جس میں سے ساقی کے ''دس جھوٹ، پانچ دھوکے اور خیانتیں'' میری کتاب: تحقیقی مقالات میں باحوالہ ومع رد شائع ہو چکے ہیں۔ (ج۴ص۴۸۹۔۵۰۰)

اب ایک اور کتاب سے رضا خانی مذکور کے پانچ جھوٹ اور خیانتیں باحوالہ ومع رد پیشِ خدمت ہیں:

۱) ساقی نے اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کو ''وہابیوں'' کا خودساختہ لقب دیتے ہوئے لکھا ہے: ''وہابیوں کے نزدیک صحابہ کرام کا قول، فعل، فہم، رائے، استدلال، استنباط اور اجتہاد کا کوئی اعتبار نہیں۔ پوری امت میں سے کسی پر انہیں ماننا ضروری نہیں۔''

اس کے بعد ساقی نے ''انہی نظریات کا اظہار:'' کی سرخی جما کر لکھا ہے:

''...زبیر علیزئی اور اسکی پارٹی نے: الحدیث نمبر ۳۰ صفحہ ۴۴ ۱۴۴، نمبر ۲۷ ص ۵۷، ۵۶ پر۔''

(بد مذہب کے پیچھے نماز کا حکم ص۹۹)

عرض ہے کہ صفحہ ۱۴، ۵۷، ۵۶ والے اعتراض کا جواب تحقیقی مقالات میں چھپ چکا ہے۔ (ج ۴ص ۴۸۹)

اور ص ۴۴ والی عبارت درج ذیل ہے:

''کیا'' جماعت المسلمین رجسٹرڈ'' والوں کے نزدیک مرفوع حدیث اور جمہور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں صرف ایک صحابی کا قول حجت بنالینا جائز ہے؟'' (الحدیث: ۳۰)

فرقۂ مسعودیہ اور ان کے امیر دوم کی طرف سے اس سوال کا کوئی جواب ابھی تک نہیں آیا اور اگر رضا خانی مذکور کے پاس اس سوال کا جواب موجود ہے، تو پیش کریں!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلم کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر مسلم کا وارث ہوتا ہے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلم یہودی یا نصرانی کا وارث نہیں ہوتا۔ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: کافر کا مومن وارث نہیں بن سکتا۔

(حوالوں کے لئے دیکھئے الحدیث: ۳۰ ص ۴۳۔۴۴)

عرس بن قیس الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اشعث بن قیس کی پھوپھی مرگئی، وہ یہودیہ تھی تو عمر (رضی اللہ عنہ) نے اسے (اشعث بن قیس کو) اس کی وراثت میں سے کچھ بھی نہ دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱/ ۲۸۶ ح ۳۱۴۳۲ وسندہ صحیح)

یہ روایت سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔ (ایضاً ح ۳۱۴۲۹ وسندہ صحیح)

علامہ نووی نے فرمایا: جمہور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والوں کے نزدیک مسلم کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳)

امام مالک، امام سفیان ثوری، تمام اہلِ مدینہ اور امام شافعی کا یہی مسلک ہے۔

(الاوسط لابن المنذر ج ۷ ص ۴۶۳ تحت ح ۶۸۶۳)

میراث کی مشہور کتاب سراجی میں 'اختلاف الدینین'' کو وراثت میں مانع قرار دیا گیا ہے۔ (ص ۴ فصل فی الموانع طبع ۱۲۸۹ھ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ 'و اختلاف الدین یمنع الارث'' دین کا مختلف ہونا

میراث سے مانع ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ رضویہ ج۲۶ ص۳۷۱)

مختصر یہ کہ حوالۂ مذکورہ میں ساقی رضا خانی نے صریح جھوٹ بولا ہے اور اس کے برعکس راقم الحروف نے علانیہ لکھا تھا:

''کتاب وسنت کا وہی مفہوم معتبر ہے جو سلف صالحین سے ثابت ہے۔'' (الحدیث:۱ص۴)

الحدیث حضرو (عدد ۳۰) کے آخری صفحے پر واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ ''سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار''

اسی شمارے کے صفحہ ۳۰ تا ۴۲ پر صحابۂ کرام کے اکتالیس حوالے پیش کئے گئے ہیں، جنھیں دیوبندی و بریلوی دونوں آلِ تقلید نہیں مانتے، بلکہ مخالفت کرتے ہیں۔ مثلاً:

۱: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جنازے کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (حوالہ نمبر۴)

۲: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ (حوالہ نمبر۱۰)

۳: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کسی آدمی کو نماز میں سلام کیا جائے تو زبان سے جواب نہ دے، بلکہ ہاتھ سے اشارہ کرے۔ (حوالہ نمبر۱۱)

۴: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک وتر پڑھا۔ (حوالہ نمبر۱۳)

۵: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بارہ تکبیروں کے ساتھ نماز عید پڑھی۔ (حوالہ نمبر۱۷)

۶: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے نزدیک نماز میں باآوازِ بلند ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (حوالہ نمبر۲۲)

۷: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر دائیں طرف ایک سلام پھیرتے تھے۔ (حوالہ نمبر۲۶)

۸: سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے خطبۂ جمعہ کے دوران میں دو رکعتیں پڑھیں۔ (حوالہ نمبر۳۵)

کیا ان آثار پر ساقی رضا خانی اور ان کی پارٹی کا عمل ہے؟!

۲) ساقی نے لکھا ہے: ''زبیر علیزئی نے لکھا: عبداللہ بن عمر کا اجتہاد نبی کی سنت کے خلاف ہے۔ (الحدیث نمبر۲۶ صفحہ ۵۶)'' (بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم ص۱۰۰)

عرض ہے کہ یہ عمرو بن عبدالمنعم (ایک عزبی) کی عبارت ہے، جس کا متن درج ذیل ہے: " فهذا اجتهاد منه - رضي الله عنه - و قد خالف فيه ما صح من هدي النبي ﷺ في ذلك ... " (السنن والمبتدعات ص ۴۸ سطر ۵۔۶ مطبوعہ لبنان)

راقم الحروف نے عبارتِ مذکورہ کے ترجمے میں رضی اللہ عنہ اور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ لکھے ہیں، لیکن ساقی سے سہواً یا تعمداً یہ الفاظ رہ گئے ہیں۔ واللہ اعلم

عمرو بن عبدالمنعم کی عبارت میں اجتہاد سے مراد یہ ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ موزوں کے اوپر بھی مسح کرتے تھے اور موزوں کے نیچے بھی مسح کرتے تھے۔

فقہ حنفی اور فقہ رضا خانی میں اس مسئلے کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

ہدایہ میں لکھا ہوا ہے کہ " ثم المسح على الظاهر حتم حتى لا يجوز على باطن الخف و عقبه و ساقه ... " پھر ظاہر پر مسح ضروری ہے، حتیٰ کہ موزے کے نیچے، ایڑی اور پنڈلی پر مسح جائز نہیں ہے... (اولین ص ۵۸ باب المسح علی الخفین)

قدوری نے کہا: " قال أصحابنا : المسنون مسح ظاهر الخف " موزے کے ظاہر (پیٹھ) پر مسح مسنون ہے۔ (التجرید ج ۱ ص ۳۳۴ فقرہ: ۱۳۹۲)

اور کہا: " فأما الباطن فليس بمحل فهو كالساق ... " باطن مسح کا محل نہیں، لہٰذا وہ پنڈلی کی طرح ہے۔ (التجرید ص ۳۳۶ ج ۱ ص فقرہ: ۱۴۱۰)

برہان الدین البخاری نے کہا: " فنقول : محل المسح ظاهر الخف دون باطنه ، حتى لو مسح باطن خفيه دون ظاهر هما لا يجوز " پس ہم کہتے ہیں: مسح کا مقام موزے کا ظاہر ہے باطن نہیں، حتیٰ کہ اگر موزے کے صرف باطن پر ظاہر کو چھوڑ کر مسح کرے تو جائز نہیں۔ (المحیط البرہانی ج ۱ ص ۳۴۱ فقرہ: ۶۵۹)

نیز دیکھئے رد المحتار (۱/ ۱۹۶) شرح فتح القدیر لابن ہمام (۱/ ۱۳۲) اور کنز الدقائق (ص ۱۱) وغیرہ۔

محمد امجد علی رضوی بریلوی رضا خانی نے لکھا ہے: " مسح میں فرض دو ہیں (۱) ہر موزہ کا

مسح ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہونا۔ (۲) موزے کی پیٹھ پر ہونا۔“

اور مزید لکھا ہے: ”موزے کے تلے یا کروٹوں یا ٹخنے یا پنڈلی یا ایڑی پر مسح کیا تو مسح نہ ہوا۔“

(بہارِ شریعت حصہ دوم ص ۳۹ موزوں پر مسح کرنے کے مسائل)

کیا خیال ہے: رضا خانی مذہب میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ مسح ہو گیا تھا یا نہیں؟

تنبیہ: ہمارے نزدیک موزے کے اوپر مسح کرنا بہتر ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اوپر نیچے دونوں پر مسح کرنا جائز ہے جیسا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

اگر کوئی کہے کہ آپ نے عمرو بن عبدالمنعم کی عبارت مذکورہ پر رد کیوں نہیں لکھا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سہو اً رہ گیا ہے اور دیگر کئی مقامات پر راقم الحروف نے عمرو مذکور کا رد بھی لکھا ہے۔

مختصر یہ کہ حوالہ مذکورہ کو ساقی نے راقم الحروف کی طرف صراحتاً منسوب کر کے بہت بڑا جھوٹ بولا ہے۔

۴) مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:

”فرقہ شیعہ بلحاظ اپنے عقائد سب وشتم خلفاء کیا داخلِ اسلام ہے یا خارج۔“

تو انھوں نے جواب دیا: ”اسلام کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک یہ کہ آمنوا باللّٰہ و رسولہ اس لحاظ سے تو اصحاب کی تصدیق داخلِ اسلام نہیں دوسری حیثیت صحبتِ رسولؐ کی ہے جس کی بابت ارشاد ہے… محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ والے ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں۔ آپس میں رحمدل ہیں۔ تم اُن کو دیکھتے ہو کہ رکوع سجود کرتے ہوئے اللہ کا فضل چاہتے ہیں۔ وغیرہ اس آیت کی تصدیق بھی داخل اسلام ہے۔ اس لئے اصحاب کے حق میں سب وشتم کرنے والے کو کافر یا مومن کہنے کے بارے میں کف لسان اور قلم کو روکتا ہوں۔ واللہ اعلم بذات الصدور“ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۱۹۰)

اس کی تشریح میں مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

”اس آیت شریفہ سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ خلفاء ثلاثہ وغیرہ صحابہ مہاجرین رضی اللہ عنہم

کو کافر و منافق کہنا ان کو سب و شتم کرنا۔ ان کو دائمی دوزخی بتانا قرآن شریف کی تکذیب ہے... بہرحال خلفائے ثلاثہ کے بارے میں ایسے ناپاک خیالات صراحتاً کفر ہیں۔''

(حاشیہ شرفیہ بر فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۱۹۰۔۱۹۱)

اب دیکھئے! ساقی بریلوی نے کیا لکھا ہے:

''ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام کو گالیاں دینے والے کے بارے میں اپنے قلم اور زبان کوروکتا ہوں۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۱۹۰)'' (بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم ص ۵۹)

عرض ہے کہ جھوٹ نہ بولو، خیانت نہ کرو، پوری عبارت لکھو، نیز مولانا شرف الدین دہلوی رحمہ اللہ کی تشریح میں ''قرآن شریف کی تکذیب'' اور ''صراحتاً کفر'' کے الفاظ کو کیا سمجھ کر چھپالیا ہے؟!

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ ''و لو قذف عائشة رضي اللّٰه عنها بالزنى كفر باللّٰه و لو قذف سائر نسوة النبي عليه السلام لا يكفر و يستحق اللعنة و لو قال عمر و عثمان و علي رضي اللّٰه عنهم لم يكونوا أصحابًا لا يكفر و يستحق اللعنة ، كذا في خزانة الفقه '' اور اگر (کوئی شخص) عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائے تو اس شخص نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اور اگر نبی ﷺ کی ساری بیویوں پر زنا کی تہمت لگائے تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا اور وہ لعنت کا مستحق ہے، اور اگر اس نے کہا: عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم صحابہ نہیں تھے تو وہ کافر قرار نہیں دیا جائے گا اور وہ لعنت کا مستحق ہے، اسی طرح خزانۃ الفقہ میں لکھا ہوا ہے۔ (فتویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۲۶۴)

ان فتووں اور ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی کی خزانۃ الفقہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟!

۴) ساقی بریلوی نے مولانا امرتسری رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

''مزید لکھا ہے کہ: صحابہ کرام کو سچا ماننا اسلام میں داخل نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۱۹۰)''

(بدمذہب... ص ۹۹)

عرض ہے کہ فتاویٰ ثنائیہ کے صفحۂ مذکورہ پر ایسی کوئی عبارت نہیں اور صحابہ کے فضائل

والی آیت کے بارے میں امرتسری صاحب نے لکھا ہے:
''اس آیت کی تصدیق بھی داخل اسلام ہے'' (دیکھئے فقرہ سابقہ:۳)
نیز تشریح والے الفاظ: ''قرآن شریف کی تکذیب'' اور ''صراحناً کفر'' کیوں چھپا لئے ہیں؟
۵) ساقی بریلوی نے ''وہابیوں کے باطل عقائد'' کی سرخی کے تحت نمبر ۷ میں لکھا ہے:
''ابن حزم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنا بیٹا پیدا کر سکتا ہے۔ (الملل والنحل جلد۲ صفحہ ۱۲۳، ۱۳۶)''
(بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم ص ۸۴)

اولاً عرض ہے کہ ابن حزم کا بریلوی علم کلام والا وہابی ہونا قطعاً غیر ممکن ہے، کیونکہ وہ صدیوں پہلے ۴۵۶ھ میں فوت ہو گئے تھے اور اس وقت شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب التمیمی رحمہ اللہ کے آباؤ اجداد بھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔

یہ حق ہے کہ ابن حزم مقلد نہیں تھے بلکہ فرماتے تھے: اور تقلید حرام ہے۔
(النبذۃ الکافیہ ص ۷۰، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۹)

ثانیاً یہ کہ ابن حزم نے ساقی کی مذکورہ بات قطعاً نہیں لکھی، بلکہ جب میں نے ساقی مذکور سے موبائل فون پر رابطہ کیا تو اس نے عربی نسخے کی عبارت کا حوالہ نہیں دیا، بلکہ بتایا کہ یہ حوالہ اردو مترجم نسخے کا ہے اور اس کی عبارت بھی اس عبارت سے مختلف ہے۔ (ملخصاً)

اگر کوئی کہے کہ ابن حزم نے ایک سوال ''هل الله تعالى قادر على أن يتخذ ولدًا ؟'' کے جواب میں لکھا ہے:

" أنه تعالى قادر على ذلك و قد نصّ عزوجل على ذلك في القرآن . قال الله تعالى :لو اراد الله ان يتخذ ولدًا لا صطفى مما يخلق ما يشاء سبحانه هو الله الواحد القهار ." (الفصل فی الملل والنحل ۲/ ۳۷۲، دوسرا نسخہ ۲/ ۱۳۸)

عرض ہے کہ ''یتخذ'' کا مطلب ''پیدا کر سکتا ہے'' نہیں، ورنہ بتائیں کہ درج ذیل آیت کا ترجمہ کیا ہے:

﴿ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ﴾

کیا ساقی صاحب اس سے یہ مراد لیں گے کہ ابلیس اور شیاطین کو بعض مشرکین نے پیدا کیا ہے؟

یتخذ کا معنی یہاں ''بنانا، چن لینا اور مقرر کرنا'' ہے، جیسا کہ ابن حزم کی پیش کردہ آیت مذکورہ کا ترجمہ احمد رضا خان بریلوی نے درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے:

''اللہ اپنے لئے بچہ بناتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا پاکی ہے اسے وہی ہے ایک اللہ سب پر غالب'' (ترجمہ احمد رضا خان مطبوعہ تاج کمپنی ص ۷۳۱)

ابن حزم کا جواب تو ''کیا اللہ ایک ولد کے اتخاذ پر قادر ہے؟'' کا تھا اور رہا یہ سوال کہ کیا اللہ نے کسی کو ولد بنایا ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب ابن حزم کے درج ذیل الفاظ میں پیشِ خدمت ہے:

" و كل هذا قد علم الله تعالى أنه لا يكون أبدًا "

اور اس طرح کی سب چیزیں، اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے کہ کبھی نہیں ہوں گی۔

(الفصل فی الملل والنحل ج ۲ ص ۳۰۴)

یعنی ابن حزم کے نزدیک اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا بیٹا کبھی نہیں بنائے گا، لہٰذا ثابت ہوا کہ ساقی بریلوی نے علامہ ابن حزم پر بہت بڑا جھوٹ بولا اور بہتان تراشا ہے۔

میں یہ کہا کرتا ہوں کہ کسی نے اگر اختلاف کرنا ہے تو صداقت، امانت اور وسیع الظرفی کے ساتھ اختلاف کرے، جھوٹ نہ بولے اور خیانت نہ کرے، ورنہ یہ سوچ لے کہ ایک دن اللہ رب العالمین کے دربار میں ضرور پیش ہونا ہے اور اس دن کسی قسم کا دھوکا، فراڈ اور کذب وافتراء قطعاً نہیں چلے گا۔

غلام مرتضیٰ ساقی کی اس کتاب میں اور بھی کئی باتیں غلط اور صریح دھوکا بازی پر مشتمل ہیں، مثلاً ساقی نے لکھا ہے:

''وہابیوں کے امام عبدالستار دہلوی نے لکھا ہے:

''خدا کو ہر جگہ ماننا معتزلہ وجہمیہ وغیرہ فرق ضالہ کا باطل عقیدہ ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ جلد ۲

ص ۸۴)

گویا اب خدا کو حاضر و ناظر ماننا بھی باطل ہو گیا۔" (بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم ص ۹۶)

عرض ہے کہ برِصغیر کے بہت سے اہلِ حدیث علماء میں سے ایک عالم مولانا عبدالستار دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: "الغرض قرآن مجید کی آیات کثیرہ سے خداوند قدوس کا عرش پر مستوی ہونا نصاً و اشارتاً ثابت ہے۔ اسی طرح بہت سی احادیث میں بھی اس امر کی تنصیص و تائید موجود ہے ہاں اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی کیفیت مجہول و نا معلوم ہے۔ تمام صحابہ و تابعین و اتباع تابعین اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی قول و اعتقاد تھا کہ اللہ رب العزت عرش پر مستوی ہے اور استواء علی العرش کی کیفیت مجہول ہے۔"

مولانا عبدالستار دہلوی رحمہ اللہ نے مزید فرمایا:

"تمام کتب تفاسیر مثل ابن جریر، ابن کثیر، درمنثور، معالم التنزیل، فتح البیان، جامع البیان، ترجمان القرآن، موضح القرآن، احسن التفاسیر وغیرہ کتب معتبرہ میں آیات مذکورہ بالا کے تحت یہی منقول و منصوص ہے کہ اللہ عزوجل بذاتہ بنفسہ عرش پر مستوی ہے۔ خدا کو ہر جگہ ماننا معتزلہ و جہمیہ وغیرہ فرق ضالہ کا باطل عقیدہ ہے چنانچہ علامہ ابن کثیر تحت آیت..."

(فتاویٰ ستاریہ ج ۲ ص ۸۴)

آپ نے دیکھ لیا کہ مولانا عبدالستار صاحب اللہ تعالیٰ کے عالم و ناظر ہونے کا انکار نہیں کر رہے اور اگر حاضر سے مراد ہر چیز کا علم و قدرت سے محیط ہونا ہے تو اس کا بھی انکار نہیں کر رہے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ بذاتہ (موجود) ماننے کا انکار کرتے ہیں اور دلیل کے طور پر آیات، احادیث، آثار اور تفاسیر پیش کر رہے ہیں مگر ساقی صاحب نے خیانت کر کے، عبارت مذکورہ کو حذف کر کے یہ جھوٹ تراش لیا ہے کہ وہ اللہ کے ناظر ہونے کا انکار کرتے ہیں۔!

ساقی صاحب کی بریلوی پارٹی کے ایک مشہور مصنف اور "رضا خانی حکیم الامت" احمد یار نعیمی بدایونی نے لکھا ہے: "ہر جگہ میں حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں۔

خدائے تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے کتب عقائد میں ہے...''

(''جاء الحق'' ج ۱ ص ۱۶۲، حاضر ناظر پر بحث دوسرا باب، اعتراض نمبر ۱ کا جواب)

احمد یار نعیمی بدایونی نے اپنے رضا خانی انداز میں مزید لکھا ہے:

''خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے۔ ہر جگہ میں ہونا تو رسولِ خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے...''

(''جاء الحق'' ج ۱ ص ۱۶۲)

ساقی صاحب کی ''خدمت'' میں عرض ہے کہ وہ اپنے اندھیرے کی اندھی لاٹھی ذرا اپنے ''حکیم الامت'' کی طرف پھرا کر بھی دیکھیں اور یاد رہے کہ وہ اپنے خود ساختہ ''حکیم الامت'' کے نزدیک مذکورہ اعتراض میں بے دین ثابت ہوئے ہیں۔!!

احمد سعید کاظمی بریلوی نے لکھا ہے:

''اور قرآن و حدیث میں کسی جگہ حاضر و ناظر کا لفظ ذات باری تعالیٰ کے لئے وارد نہیں ہوا۔ نہ سلف صالحین نے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولا۔ کوئی شخص قیامت تک ثابت نہیں کر سکتا کہ صحابہ کرام یا تابعین یا ائمہ مجتہدین نے کبھی اللہ تعالیٰ کے لئے حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کیا ہو۔'' (تسکین الخواطر ص ۱۱، مقالات کاظمی حصہ سوم ص ۱۵۵، واللفظ لہ)

آخر میں عرض ہے کہ ساقی صاحب اور کئی دوسرے اہلِ باطل نے اہلِ حدیث کے خلاف وحید الزمان وغیرہ کے شاذ و مردود اقوال اپنی تحریروں میں بار بار پیش کئے ہیں، لہٰذا اس کا جواب ساقی صاحب کے قلم سے ہی پیشِ خدمت ہے:

''جواباً گذارش ہے کہ اگر کسی شخص کی بات قرآن و حدیث، اجماع امت اور اسلامی قواعد و ضوابط کے مخالف ہو تو ہرگز معتبر نہیں، کہنے والا کتنا ہی صاحب علم و فضل ہو، اس کی لغزش اور خطا کو غلطی قرار دے کر ترک کر دیا جائیگا۔'' (بد مذہب کے پیچھے نماز کا حکم ص ۷۰)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر اہلِ حدیث کے خلاف کچھ پیش کرنا ہے تو قرآن، حدیث اور اجماع پیش کریں، ورنہ پھر شاذ، مردود اور غلط اقوال کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ انھیں غلطی قرار دے کر ترک کر دیا جائے گا۔ (۱۷/ مئی ۲۰۱۱ء)

امتیاز حسین کاظمی بریلوی کے تین جھوٹ

محمد حنیف قریشی بریلوی رضا خانی کے معاون مناظر امتیاز حسین شاہ کاظمی بریلوی رضا خانی نے لکھا ہے: ''یہ نظام الدین اولیاء کا قول نہیں بلکہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے احیاء العلوم جلد 4 صفحہ 521 حلیۃ الاولیاء جلد 5 صفحہ 212 اور الزھد و الرقاق لابن المبارك جلد اول صفحہ 312 پر ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لا یکمل ایمان المرء حتی یکون الناس عندہ کالاباعر'' یعنی انسان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک لوگ اس کے سامنے مینگنی کی طرح نہ ہو جائیں۔''

(روئیداد مناظرہ: گستاخ کون؟ ص ۱۳۴)

عرض ہے کہ عبارتِ مذکورہ میں کاظمی نے حلیۃ الاولیاء اور الزہد و الرقاق دونوں کتابوں پر صریح جھوٹ بولا ہے، کیونکہ ان دونوں کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب روایتِ مذکورہ موجود نہیں بلکہ صرف خالد بن معدان رحمہ اللہ (تابعی) کا قول لکھا ہوا ہے، جسے کاظمی نے ''رسول اللہ ﷺ کی حدیث'' بنا دیا ہے۔!

نظام الدین (صوفی) کا قول فوائد الفواد (اردو مترجم ص ۲۲۳) میں موجود ہے۔

اگر کاظمی صاحب اپنے دونوں جھوٹے حوالوں کا اعتراف کرنے کے بعد یہ کہے کہ میں نے غزالی کی احیاء العلوم کا حوالہ بھی دیا ہے، تو عرض ہے کہ ابو حامد غزالی (صوفی) کی احیاء علوم الدین میں یہ روایت بغیر سند اور بغیر حوالے کے مذکور ہے اور حافظ عراقی نے فرمایا: ''لم أجد له أصلاً في حديث مرفوع'' مجھے مرفوع حدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔ (تخریج الاحیاء ج ۴ ص ۳۹۲ طبع دار المعرفہ بیروت)

امام ابوبکر محمد بن الولید بن خلف الطرطوشی الاندلسی المالکی الفقیہ رحمہ اللہ (متوفی ۵۲۰ھ) نے غزالی کی احیاء علوم الدین کے بارے میں فرمایا: ''ثم شحن كتابه بالكذب على

رسول الله ﷺ فلا أعلم كتابًا على وجه بسيط الأرض أكثر كذبًا على الرسول منه'' پھراس نے اپنی کتاب کو رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ سے بھر دیا، پس روئے زمین پر مجھے ایسی کوئی کتاب معلوم نہیں جس میں رسول پر اس کتاب سے زیادہ جھوٹ بولا گیا ہو۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۹/ ۴۹۵ وسندہ صحیح)

غزالی کی روایتِ مذکورہ کو اس کے غالی معتقد سبکی نے بھی ان روایات میں ذکر کیا ہے، جن کی سندیں سبکی کو نہیں ملیں۔ (دیکھئے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۴/ ۵۳۱)

یاد رہے کہ بے سند روایت مردود ہوتی ہے۔ غلام رسول سعیدی بریلوی نے بھی لکھا ہے: ''اور جو روایت بلا سند مذکور ہو وہ حجت نہیں ہے۔'' (شرح صحیح مسلم ج۱ ص ۵۱۱)

محمد عباس رضوی بریلوی نے لکھا ہے: ''...کیونکہ سند کے بغیر تو کوئی روایت بھی قابل حجت نہیں ہوتی'' (مناظرے ہی مناظرے ص ۳۰۰)

غلام مصطفیٰ نوری نے لکھا ہے: ''بے سند باتوں کا کیا اعتبار ہے۔'' (ترک رفع یدین ص ۴۴۴)

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے کہا:

''اہلسنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ جو کہ ہر گز قابلِ سماعت نہیں۔'' (تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۶۵ [ہمارا نسخہ ص ۵۵۲] بحوالہ فتاویٰ رضویہ ص ۵۸۵ ج ۵)

یہ وہ عبارت ہے، جس کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے:

''یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے''

(فتاویٰ رضویہ ۵/ ۵۸۵)

کاظمی اور قریشی دونوں سے مطالبہ ہے کہ اپنے تین جھوٹوں (نظام الدین کے قول کا انکار، حلیۃ الاولیاء اور الزہد والرقاق کے جھوٹے حوالوں) کا جواب دیں اور احیاء العلوم والی مذکورہ بے سند و بے اصل روایت کی صحیح یا مقبول متصل سند پیش کریں اور اگر پیش نہ کر سکیں تو لوگوں کے سامنے علانیہ توبہ کریں۔ (۱۹/ اگست ۲۰۱۱ء)

آصف دیوبندی اور آلِ دیوبند کی شکست فاش

الحمد للّٰه ربّ العالمین و الصّلوٰة و السّلام علٰی رسوله الأمین و رضي اللّٰه عن أصحابه و أزواجه و آله أجمعین و رحمة اللّٰه علٰی من تبعهم باحسان إلٰی یوم الدین ، أما بعد:

اَہلِ سنت یعنی اَہلِ حدیث کا یہ دعویٰ ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے، سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو رفع یدین کرتے تھے۔''
اور اسی پر تمام اَہلِ حدیث کا عمل ہے۔ والحمدللہ

اس دعوے کی دلیل کے لئے دیکھئے صحیح بخاری (باب رفع الیدین إذا کبّــر و إذا رکع و إذا رفع ح ٧٣٦)

امیر المومنین فی الحدیث و امام الدنیا فی فقہ الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ٢٥٦ھ) نے رفع یدین کے ثبوت ودفاع پر اپنی مشہور کتاب: جزء رفع الیدین لکھی ہے۔
تنبیہ: یہ دعویٰ ہر نماز (مثلاً ایک رکعت نمازِ وتر، دو رکعت نمازِ فجر، تین رکعت نمازِ مغرب، چار رکعت نمازِ ظہر وعصر وعشاء اور نو رکعت صلوٰۃ اللیل وغیرہ سب) پر فٹ اور جاری وساری ہے۔

مذکورہ تین مقامات کے علاوہ جس مقام پر (مثلاً چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اٹھ کر) رفع یدین ثابت ہے تو اس پر بھی عمل کرنا چاہئے اور جس مقام پر رفع یدین ثابت نہیں یا اس کی صریح وصحیح نفی موجود ہے تو وہاں رفع یدین نہیں کرنا چاہئے۔
اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ آصف احمد دیوبندی حیاتی نے ''سنت رسول الثقلین ﷺ فی ترکِ رفع الیدین: ترک رفع الیدین پر 327 صحیح احادیث وآثار کا مجموعہ'' لکھ کر

ایک کتاب شائع کی ہے اور اسے کسی دیوبندی ''مفتی'' محمد حسن (؟) نے پسند ''فرمایا'' ہے۔

فائدہ: آلِ دیوبند، آلِ بریلی اور حنفیہ کے نزدیک معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے: '' أجمع الفقهاء علىٰ أن المفتي يجب أن يكون من أهل الاجتهاد ''

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مفتی کا اہلِ اجتہاد میں سے ہونا واجب (ضروری) ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ ۳/۳۰۸)

یعنی مفتی ہونے کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے اور امین اوکاڑوی دیوبندی نے صاف لکھا ہے: ''خیر القرون کے بعد اجتہاد کا دروازہ بھی بند ہو گیا اب صرف اور صرف تقلید رہ گئی۔'' (دیکھئے الکلام المفید کی تقریظ ص س، اور تجلیاتِ صفدر ۳/۴۱۲)

تجلیاتِ صفدر میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ''اب اجتہاد کی راہ ایسی بند ہوئی کہ اگر آج کوئی اجتہاد کا دعویٰ لے کر اٹھے تو اس کا دعویٰ اس کے منہ پر مار دیا جائے'' (۵/۴۴)

ثابت ہوا کہ کوئی دیوبندی بھی مفتی نہیں، کیونکہ کوئی دیوبندی بھی مجتہد نہیں، لہٰذا آلِ دیوبند کو اپنے لئے مفتی کا لقب کبھی استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

آصف صاحب کے چہیتے عبدالغفار... دیوبندی نے لکھا ہے: ''جناب زبیر علی زئی... نے تو نام نہاد اہلحدیث ہونے کا دعویٰ و عمل بھی مکمل نہیں لکھا۔ کیونکہ غیر مقلدین چار رکعات نماز میں چار مقامات پر رفع الیدین کرتے ہیں جو دس مرتبہ بنتی ہے۔ اور علی زئی.... نے تین مقام کا یہاں ذکر کیا ہے اور چوتھے مقام ''اذا قام من الرکعتین'' کی رفع الیدین کا اپنے دعویٰ و عمل کو اس مقام پر ذکر نہ کرنا عجیب طفلانہ حرکت ہے یا بیہوش ہونے کی دلیل ہے۔''

(آصف کی کتاب ص ۱۶)

عرض ہے کہ ہر نماز چار رکعتوں والی نہیں ہوتی بلکہ فجر کی نماز دو رکعتیں، مغرب کی نماز تین رکعتیں اور وتر کی نماز ایک رکعت بھی ہوتی ہیں، لہٰذا اوکاڑوی کی اندھی تقلید میں چار رکعتوں کی رٹ لگانا کون سی حرکت ہے اور کیا ہونے کی دلیل ہے؟!

کیا آلِ دیوبند میں سے آصفی حضرات صبح کی فرض نماز چار رکعتیں پڑھتے ہیں اور اگر

نہیں تو پھر اس اعتراض میں کوئی وزن نہیں ہے۔

ہمارا دعویٰ اور عمل ہماری ہر نماز پر فٹ ہے۔ والحمدللہ

آصف صاحب نے اپنے چہیتے عبدالغفار دیوبندی کی چھتری ''تلے'' اپنی اس کتاب میں پہلی حدیث ''پہلی حالت سجدوں کی رفع الیدین کا ثبوت'' کے عنوان سے بحوالہ شرح مشکل الآثار للطحاوی (ج ۲ ص ۲۰ رقم الحدیث ۲۴) شائع کی ہے، طرح التثریب للعراقی کا حوالہ بھی دیا ہے اور ابن القطان (الفاسی المغربی) سے اس کا ''صحیح'' ہونا بھی نقل کیا ہے۔

(ص ۱۷)

آصف صاحب کے چہیتے کی پیش کردہ یہ روایت شاذ ہے۔

۱: خود طحاوی حنفی نے لکھا ہے: ''**وكان هذا الحديث من رواية نافع شاذًا لما رواه عبيد الله**'' اور یہ حدیث نافع کی روایت سے شاذ تھی، جو عبیداللہ نے روایت کیا ہے۔ (شرح مشکل الآثار ج ۱۵ اص ۴۷ ح ۵۸۳۱، تحفۃ الاخیار ج ۲ ص ۲۰ ح ۲۴)

اس جرح کو آصف صاحب نے چھپا لیا ہے۔

جس روایت کا محدثین کرام سے متفقہ طور پر یا اصولِ حدیث کی رُو سے شاذ ہونا ثابت ہو جائے تو وہ روایت مردود ہوتی ہے۔ (مثلاً دیکھئے تیسیر مصطلح الحدیث ص ۱۱۹)

آلِ دیوبند کی پسندیدہ کتاب ''علوم الحدیث'' میں محمد عبیداللہ الاسعدی نے لکھا ہے:

''شاذ مردود ہے اور ''محفوظ'' مقبول...'' (ص ۱۹۰)

اس کتاب پر حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی کی نظر ثانی و تقریظ ہے، نیز عبدالرشید نعمانی دیوبندی نے بھی اس کی تائید کر رکھی ہے۔

محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی نے ایک دیوبندی اصول لکھا ہے:

''ان وجوہ کے پیشِ نظر سنّت ثابتہ وہی ہے جس پر اکابر صحابہ کرامؓ و تابعینؒ کا تعامل رہا۔ اور جو روایت ان کے تعامل کے خلاف ہو وہ یا تو منسوخ کہلائے گی یا اس میں تاویل کی ضرورت ہوگی۔ ایسی روایات جو تعامل سلف کے خلاف ہوں صدر اول میں ''شاذ'' شمار کی

جاتی تھیں۔ اور جس طرح متاخرین محدثین کی اصطلاحی ''شاذ'' روایت حجت نہیں۔ اسی طرح متقدمین کے نزدیک ایسی شاذ روایات حجت نہیں تھیں۔''

(اختلاف امت اور صراط مستقیم حصہ دوم ص ۳۲، دوسرا نسخہ ص ۴۳)

امین اوکاڑوی دیوبندی نے ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

''حدیث کی صحت کے لئے صرف راویوں کا ثقہ ہونا کافی نہیں بلکہ شذوذ اور علت سے سلامتی بھی شرط ہے، اس حدیث کے ضعف کی بنیادی وجوہ دو ہیں:

(۱) یہ روایت شاذ ہے کہ متواتر احادیث کے خلاف ہے (۲) معلول ہے کہ ظاہر قرآن پاک کے خلاف ہے۔ ایسی حدیث قابل عمل نہیں ہوتی۔'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۱۷۵)

اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے:

''مذہب حنفی جو ظاہر الروایت ہے جس پر ہر جگہ عمل ہے اس کے خلاف شاذ روایت بیان کی، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ عیسائی، یہودی، رافضی متواتر قرآن پاک کے متعلق وسوسہ ڈالنے کے لئے شاذ قرأتوں سے تحریفِ قرآن ثابت کر کے عوام اہل اسلام کے دلوں میں وسوسے ڈالا کرتے ہیں۔'' (تجلیات صفدر ج ۵ ص ۱۹۱)

اس حوالے سے ظاہر ہے کہ ''امین اوکاڑوی کے نزدیک'' آصف لاہوری دیوبندی نے عیسائیوں، یہودیوں اور رافضیوں کی طرح استدلال کر کے اہلِ اسلام کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کے لئے شاذ روایت پیش کر دی ہے'' اور شاذ روایات کو اپنانا اپنا مشن بنا لیا ہے۔'' (دیکھئے تجلیاتِ صفدر ج ۵ ص ۱۲۲)

امین اوکاڑوی نے اپنی مرضی کے خلاف ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے:

''تو وہ روایت مخالفت ثقات کی وجہ سے خود شاذ و مردود ہوئی۔'' (تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۳۸۱)

سرفراز خان صفدر دیوبندی گکھڑوی کڑمنگی نے اپنی مرضی کے خلاف ایک عبارت کے بارے میں ''فرمایا'' ہے:

''جب عام اور متداول نسخوں میں یہ عبارت نہیں تو شاذ اور غیر مطبوعہ نسخوں کا کیا اعتبار ہو سکتا

ہے۔؟" (خزائن السنن ص ۳۴۷ حصہ دوم ص ۹۷)

انگریزی دور میں (۱۸۵۷ء کے بعد) پیدا ہو جانے والے دیوبندی فرقے کا عجیب طریقہ ہے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کی متفق علیہ احادیث کے مقابلے میں شاذ، مدلّس، ضعیف اور مردود روایات پیش کرتے ہیں اور جب اپنی باری آئے تو شاذ کا دفاع شروع کر دیتے ہیں۔ **واللّٰہ من ورائهم محيط**

۲: حافظ عراقی نے اس روایت کے بعد لکھا ہے: " **و ذكر الطحاوي أن هذه الرواية شاذة و صححها ابن القطان ...** " (طرح التثریب فی شرح التقریب ۲/۲۶۲)

اس جرح کو بھی آصف صاحب نے چھپایا ہے۔

۳: حافظ ابن حجر العسقلانی نے لکھا ہے:

" **و هذه رواية شاذة** " اور یہ روایت شاذ ہے۔ (فتح الباری ۲/۲۲۳ تحت ح ۷۳۹)

ساتویں صدی کے ابن القطان الفاسی (متوفی ۶۲۸ھ) نے اس روایت کو صراحتاً "صحیح" نہیں لکھا، لیکن " **قد صح فيهما الرفع من حديث ابن عباس و ابن عمر و مالك بن الحويرث** " لکھا ہے۔ (بیان الوہم والایہام ج ۵ ص ۶۱۲)

اس عبارت میں ابن القطان کو تین اوہام ہوئے ہیں:

۱: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت میں ابوسہل نضر بن کثیر الازدی العابد راوی ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۷۱۴۷ وکتب الرجال)

۲: طحاوی والی روایت بقولِ طحاوی شاذ ہے اور اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ شاذ ضعیف ہوتی ہے، لہٰذا یہ روایت صحیح کس طرح ہوئی؟!

۳: سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت میں قتادہ مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔ اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ غیر صحیحین میں مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ (مثلاً دیکھئے سرفراز خان صفدر دیوبندی کی دفائن السنن مقدمہ خزائن السنن ص ۱)

تنبیہ: ابن القطان نے قتادہ کی روایت مذکورہ میں ان کا شاگرد شعبہ ظاہر کیا ہے، حالانکہ

محمد یوسف بنوری دیوبندی نے صاف لکھا ہے:

"وقع فی نسخة النسائی المطبوعة بالهند :شعبة عن قتادة بدل سعید عن قتادة وهو تصحیف صرح علیه شیخنا أیضًا فی نیل الفرقدین ... "

ہند (و پاکستان) میں مطبوعہ نسائی کے نسخے میں سعید عن قتادہ کے بدلے میں شعبہ عن قتادہ چھپ گیا ہے اور یہ تصحیف (غلطی) ہے، ہمارے استاد (انور شاہ کاشمیری دیوبندی) نے بھی نیل الفرقدین میں اس کی صراحت کی ہے۔ (معارف السنن للبنوری ج ۲ ص ۴۵۶)

آصف صاحب نے طحاوی کے جس نسخے کا حوالہ دیا ہے، اس کے حاشیے میں بھی لکھا ہوا ہے کہ "رجاله ثقات لکن هذه الروایة شاذة کما سیذکر الطحاوي"

اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن یہ روایت شاذ ہے، جیسا کہ طحاوی (عنقریب) بیان کریں گے۔

(تحفۃ الاخیار ج ۲ ص ۲۰ تحت ح ۲۴)

بطورِ اعلان اور اطلاع خاص و عام عرض ہے کہ سجدوں کے دوران میں، سجدہ کرتے اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت حالتِ سجود میں رفع یدین کرنا (نبی ﷺ سے) ثابت نہیں ہے۔ (دلائل کے لئے دیکھئے میری کتاب: نور العینین ص ۱۸۹۔۱۹۴)

سجدوں میں رفع یدین کی ضعیف و غیر صریح روایات کے مقابلے میں صحیح بخاری میں لکھا ہوا ہے: "وکان لا یفعل ذلك فی السجود " اور آپ یہ کام (رفع یدین) سجدوں میں نہیں کرتے تھے۔ (ح ۷۳۵)

" ولا یفعل ذلك حین یسجد و لا حین یرفع رأسه من السجود " اور آپ یہ کام (رفع یدین) سجدہ کرتے وقت نہیں کرتے تھے اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت نہیں کرتے تھے۔ (ح ۷۳۸)

آصف دیوبندی کے چہیتے نے "بخاری و مسلم کے راویوں پر غیر مقلدین کی جرح" کا عنوان لکھ کر درج ذیل نام گنوائے ہیں:

سفیان ثوری، قتادہ، سعید بن ابی عروبہ، یزید بن ابی زیاد، حمید الطویل، ابو الزبیر المکی،

ابراہیم، ابوبکر بن عیاش، اسماعیل بن ابی خالد، حکم بن عتیبہ، اور حفص بن غیاث۔

(آصف کی کتاب ص ۲۴۔۲۵)

ان مذکورہ راویوں میں ابوبکر بن عیاش راقم الحروف کی تحقیقِ ثانی میں صدوق حسن الحدیث تھے اور صحیح مسلم میں متابعات وشواہد کا راوی یزید بن ابی زیاد حتمی طور پر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۶۸۔۱۷۰، ۱۴۵۔۱۴۶)

باقی راویوں کا ثقہ وصادق ہونے کے بعد مدلس ہونا بخاری ومسلم کے راویوں پر جرح نہیں اور اب دوسرا رخ پیشِ خدمت ہے:

۱: سرفراز خان صفدر دیوبندی نے صحیحین کے بنیادی راوی امام ابوقلابہ الشامی رحمہ اللہ کے بارے میں ''غضب کا مدلس'' لکھا ہے۔ (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۱۴، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۱۲۷)

سفیان ثوری کے بارے میں بحوالۂ تقریب ''ربما دلّس '' کے الفاظ لکھے ہیں۔

(خزائن السنن ج ۲ ص ۷۷)

امین اوکاڑوی دیوبندی نے سفیان ثوری کو مدلس لکھا ہے۔

(تجلیاتِ صفدر ج ۵ ص ۴۷۰ فقرہ: ۸۷)

۲۔۳: امین اوکاڑوی نے ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے:

''اولاتو یہ سند سخت ضعیف ہے کیونکہ سند میں سعید بن ابی عروبہ مختلط ہے اور قتادہ مدلس ہے۔ نہ تحدیث ثابت ہے اور نہ ہی متابعت۔'' (جزء رفع الیدین ترجمہ وتشریح اوکاڑوی ص ۲۸۹ ح ۲۹ تا ۳۱)

۴: سرفراز صفدر کے استاد عبدالقدیر دیوبندی حضروی نے لکھا ہے:

''اور حضرت زہریؒ مدلس ہیں'' (تدقیق الکلام ج ۲ ص ۱۳۱)

امین اوکاڑوی نے کہا: ''ابن شہاب مدلس ہے اور عن سے روایت کررہا ہے۔''

(فتوحات صفدر ج ۲ ص ۲۵۶)

امین اوکاڑوی نے ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے: ''اور یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ اول تو اس میں زہری کا عنعنہ ہے...'' (جزء القراءة للبخاری، ترجمہ تشریح امین اوکاڑوی ص ۲۱ تحت ح ۱)

۵:   یزید بن ابی زیاد جو صحیح مسلم کے اصول کا راوی نہیں بلکہ متابعات و شواہد کا راوی ہے، اس کے بارے میں محمد الیاس فیصل دیوبندی نے لکھا ہے:

"ا۔ زیلعی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔
۲۔ حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے بڑھاپے میں اس کی حالت بدل گئی تھی اور وہ شیعہ تھا۔" (نماز پیغمبر ﷺ ص ۸۵)

یہ کتاب آلِ دیوبند اور الیاس گھمن کی پسندیدہ ہے۔

(دیکھئے فرقہ اہلحدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ ص ۳۹۵)

۶:   حمید الطویل کے بارے میں امین اوکاڑوی نے کہا: "صرف حمید الطویل اس کو مرفوع کرتا ہے جو مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔" (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۷۹)

۷:   ابو الزبیر المکی کی ایک روایت کے بارے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

"یہ حدیث سنداً (سند کے اعتبار سے) ضعیف ہے کیونکہ ابو زبیر مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے" (جزء رفع الیدین ترجمہ و تشریح امین اوکاڑوی ص ۳۱۸ تحت ح ۵۶)

۸:   ابراہیم بن یزید نخعی کو حاکم اور سیوطی وغیرہما نے بھی مدلس قرار دیا ہے۔

(دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۸، اسماء من عرف بالتدلیس للسیوطی: ۱)

عبدالقدیر دیوبندی حضروی نے حافظ ابن حجر کے نزدیک طبقۂ ثانیہ کے مدلس امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے: "اس روایت کا راوی سفیان بن عیینہ بھی مدلس ہے۔" (تدقیق الکلام ج ۲ ص ۱۳۱)

۹:   ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ کے بارے میں راقم الحروف کا اعلانِ رجوع چھپ چکا ہے۔

(دیکھئے نور العینین ص ۱۶۸۔۱۶۹)

تنبیہ:

امام ابو بکر بن عیاش کے صدوق حسن الحدیث ہونے کے باوجود اُن کی ترکِ رفع یدین والی خاص روایت باطل اور وہم ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل اور امام ابن معین وغیرہما کی

تحقیقات سے ثابت ہے اور خاص وصریح دلیل عام وغیر صریح دلائل پر مقدم ہوتی ہے۔

۱۰: امام اسماعیل بن ابی خالد کے بارے میں سرفراز خان دیوبندی نے لکھا ہے:

''اور یہ صاحب مدلس بھی تھے'' (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۳۵، طبع دوم)

یاد رہے کہ یہ عبارت بعد والے نسخوں میں چپکے سے بغیر کسی اعلانِ رجوع وتوبہ کے نکال دی گئی ہے۔ (مثلاً دیکھئے طبع جون ۲۰۰۶ء ج ۲ ص ۱۴۸)

۱۱۔۱۲: الحکم بن عتیبہ اور حفص بن غیاث دونوں کو سیوطی نے مدلسین میں ذکر کیا۔

(اسماء من عرف بالتدلیس: ۱۵، ۱۴)

تنبیہ:

آلِ دیوبند کے نزدیک سیوطی کا بہت بڑا مقام ہے، بلکہ قافلۂ باطل میں ''امام سیوطی'' لکھا ہوا ہے۔ (جلد ۵ شمارہ ۳ ص ۲۲، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۱ء، جلد ۵ شمارہ ۴ ص ۳۳، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۱ء)

محدثین اور آلِ تقلید کے سابقہ حوالوں کے باوجود آصف صاحب کے چہیتے کا یہ کہنا:

''بخاری ومسلم کے راویوں پر غیر مقلدین کی جرح'' کوئی معنی نہیں رکھتا اور تدلیس کا اعتراض راوی کی ذات وعدالت پر جرح نہیں بلکہ اس کی معنعن روایت پر جرح ہوتی ہے، بشرطیکہ یہ روایت صحیحین میں نہ ہو اور اس کے مقابلے میں کوئی خاص دلیل نہ ہو۔

آصف صاحب کے چہیتے اور آلِ دیوبند کو چاہئے کہ دوغلی پالیسی چھوڑ دیں اور اپنی چارپائیوں کے نیچے ذرا لاٹھی پھیر لیں۔

آصف لاہوری دیوبندی کے چہیتے عبدالغفار دیوبندی نے بغیر کسی صحیح سند کے لکھا ہے: ''ترک رفع الیدین بعد الافتتاح پر 1500 صحابہ سے زائد عامل تھے۔'' (ص ۲۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ آصف کی یہ بات بالکل جھوٹ ہے اور اس کے مقابلے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا اعلان درج ذیل ہے:

کسی صحابی سے بھی رفع الیدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے۔

(جزء رفع الیدین: ۴۰، ۷۶، المجموع للنووی ۳/ ۴۰۵)

آصف لاہوری دیوبندی کی پیش کردہ روایات کا تحقیقی جائزہ

اب مذکورہ کتاب میں آصف لاہوری دیوبندی کی ''۳۲۷ صحیح احادیث و آثار'' کا تحقیقی جائزہ پیشِ خدمت ہے:

۱) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۱ تا ۱۴ کی سند میں سفیان ثوری مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔

(جواب کے لئے دیکھئے نور العینین ص ۱۲۹۔۱۳۹)

نمبر ۱۵ سے سفیان ثوری کا واسطہ (کاتب یا کمپوزر کی غلطی سے) رہ گیا ہے۔

دیکھئے مسند الامام احمد (۱/ ۳۸۸ ح ۳۶۸۱، دوسرا نسخہ ۶/ ۲۰۳)

نمبر ۱۶ تا ۱۹ میں ترک رفع یدین کا نام و نشان تک نہیں ہے۔

نمبر ۲۰ تا ۲۲ میں تین راوی کذاب ہیں: ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی، محمد بن ابراہیم بن زیاد الرازی اور سلیمان الشاذکونی۔

حارثی کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (۲/ ۴۹۶، دوسرا نسخہ ۴/ ۱۸۹) اور لسان المیزان (۳/ ۳۴۸۔۳۴۹) اور میرا مضمون: ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری اور محدثین کی جرح۔

محمد بن ابراہیم بن زیاد کے لئے دیکھئے الضعفاء والمتروکون للدارقطنی (۴۸۷) اور لسان المیزان (۵/ ۲۲، دوسرا نسخہ ۵/ ۶۱۶)

سلیمان الشاذکونی کے لئے دیکھئے سرفراز خان صفدر کی احسن الکلام (ج ۱ ص ۲۰۴، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۲۵۴)

نمبر ۲۳ تا ۴۱ میں ترکِ رفع یدین کا نام و نشان تک نہیں بلکہ عدمِ ذکر ہے اور مدرسۂ دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی صاحب نے لکھا ہے:

''جناب مولوی صاحب معقولات کے طور پر اتنا ہی جواب بہت ہے کہ عدم الاطلاع یا عدم

الذکر عدم الشئے پر دلالت نہیں کرتا۔'' (ہدیۃ الشیعہ ص ۲۰۰)

اس عبارت پر ''مذکور نہ ہونا معدوم ہونے کی دلیل نہیں ہے'' کا عنوان لکھا گیا ہے۔

آصف لاہوری کا عدمِ ذکر والی روایات کے ترجمے میں اپنی طرف سے بریکٹوں کے درمیان (صرف اور اس مفہوم کی عبارات) کا اضافہ کرنا صریح تحریف و کذب بیانی ہے۔

تنبیہ: اگر عدمِ ذکر سے نفی ذکر پر یہاں استدلال کیا جائے تو ان لوگوں کا تکبیر تحریمہ والا رفع یدین بھی ختم ہو جاتا ہے اور وتروں والا رفع یدین بھی ممنوع ہو جاتا ہے، حالانکہ تمام آلِ دیوبند تکبیر تحریمہ اور وتروں والے رفع یدین کے قائل و فاعل ہیں۔

۲) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ

نمبر ۴۲، ۴۴۔ ۴۵، ۴۷، ۵۱، ۵۴، ۵۷، ۷۰، ۷۲، ۷۳۔ ۷۷ میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔ (دیکھئے فیض الباری ج ۳ ص ۱۶۸)

نمبر ۴۳، ۴۸۔ ۵۰، ۵۲۔ ۵۳، ۵۵۔ ۵۶، ۵۸۔ ۶۹، ۷۱، ۷۴۔ ۸۱ میں یزید بن ابی زیاد جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔ (دیکھئے زوائد ابن ماجہ للبوصیری: ۲۱۱۶)

اور نمبر ۴۶ میں صاحبِ کتاب امام ابو نعیم الاصبہانی سے لے کر امام ابو حنیفہ تک تمام راوی (مثلاً بکر بن محمد الحبال اور علی بن محمد بن روح وغیرہما) مجہول ہیں، ان کی توثیق ہرگز معلوم نہیں۔ (دیکھئے ارشیف ملتقی اہل الحدیث عدد ۴ ج ۱ ص ۹۲۶، تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۱۲۳)

آصف کی مذکورہ روایات میں سے (بعض کے متون سے قطع نظر) ایک روایت بھی ثابت نہیں۔

تنبیہ: یزید بن ابی زیاد (ضعیف) کی دوسری روایت میں شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد سر اٹھانے (یعنی تینوں مکامات) پر رفع یدین کا ذکر و اثبات موجود ہے اور یزید تک سند حسن لذاتہ ہے۔ (دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۷)

ابراہیم بن بشار رحمہ اللہ جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی تھے۔ عینی حنفی نے ابراہیم بن بشار کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں

''إسناده صحيح'' لکھا ہے۔ (نخب الافکار ج۱ص ۴۷۵)

اور دوسری روایت کی تحقیق میں ''رجاله ثقات'' لکھ کر ابراہیم بن بشار کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے نخب الافکار ج۱ص ۴۷۸۔۴۷۹)

آصف صاحب کو یہ چاہئے تھا کہ وہ ابراہیم بن بشار کی یہ روایت بھی ذکر کرتے، ورنہ ان کی یہ حرکت وطرزِ عمل اگر خیانت اور حق چھپانا نہیں تو پھر کیا ہے؟!

۳) سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما

اس باب میں تمام آصفی روایات (نمبر۸۲ تا ۸۸) کی سندوں میں محمد بن جابر راوی ہے، جس کے بارے میں حافظ ہیثمی نے لکھا ہے: ''وهو ضعيف عند الجمهور'' اور وہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ۵/۱۹۱)

اس کے مقابلے میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً و مرفوعاً (دونوں طرح) شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔

(دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۷۳ وسندہ صحیح)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی موقوفاً و مرفوعاً (دونوں طرح) شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔

(النفح الشذی شرح سنن الترمذی لابن سید الناس ج۴ص ۳۹۰، نور العینین ص ۱۹۵۔۲۰۴)

آلِ دیوبند کا یہی عمومی طریقۂ واردات ہے کہ وہ اختلافی مسائل میں صحیح وحسن اور صریح روایات چھوڑ کر ضعیف ومردود اور غیر صریح روایات پیش کرتے ہیں۔

۴) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

نمبر ۸۹ تا ۹۵ میں مسند حمیدی اور مسند ابی عوانہ کی روایات پیش کی گئی ہیں، جن کا محرف ومصحف ہونا نور العینین میں دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کر دیا گیا ہے۔ (دیکھئے ص ۶۸۔۸۱)

نمبر ۹۶ والی روایت شاذ (بمعنی منکر) وموضوع ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۲۰۵۔۲۱۱)

نمبر ۹۷ تا ۱۰۲ میں ترکِ رفع یدین کا نام ونشان نہیں، بلکہ صرف عدمِ ذکر ہے۔

اس کے مقابلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری وصحیح مسلم میں مرفوعاً اور صحیح بخاری، سنن ابی داود اور جزء رفع الیدین وغیرہ میں موقوفاً رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین ص ۶۴، ۹۲)

بلکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کو کنکریوں سے مارتے تھے جو رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ (دیکھئے جزء رفع الیدین: ۱۵، واللفظ لہ، التمہید ۹/۲۲۴ مختصراً)

۵) سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ

نمبر ۱۰۳ تا ۱۳۰، میں ترکِ رفع یدین کا نام ونشان تک نہیں بلکہ عدمِ ذکر ہے۔ آصف صاحب نے ترجمہ میں خیانت کرتے ہوئے بریکٹوں کے درمیان اپنی طرف سے (تو رفع یدین نہ کرتے) لکھ دیا ہے جو کہ صریح دروغ بے فروغ بلکہ کالا جھوٹ ہے۔

اس کے مقابلے میں سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں چار مقامات پر رفع یدین کا ذکر موجود ہے: (۱) شروع نماز (۲) رکوع سے پہلے (۳) رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہتے وقت (۴) دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اٹھ کر رفع یدین۔

(دیکھئے سنن ترمذی: ۳۰۴ وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح'' وصححہ ابن حبان وابن الجارود وغیرہما/ نور العینین ص ۱۰۴)

۶) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

نمبر ۱۳۱ تا ۱۸۳، میں رکوع سے پہلے اور بعد میں ترکِ رفع یدین کا نام ونشان نہیں بلکہ عدمِ ذکر ہے۔ (نیز دیکھئے فقرہ سابقہ: ۵)

اس کے مقابلے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین مقامات پر رفع یدین ثابت ہے: تکبیر (تحریمہ) کے وقت، رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھ کر۔ (جزء رفع الیدین: ۲۲ وسندہ صحیح)

۷) سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

نمبر ۱۸۴ تا ۲۱۰ میں رکوع سے پہلے اور بعد کی صراحت سے ترکِ رفع یدین کا نام و نشان نہیں بلکہ عدمِ ذکر ہے اور حدیثِ مذکور کا تعلق حالتِ قعود میں تشہد والے اشارے سے ہے جس پر آج کل بھی شیعہ وروافض عمل پیرا ہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے جزء رفع الیدین: ۳۷، نور العینین ص ۱۲۷)

۸) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۱۱، ۲۱۴ میں محمد بن ابی لیلیٰ ضعیف ہے۔ (دیکھئے فقرہ سابقہ: ۲)

نمبر ۲۱۲ میں ''حدثت'' کا قائل مجہول ہے اور مسلم بن خالد جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

نمبر ۲۱۳، ۲۱۵ میں عطاء بن السائب مختلط ہے۔ (دیکھئے الکواکب النیرات ص ۳۳۱)

نمبر ۲۱۶ تا ۲۲۰ میں عدمِ ذکر ہے۔

اس کے مقابلے میں یہ ثابت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۳۵ ح ۲۴۳۱ وسندہ حسن، نور العینین ص ۱۶۰)

۹) سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۲۱ تا ۲۲۵ میں عدمِ ذکر ہے۔

اس کے مقابلے میں امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی وہ روایت ہے کہ صحابۂ کرام شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۷۵ وسندہ صحیح)

صحابۂ کرام میں سیدنا وائل رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور ان کا استثناء کسی صحیح یا حسن لذاتہ دلیل سے ثابت نہیں۔ سیدنا وائل کی مرفوع حدیث کے لئے دیکھئے صحیح مسلم (ح ۴۰۱)

۱۰) سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۲۶، ۲۲۷ میں عدمِ ذکر ہے اور سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح ثابت ہے۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۷۳۷، صحیح مسلم: ۳۹۱)

۱۱) امام سلیمان بن یسار تابعی رحمہ اللہ

اس روایت (۲۲۸) میں عدمِ ذکر ہے اور روایت بھی مرسل (منقطع) ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت سے ظاہر ہے کہ سلیمان بن یسار رحمہ اللہ نے شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھا کر (تینوں مقامات والے) رفع یدین کو بھی روایت کیا ہے۔ (دیکھئے ج ا ص ۲۳۵ ح ۲۴۲۹ وسندہ صحیح الیٰ سلیمان بن یسار رحمہ اللہ)

۱۲) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

نمبر ۲۲۹ تا ۲۳۲ میں عدمِ ذکر ہے۔

۱۳) سیدنا ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ

اسانید سے قطع نظر عرض ہے کہ نمبر ۲۳۳۔ ۲۳۴ دونوں روایتوں میں عدمِ ذکر ہے۔

۱٤) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۳۵ تا ۲۴۷ تمام روایتوں میں ترکِ رفع یدین کا نام ونشان نہیں بلکہ عدمِ ذکر ہے۔

اس کے مقابلے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد (تینوں مقامات پر) رفع یدین ثابت ہے۔ (جزء رفع الیدین: ۲۰ وسندہ صحیح)

۱۵) سیدنا ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۴۸ تا ۲۵۱ میں عدمِ ذکر ہے اور رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے ترک کا نام ونشان نہیں، لہٰذا آصف صاحب کا یہ استدلال بھی غلط ہے۔

فائدہ: سیدنا ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ مردوں اور عورتوں کی نماز کا طریقہ ایک ہے اور ہیئتِ نماز میں کوئی فرق نہیں، لہٰذا آلِ دیوبند اس حدیث کے الفاظ کے بھی مخالف ہیں۔

۱٦) سیدنا علی رضی اللہ عنہ

اسانید سے قطعِ نظر نمبر ۲۵۲ تا ۲۵٦ میں عدمِ ذکر ہے اور اس کے مقابلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ثابت ہے، نیز دو رکعتوں سے اٹھ کر بھی رفع یدین ثابت ہے۔

(دیکھئے سنن ترمذی: ۳۴۲۳ وقال: ''صحیح حسن''، جزء رفع الیدین للبخاری: ۱، وسندہ حسن)

امام ترمذی نے ایک حدیث کے بارے میں فرمایا:

" و معنی قوله إذا قام من السجدتين ، يعني إذا قام من الركعتين "

اور آپ کے ارشاد: إذا قام من السجدتين کا معنی یہ ہے کہ جب دو رکعتوں سے اٹھتے تھے۔ (سنن ترمذی:۳۰۴ وقال: هذا حديث حسن صحیح)

۱۷) سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۵۷ تا ۲۶۱ میں عدمِ ذکر ہے اور اس آصفی محرفانہ استدلال کے مقابلے میں سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً وموقوفاً شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ثابت ہے۔ (سنن دارقطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱، وسندہ صحیح، نور العینین ص ۱۱۸)

۱۸) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

آصف صاحب کی پیش کردہ دونوں روایتوں (نمبر ۲۶۲، ۲۶۳) میں عدمِ ذکر ہے اور اس کے مقابلے میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً وموقوفاً دونوں طرح تکبیر تحریمہ، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ثابت ہے۔

(مسند السراج ص ۶۲۔۶۳ ح ۹۲ وسندہ حسن، ابوالزبیر صرح بالسماع والحمدللہ)

۱۹) سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۶۴ میں عدمِ ذکر ہے، جو کہ نفیِ ذکر کی دلیل نہیں۔ (دیکھئے فقرہ سابقہ:۱)

آصف صاحب کی پیش کردہ مرفوع روایات ختم ہوئیں اور اس آصفی استدلال کے مقابلے میں درج ذیل صحابہ سے رفع یدین کی مرفوع روایات ثابت ہیں:

(۱) عبداللہ بن عمر (۲) مالک بن الحویرث (۳) وائل بن حجر (۴ تا ۸) ابوحمید الساعدی بتصدیق ابی قتادہ وابی اسید الساعدی وابی ہریرہ ومحمد بن مسلمہ (۹) علی بن ابی طالب (۱۰) ابوموسیٰ (۱۱) ابوبکر الصدیق (۱۲) عبداللہ بن الزبیر (۱۳) انس بن مالک (۱۴) جابر بن عبداللہ الانصاری (۱۵) اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(تفصیل کے لئے نور العینین دیکھیں)

اب دیکھتے ہیں کہ آثارِ صحابہ میں آصف لاہوری صاحب نے کیا تیر یا ''تُکہ'' مارا ہے؟

۱) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۶۵ تا ۲۶۸ میں ابراہیم نخعی مدلس ہیں۔

سیوطی نے ابراہیم نخعی کو مدلسین میں شامل کیا ہے۔ (دیکھئے اسماء من عرف بالتدلیس:۲)

سیوطی (غیر مقلد) کے بارے میں دیو بندی ''مفتی'' عبدالواحد قریشی نے لکھا ہے:

''فقہ شافعی کے عظیم مفسر، محدث، فقیہ، مورخ، جلال الدین سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ)''

(الیاس گھمن کا رسالہ ''قافلۂ حق'' جلد ۵ شمارہ ۴ ص ۴۴، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۱ء)

اس ضعیف روایت کے مقابلے میں حسن اور صحیح روایت کے لئے دیکھئے فقرہ سابقہ:۳

۲) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۶۹ ـ ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۷۵، ۲۷۶ والی سند میں ابو بکر النہشلی جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث تھے لیکن اُن کی یہ روایت اُن کا وہم اور غلطی ہے، لہٰذا ضعیف ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین ص ۱۶۵)

نمبر ۲۷۱، ۲۷۷ کی سند میں ابو خالد عمرو بن خالد الواسطی کذاب ہے۔

(دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۵۱۰)

دوسرے یہ کہ یہ اہلِ سنت کی کتاب نہیں بلکہ زیدی شیعوں کی کتاب ہے۔

فیض الباری میں زید بن علی کو ثقہ تسلیم کر کے لکھا ہوا ہے:

" إلا أن الآفة في كتابه من حيث جهالة ناقليه " صرف یہ کہ ان کی کتاب (مسند زید) میں ناقلین کے مجہول ہونے کی وجہ سے مصیبت آئی ہے۔ (ج ۲ ص ۲۴۱)

معلوم ہوا کہ آلِ دیو بند کے نزدیک بھی مسند زید نامی کتاب ثابت نہیں ہے۔

زیدی شیعوں کی اس مسند میں موضوعات کے ساتھ عجائب و غرائب بھی ہیں، مثلاً اذان میں حي علی خیر العمل اور نماز میں بسم اللہ بالجہر بھی لکھا ہوا ہے۔ (ص ۸۳، ۹۳)

کیا آصف صاحب اور گھمن پارٹی والے ان باتوں پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں؟!

نمبر۲۷۳۔۲۷۴ میں ابن فرقد شیبانی جمہور کے نزدیک مجروح وضعیف اور محمد بن ابان بن صالح جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

۳) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نمبر۲۷۸ تا ۲۹۱ میں سفیان ثوری مدلس ہیں اور حدیث نمبر۲۹۲ سے سفیان ثوری کا واسطہ گر گیا ہے۔ (دیکھئے فقرہ سابقہ:۱)

نمبر۲۹۳۔۲۹۵ میں عدمِ ذکر ہے اور نمبر۲۹۶۔۲۹۸ میں ابراہیم نخعی ہیں جو کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ (دیکھئے نور العینین ص۱۶۶)

تنبیہ: ابراہیم نخعی کی ہر مرسل و منقطع روایت صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔

(دیکھئے کتاب الام للشافعی ج۷ ص۲۷۱۔۲۷۲، میزان الاعتدال ج۱ ص۷۵)

غیر واحد سے استدلال والے مغالطے کے جواب کے لئے دیکھئے نور العینین (ص۱۶۶)

٤) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

نمبر۲۹۹ تا ۳۰۰ میں امام ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ ہیں جو کہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث تھے لیکن اُن کی بیان کردہ یہ روایت باتفاقِ محدثین ان کا وہم ہے، لہٰذا یہ روایت ضعیف ومردود ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص۱۶۸۔۱۷۲)

نمبر۳۰۱ میں عدمِ ذکر ہے اور نمبر۳۰۲۔۳۰۳ میں محمد بن ابان بن صالح ضعیف اور محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی (عرف ابن فرقد) سخت مجروح ہے۔

(دیکھئے نور العینین ص۱۷۲۔۱۷۳)

ان کے مقابلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین پر (زمانۂ تابعین میں بھی) عمل کرنا ثابت ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری:۷۳۹)

آصف صاحب کے پیش کردہ آثار ختم ہوئے اور ترکِ رفع یدین ثابت نہ ہوا، بلکہ ان ضعیف ومردود اور غیر متعلق آثار کے مقابلے میں درج ذیل صحابہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے:

(۱) عبداللہ بن عمر (۲) مالک بن الحویرث (۳) ابوموسیٰ الاشعری (۴) عبداللہ بن زبیر (۵) ابوبکر الصدیق (۶) انس بن مالک (۷) ابوہریرہ (۸) عبداللہ بن عباس (۹) جابر بن عبداللہ الانصاری اور (۱۰) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(دیکھئے نور العینین ص ۱۵۹۔۱۶۱، وغیرہ)

اب آصفی آثارِ تابعین کا جائزہ پیشِ خدمت ہے:

نمبر ۳۰۴ میں طحاوی (۱/ ۲۲۷) کی روایت مذکورہ میں الحمانی سے مراد یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی ہے۔ (دیکھئے شرح معانی الآثار ۳/ ۱۶۳، باب المقدار الذی یقطع فیہ السارق)

اور یہ حمانی جمہور کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔

(دیکھئے اتحاف الخیرۃ للبوصیری ۹/ ۴۹۶ ح ۹۴۴۴)

تنبیہ: آصف صاحب نے نقلِ روایت میں بھی گڑبڑ کی ہے۔ (دیکھئے ص ۲۰۱)

نمبر ۳۰۵ میں ابن فرقد مجروح، محمد بن ابان بن صالح ضعیف اور حماد بن ابی سلیمان مختلط و مدلس ہیں۔

نمبر ۳۰۶ میں ثوری مدلس ہیں۔ (اسماء المدلسین للسیوطی ص ۹۸ ت ۱۸، وقال: مشہور بہ)

نمبر ۳۰۸، ۳۱۰ میں مغیرہ بن مقسم مدلس ہیں۔ (اسماء من عرف بالتدلیس للسیوطی: ۷۲)

نمبر ۳۱۱ میں حجاج بن ارطاۃ ضعیف مدلس ہے اور طلحہ کا تعین مطلوب ہے۔

نمبر ۳۱۲ میں ''بلغنا'' کا قائل (مبلغ) نامعلوم ہے۔

نمبر ۳۰۷، ۳۰۹ میں لکھا ہوا ہے کہ ''تو شروع نماز کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہ کر۔''

جبکہ دیوبندی و بریلوی حضرات وتر اور عیدین میں بھی رفع یدین کرتے ہیں، لہٰذا یہ دونوں گروہ ابراہیم نخعی کے مذکورہ اثر کے سراسر خلاف ہیں۔

نمبر ۳۱۳ میں حمانی مجروح ہے، جیسا کہ نمبر ۳۰۴ کے تحت گزر چکا ہے۔

نمبر ۳۱۴ میں اشعث بن سوار ضعیف ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۳۱۳)

نمبر ۳۱۵ تا ۳۱۷ میں ابن فرقد مجروح و ضعیف ہے۔ (دیکھئے نمبر ۳۰۵ کا جواب)

نمبر ۳۱۸ تا ۳۲۰ میں اصحاب عبداللہ اور اصحاب علی کا نام مذکور نہیں ، یعنی یہ تمام نامعلوم شاگرد مجہول تھے۔ (دیکھئے نورالعینین ص ۳۱۲)

نمبر ۳۲۱ میں اسماعیل بن ابی خالد مدلس ہیں اور سماع کی تصریح نہیں۔ اسماعیل رحمہ اللہ کی تدلیس کے لئے دیکھئے احسن الکلام (ج ۲ ص ۱۳۵، طبع دوم)

بعد میں احسن الکلام والی عبارت کو چپکے سے اُڑا دیا گیا ہے، جیسا کہ اس مضمون کے شروع میں نمبر ۱۰ کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

نمبر ۳۲۲ میں سفیان بن مسلم مجہول ہے۔ (دیکھئے نورالعینین ص ۳۱۴)

نمبر ۳۲۳ میں حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے۔ (دیکھئے نصب الرایہ ۱/ ۹۲)

اور مدلس بھی ہے۔ (دیکھئے نورالعینین ص ۳۱۴، اسماء المدلسین للسیوطی ص ۹۵)

نمبر ۳۲۴، ۳۲۵ میں جابر بن یزید الجعفی راوی ہے، جس کے بارے میں امام ابوحنیفہ نے فرمایا:" ما رأيت أحدًا أكذب من جابر الجعفي ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح " میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا اور عطاء بن ابی رباح سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔ (کتاب العلل للترمذی مع الجامع ص ۸۹۱ وسندہ حسن)

اس گواہی سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

۱: جابر جعفی کذاب تھا۔

۲: امام صاحب نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا تھا، لہٰذا وہ تابعی نہیں تھے۔

نمبر ۳۲۶ میں کسی تابعی کا قول نہیں بلکہ اسحاق بن ابی اسرائیل نام کا ایک راوی تھا جو ۱۵۰ھ میں پیدا ہوا تھا اور اس کے بارے میں امام بغوی نے فرمایا:

" ثقة مأمون ، إلا أنه كان قليل العقل " وہ ثقہ مامون لیکن کم عقل تھا۔

(تاریخ بغداد ۶/ ۳۶۱ ت ۳۳۸۳، سیر اعلام النبلاء ۱۱/ ۴۷۷)

تبع تابعین کے بعد ایک کم عقل ثقہ آدمی کی ذاتی رائے کی کیا حیثیت ہے؟!

نمبر ۳۲۷ میں مالکیوں کی مدوّنہ کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے جو کہ غیر ثابت اور ناقابلِ

حجت کتاب ہے۔

(دیکھئے العبر فی خبر من غبر ۲/۱۲۲، دوسرا نسخہ ۱/۴۴۳، اور القول المتین فی الجہر بالتامین ص ۸۷)

ان آصفی آثار کے مقابلے میں درج ذیل تابعین سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے:

(۱) محمد بن سیرین البصری (۲) ابو قلابہ البصری الشامی (۳) وہب بن منبہ الیمانی (۴) سالم بن عبداللہ بن عمر المدنی (۵) قاسم بن محمد بن ابی بکر المدنی (۶) عطاء بن ابی رباح المکی (۷) مکحول الشامی (۸) نعمان بن ابی عیاش المدنی الانصاری (۹) طاوس الیمانی (۱۰) سعید بن جبیر الکوفی اور (۱۱) حسن بصری وغیرہم رحمہم اللہ۔

(دیکھئے نور العینین ص ۳۱۶)

ثابت ہوا کہ مکہ، مدینہ، بصرہ، شام اور یمن سب مقامات پر رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین کیا جاتا تھا اور دورِ تابعین میں اس پر عمل جاری وساری تھا، لہٰذا رفع یدین مذکور کی منسوخیت یا متروکیت کا دعویٰ باطل ومردود ہے۔

انصاف پسند قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ نے دیکھ لیا، آصف لاہوری دیوبندی نے آلِ دیوبند کے ساتھ مل کر اپنے زعم باطل میں ''ترک رفع الیدین پر ۳۲۷ صحیح احادیث وآثار کا مجموعہ'' پیش کیا، حالانکہ اس سارے مجموعے کا خلاصہ صرف دو چیزیں ہیں:

۱: صحیح مرفوع وموقوف روایات لیکن ان میں ترکِ رفع الیدین کا نام ونشان نہیں، لہٰذا انھیں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے خلاف پیش کرنا غلط، باطل اور مردود ہے۔

۲: ضعیف ومردود سندوں سے مروی مرفوع وموقوف روایات، جن سے استدلال غلط، باطل اور مردود ہے۔

آصف صاحب اینڈ پارٹی نہ تو نبی کریم ﷺ سے ترکِ رفع الیدین صراحت اور صحیح

سند کے ساتھ ثابت کر سکے ہیں اور نہ کسی ایک صحابی سے رکوع سے پہلے اور بعد کی صراحت کے ساتھ صحیح یا حسن سند سے ترک کا کوئی ثبوت پیش کیا ہے، لہٰذا آصف صاحب کی یہ کتاب آصف اور آلِ دیوبند کی شکست فاش ہے، جبکہ رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین صحیح و حسن لذاتہ اسانید کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے بھی ثابت ہے اور صحابۂ کرام و جمہور تابعین عظام سے بھی ثابت ہے۔

رہ گیا ایک تابعی کا انفرادی وشاذ عمل تو اس کے مقابلے میں تابعین عظام کا جم غفیر ہے اور نبی کریم وصحابۂ کرام کے مقابلے میں ایک تابعی یا مجہول لوگوں کے عمل کی حیثیت ہی کیا ہے؟!

تفصیل کے لئے دیکھئے امام بخاری کی مشہور کتاب : جزء رفع الیدین اور راقم الحروف کی کتاب: نور العینین فی اثبات رفع الیدین، والحمد رب العالمین

(۸/ نومبر ۲۰۱۱ء)

امام ابوحنیفہ پر الیاس گھمن دیوبندی کا بہت بڑا جھوٹ اور بہتان

محمد الیاس گھمن دیوبندی نے امام ابوحنیفہ کے بارے میں کہا ہے:

''میں نعمان کے عقیدہ پر بات کرتا ہوں ...امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے عقیدہ بیان کیا...رب کی ذات کے بارے میں نعمان کا احناف کا عقیدہ یہ ہے ''اللہ ہر جگہ پر ہے'' صرف اللہ عرش پر نہیں ہے...ہم نے عقیدہ بیان کیا میں کہتا ہوں اللہ ہر جگہ پر ہے۔''

(خطباتِ گھمن ج ا ص ۲۰۰)

گھمن صاحب نے مزید کہا ہے:

''میں نے عرض کیا میرے امام کا عقیدہ ہے اللہ ہر جگہ پر ہے......''

(خطباتِ گھمن ج ا ص ۲۰۵)

الیاس گھمن صاحب اور تمام آلِ دیوبند سے مطالبہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سے مذکورہ عقیدے کا صحیح یا حسن سند سے ثبوت پیش کریں اور اگر نہ کر سکیں تو علانیہ توبہ کریں، ورنہ جان لیں کہ یہ آپ لوگوں کا بہت بڑا جھوٹ ہے اور امام ابوحنیفہ اس سے بری ہیں۔

بطورِ الزامی دلیل عرض ہے کہ حنفیوں کی بے کار سند کے ساتھ ابو مطیع البلخی کی طرف منسوب کتاب ''الفقہ الاکبر الابسط'' میں لکھا ہوا ہے:

''قال ابو حنیفة من قال لا اعرف ربی فی السماء او فی الارض فقد کفر لان اللہ تعالٰی قال الرحمن علی العرش استوی فان قال انه تعالٰی علی العرش استوی ولکنه یقول لاادری العرش افی السماء او فی الارض قال هو کافر لانه انکر کون العرش فی السماء لان العرش فی اعلی علیین وانه تعالٰی یدعی من اعلٰی لامن اسفل لان الاسفل لیس وصف الربوبیة والالوهیة فی شیٔ...''

ابوحنیفہ نے کہا: جس نے کہا کہ میں نہیں جانتا میرا رب آسمان پر ہے یا زمین پر تو اُس نے کفر کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رحمٰن عرش پر مستوی ہوا، پھر اگر اس نے کہا: اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا لیکن وہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا کہ عرش آسمان پر ہے یا زمین پر ہے۔ انھوں (ابوحنیفہ) نے کہا: وہ کافر ہے کیونکہ اس نے آسمان پر عرش کے ہونے کا انکار کیا ہے، کیونکہ عرش اعلیٰ علیین پر ہے اور اللہ تعالیٰ کو اوپر (سمجھ کر) پکارا جاتا ہے، نہ کہ نیچے سے (یعنی نیچے سمجھ کر پکارا نہیں جاتا)

نیچے ہونا ربوبیت اور الوہیت کی کوئی صفت نہیں۔ (ص ۴۴ مطبوعہ کتب خانہ نعمانیہ پشاور شہر)

فقہ ابسط کی مذکورہ عبارت قاضی صدرالدین علی بن ابی العز الحنفی کی مشہور کتاب شرح العقیدۃ الطحاویہ میں بعض اختلاف کے ساتھ موجود ہے۔ (ص ۳۲۲-۳۲۳)

حافظ ذہبی نے بھی اس عبارت کو بعض اختلاف کے ساتھ بلغنا کہہ کر اپنی مشہور کتاب العلو للعلی الغفار (ج ۲ ص ۹۳۵ رقم ۳۳۲) میں نقل کیا ہے۔

کیا فرقۂ دیوبندیہ میں ایک بھی سنجیدہ عالم موجود نہیں جو محمد الیاس گھمن صاحب کو امام ابوحنیفہ پر کذب وافترا اور بہتان باندھنے سے روکے؟! الیس منکم رجل رشید ؟

(۱۳/ جنوری ۲۰۱۲ء مکتبۃ الحدیث حضرو)

الیاس گھمن صاحب کے قافلے (جلد ۶ شمارہ نمبر ۱) کا جواب

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علٰی آخر النبیین و رضي اللّٰہ عن أصحابہ أجمعین و رحمۃ اللّٰہ علٰی من تبعھم باحسان إلٰی یوم الدین، أما بعد:

محمد الیاس گھمن صاحب کے رسالے ''قافلۂ حق سرگودھا'' (جلد ۶ شمارہ: ۱، بمطابق جنوری فروری مارچ ۲۰۱۲ء) میں اہلِ حق کے خلاف دیوبندی اعتراضات، نیز باطل استدلالات کے مدلل اور دندان شکن جوابات پیشِ خدمت ہیں:

۱) گھمن صاحب نے لکھا ہے:

''امام اعظم ابوحنیفہ (م 150ھ) کے بارے میں منقول ہے کہ آپؒ ناسخ اور منسوخ احادیث کے پرکھنے میں بہت ماہر تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری عمل کے حافظ تھے۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری ص ۱۱)'' (قافلہ ج ۶ شمارہ: ۱ ص ۳)

سنجیدہ قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ صیمری والی روایت مذکورہ کی سند میں احمد (بن الصلت الحمانی) راوی کذاب ہے۔

امام ابن عدی نے فرمایا: میں نے جھوٹے لوگوں میں اتنا بے حیا دوسرا کوئی نہیں دیکھا۔

امام دارقطنی وغیرہ نے فرمایا: وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

حافظ ذہبی نے فرمایا: ''کذاب وضاع'' وہ بڑا جھوٹا (اور) حدیثیں گھڑنے والا ہے۔

(اس راوی پر دیگر شدید جرح کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۷ ص ۱۲۔۱۳)

ثابت ہوا کہ یہ سند موضوع (من گھڑت) ہے، جسے گھمن صاحب نے بطورِ حجت پیش کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ گھمنی قافلے کا اوڑھنا بچھونا کذاب وافتراء اور جھوٹی روایات کی ترویج ہے۔

۲) گھمن صاحب نے مولانا معراج ربانی صاحب حفظہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

''ان کی تلبیسات کا جواب دے کر اسے خاموش کرایا گیا۔'' (قافلہ ۶/۱ص ۵)

یہ نام نہاد جواب دراصل جواب نہیں بلکہ تھانوی صاحب کے مذکورہ قاعدے والا جواب ہے۔ تھانوی صاحب نے کہا تھا: ''...اس لئے کہ جواب تو ہر بات کا ہے خواہ صحیح ہو یا غلط'' (الافاضات الیومیہ ج ۸ص ۱۶، ملفوظات حکیم الامت ج ۸ص ۴۱)

مولانا معراج ربانی صاحب حفظہ اللہ کی اصل کیسٹیں دیکھ کر یہی ثابت ہوتا ہے کہ گھمن صاحب اُن کے جواب کی کوشش میں اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ سخت ناکام ہیں اور محترم سید توصیف الرحمٰن صاحب الراشدی حفظہ اللہ کے خلاف اُن کے باطل جواب کی بھی یہی حیثیت ہے۔

گھمن صاحب نے طارق جمیل صاحب کو ''عالمی مبلغ حضرت'' لکھا ہے، لہٰذا اُن کی ''خدمت'' میں عرض ہے کہ طارق جمیل صاحب کے خلاف دیوبندی ''مفتی'' محمد عیسیٰ خان صاحب کی کتاب: ''کلمة الهادی الی سواء السبیل فی جواب من لبس الحق بالاباطیل '' کا ضرور مطالعہ کریں اور طارق جمیل صاحب کا آنجہانی ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب کے بارے میں درج ذیل فیصلہ آپ قافلۂ باطل میں موٹی سرخی کے ساتھ شائع کریں:

''مولانا صفدر صاحبؒ ان کے لہجے میں بہت زیادہ سختی تھی اور بہت زیادہ شدت تھی۔''

(کلمۃ الہادی ص ۲۵۶۔۲۵۷)

ساڑھے تین سو سے زیادہ صفحات کی اس کتاب کے علاوہ ''مجلہ المصطفیٰ، بہاولپور'' کا سرفراز خان صفدر نمبر بھی آلِ دیوبند کے لئے قابلِ مطالعہ ہے۔ مثلاً دیکھئے ص ۲۵۷۔۲۵۸

عبدالقدوس قارن اور سعید احمد جلالپوری دیوبندی کی نظرِ ثانی کے ساتھ سرفراز حسن خان حمزہ احسانی دیوبندی نے الیاس گھمن صاحب کے بارے میں لکھا ہے:

''اندازِ بیان کی سختی... طرزِ تحریر کی ترشی'' (المصطفیٰ کا سرفراز خان صفدر نمبر ص ۲۷۴۔۲۷۵)

احسانی دیوبندی صاحب نے مزید لکھا ہے: ''...جب بندہ نے ''قافلہ حق'' کا مطالعہ

کیا تو اکابرین کے طرز کے مطابق نہ پایا۔'' (ص ۲۷۶)

اگر اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت والجماعۃ کے خلاف گھمنی قافلے کی گالیاں اور گھٹیا عبارات اکھٹی کی جائیں تو ''گالی نامہ'' کے عنوان سے ایک طویل مضمون یا رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔

۳) رضوان عزیز صاحب نے ماہنامہ الحدیث (یعنی اشاعۃ الحدیث) حضرو سے درج ذیل عبارت نقل کر کے، اس کے مفہوم میں تحریف کرنے کی کوشش کی ہے:

''اصول کی بنا پر اہلِ حدیث کے نزدیک ہر ذی شعور مسلمان کو حق حاصل ہے کہ وہ جملہ افراد امت کے فتاویٰ، ان کے خیالات کو کتاب وسنت پر پیش کرے جو موافق ہوں سر آنکھوں پر تسلیم کرے ورنہ ترک کرے۔..'' (الحدیث:۵۹ ص ۴۷ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث: ج۱ص ۶)

مولانا علی محمد سعیدی رحمہ اللہ کی ''ذی شعور مسلمان'' سے مراد نااہل حضرات نہیں بلکہ اہلِ علم اور اہل اشخاص ہیں، لہٰذا رضوان عزیز صاحب کا اعتراض باطل ہے۔

۴) فتاویٰ شامی ایسی کتاب ہے جس کے حوالوں سے فتاویٰ دار العلوم دیو بند نامی کتاب بھری پڑی ہے اور اس فتاویٰ شامی میں لکھا ہوا ہے کہ ''ناپاک چیز سے علاج کرنا جائز ہے' صاحب ہدایہ نے تجنیس میں یہی اختیار کیا ہے، انھوں نے کہا اگر کسی آدمی کی نکسیر پھوٹ گئی اور اس نے خون کے ساتھ اپنی ناک اور پیشانی پر سورۂ فاتحہ کو لکھ دیا تو یہ طلب شفاء کے لیے جائز ہے، اور اگر یہ یقین ہو کہ پیشاب کے ساتھ لکھنے سے شفا ہوگی تو پیشاب کے ساتھ لکھنا بھی جائز ہے، لیکن یہ منقول نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ طلب شفاً کی وجہ سے حرمت ساقط ہو جاتی ہے، جیسے بھوکے اور پیاسے کے لئے خنزیر کھانا اور شراب پینا حرام نہیں ہے۔''

(ردالمختار ج ۱ ص ۱۹۴، بحوالہ شرح صحیح مسلم للسعیدی ج ۶ ص ۵۵۶۔۵۵۷)

عبارت مذکورہ کو رضوان عزیز نے ابوبکر اسکارف (اسکاف) کا مذہب قرار دیا ہے۔ (ص ۱۲)

عرض ہے کہ ابوبکر الاسکاف مشہور حنفی فقیہ تھا، جس کے بہت سے حوالے فقہ حنفی کی کتابوں میں موجود ہیں۔

فقیر محمد جہلمی نے لکھا ہے: ''اپنے وقت کے امام اور فقیہ جلیل القدر تھے۔''

(حدائق الحنفیہ ص ۱۹۲)

بلکہ خود رضوان عزیز نے بھی اسکاف مذکور کو ''امام'' لکھا ہے۔(ص ۱۲)

فقہ حنفی کے اس ''جلیل القدر امام'' کے مذکورہ فتوے پر غلام رسول سعیدی بریلوی نے درج ذیل تبصرہ لکھا ہے:

''میں کہتا ہوں کہ خون پیشاب کے ساتھ سورۂ فاتحہ لکھنے والے کا ایمان خطرہ میں ہے۔''

(شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۵۵۷)

جس کا ایمان خطرے میں ہے، اسے ''امام'' قرار دینا رضوان عزیز جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔

محمد تقی عثمانی صاحب کا یہ کہنا کہ ''میں نے ایسا کوئی فتویٰ نہیں دیا پیشاب یا کسی بھی نجاست سے قرآن کریم کی کوئی آیت لکھنا بالکل حرام ہے اور میں معاذ اللہ اسے جائز قرار دینے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔''

میں کہتا ہوں کہ خود محمد تقی عثمانی دیوبندی صاحب نے بغیر کسی رد کے صاحب الہدایہ سے نقل کیا ہے کہ **"إذا سال الدم من أنف إنسان يكتب فاتحة الكتاب بالدم علٰى جبهته وأنفه ، يجوز ذلك الاستشفاء والمعالجة. ولو كتب بالبول إن علم أن فيه شفاء لا بأس بذلك ، لكنه لم ينقل .وهذا لأن الحرمة ساقطة عند الاستشفاء .ألا ترى أن العطشان يجوز له شرب الخمر والجائع يحل له أكل الميتة "** (تکملہ فتح الملہم ج ۴ ص ۳۰۲ طبعہ اولیٰ صفر ۱۴۲۲ھ)

ایک غلط بات لکھ کر اس کا انکار کرنا مکر جانا کہلاتا ہے اور دوسرے الفاظ میں یہ کذب بیانی، دھوکا اور فراڈ ہے۔تقی عثمانی صاحب کو چاہئے تھا کہ اپنی لکھی ہوئی بات سے رجوع کرتے اور اپنی تحریر کو بھول کر اس کا انکار نہ کرتے۔

تنبیہ: قافلۂ باطل والوں سے مطالبہ ہے کہ تقی عثمانی صاحب کی مذکورہ عربی عبارت کا ترجمہ اپنے قافلے میں شائع کریں اور عوام کی خدمت میں عرض ہے کہ اس عبارت

کا تقریباً وہی مفہوم ہے جو غلام رسول سعیدی صاحب کے قلم سے اس فقرے کے آغاز میں لکھ دیا گیا ہے۔

۵) عبداللہ معتصم دیوبندی نے لکھا ہے: ''مروجہ اونی یا سوتی جرابوں پر مسح جائز نہیں''
(قافلہ ص۲۰ ج۶ ش۱)

عرض ہے کہ جرابوں پر مسح کرنا پانچ صحابہ کرام سے ثابت ہے اور ابن قدامہ نے کہا: اس پر اجماع ہے۔ (دیکھئے میری کتاب: ہدیۃ المسلمین ص ۱۸۔۱۹ ح ۴)

ان شاء اللہ اس موضوع پر ایک مفصل مضمون لکھا جائے گا۔

۶) ایک نامعلوم راوی حجاج سے ایک روایت میں ہے آیا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ (دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۹۰ ص ۸۔۱۰)

رضوان عزیز صاحب تو حجاج کا تعین ثابت نہیں کر سکے مگر مستدرک (ح ۸۵۶۶) کے ایک حوالے سے یہ لکھ دیا ہے: ''لہٰذا معلوم ہوا کہ امام ذہبی نے اپنی سابقہ جرح سے رجوع فرما لیا تھا'' (قافلہ ج۶ ش۱ ص۴۰)

حالانکہ حجاج بن الاسود بلاشبہ ثقہ ہیں لیکن سند مذکور میں یہ صراحت نہیں کہ حجاج سے مراد ابن الاسود ہے، لہٰذا رضوان عزیز صاحب کی ساری کوشش تصوراتی سراب سے زیادہ کچھ نہیں اور نہ اس سلسلے میں حافظ ذہبی کے کسی رجوع کا کوئی نام و نشان ہے۔

''ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ'' والی غلطی کتابت کی غلطی ہے، جس کا اعلان ۳۰/ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو لکھا گیا تھا اور الحدیث حضرو شمارہ نمبر ۹۱ (دسمبر ۲۰۱۱ء) میں چھپ چکا ہے۔ (ص ۵۶)

لہٰذا رضوان عزیز کا طعنہ مردود ہے۔

کھمنی قافلے والوں سے عرض ہے کہ ذرا اپنی آنکھیں کھول کر رکھیں!

۷) راقم الحروف کا یہ موقف ہے کہ موجودہ جماعتوں کی کوئی شرعی حیثیت نہیں اور اہلِ حدیث علماء و عوام کو چاہئے کہ وہ ان جماعتوں کو چھوڑ کر ایک دوسرے سے اسلامی محبت کا رشتہ قائم کریں۔ مدارس و مساجد اور علمائے حق سے رابطہ رکھیں اور اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت

علماء کا مکمل احترام کریں۔

یہی وہ منہج ہے جس پر قائم رہ کر تمام اہلِ حدیث کو متحد کیا جا سکتا ہے۔

اس سلسلے میں رضوان عزیز نے اپنی سبائی شتامی زبان میں توضیح الاحکام (۱/۱۷۵) کا ایک حوالہ پیش کر کے دیوبندی منطق اور یونانی فلسفہ وکلام کو استعمال کیا ہے۔

رضوان عزیز نے راقم الحروف کے بارے میں لکھا ہے:

''اب پتہ چلا ہے حضرو سے بھی مفرور ہے۔'' (قافلہ ج۶ ش۱ ص۶۱)

عرض ہے کہ میں آپ لوگوں کے قریب، سرگودھا شہر میں موجود ہوں اور محترم سید محمد سبطین شاہ نقوی حفظہ اللہ کے زیرِ انتظام جامعہ امام بخاری (مقام حیات) میں حدیث و اصولِ حدیث پڑھا رہا ہوں اور اس بارے میں بعض اہلِ حدیث رسالوں میں اعلانات بھی چھپ چکے ہیں۔

۸) محمد کلیم اللہ دیوبندی نے رپورٹ دیتے ہوئے لکھا ہے:

''معجم کبیر طبرانی میں موجود ہے حضرت علی نے سوال کیا یا رسول اللہ اگر کوئی مسئلہ پیش آجائے جس بارے میں نہ تو کرنے کا حکم ہو اور نا ہی چھوڑنے کا ذکر ہو تو ہم کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تشاورون الفقهاء تم فقہاء سے مشاورت کرو۔'' (قافلہ ۶/۱ ص۵۳)

یہ روایت ہمارے علم کے مطابق معجم کبیر میں نہیں بلکہ المعجم الاوسط للطبرانی (۲/۳۶۸ ح۱۶۴۱) میں ہے۔ (نیز دیکھئے مجمع الزوائد ۱/۱۷۸، اور کنز العمال: ۴۱۸۸)

اس کی سند میں ولید بن صالح مجہول الحال ہے۔ نیز دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی (۱۰/۴۳۳ ح۴۸۵۴)

یاد رہے کہ حوالے میں اس طرح کی غلطی کو قافلۂ باطل والے جھوٹ قرار دیتے ہیں، لہٰذا وہ اپنے ہی قاعدے واصول کی زد میں ہیں۔

۹) عظیم گل محمدی (دیوبندی) نے حدائق الحنفیہ (ص ۷۰) کے حوالے سے ایک قصہ لکھا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس عورت کا پیٹ چیر کر زندہ بچہ نکالنے کا

فتویٰ دیا تھا، جو عورت دورانِ حمل میں فوت ہوگئی تھی۔ الخ (قافلہ ۶/۱ص ۵۶)

گھمن صاحب سے لے کر تمام آلِ دیوبند سے یہ مطالبہ ہے کہ اس قصے کی صحیح یا حسن لذاتہ سند پیش کریں، ورنہ امام ابو حنیفہ پر جھوٹ بول کر شائع کرنا حنفیت کی خدمت نہیں، بلکہ دیوبندیت کا کذب وافتراء ہے۔

۱۰) محمد اشفاق ندیم (دیوبندی) نے کسی ''درنایاب'' کے حوالے سے امام ابو حنیفہ کے بارے میں ایک بدو کا قصہ لکھا ہے: بواوام بواوین... الخ (قافلہ ۶/۱ص ۶۲)

گھمن صاحب سے لے کر تمام آلِ دیوبند سے یہ مطالبہ ہے کہ اس قصے کی صحیح یا حسن لذاتہ سند پیش کریں، ورنہ امام ابو حنیفہ پر جھوٹ بول کر شائع کرنا حنفیت کی خدمت نہیں، بلکہ دیوبندیت کا کذب وافتراء ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ عبدالغفار... دیوبندی صاحب تو قافلۂ باطل سے نو دو گیارہ ہو چکے ہیں اور تازہ شمارے میں ننھے اوکاڑوی (محمود عالم صفدر) سے اعلان براءت ہے۔ (ص ۶۴)

ان شاء اللہ باطل کے یہ ستون اسی طرح گرتے رہیں گے۔ واللہ اعلم

(۱۳/ جنوری ۲۰۱۱ء مکتبۃ الحدیث حضرو)

عباس رضوی صاحب جواب دیں!

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہ الأمین،أما بعد:

عباس رضوی نامی ایک رضاخانی لامذہب نے اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت سے خود ساختہ بارہ سوالات کئے تھے،جنھیں کسی حافظ ولید رانا نے ملتان سے راقم الحروف کے پاس روانہ کیا،تا کہ ان کا جواب لکھا جائے۔

سوالات موصول ہونے کے دوسرے دن (۱۴/ستمبر ۲۰۰۸ء) اہلِ حدیث کے منہج (قرآن، حدیث، اجماع اور اجتہاد) کو مدنظر رکھ کر ان رضاخانی سوالات کا جواب لکھا گیا جو ماہنامہ الحدیث حضرو:۵۶ (جنوری ۲۰۰۹ء) میں شائع ہوا۔اس جواب میں راقم الحروف نے رضاخانی سوالات کے جوابات لکھنے کے ساتھ اہلِ حدیث کی طرف سے بارہ (۱۲) سوالات لکھے اور مطالبہ کیا:''آخر میں عرض ہے کہ بریلویوں کے سوالات مکمل نقل کر کے اُن کے مطابقِ سوالات جوابات لکھے گئے ہیں اور اس مضمون کا صرف وہی جواب قابلِ مسموع ہوگا جس میں سارے مضمون کو نقل کر کے اس کے ہر سوال کے مطابق جواب لکھا جائے۔''

(الحدیث:۵۶ص ۴۸)

جب رضاخانیوں کو سانپ سونگھ گیا اور کسی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو مجبوراً ایک اشتہار شائع کرنا پڑا:''عباس رضوی صاحب کہاں ہیں؟ جواب دیں!''

(الحدیث:۸۷ص ۴۹،نومبر ۲۰۱۰ء)

ایک اہم بات: اہلِ حدیث (اہلِ سنت) کے نزدیک قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ اور ثابت شدہ اجماع شرعی حجت ہیں۔احادیث سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے،لہٰذا اہلِ حدیث کے نزدیک ہر سوال کا جواب ادلۂ ثلاثہ اور اجتہاد سے جائز ہے۔اجتہاد کی کئی اقسام ہیں مثلاً:نص پر قیاس، عام دلیل سے استدلال ، اولیٰ کو ترجیح ، مصالح مرسلہ اور آثارِ سلف

صالحین وغیرہ۔ اہلِ حدیث کے اس منہج کو ماہنامہ الحدیث حضرو میں بار بار واضح کر دیا گیا ہے، مثلاً دیکھئے الحدیث نمبر ۱ص ۴، ۵

اہلِ حدیث کے اس منہج کے مقابلے میں بریلویہ اور دیوبندیہ دونوں کے نزدیک آنکھیں بند کر کے اندھی اور بے دلیل تقلید حجت ہے۔ احمد رضا خان بریلوی نے ایک رسالہ لکھا ہے: ''اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام اس امر کی تحقیقِ عظیم کہ فتویٰ ہمیشہ قولِ امام پر ہے۔'' (دیکھئے فتاویٰ رضویہ طبع جدید ج ۱ص ۹۵ طبع قدیم ج ۱ص ۳۸۱)

احمد یار خان نعیمی بدایونی لکھتے ہیں: ''اب ایک فیصلہ کن جواب عرض کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہمارے دلائل یہ روایات نہیں۔ ہماری اصل دلیل تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ ہم یہ آیت واحادیث مسائل کی تائید کے لئے پیش کرتے ہیں۔ احادیث یا آیات امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیلیں ہیں۔'' (جاء الحق طبع قدیم حصہ دوم ص ۹۱، آٹھواں باب)

معلوم ہوا کہ بریلویوں پر یہ ضروری ہے کہ وہ تمام مسائل میں سب سے پہلے باسند صحیح امام ابو حنیفہ کا قول پیش کریں اور بعد میں باسند صحیح بذریعہ امام ابو حنیفہ: ادلۂ اربعہ سے استدلال پیش کریں اور اگر نہ کر سکیں تو وہ اپنے دعویٔ تقلید میں کاذب ہیں۔

بذریعۂ امام ابو حنیفہ کا مطلب یہ ہے کہ جو حدیث بھی پیش کریں، وہ امام ابو حنیفہ کی سند سے ہو، کیونکہ یہ لوگ یوسفی وشیبانی نہیں بلکہ صرف امام ابو حنیفہ کی تقلید کے دعویدار ہیں اور محدثینِ کرام سے حدیث لینا ان لوگوں کے نزدیک تقلید ہے۔!

اہلِ حدیث اپنے عقیدے اور منہج کے مطابق ادلۂ اربعہ سے بذریعہ محدثینِ کرام اور علمائے حق (سلف صالحین کے فہم کو مدِنظر رکھتے ہوئے) جواب دینے کے پابند ہیں۔

اب سوال کی مناسبت سے چند تنبیہات پیشِ خدمت ہیں:

۱: صحیح حدیث کی طرح حسن لذاتہ بھی حجت ہے۔

۲: ہر جواب کا صریح ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر مقابلے میں خاص دلیل نہ ہو تو عام دلیل سے بھی استدلال جائز ہے۔

۳: مرفوع حدیث حجتِ دائمہ ہے، لیکن موقوف آثار سے بھی استدلال جائز ہے، بشرطیکہ مقابلے میں صریح دلیل نہ ہو۔

۴: غیر محتمل والی شرط فضول ہے، کیونکہ ہر فریق دوسرے کی دلیل میں احتمال ہی احتمال نکال لیتا ہے بلکہ بریلویت و دیوبندیت کی بنیاد ہی احتمالات، تاویلاتِ فاسدہ اور اکابر کی اندھی تقلید پر ہے۔ (دیکھئے الحدیث حضرو: ۵۶ ص ۳۷۔۳۸)

اب ایک رضاخانی لامذہب کی طرف سے ''براہینِ رضوی'' نامی ایک کتاب شائع ہوئی ہے، جس میں بارہ سوالات میں سے صرف سوال نمبر ۸ کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے اور باقی گیارہ سوالات کو غالباً گیارھویں کا دودھ سمجھ کر پی لیا گیا ہے اور یہ وضاحت بھی نہیں کی گئی کہ عباس رضوی نے مذکورہ سوالات کے جوابات سے راہِ گریز کیوں اختیار کی؟

رضاخانی نے راقم الحروف اور اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کو جن رضاخانی گالیوں سے نوازا ہے، اس کی ہلکی سی جھلک درج ذیل ہے:

۱: ''اے نومولود مُفتری!'' (براہینِ رضوی ص ۳)

۲: ''تم اہلِ خبیثوں کی گستاخیوں اور....'' (ص ۴)

۳: ''اے مراقی!'' (ص ۴)

۴: ''تجھ جیسے نابکار، جاہلِ مطلق'' (ص ۶)

۵: ''آپ جناب جیسے جنم جنم کے ڈرپوک گیدڑ'' (ص ۷)

۶: ''اے کذّاب و مُفتری!'' (۹)

۷: ''اے مختل الحواس!'' (ص ۷) وغیرذلک

نبی کریم ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے کہ منافق کی چار نشانیاں ہیں:

((وإذا خاصم فجر .)) اور جب جھگڑا کرے تو بدکلامی کرے اور حد سے تجاوز کرے۔

(صحیح بخاری: ۳۴، غلام رسول سعیدی کی نعمۃ الباری ۱/ ۲۳۵)

چشتی کے لقب سے ملقب رضاخانی لامذہب نے سابقہ اکاذیب و افتراءات کی طرح

مزید کذب وافتراء اور بہتان سے بھی کام لیا ہے۔ مثلاً:

۱: ''اے مفرورِ گوجرانوالہ!'' (۳)

۲: ''موقوف تو جناب کے ہاں قابلِ حجت ہی نہیں۔'' (۳۴)

اور منافق کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔

تنبیہ: رضاخانی نے اہلِ حدیث پر اُصول وفروع میں تقلید نہ کرنے کی وجہ سے ''لامذہب'' کا مرکب فٹ کیا ہے، جبکہ احمد یار نعیمی رضاخانی نے لکھا ہے: ''عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔'' (جاء۔۔۔۔ح ا ص ۱۷، تقلید: دوسرا باب)

اس سے ثابت ہوا کہ رضاخانی فرقے والے عقائد میں ''غیر مقلد'' ہیں، لہٰذا وہ اپنے خودساختہ اصول ہی سے ''لامذہب'' ہیں۔

گیارہ سوالات سے آنکھیں بند کر کے رضاخانی نے صرف سوال نمبر ۸ کا جو جواب لکھا ہے، اس کا جواب الجواب درج ذیل ہے:

احمد رضا خان بریلوی کا یہ دعویٰ ہے کہ شمالی ہوا نے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بانجھ کر دیا۔ (دیکھئے ملفوظات حصہ ۴ ص ۴۱۹ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور)

رضاخانی دشنام طراز نے اپنے گالی نامے میں اس کی کوئی دلیل قرآن، حدیث یا اجماع سے پیش نہیں کی، بلکہ چند تابعین کے اقوال اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک موقوف روایت دو سندوں سے پیش کی ہے:

۱: ایک سند میں امام حفص بن غیاث ثقہ ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔

(دیکھئے طبقات ابن سعد ۶/ ۳۹۰، کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۲/ ۱۸۵، فقرہ: ۱۹۴۱)

عباس رضوی نے ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اس روایت میں ایک راوی امام اعمش ہیں جو کہ اگرچہ بہت بڑے امام ہیں لیکن مدلس ہیں اور مدلس راوی جب عن سے روایت کرے تو اس کی روایت بالاتفاق مردود ہوگی۔'' (واللہ آپ زندہ ہیں ص ۲۵۱)

مذکورہ روایت بھی عن سے ہے، لہٰذا رضاخانی اصول کے مطابق بالاتفاق مردود ہے۔

۲: دوسری سند میں عدی بن الفضل التیمی البصری متروک ہے۔ دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم (۴/۷ت ۱۱) کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی (۴۴۰) سوالات البرقانی (۴۰۰) کتاب المعرفۃ والتاریخ (۲/۱۲۲) اور تقریب التہذیب (۴۵۴۵)

حافظ ذہبی نے اسے ہالک اور ساقط کہا۔ (تلخیص المستدرک ۳/۵۸۷ ح ۶۴۸۱، ۴/۳۱۱ ح ۷۸۶۳)

مطالبہ یہ تھا کہ ''کون سی صحیح حدیث میں لکھا ہوا ہے؟'' لیکن رضاخانی لامذہب نے صحیح حدیث کے بجائے مردود اور متروک سندوں سے مروی ایک موقوف روایت پیش کر دی۔!

تنبیہ: اقتدار احمد نعیمی بریلوی نے لکھا ہے: ''اور ضعیف روایت پر اعتماد نہیں ہوتا۔ نہ اُن سے دلیل پکڑنی جائز ہے۔'' (العطایا الاحمدیہ ۲/۱۳۶)

احمد رضا خان بریلوی نے ایک حدیث کے بارے میں کہا:

''اقول یہ حدیث بھی لائقِ احتجاج نہیں۔

اولاً اس کی سند ضعیف ہے۔'' (فتاوی رضویہ ۲۲/۲۷۹)

رہے عکرمہ وغیرہ تابعین سے مروی اقوال یعنی مقطوع روایات، تو عرض ہے کہ احمد رضا خان بریلوی نے کہا: ''ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی یا شیبانی'' (ملفوظات حصہ دوم ص ۱۴۴)

جب یوسفی وشیبانی نہیں تو ''عکرمی'' کب سے ہو گئے؟!

شمالی ہوا کے حکم الٰہی سے انکار کرنے کی دلیل پر آلِ بریلی درج ذیل دلائل پیش کر سکتے ہیں:

۱: قرآن مجید

۲: صحیح حدیث

۳: اجماع

۴: امام ابوحنیفہ کا اجتہاد

جبکہ ان لوگوں کے پاس ان چاروں میں سے ایک دلیل بھی نہیں، لہٰذا عکرمہ وغیرہ

تابعین کے اقوال کی بنیاد پر یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ شمالی ہوا نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکار کر دیا تھا۔!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن الريح من رَوح الله تأتي بالرحمة و تأتي بالعذاب فلا تسبوها و سلوا الله من خيرها واستعيذوا بالله من شرها)) بے شک ہوا اللہ کی رحمت سے ہے، رحمت لاتی ہے اور عذاب لاتی ہے، پس اسے بُرا نہ کہو اور اللہ سے اس کی خیر طلب کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔ (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۵۷۰۲ دوسرا نسخہ: ۵۷۳۲ وسندہ صحیح، ورواہ ابو داود: ۵۰۹۷، وابن ماجہ: ۳۷۲۷ وصححہ الحاکم ۴/۲۸۵ ووافقہ الذہبی، وانظر المشکوۃ: ۱۵۱۶)

ہوا کو بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اسی نے اسے مسخر کیا ہوا ہے۔

مثلاً دیکھئے سورۃ الذاریات (۴۱) اور سورۃ الحاقہ (۷)

کیا ہوا بھی مکلّف ہے جو اسے قوتِ اختیاری عطا کی گئی ہے؟

نبی کریم ﷺ کی حدیث مذکور اور قرآن کے مقابلے میں کسی تابعی کے قول کی کیا حیثیت ہے؟ جبکہ غلام رسول سعیدی بریلوی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک موقوف روایت کے بارے میں لکھا ہے:

''اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی انفرادی رائے ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی صریح ممانعت کے مقابلہ میں حجت نہیں ہے۔'' (نعمۃ الباری ۱/۸۰۰)

عرض ہے کہ جب آلِ بریلی کے نزدیک سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت حجت نہیں تو عکرمہ وغیرہ تابعین کے اقوال، جن کے بارے میں امکان ہے کہ اہلِ کتاب یعنی اسرائیلیات وغیرہ سے ماخوذ ہوں، کس طرح قرآن وحدیث کے مقابلے میں حجت ہو سکتے ہیں؟ اور یوسفی وشیبانی نہ کہلانے والا شخص (جو اپنے آپ کو حنفی سمجھتا ہے) کس طرح ان سے استدلال کر سکتا ہے؟

اقتدار احمد نعیمی بریلوی نے لکھا ہے: ''فقط ابن عباس کا ذاتی قول معتبر وقابل قبول

نہیں ہے عقیدت میں تو مانا جا سکتا ہے مگر حقیقت میں نہیں'' (العطایا الاحمدیہ ۳/۳۳۸)

جب رضا خانیوں کے نزدیک صحابی کا قول حجت نہیں، معتبر و قابلِ قبول نہیں اور عقائد میں خبر واحد حجت نہیں تو وہ کس منہ سے عکرمہ وغیرہ تابعین کے اقوال کو حجت اور قابلِ قبول بنانے میں مگن ہیں؟!

سوال نمبر ۸ میں ''صحیح حدیث'' کا مطالبہ تھا، لہٰذا کچھ ہمت کریں اور نبی کریم ﷺ کی کوئی صحیح حدیث (چاہے خبر واحد ہو) پیش کریں، ورنہ جس طرح سماک بن حرب کے بارے میں مدلس لکھنا اپنی خطا و غلطی تسلیم کر لیا ہے۔ (دیکھئے براہینِ رضوی ص ۵۲)

اسی طرح شمالی ہوا کے بارے میں بھی مذکورہ عبارت کا خطا و غلطی ہونا تسلیم کریں۔!

عباس رضوی کے بارہ سوالات مکمل نقل کرنے کے ساتھ ان کے جوابات اہلِ حدیث منہج کے سو فیصد مطابق لکھے گئے تھے اور ہر جواب کے ساتھ ایک سوال کیا گیا تھا، اس حساب سے اہلِ حدیث کے بارہ جوابی سوالات تھے جو کہ درج ذیل ہیں:

اہلِ حدیث کا سوال نمبر۱: قنوتِ وتر کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے: ''جو شخص قنوت بھول کر رکوع میں چلا جائے تو اُسے جائز نہیں کہ پھر قنوت کی طرف پلٹے بلکہ حکم ہے کہ نماز ختم کر کے اخیر میں سجدہ سہو کرے'' الخ (فتاویٰ رضویہ طبع جدید ج ۸ ص ۲۱۹)

یہ حکم کہ قنوت بھولنے والا سجدۂ سہو کرے گا، کس حدیث یا دلیل سے ثابت ہے؟

باسند صحیح بذریعہ امام ابوحنیفہ ثابت کریں۔!

تنبیہ: بریلویہ اور دیوبندیہ سے اہلِ حدیث کا اختلاف ایمان و عقائد میں ہے، لیکن فی الحال پہلے سوال کے جواب میں ویسا ہی سوال پیشِ خدمت ہے، جیسا سوال اہلِ حدیث سے کیا گیا ہے۔

اہلِ حدیث کا سوال نمبر۲: ہماری ذکر کردہ مرفوع حدیث اور اثرِ صحابی کے مقابلے میں بریلوی و دیوبندی حضرات نمازِ جنازہ کی ساری تکبیرات پر رفع یدین نہیں کرتے۔ اس عمل کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ بذریعہ امام ابوحنیفہ پیش کریں۔!

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۳: محمد امجد علی بریلوی جنازے کے بارے میں لکھتے ہیں:
''اگر ایک ولی نے نماز پڑھادی تو دوسرے اولیا اعادہ نہیں کر سکتے''

(بہارِ شریعت حصہ چہارم ص ۸۵)

معلوم ہوا کہ بریلویوں کے نزدیک اگر ولی نمازِ جنازہ پڑھ لے تو دوبارہ (نمازِ جنازہ) نہیں ہو سکتی۔ نیز دیکھئے فتاویٰ رضویہ (ج ۹ ص ۲۶۹)

احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے: ''جبکہ آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ نماز غائب و تکرارِ نمازِ جنازہ دونوں ہمارے مذہب میں ناجائز ہیں اور ہر ناجائز گناہ ہے اور گناہ میں کسی کا اتباع نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۶۷)

بذریعہ امام ابوحنیفہ وہ دلیل پیش کریں جس میں نبی کریم ﷺ نے دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنے کو ناجائز اور گناہ قرار دیا ہے یا نمازِ جنازہ کی تکرار سے منع فرمایا ہے۔

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۴: بریلویوں اور دیوبندیوں کی معتبر کتاب فتاویٰ شامی میں لکھا ہوا ہے کہ ''من صلّی و في كمه جرو تجوز صلاته وقيده الفقيه أبو جعفر الهندواني بكونه مشدود الفم'' جو شخص نماز پڑھے اور اس کی آستین میں (کُتے کا) پلاّ ہو، اس کی نماز جائز ہے اور فقیہ ابوجعفر الہندوانی نے یہ شرط لگائی ہے کہ اُس کا منہ بندھا ہوا ہونا چاہئے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۱۵۳ مطبوعہ: مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، پاکستان)

بذریعہ امام ابوحنیفہ وہ دلیل پیش کریں جس سے کتا اُٹھا کر نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

نیز یہ کہ بریلوی فقہ کے اس مسئلے پر کیا عباس رضوی یا کسی بریلوی نے کبھی عمل کیا ہے؟

تنبیہ: اہلِ حدیث کے خلاف وحید الزمان، نور الحسن اور نواب صدیق حسن خان کے حوالے پیش کرنا غلط ہے، کیونکہ ہم ان حوالوں سے بری ہیں اور یہ حوالے ہمارے مفتیٰ بہا نہیں ہیں۔ جب ہم آلِ تقلید کے خلاف صرف ان کے مفتیٰ بہا اقوال پیش کرنے کے پابند ہیں تو وہ ہمارے خلاف کیوں غیر مفتیٰ بہا اقوال پیش کرتے ہیں۔؟!

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۵: بریلویوں و دیوبندیوں کی تسلیم شدہ معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ "ولو ترك وضع اليدين والركبتين جازت صلاته بالاجماع" اور اگر (سجدے میں) دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے (زمین پر) نہ رکھے تو بالاجماع نماز جائز ہے۔ (ج۱ص۷۰)

اجماع کا دعویٰ تو باطل ہے، تاہم عرض ہے کہ اس مسئلے کا ثبوت بذریعہ امام ابوحنیفہ اپنی تسلیم شدہ دلیل سے پیش کریں اور کیا اس مسئلے پر آپ لوگوں میں سے کسی نے کبھی عمل بھی کیا ہے؟

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۶: احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے:

"مسجد میں اذان دینی مسجد و دربارِ الٰہی کی گستاخی و بے ادبی ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ طبع قدیم ج۲ص۴۱۴ طبع جدید ج۵ص۴۱۱)

اس بات کا ثبوت ادلۂ اربعہ میں سے بذریعہ امام ابوحنیفہ پیش کریں کہ مسجد میں اذان دینی دربارِ الٰہی اور مسجد دونوں کی گستاخی ہے اور یہ بھی بتائیں کہ دربارِ الٰہی اور مسجد کی گستاخی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

یاد رہے کہ بریلویوں کی اکثریت مسجدوں میں اذان دیتی ہے اور اس طرح وہ احمد رضا خان کے نزدیک مسجد اور دربارِ الٰہی کی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۷: بریلویوں کی معتبر کتاب فتاویٰ شامی میں امامت کی شرطوں کے سلسلے میں لکھا ہوا ہے کہ "ثم الأحسن زوجة" پھر وہ (امام بنے) جس کی بیوی سب سے زیادہ خوبصورت ہو۔ (ردالمحتار ج۱ص۴۱۲)

بذریعہ امام ابوحنیفہ وہ صحیح حدیث پیش کریں جس میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے۔

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۸: نماز کے سوالات سے ہٹ کر عرض ہے کہ احمد رضا خان نے کہا: "غزوہ احزاب کا واقعہ ہے۔ رب عزوجل نے مدد فرمانی چاہی اپنے حبیب کی شمالی ہوا کو حکم ہوا جا اور کافروں کو نیست و نابود کردے۔ اس نے کہا الحلائل لا يخرجن بالليل بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں فأعقمها الله تعالى تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بانجھ کر دیا۔ اسی

وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا"

(ملفوظات حصہ ۴ ص ۴۱۹ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، ۳۸۔ اردو بازار لاہور)

ہوا کا اللہ کے حکم سے انکار کر دینا کون سی صحیح حدیث میں لکھا ہوا ہے؟

باحوالہ اور تصحیحِ سند جواب دیں اور یہ مسئلہ بھی سمجھا دیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہوا کو حکم دے تو ہوا اُس پر عمل کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔ کن فیکون کا کیا مطلب ہے؟

اہلِ حدیث کا سوال نمبر۹: بریلویوں کی معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ
"ویجوز بیع لحوم السباع والحمر المذبوحة فی الروایة الصحیحة"
اور صحیح روایت میں درندوں اور ذبح شدہ گدھوں کا گوشت بیچنا جائز ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۳ ص ۱۱۵)

اپنے اس صحیح روایت والے فتوے کا ثبوت قرآن وحدیث وادلۂ شرعیہ سے بذریعہ امام ابوحنیفہ پیش کریں اور کیا عباس رضوی نے اپنی اس صحیح روایت پر بذاتِ خود بھی کبھی عمل کیا ہے؟

اہلِ حدیث کا سوال نمبر۱۰: حدیث میں آیا ہے کہ (سیدنا) عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ / صحابی) نے فرمایا: نماز میں جو شخص اشارہ کرتا ہے، اسے ہر اشارے کے بدلے ایک نیکی یا ایک درجہ ملتا ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷/۲۹۷ ح ۸۱۹ وسندہ حسن، وحسنہ الہیثمی فی مجمع الزوائد ۲/۱۰۳)

اس اشارے سے مراد رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ہے۔

دیکھئے معرفۃ السنن والآثار للبیہقی (قلمی ج ۱ ص ۲۲۵ وسندہ صحیح الی الامام اسحاق بن راہویہ)

یاد رہے کہ یہ حدیث حکماً مرفوع ہے اور صراحتاً مرفوع بھی مروی ہے۔

دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ للالبانی (۷/۸۴۸ ح ۳۲۸۶ بحوالہ الفوائد لابی عثمان البحیری ۲/۳۹ ی)

کیا کسی حدیث میں رفع یدین نہ کرنے پر بھی کسی نیکی کا کوئی ثبوت ملتا ہے؟ صحیح یا حسن حدیث بذریعہ امام ابوحنیفہ پیش کریں۔!

اہلِ حدیث کا سوال نمبر۱۱: احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے: "دلھن کو بیاہ کر لائیں تو

مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے یہ پانی بھی قابلِ وضو رہنا چاہئے اگر دلھن باوضو یا نابالغہ تھی کہ یہ اس کا سابق از قبیل اعمال ہیں نہ از نوع عبادات اگرچہ نیت اتباع انہیں قربت کر دے واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۵۹۵ فقرہ نمبر ۱۵۶)

قرآن و حدیث کی وہ دلیل بذریعہ امام ابوحنیفہ پیش کریں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ دلہن کو بیاہ کر لانے کے بعد اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکنے سے برکت ہوتی ہے اور یہ مستحب ہے۔

اہلِ حدیث کا سوال نمبر۱۲: بذریعہ امام ابوحنیفہ وہ صحیح یا حسن حدیث پیش کریں، جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ امام کے پیچھے، مقتدیوں کو ایک دوسرے کے قدم سے قدم اور کندھے سے کندھے نہیں ملانے چاہئیں۔

سوالات و جوابات اور جوابی سوالات کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا۔ آخر میں عرض ہے کہ بریلویوں کے سوالات مکمل نقل کر کے اُن کے مطابق سوالات جوابات لکھے گئے ہیں اور اس مضمون کا صرف وہی جواب قابلِ مسموع ہوگا جس میں سارے مضمون کو نقل کر کے اس کے ہر سوال کے مطابق جواب لکھا جائے۔

یاد رہے کہ راقم الحروف نے آلِ دیوبند کے سوالات کے جوابات مع جوابی سوالات لکھے تھے جن کا جواب آج تک نہیں آیا، دیوبندیوں کو تو سانپ سونگھ گیا ہے اور بریلویوں کے بارے میں معلوم نہیں انھیں کیا چیز سونگھے گی۔ واللہ اعلم

ان سوالات کے جوابات کا قرض رضا خانیوں کے ذمہ واجب الاداء ہے۔

آخر میں اہلِ حدیث کے جوابات پر بعض البریلویہ کے معارضات کا مختصر و مدلل رد پیشِ خدمت ہے:

۱) بعض الناس نے قنوتِ نازلہ والی حدیث کے بارے میں لکھا ہے: ''لیکن ساتھ ہی اس کا منسوخ ہونا حکم ربانی اور اس کا ترک کر دینا سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔''

عرض ہے کہ قنوتِ نازلہ ہمیشہ کے لئے منسوخ یا متروک نہیں ہوا، بلکہ رسول اللہ ﷺ جن کفار اور قبائل کا نام لے کر ایک مہینہ قنوت پڑھتے رہے، اس سے منع کر دیا گیا جیسا کہ علامہ نووی نے لکھا ہے: ''یعنی الدعاء علٰی هذه القبائل'' یعنی ان قبائل پر بددعا کو آپ نے ترک کر دیا۔ (شرح صحیح مسلم للنووی ۱۷۸/۵ تحت ح ۶۷۵)

امام بیہقی نے آثارِ صحابہ وغیرہ سے استدلال کیا اور فرمایا:

''إنما ترك الدعاء لقوم أو علٰی قوم آخرين بأسمائهم أو قبائلهم''

آپ نے تو ایک قوم کے لئے دعا یا (اسلام نہ لانے والی) ایک قوم پر ان کے نام یا قبائل کے نام لے کر بددعا فرمانا ترک کر دیا تھا۔ (السنن الکبریٰ ۲۰۱/۲)

نیز دیکھئے ابو بکر الحازمی کی مشہور کتاب: الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الآثار (ص ۹۷)

اگر کوئی پوچھے کہ آپ ﷺ کو ان لوگوں اور قبائل کا نام لے کر بددعا کرنے سے کیوں منع کیا گیا تھا؟ تو اس کا جواب فخر الدین رازی سے بحوالہ غلام رسول سعیدی پیشِ خدمت ہے: ''بعض علماء نے کہا اس میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ مقرر تھا کہ ان میں سے بعض کفار توبہ کرینگے اور بعض نے اگر خود توبہ نہ کی تو ان کے ہاں مسلمان صالح اولاد پیدا ہوگی...'' (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۹، شرح صحیح مسلم للسعیدی ۳۳۰/۲)

شرنبلالی حنفی نے مصیبت کے وقت قنوتِ نازلہ کے بارے میں کہا:

''فتكون مشروعيته مستمرة .... وهو مذهبنا و عليه الجمهور''

پس اس کا مشروع (جائز) ہونا دائمی ہے... ہمارا اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔

(مراقی الفلاح ص ۸۷، دوسرا نسخہ ص ۲۰۷)

شرنبلالی نے طحاوی حنفی سے بھی مصیبت اور فتنے کے وقت قنوتِ نازلہ کا جائز ہونا نقل کیا ہے اور مرتضٰی زبیدی حنفی نے کہا: ''بل هو أمر مستمر'' بلکہ وہ (قنوتِ نازلہ مصیبت اور بعض اوقات میں) مشروع (جائز و شرعی) ہے، جاری وساری ہے۔

(عقود الجواہر المنیفہ ۸۶/۱)

محمد امجد علی رضوی بریلوی نے بحوالہ درمختار و شرنبلالی لکھا ہے:

''وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے ہاں اگر حادثہ عظیمہ واقع ہو تو فجر میں بھی پڑھ سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ رکوع کے قبل قنوت پڑھے۔'' (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۷)

قنوتِ نازلہ کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے کہا:

''طریقہ اس کا یہ ہے کہ دوسری رکعت میں الحمد و سورۃ کے بعد اللہ اکبر کہہ کر امام دعائے قنوت پڑھے اور مقتدی آہستہ آہستہ دعا مانگیں۔ یا آمین کہیں۔'' (ملفوظات حصہ دوم ص ۲۱۵)

ثابت ہوا کہ یہ کہنا: ''قنوتِ نازلہ ہمیشہ کے لئے منسوخ و متروک ہو گیا تھا۔'' غلط ہے، لہٰذا قنوتِ نازلہ ہمیشہ کے لئے منسوخ نہیں اور جب منسوخ نہیں تو پھر حدیثِ مذکور میں دعا کی طرح ہاتھ اٹھانے کے جواز پر استدلال بالکل صحیح ہے۔

مشہور ثقہ تابعی امام ابو قلابہ الجرمی الشامی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۴ھ) قنوت میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ (دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۲۱۱ وسندہ حسن)

ایک لا مذہب نے امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ کے عمل کے بارے میں لکھا ہے: ''کیا یہ بات یعنی دونوں آئمہ کا فعل آپ کے نزدیک حجت ہے؟''

عرض ہے کہ یہ عمل مذکورہ حدیث (صحیح ابی عوانہ اور الحدیث حضرو: ۵۶ ص ۳۹) کے موافق ہے، لہٰذا جواز ثابت کرنے کے لئے کافی اور نو مولود فرقہ رضا خانیہ پر ہمیشہ کے لئے حجتِ قاطعہ ہے۔

کیا کسی رضا خانی میں یہ جرأت ہے کہ اہلِ سنت کے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے عمل کو بدعت، ناجائز یا حرام قرار دے؟ کیا زمانہ خیر القرون میں کسی ایک سنی عالم نے ابو قلابہ، امام احمد اور امام اسحاق وغیرہم کا مسئلۂ مذکورہ میں رد کیا ہے؟ حوالہ پیش کریں۔!

۲) سنن دار قطنی والی روایت موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح مروی ہے اور دونوں سندوں سے صحیح ہے، نیز ''وزیادۃ الثقۃ مقبولۃ'' کی عبارت میں امام دار قطنی کے موقوف کو ''وھو

الصواب " قرار دینے کا ہماری طرف سے کافی وشافی جواب ہے۔

محمد شریف کوٹلوی بریلوی نے ایک حدیث کے بارے میں علانیہ لکھا ہے: ''جب ثقہ کسی حدیث کو مرفوع کرے تو وقف کرنے والے کا وقف مضر نہیں ہوتا۔ تو ظاہر ہو گیا کہ ان دونوں حدیثوں میں رفع ہی صواب ہے نہ وقف جیسے دارقطنی نے سمجھا۔'' (فقہ الفقیہ ص ۲۵۵)

عرض ہے کہ ہماری پیش کردہ روایت میں عمر بن شبہ ثقہ ہیں اور ان تک سند بالکل صحیح ہے، لہٰذا ''زيادة الثقة مقبولة " کے اصول سے مرفوع اور موقوف دونوں صحیح ہیں، نیز موقوف روایت بھی فرقہ رضا خانیہ پر حجت قاطعہ ودائمہ ہے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے زیرِ شمولیت اجلاس (۱۳۲۲ھ، ۱۹۰۴ء) میں طویل بحث ومباحثہ کے بعد درج ذیل عبارت قرار دی گئی:

''اہلِ حدیث وہ ہے جو اپنا دستور العمل والاستدلال احادیث صحیحہ اور آثار سلفیہ کو بناوے''

(تاریخ اہل حدیث ج ۱ ص ۱۵۱)

اور مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اس معیار کے دوسرے درجہ پر جہاں صحیح حدیث نبوی نہ پائی جاتی ہو، دوسرا معیار سلفیہ آثار صحابہ کبار وتابعین ابرار ومحدثین اخیار ہیں'' (تاریخ اہلِ حدیث ۱/۱۵۷)

۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد کی نماز جنازہ آٹھ سال کے بعد (بھی) پڑھی تھی، جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے اور کسی صحیح حدیث میں اُحد جا کر یہ نماز پڑھنا (جو نماز حدیثِ نبوی میں مذکور ہے) ثابت نہیں، لہٰذا چودھویں صدی میں نومولود فرقے کے رضا خانی کا اعتراض مردود ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث پر ''باب الصلوة على الشهيد " باندھ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس حدیث سے شہید کا جنازہ پڑھنا ثابت ہے (ح ۱۳۴۴) اور ''صلاته على الميت " کے الفاظ سے نمازِ جنازہ کا واضح ثبوت ملتا ہے نہ کہ صرف بریلویوں کی مروّجہ دعا کا؟

اور ''ثم انصرف إلى المنبر " میں غائبانہ جنازے کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ منبر تو مسجد

میں ہوتا ہے اور اُحد میں منبر کے وجود کے لئے اس حدیث کی کسی سند میں (ہمارے علم کے مطابق) کوئی صریح دلیل موجود نہیں ہے۔

عینی حنفی نے اس حدیث (حدیثِ بخاری: ۱۳۴۴) سے نمازِ جنازہ مراد لی اور اُن لوگوں کا رد کیا جو اس سے صرف دعا مراد لیتے ہیں۔ (دیکھئے عمدۃ القاری ۱۵۶/۸)

بلکہ عینی نے صرف دعا مراد لینے والوں کے بارے میں فرمایا:

''و ھذا لیس بانصاف '' اور یہ انصاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ۱۵۶/۸)

امام بخاری کے استدلال اور عینی وغیرہ کی موافقت کے بعد عراقی وغیرہ علماء کے اقوال سے استدلال صحیح نہیں اور جو لوگ صرف حنفیت کے دعویدار ہیں، یوسفی یا شیبانی نہیں، ان کے لئے یہ استدلال جائز ہی نہیں، ورنہ انھیں چاہئے کہ رضاخانیت چھوڑ کر نووی، عسقلانی اور عراقی وغیرہم کی تقلید کرنے کا اعلان شائع کرا دیں۔!

۴) ایک رضاخانی لامذہب نے لکھا ہے: ''نمازِ جنازہ سراً پڑھنا ہی سنت ہے، جہراً نہ آپ ﷺ نے پڑھا اور نہ ہی...''

عرض ہے کہ طلحہ بن عبداللہ بن عوف (ثقہ طابعی) نے فرمایا: '' صلیت خلف ابن عباس علٰی جنازۃ فقرأ بفاتحۃ الکتاب و سورۃ وجھر حتی أسمعنا ... فقال : سنۃ و حق '' میں نے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے ایک جنازے پر نماز پڑھی تو انھوں نے سورۂ فاتحہ اور ایک سورت جہراً پڑھی، حتیٰ کہ ہمیں سنائی... پس فرمایا: یہ سنت اور حق ہے۔ (سنن نسائی ج ۱ ص ۲۸۱ ح ۱۹۸۹، وسندہ صحیح/ ترقیم تعلیقات سلفیہ)

جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ تو جہری نمازِ جنازہ کو سنت کہتے تھے، جبکہ لامذہب رضاخانی نے اپنی کتاب (براہینِ رضوی یعنی گالی نامے) کی عبارتِ مذکورہ میں اس حدیث کی مخالفت کر رکھی ہے، نیز '' سمعت '' یعنی میں نے سنا، سے بھی دعاؤں کا جہری ہونا ثابت ہے۔ یاد رہے کہ سمعت ، فھمت اور حفظت میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ سنی، سمجھی اور یاد کر لی، لہٰذا یہاں بعض علماء کا بعید تاویل کرنا بے دلیل اور محل نظر ہے۔

بعض حنفی علماء نے لکھا ہے کہ ''یہاں جہراً پڑھنا محض تعلیم کے لئے تھا۔''

معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک نمازِ جنازہ میں جہراً دعا کرنا بطورِ تعلیم ثابت ہے، لہٰذا آج کل بھی کوئی اگر بطورِ تعلیم جہری دعا پڑھتا ہے تو جائز ہے۔

قنوتِ نازلہ میں دعائے قنوت پر لوگوں کا آمین کہنا ثابت ہے۔ (دیکھئے الحدیث: ۵۶ ص ۴۱)

اور اس سے استدلال کر کے قنوتِ وتر میں آمین کہنا بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے مقابلے میں کوئی صریح دلیل نہیں ہے۔

جب مقابلے میں خاص دلیل نہ ہو تو عام دلیل سے استدلال کرنا یا دو ایک دوسرے سے مشابہ دلائل سے استنباط کرنا بالکل جائز ہے۔

یاد رہے کہ قنوتِ نازلہ منسوخ نہیں ہوا، جیسا کہ بریلوی سوال نمبر ا کے جواب پر رضا خانی اعتراض کے جواب میں بیان کر دیا گیا ہے۔ والحمد للہ

رضا خانی کا ''سندہ حسن'' کو ''کوئی بھی صحیح نہیں ہے'' کہنا اُصولِ حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

مشہور مفسر اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے الحسن کے بارے میں لکھا ہے: ''وھو فی الإحتجاج بہ کالصحیح عند الجمھور '' اور وہ جمہور کے نزدیک حجت ہونے میں صحیح کی طرح ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۳۵)

صحیح لذاتہ اور حسن لذاتہ دونوں حجت ہیں، لہٰذا یہاں ''کوئی بھی صحیح نہیں ہے'' کہنا غلط ہے۔

غور کریں! کہ خود تو متروک اور مدلس راویوں کی سند سے مروی اقوال پیش کرتے ہیں اور اہلِ حدیث کی طرف سے حسن لذاتہ (یعنی صحیح حدیث) کے بارے میں کہتے ہیں:

''کوئی بھی صحیح نہیں ہے''!

کیا رضا خانیوں کے نومولود ترازو میں روایات کو اسی طرح تولا جاتا ہے؟!

۵) رسول اللہ ﷺ سے قنوتِ نازلہ میں اونچی دعائیں پڑھنا اور صحابۂ کرام کا آپ کے پیچھے آمین آمین کہنا ثابت ہے جیسا کہ سنن ابی داود کی حدیث میں آیا ہے۔

(دیکھئے الحدیث:۵۶ ص۴۲)

قنوتِ نازلہ پر قیاس کر کے قنوتِ وتر میں اونچی دعائیں پڑھنا اس حدیث سے ثابت ہے اور اس کے خلاف کوئی صریح دلیل نہیں، لہٰذا المذہب بریلوی کا واویلا مردود ہے۔

۶) ذراع سے مراد بعض ذراع نہیں بلکہ پوری ذراع ہے، جس کی صراحت کف، رسغ اور ساعد والی حدیث سے بھی ہوتی ہے، لہٰذا رضا خانی اعتراض باطل ہے۔

رضا خانی نے پوچھا ہے: ''کیا نماز میں کبھی دائیں اور بائیں طرف پھرا جاتا ہے؟''

عرض ہے کہ نماز ختم ہونے اور سلام پھیرنے کے بعد دائیں اور بائیں طرف پھرا جاتا ہے اور اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔ دیکھئے سنن ترمذی (باب ماجاء فی الانصراف عن یمینہ وعن یسارہ ح ۳۰۱) سنن ابی داود (باب کیف الانصراف من الصلاۃ ح ۱۰۴۱) اور سنن ابن ماجہ (باب الانصراف من الصلوۃ ح ۹۲۹)

سفیان ثوری کی بیان کردہ اس روایت میں ''مرةً عن یمینه و مرةً عن شماله '' یعنی ایک دفعہ (نماز کے بعد) دائیں طرف اور دوسری دفعہ بائیں طرف مڑتے تھے۔

(مسند احمد ۵/۲۲۷ ح ۲۱۹۸۱)

سنن ابن ماجہ میں درج ذیل الفاظ فیصلہ کن ہیں:

" أمّنا النبي ﷺ فكان ينصرف عن جانبيه جميعًا " ہمیں نبی ﷺ نے نماز پڑھائی تو آپ دونوں طرف (سلام کے بعد) رُخ پھیرتے تھے۔ (ح ۹۲۹)

ثابت ہوا کہ اگر کوئی مسخرا اس حدیث کا یہ مطلب نکالے کہ آپ ﷺ حالتِ نماز میں سلام سے پہلے دائیں اور بائیں طرف پھرتے تھے، تو یہ مطلب باطل ہے۔

رہا یہ سوال کہ سینے پر ہاتھ کس حالت میں باندھتے تھے؟ نماز میں یا نماز سے بعد؟ تو عرض ہے کہ کئی دلائل سے ثابت ہے کہ یہ حدیث نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ہے، مثلاً:

۱: مسند احمد میں سفیان ثوری کی اسی حدیث کی دوسری سند میں درج ذیل الفاظ آتے ہیں: ''رأيت النبي ﷺ و اضعًا يمينه على شماله في الصلوة '' میں نے دیکھا:

نبی ﷺ نے نماز میں اپنے بائیں ہاتھ پر اپنا دایاں ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔

(مسند احمد ۵/۲۲۶ ح ۲۱۹۶۸ زوائد عبداللہ بن احمد)

سفیان ثوری کے علاوہ ابوالاحوص نے بھی یہی حدیث "**کان رسول اللّٰہ ﷺ یؤمنا فیأخذ شماله بیمینه**" کے الفاظ سے بیان کی ہے۔

(دیکھئے سنن ترمذی: ۲۵۲ وقال: حدیث حسن)

یہ ظاہر ہے کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے۔

۲: سماک بن حرب رحمہ اللہ کی اس حدیث پر محدثین نے نماز میں ہاتھ باندھنے کے ابواب لکھے ہیں۔ مثلاً دیکھئے سنن ترمذی (قبل ح ۲۵۲) اور سنن ابن ماجہ (۸۰۹، باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلوٰۃ)

۳: حافظ ابن الجوزی نے نماز کے مسائل میں، بائیں ہاتھ پر دائیں ہاتھ کا رکھنا مسنون ہے، کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ (التحقیق فی اختلاف الحدیث ۱/۲۸۳ ح ۴۷۷)

۴: مشہور ثقہ تابعی امام طاؤس رحمہ اللہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھتے تھے۔ (سنن ابی داود: ۷۵۹ ملخصاً وسندہ حسن لذاتہ)

اس مرسل روایت سے بھی یہی ظاہر ہے کہ ہاتھ باندھنے سے مراد نماز میں ہاتھ باندھنا ہے اور یاد رہے کہ رضا خانیوں کے نزدیک مرسل روایت حجت ہوتی ہے اور اہلِ حدیث کے نزدیک اگر کوئی صحیح حسن لذاتہ روایت اس کی مکمل مؤید ہو تو پھر حجت ہے ورنہ ضعیف ہے۔

۵: کسی مستند عالم یا محدث نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نہیں نکالا کہ آپ ﷺ نماز کے باہر سینے پر ہاتھ باندھتے تھے، لہٰذا رضا خانیوں کی خود ساختہ تحریفات باطل و مردود ہے۔

تنبیہ: روایتِ مذکورہ کی سند حسن لذاتہ یعنی صحیح ہے اور بعض رضا خانیوں کی سماک بن حرب اور قبیصہ بن ھلب پر جرحیں جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں، نیز یہ روایت سماک کے اختلاط سے پہلے کی ہے، بعد کی نہیں، لہٰذا اختلاط کا اعتراض بھی مردود ہے۔

نیز عرض ہے کہ زمانۂ تدوینِ حدیث میں تدلیس اور ارسالِ خفی کو ایک سمجھنا علیحدہ چیز ہے اور چودھویں پندرھویں صدی ہجری میں غیر مدلس راوی کو مدلس کہنا علیحدہ چیز ہے، لہٰذا عباس رضوی نے امام سماک بن حرب رحمہ اللہ کو مدلس کہہ کر ضرور جھوٹ بولا ہے، یا نرم الفاظ میں: غلط بیانی کی ہے۔

۷) القاموس الوحید میں رسغ کا معنی کلائی اور پہنچا وغیرہ لکھا ہوا ہے۔ (ص ۶۲۲)

اور علمی اردو لغت میں کلائی کا معنی ''ساعد، پونچا'' وغیرہ لکھا ہوا ہے۔ (ص ۱۱۴۴)

اس کا جو بھی معنی ہو، ظہر الکف، رسغ اور ساعد کا مجموعہ پوری ذراع یعنی ہاتھ کی بڑی انگلی سے لے کر کہنی تک کا پورا حصہ ہوتا ہے اور اس پورے حصے پر اپنے دائیں ہاتھ کا جو حصہ رکھنا ممکن ہو وہ رکھ کر دیکھیں تو خود بخود سینے پر ہاتھ آجاتے ہیں، تجربہ شرط ہے۔

ید: ہاتھ (اس کا اطلاق مونڈھے سے انگلیوں کے کناروں تک ہوتا ہے۔)

دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۹۱۰)

یہ ظاہر ہے کہ ذراع پر مونڈھوں تک ہاتھ رکھنا ناممکن ہے، اور کہنی تک ہاتھ کا حصہ رکھنا ہی ممکن ہے، لہٰذا عموم سے استدلال کرتے ہوئے یہاں ذراع پر ذراع رکھنا مراد ہے۔

شیخ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے اپنے اجتہاد سے جو کلام لکھا ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ۳/ ۶۰)

اس کے برعکس شیخ البانی رحمہ اللہ نے حدیث سہل رضی اللہ عنہ اور حدیثِ وائل رضی اللہ عنہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھا: ''و هذه الكيفية تستلزم أن يكون الوضع على الصدر إذا أنت تأملت ذلك و عملت بها '' جب تم غور کرو گے اور اس پر عمل کرو گے تو اس کیفیت سے یہ لازم آتا ہے کہ ہاتھ سینے پر آجاتے ہیں۔

(تعلیقات المشکوۃ ج ۱ ص ۲۴۹)

شیخ البانی نے سیدنا سہل اور سیدنا وائل رضی اللہ عنہما کی حدیثیں بیان کر کے فرمایا:

'' فإن قلت :ليس في الحديثين بيان موضع الوضع !

قلت : ذلك موجود في المعنى فإنك إذا أخذت تطبق ما جاء فيهما من

المعنى فإنك ستجد نفسك مدفوعًا إلى أن تضعهما على صدرك أو قريبًا منه وذلك ينشأ من وضع اليد اليمنى على الكف والرسغ والذراع اليسرىٰ، فجرّب ما قلته لك تجده صوابًا .

فثبت بهذه الأحاديث أن السنة وضع اليدين على الصدر..."

اگر تم کہو: دونوں حدیثوں میں ہاتھ رکھنے کے مقام کا بیان نہیں ہے!

میں کہتا ہوں: یہ بات مفہوم میں موجود ہے کیونکہ جب تم ان کے مفہوم پر عمل کرو گے تو اپنے آپ کو سینے پر یا سینے کے قریب ہاتھ رکھنے پر مجبور پاؤ گے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، رُسغ یعنی گٹے پونچے اور ذراع پر رکھا جائے۔ اس کا تجربہ کر کے دیکھیں، میں نے جو کہا ہے اُسے صحیح پائیں گے۔

پس ان احادیث سے ثابت ہوا کہ سنت یہ ہے کہ سینے پر ہاتھ رکھے جائیں...

(اصل صفۃ صلاۃ النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۱۸)

ہمارے نزدیک شیخ مبارکپوری رحمہ اللہ کا مذکورہ بیان ان کی اجتہادی خطا ہے اور اس کے مقابلے میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا مذکورہ بیان راجح ہے، لہٰذا رضا خانی کا اعتراض مردود ہے۔

۸) راقم الحروف نے اس کا جواب صاف الفاظ میں اور صحیح بخاری کی حدیث کے ساتھ دے دیا ہے اور ''...... چیپ نہ شود'' کے اصول پر عمل کرتے ہوئے رضا خانی لامذہب نے الفاظ کا گورکھ دھندا بننے کی کوشش کی ہے۔

ہمارے علاقے میں بریلوی رضا خانی حضرات کے پیروں کی ایک گدی ہے، جسے ''دریا شریف'' کہتے ہیں، وہاں ہمیشہ تہجد کی اذان ہوتی ہے جسے سحری کے وقت روزانہ سنا جا سکتا ہے، لہٰذا عرض ہے کہ ذرا اپنی چارپائی کے نیچے بھی لاٹھی پھیر کر دیکھیں۔!

دوسرے یہ کہ رضا خانی لامذہب نے بعض اہلِ حدیث علماء کے اقوال پیش کئے ہیں کہ یہ تہجد کی اذان نہیں بلکہ فجر کی اذان تھی، تو عرض ہے کہ پھر آپ لوگوں کو کس نے اختیار دیا کہ اہلِ حدیث کے خلاف عمومی اعتراض کریں؟ بعض لوگوں کے اجتہاد کی وجہ سے تمام

لوگوں کومطعون کرنا غلط ہے۔راقم الحروف نے لکھا تھا: ''اور دوسرے دلائل کی رُو سے اگر یہ اذان نہ بھی دے اور صرف صبح کی اذان دے تو بھی جائز ہے۔'' (الحدیث:٥٦ ص ٤٤)

اور اسی پر ہمارا عمل ہے اور دوسرے صحیح العقیدہ لوگ اپنے اجتہاد پر ماجور ہوں گے۔ ان شاء اللہ

۹) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع ہے اور اس پر عباس رضوی کے تمام اعتراضات باطل ومردود ہیں۔

حافظ ابن حبان نے اس حدیث پر ''**ذکر مایستحب للإمام أن یجھر بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم عند ابتداء قراءۃ فاتحۃ الکتاب**'' کا باب باندھا ہے۔

(قبل ح ١٧٩٤)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (خلیفہ راشد) کے عمل سے صراحتاً بسم اللہ بالجہر ثابت ہے اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے کا حکم حدیث سے ثابت ہے اِلا یہ کہ استثناء کی کوئی صریح دلیل ہو۔

رضا خانیوں سے سوال ہے کہ آپ کے نزدیک یہ فاروقی عمل صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو تمھارا اعتراض مردود ہے اور اگر غلط؟ تو صراحت کے ساتھ لکھیں۔

ہمارے نزدیک جہراً اور سراً دونوں طرح بسم اللہ پڑھنا جائز ہے جیسا کہ بریلوی سوالات کے جوابات میں صراحت موجود ہے۔ (الحدیث:٥٦ ص ٤٥)

۱۰) رفع یدین کا مسئلہ ثابت کر دیا گیا ہے مگر اس کے جواب میں رضا خانی لا مذہب نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

رضا خانی سے مطالبہ ہے کہ اپنی وہ حدیث بذریعہ امام ابو حنیفہ پیش کریں، جس سے یہ ثابت ہو کہ نبی ﷺ نے آخری عمر میں رفع یدین ترک کر دیا تھا، لیکن تکبیرِ اولیٰ، وتر اور عیدین کا رفع یدین باقی رہا، نیز اس حدیث کا صحیح ہونا امام ابو حنیفہ سے ثابت کریں، کیونکہ آپ لوگ نہ تو یوسفی ہیں اور نہ شیبانی بلکہ اپنے دعوے کے مطابق عقائد میں غیر مقلد اور فروع میں صرف ''حنفی'' ہیں۔!

۱۱) اس جواب کا غلط ہونا رضا خانی سے بن نہیں پڑا اور نہ نومولود فرقہ بریلویہ رضاخانیہ کے بانی احمد رضا خان کی عبارت کا کوئی جواب دیا ہے۔
۱۲) عباس رضوی کے مسخرے پن کا جواب الحدیث حضرو میں شائع شدہ ہے۔

(عدد ۵۶ ص ۴۸)

اور رضا خانی لامذہب کا یہ کہنا کہ اہلِ حدیث نماز میں بالخصوص یوں ہی کھڑے ہوتے ہیں، غلط ہے۔

ہم تو نماز میں کبھی پاؤں دو دو فٹ کھول کر کھڑے نہیں ہوتے اور اگر (فرض کر لیا جائے کہ) کسی ایک آدھ اَن پڑھ یا ناواقف نے عباس رضوی کے سامنے ایسا عمل کیا تھا تو اس کے ذمہ دار اہلِ حدیث علماء نہیں، کیونکہ کسی اہلِ حدیث عالم نے یہ نہیں کہا کہ پاؤں دو دو فٹ کھلے کر کے کھڑے ہو جاؤ۔

اول تو بدعقیدہ متروک و مجروح رضا خانیوں کی اہلِ حدیث کے خلاف گواہی مردود ہے اور اگر ایسا واقعہ کہیں ہوا ہو تو ہم اس سے بری ہیں۔ بہت سے بریلوی رضا خانی لوگ داڑھیاں منڈاتے ہیں اور اپنی عورتوں (زنانِ عاشقانِ اولیاء !!) کو قبروں پر لے جاتے ہیں، جہاں وہ عورتیں قسما قسم کی شرکیہ حرکات کرتی ہیں تو کیا خیال ہے اس کے ذمہ دار رضا خانی مذہب کے تمام علماء ہیں؟

نمازیوں کا اپنے جسم کے مطابق کھڑے ہو کر ایک دوسرے کے پاؤں سے پاؤں ملانا تو احادیث صحیحہ و آثارِ صحابہ سے ثابت ہے لیکن اس کا مذاق اڑانا بے دینی اور گستاخی ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ عباس رضوی کو کہیں کہ وہ میدان میں آئیں اور ہمارے بارہ جوابی سوالات کے مطابق سوالات لکھیں اور اس کے بعد ان کا ہر چیلنج قبول ہے، جس کے لئے تمام شرائط فریقین کی رضامندی سے پہلے طے ہوں گی۔

وما علینا إلا البلاغ

(۲۲/ اپریل ۲۰۱۱ء)

رب نواز دیوبندی اور بے بسیاں...؟!

رب نواز دیوبندی نے ''زبیر علی زئی کی بے بسی'' کا عنوان باندھ کر لکھا ہے:

۱) ''ا.... بندہ نے وکیل اہلحدیث محمد حسین بٹالوی کا ایک اقتباس ان کی کتاب ''اشاعۃ السنۃ'' سے نقل کیا جس میں انہوں نے تقلید کو اذان وکلمہ سے اور تقلید کے مخالف کو دیہاتی سکھ ومتعصب ہندو سے تشبیہ دی ہے۔[مجلہ صفدر، شمارہ ۶، ص:۱۱]

علی زئی صاحب نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔'' (مجلہ صفدر گجرات:۱۴ص ۳۶)

جواب: کیا مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کی ہر بات قرآن، حدیث اور اجماع ہے کہ ہر اہلِ حدیث اُن کی ہر بات کا جواب دینے کا لازمی پابند ہے؟! (نیز دیکھئے اسی فقرے کا ذیلی حاشیہ:۲)

بعض علماء نے تقلید کا لفظ (۱) حدیث ماننے (۲) آثارِ سلف صالحین پر عمل کرنے اور (۳) عالم سے مسئلہ پوچھنے پر بھی استعمال کیا ہے، حالانکہ یہ استعمال غلط ہے اور تقلید کا صحیح معنی (مقلدین کے عمل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے) وہی ہے جو راقم الحروف نے اپنی کتاب ''دین میں تقلید کا مسئلہ'' میں لکھا ہے:

''کتاب وسنت کے منافی کسی قول وفعل کو قبول کرنا یا اس پر عمل پیرا ہونا''

(طبع فروری ۲۰۱۲ء ص ۲۲، طبع قدیم ص ۲۳)

یہی معنی ہمارے استاذ محترم حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

(دیکھئے احکام ومسائل ص ۵۸۱)

آلِ دیوبند کے نزدیک زبانِ حال اور اُن کے عمل سے یہ ثابت ہے کہ ''تمام مسائل میں امام ابوحنیفہ اور حنفی مفتیٰ بہا مسائل کی تقلید کرنا، چاہے یہ مسائل قرآن وحدیث کے خلاف اور غیر ثابت بھی ہوں۔ مفتیٰ بہ قول کے مقابلے میں کتاب وسنت واجماع کو رد کر دینا۔''

مثلاً محمود حسن دیوبندی نے کہا:

حق وانصاف یہ ہے کہ اس مسئلے میں (امام) شافعی کو ترجیح حاصل ہے اور ہم مقلد ہیں ہم پر ہمارے امام ابو حنیفہ کی تقلید واجب ہے۔ واللہ اعلم

(تقریر ترمذی ص ۳۶، دوسرا نسخہ ص ۳۹، نیز دیکھئے دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۲۴)

یہی وہ تقلید ہے جس پر اہلِ حدیث اور آلِ دیو بند کے درمیان بنیادی اختلاف ہے۔

اگر مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کے رسالے کی مذکورہ عبارت صحیح طور پر اور بغیر تحریف کے منقول ہے تو دیو بندی اعتراض کے چار جوابات ہیں:

۱: یہ عبارت ان جہلاء اور پیروانِ خواہش پر رد ہے، جو انکارِ تقلید کے سائے تلے اجماعِ اُمت اور فہم سلف صالحین کا ہی انکار کر بیٹھتے ہیں۔ یہ لوگ اہلِ حدیث نہیں، لہٰذا بٹالوی صاحب کے اس قول کا کوئی تعلق بھی صحیح العقیدہ اہلِ حدیث سُنی سلفی اثری علماء اور متبعینِ کتاب وسنت علیٰ فہم السلف الصالحین عوام سے ہرگز نہیں۔

۲: بٹالوی صاحب کا مذکورہ بیان نہ قرآن مجید ہے، نہ حدیثِ رسول ہے اور نہ اجماعِ اُمت ہے، بلکہ صرف ان کا اپنا اجتہاد ہے اور اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کے نزدیک سلف صالحین کے دور کے بعد والے کسی شخص کا اجتہاد دوسرے عالم پر حجتِ قاطعہ نہیں، بلکہ مختلف فیہا مسائل میں ہر اہلِ حدیث عالم کو آثارِ سلف صالحین کے تحت اجتہاد کا حق حاصل ہے۔

۳: تقلید کی مخالفت سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما دونوں سے ثابت ہے اور صحابۂ کرام میں ان کا کوئی مخالف معلوم نہیں، نیز دوسرے بہت سے علما سے مروّجہ تقلید کی مخالفت ثابت ہے، لہٰذا صحابہ وسلف صالحین کے مقابلے میں مولانا بٹالوی رحمہ اللہ یا کسی اور عالم کی بات کون اہلِ حدیث سنتا ہے؟

۴: بٹالوی صاحب کی مذکورہ عبارت شاذ وغیر مفتیٰ بہا ہے، اور شاذ وغیر مفتیٰ بہ قول پر عمل کرنا، یا اسے بطورِ حجت پیش کرنا غلط ہے۔

۲) رب نواز دیو بندی نے لکھا ہے: ”۲.... بندہ نے ارشاد الحق اثری غیر مقلد کی کتاب

''توضیح الکلام، ص: ۹۸۸'' سے امام ابوحنیفہ نعمان علیہ الرحمۃ والرضوان کا فرمان نقل کیا کہ میں صحابہ کرامؓ کی تقلید کرتا ہوں۔ [مجلہ صفدر، شمارہ ۶، ص: ۱۳]

علی زئی صاحب نے اس کے جواب سے بھی سکوت فرمایا ہے۔''

(مجلہ صفدر گجرات: ۱۴ص ۳۷)

جواب: مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی کتاب: توضیح الکلام میں نعمان کا مذکور قول بحوالہ المؤمل للرد الی الامر الاول لابی شامہ منقول ہے اور ابوشامہ نے اسے بغیر کسی سند کے ابن فرقد شیبانی سے نقل کیا ہے۔ (مجموعہ رسائل منیریہ ۳/ ۳۲، المؤمل ص ۶۲۔۶۳)

ابوشامہ کی پیدائش ۵۹۹ھ سے صدیوں پہلے فوت ہونے والے اشخاص تک بے سند اور بے سروپا روایت کا کیا اعتبار ہے کہ رب نواز صاحب کی طرف سے اس کے جواب کا مطالبہ اور بے بسی کا فتویٰ داغا جاتا ہے؟!

دوسرے یہ کہ جمہور کے نزدیک مجروح ابن فرقد کی روایت اگر اس تک ثابت بھی ہو جائے تو اس کا علمی میدان میں کیا اعتبار ہے؟! بلکہ معدوم ومردود کے حکم میں ہے۔

ابن فرقد کے بارے میں جمہور محدثین کرام کی جروح ثابتہ وصریحہ کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (ج ۲ ص ۳۴۱۔۳۶۴، ج ۳ ص ۳۷۱۔۳۸۴)

بے بسی کا عنوان باندھ کر آلِ دیوبند کو اپنی ''بے عزتی خراب'' کرنے کی کیا فکر پڑی ہوئی ہے؟!

۳) رب نواز دیوبندی نے لکھا ہے: ''بندہ نے فتاویٰ ثنائیہ ج: ۱، ص: ۴۶ سے ثناء اللہ امرتسری صاحب کی شہادت نقل کی کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ ''بڑے پایہ کے عالم'' تھے۔ [مجلہ صفدر، شمارہ ۶، ص: ۱۵]

علی زئی صاحب نے اس کا تو کوئی جواب نہیں دیا الٹا حضرت شیخ الہند کو ''متروک'' قرار دے دیا۔'' (مجلہ صفدر گجرات: ۱۴ص ۳۷)

جواب: فتاویٰ ثنائیہ کی مذکورہ عبارت سے استدلال چار وجہ سے غلط ہے:

۱:      محمود حسن دیوبندی پر کئی طرح کی جروح مفسرہ ثابت ہیں اور تعدیل مبہم پر جرح مفسر مقدم ہوتی ہے۔ جروح مفسرہ کے چند حوالے درج ذیل ہیں:

☆ محمود حسن نے آیت قرآنیہ میں تحریف کی۔ (دیکھئے ایضاح الادلہ ص ۹۷ مطبع قاسمی دیوبند)

☆ محمود حسن نے جلیل القدر صحابیہ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو ''زبان دراز'' کہا۔

(تقاریر شیخ الہند ص ۱۴۳)

☆ محمود حسن نے رشید احمد گنگوہی دیوبندی کو ''بانیِ اسلام کا ثانی'' کہا۔

(کلیاتِ شیخ الہند ص ۸۷)

☆ محمود حسن دیوبندی نے کہا: ''کیونکہ قول مجتہد بھی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی شمار ہوتا ہے''

(الورد الشذی ص ۲)

۲:      جمہور اہلِ حدیث علماء نے محمود حسن پر جرح کر رکھی ہے اور جرح وتعدیل میں تطبیق نہ ہونے کی حالت میں جمہور علمائے حق کو ہی ترجیح حاصل ہے۔

۳:      فتاویٰ ثنائیہ کی مذکورہ عبارت سیاسی ہے، جیسا کہ اس کے شروع میں ''سیاسی رہنمائی''

(فتاویٰ ثنائیہ ۱/۴۴)

اور آخر میں ''سیاسی مجالس'' کا ذکر موجود ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ ثنائیہ ۱/۴۸)

سیاسی بیانات سے متروک عندالجمہور کی توثیق ثابت کرنا رب نواز جیسے آلِ دیوبند کا ہی کام ہے۔

۴)   رب نواز دیوبندی نے لکھا ہے: ''بندہ نے امام رازی رحمہ اللہ، میاں نذیر حسین دہلوی، ثناء اللہ امرتسری، محمد حسین بٹالوی، نواب وحید الزمان، اسماعیل سلفی اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارات باحوالہ درج کیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا بھی تقلید ہے۔ [مجلّہ صفدر، شمارہ ۷، ص: ۴۶ تا ۴۹]

علی زئی صاحب نے ان میں سے کسی کا بھی جواب نہیں دیا یا ان سے ایسی خاموشی اختیار کی کہ...'' (مجلہ صفدر گجرات: ۱۴ ص ۳۷)

جواب: مذکورہ اقوال سے آلِ دیوبند کا استدلال تین وجہ سے مردود ہے:

ا: رازی بذاتِ خود مجروح تھا۔

دیکھئے لسان المیزان (۴/ ۴۲۶۔ ۴۲۹، دوسرا نسخہ ۵/ ۴۳۰۔ ۴۳۵)

میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کا قول منسوخ ہے۔

دیکھئے فتاویٰ نذیریہ (۱/ ۱۶۳۔ ۱۶۴)

وحید الزمان اہلِ حدیث نہیں بلکہ تقلیدی تھا، لہٰذا اس کا حوالہ مردود ہے۔

چار علماء کے مقابلے میں درج ذیل علماء وغیر علماء سے ثابت ہے کہ مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا تقلید نہیں:

ابن الحاجب النحوی، جلال الدین المحلی الشافعی، علی بن محمد الآمدی، ابن ہمام، ابن امیر الحاج، محمد اعلیٰ تھانوی اور صاحبِ مسلم الثبوت وغیرہ (حوالوں کے لئے دیکھئے: دین میں تقلید کا مسئلہ) اور ظاہر ہے کہ جمہور کے مقابلے میں چند علماء کی بات مرجوح ہی ہے۔

۲: عام آدمی کا عالم سے مسئلہ پوچھنا چونکہ فاسئلوا اھل الذکر سے ثابت ہے، لہٰذا یہ تقلید نہیں بلکہ اقتدا اور اتباع بالدلیل ہے اور اسے تقلید کہنا غلط ہے۔

۳: آلِ دیوبند نے اس بات پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے کہ ''چار ائمہ کے علاوہ کسی کی تقلید نہیں ہوگی'' (دیکھئے اطمینان القلوب از محمد بلال دیوبندی ص ۱۶)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے تسہیل ادلہ کاملہ (ص ۸۵) جواہر الفقہ (۱/ ۱۳۲) اور فتح المبین (ص ۴۷)

اس مزعوم دیوبندی اجماع سے معلوم ہوا: دیوبندی عوام کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ موجودہ دیوبندی علماء سے کوئی مسئلہ پوچھیں، ان کا یہ مسئلہ پوچھنا دیوبندی اصول سے تقلید کہلائے گا اور آلِ دیوبند کے نزدیک تقلید صرف چار اماموں میں سے ایک امام کی واجب اور باقی تین اماموں کی حرام ہے، لہٰذا موجودہ دیوبندی علمائے سُوء میں سے کسی ایک کو پانچواں یا چھٹا امام بنا کر اس سے مسئلے پوچھنا دیوبندی اصول سے حرام اور اجماع کی مخالفت ہے۔

رب نواز دیوبندی نے جس اوکاڑوی کا مختصر تعارف لکھا ہے، اس اوکاڑوی نے نبی کریم ﷺ کی گستاخی کرتے ہوئے لکھا: ''لیکن آپ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی، اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی''

(...کی غیر مستند نماز ص ۴۳، مجموعہ رسائل طبع قدیم ۳/ ۳۵۰، تجلیاتِ صفدر ج ۵ ص ۴۸۸)

اس گستاخ کے بارے میں طارق جمیل دیوبندی نے کہا: ''ان کے لہجے میں بہت زیادہ سختی تھی اور بہت زیادہ شدت تھی۔'' (کلمۃ الہادی الیٰ سواء السبیل از محمد عیسیٰ خان دیوبندی ص ۲۵۶۔۲۵۷)

اس عبارت پر محمد عیسیٰ خان کا ردنری دیوبندیت، اندھا تعصب اور فرقہ نوازی ہے۔

ایسے گستاخ کو آنجہانی لکھنے سے رب نواز دیوبندی اور آلِ دیوبند ناراض نہ ہوں۔

شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ جو ہزاروں لاکھوں اہلِ حدیث علماء میں سے ایک اہلِ حدیث عالم تھے، کو شاغف بہاری صاحب کا آنجہانی کہنا شاغف صاحب کی اجتہادی غلطی ہے اور اس غلطی کی وجہ سے اوکاڑوی کو ''آنجہانی'' کے لقب سے باہر نکلنا غلط ہے۔

رب نواز دیوبندی نے سرفرازی کتابوں مقامِ ابی حنیفہ اور طائفہ منصورہ وغیرہما کے بارے میں لکھا ہے: ''جواب بھی سامنے نہیں آیا۔'' (مجلہ صفدر گجرات: ۱۴ص ۴۱)

عرض ہے کہ میری کتاب توضیح الاحکام عرف فتاویٰ علمیہ کی دوسری جلد کے درج ذیل مضامین دیکھ لیں:

۱: سرفراز خان صفدر کا علمی و تحقیقی مقام! (ص ۳۷۵۔۳۸۹)

۲: امام یحییٰ بن معین اور توثیقِ ابی حنیفہ؟ (ص ۳۸۹۔۴۰۱)

۳: نیز دیکھئے کلید التحقیق: فضائل ابی حنیفہ کی بعض کتابوں پر تحقیقی نظر

(تحقیقی مقالات ۴/ ۳۱۹۔۳۲۷)

اہلِ حدیث بحمد اللہ قلم و قرطاس کے ساتھ میدان میں ہیں اور ان شاء اللہ بڑی دیر تک آلِ دیوبند کے بدعتِ کبریٰ والے عقائد ضالہ اور اکاذیب سے پردہ اُٹھتا رہے گا۔

و ما علینا إلا البلاغ (۲۰/ اپریل ۲۰۱۲ء)

تحقیق وتنقید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیف الجبار فی جواب ظہور و نثار

بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم

اور

"المہند" الدیوبندی

کے سلسلے میں حافظ زبیر علی زئی

اور حافظ نثار احمد دیوبندی کے درمیان خط کتابت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

نثار احمد الحسینی الدیوبندی کا جواب: پہلی تحریر

﴿۱﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم - والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین - أما بعد

جناب حافظ محمد زبیر علی زئی صاحب - حفظک اللہ تعالیٰ

سلام مسنون!

آج ۱۵ شوال ۱۴۲۹ھ/۱۵/اکتوبر ۲۰۰۸ء آپ کا خط ملا۔ آپ نے حضرت مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی صاحب دامت برکاتہم کی کتاب "علمائے دیوبند قدس سرہم پر زبیر علی زئی کے اعتراضات کے جوابات" پر جس غصہ کا اظہار کیا آپ کا حق ہے اور آپ کے تلخی آمیز مزاج سے اسی کی امید تھی۔

مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی مدظلہٗ نے علمائے دیوبند قدس سرہم پر آپ کے لگائے گئے الزامات کے ماشاء اللہ مکمل جواب لکھے جس میں علمائے دیوبند قدس سرہم پر الزامات کے جواب علمائے دیوبند قدس سرہم کا اپنا موقف اور پھر علمائے اہل حدیث غیر مقلدین کے ناقابلِ تردید حوالہ جات سے آپ جیسے متعصبین کی پوری تسلی کرادی گئی۔

ائمہ اسلاف، محدثین اور فقہاء کے خلاف آپ کے وضعی (خود ساختہ) مذہب اور بے سروپا دلائل جو محض خرافات ہیں، کے جواب میں مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی مدظلہٗ کی کتاب "علمائے دیوبند قدس سرہم پر زبیر علی زئی کے اعتراضات کے جوابات" کے علاوہ تین کتابیں (۱) رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ (۲) مسنون نماز تراویح اور (۳) چہل حدیث مسائل نماز بحمد اللہ چھپ چکی ہیں اور آپ کی خدمت میں پیش بھی کر دی گئی ہیں مگر آپ نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اور "علمائے دیوبند قدس سرہم پر زبیر علی زئی کے اعتراضات کے جوابات" پر آپ نے احقر کے نام گیارہ صفحات کا یہ خط لکھا ہے۔

آپ نے گیارہ صفحات کے اس خط میں دو عنوانات پر بات کی ہے: ایک "مسئلہ وحدت الوجود" اور دوسرا علمائے دیوبند قدس سرہم اور انگریز حکومت۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے رسالہ "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم" میں علمائے دیوبند قدس سرہم پر جو چودہ (۱۴) الزامات لگائے ہیں اس پر سوائے "وحدت الوجود" اور انگریز حکومت کے اپنے باقی بارہ الزامات کے جوابات اور دیگر مباحث سے آپ کا اعراض اسی کو ظاہر کر رہا ہے کہ آپ ان جوابات سے مطمئن ہیں۔

مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی مدظلہٗ نے آپ کے الزامات کے جوابات دیتے ہوئے جہاں علمائے دیوبند قدس سرہم کا نقطہ نظر واضح کیا ہے وہیں علمائے غیر مقلدین کے مستند حوالوں سے بھی آپ کا دماغ روشن کیا ہے۔

مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی مدظلہٗ نے جن غیر مقلدین علماء کا موقف آپ کو پیش کیا ہے ان کے متعلق کتاب میں جابجا یہ وضاحت ہے کہ یہ حضرات حافظ زبیر علی زئی کے بزعم خویش اساتذہ ہیں یا اساتذہ کے ممدوح ہیں یا پھر خود علی زئی صاحب کے ممدوح ہیں۔ آپ نے بیک جنبش قلم اپنے ان تمام اکابر کو مردود قرار دے دیا ہے۔ یہ حفظِ مراتب آپ کو ہی زیبا ہے۔

﴿۲﴾

آپ نے لکھا ہے:

جن حوالوں اور عبارات کو تمام اہلِ حدیث علماء بالاتفاق غلط قرار دے کر مسترد کر چکے ہیں، اصولاً آپ انہیں ہمارے خلاف پیش نہیں کر سکتے۔

(خط: محررہ (۲۶ رمضان ۱۴۲۹ھ / بمطابق ۲۷ ستمبر ۲۰۰۸ء۔ ص نمبر ۱)

آپ کا یہ عجیب انکشاف ہے کہ دورِ حاضر کے اہلِ حدیث یعنی غیر مقلدین کا بھی حوالہ جات اور عبارات کے رد و قبول پر کوئی اتفاق ہوا ہے۔ اگر کوئی ایسی اتفاقی دستاویز ہے تو امتِ مسلمہ کو بھی آپ اس کی اطلاع عام دیں ؟ تاکہ آپ کے متعلق خواص و عوام کا یہ تاثر ختم ہو جائے کہ آپ (غیر مقلدین) نے غیر مقلدین میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی تحقیق پر عمل کا جو راستہ دکھایا اس نے ہر غیر مقلد کو خود ایک فرقہ اور امت کے لئے فتنہ بنا دیا ہے۔

آپ کا اپنے اساتذہ، اور آپ کے اساتذہ کا آپ سے اختلاف تو مطبوعہ ریکارڈ میں آپ کے اس غلط راستے کے عبرت ناک انجام کی صورت میں محفوظ ہے اس لئے آپ اور آپ جیسے دوسرے راہنمایان بے مقتداء اور پیروکاران بے اتباع کا کوئی اتفاق ہو گیا ہے تو یقیناً اہلِ حدیث حضرات کے لئے مشعلِ راہ ہوگا۔

مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی صاحب مدظلہٗ نے جن غیر مقلد علماء کو پیش کیا ہے آپ کے ہاں ان کے اقوال جو محض اقوال نہیں ان کے عقائد ہیں مردود ہیں تو علمائے دیوبند قدس سرہم پر آپ گمراہی کا جو فتویٰ لگاتے ہیں وہی فتویٰ آپ اپنے اہلِ حدیث علماء اور بالخصوص اپنے اساتذہ اور مقتداؤں پر کیوں نہیں لگاتے؟

آپ کے الزامات کے جواب میں لکھی گئی کتاب میں یہ سوال آپ پر کئی بار دہرایا گیا مگر آپ نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ کو دینِ اسلام اور قرآن و حدیث سے کوئی دلچسپی نہیں، آپ کو محض علمائے دیوبند قدس سرہم سے عناد اور تعصب ہے اور کسی خاص اشارہ کی تعمیل میں آپ اپنے پیش روؤں کی طرح امت میں تفرقہ کی خواہش کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں اور اپنی صلاحیتوں کو ضائع کر رہے ہیں۔

مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی مدظلہٗ نے اپنی کتاب "علمائے دیوبند قدس سرہم پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جوابات" میں جابجا آپ پر کئی سوالات کیے ہیں، آپ نے ان سوالات سے کوئی تعرض نہ کیا کتاب کے صفحہ نمبر کے حوالہ سے یہ سوالات دوبارہ آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔

﴿۱﴾ جب علمائے دیوبند کی اقتداء میں آپ کی نماز نہیں ہوتی تو پھر غیر مقلدین کا علمائے دیوبند کی مساجد میں نماز پڑھنے کا کیا مقصد ہے؟
(ص ۱۶)

﴿۲﴾ بدعتی فرقوں میں آپ نے صرف علمائے دیوبند کو شمار کیا ہے بریلوی، شیعہ وغیرہ کا کیوں ذکر نہیں کیا؟ (ص ۱۵)

﴿۳﴾ اکابر غیر مقلدین علماء نے علمائے دیوبند کو اہلِ حق میں شمار کرتے ہوئے نماز میں ان کی اقتداء کو درست قرار دیا ہے جبکہ آپ جیسے اہلِ حدیث،

﴿۳﴾

غیر مقلدین نے انہیں جھوٹا اور بدعتی قرار دیا ہے اس پر آپ کا کیا ارشاد ہے؟ (ص ۱۸)

﴿۴﴾ اکابر اہل حدیث غیر مقلدین علماء "وحدت الوجود" کے قائل ہیں اور اسے قرآن و حدیث سے ماخوذ مانتے ہیں۔ آپ کا اس پر کیا فیصلہ ہے؟ (ص ۳۲،۳۱)

﴿۵﴾ آپ نے "امکانِ نظیر" کو گندا عقیدہ قرار دیا جبکہ آپ کے اکابر منکرین امکانِ نظیر کو گمراہ اور کافر قرار دے رہے ہیں۔ آپ کیا کریں گے؟ (ص ۳۶)

﴿۶﴾ آپ نے علمائے دیوبند قدس سرہم کی عبارات سے بزعم خود کشید کیا ہے کہ علمائے دیوبند جھوٹ بولنے کو مباح کہتے جب کہ آپ کے اکابر جھوٹ بولنے کو واجب کہہ رہے ہیں آپ کا کیا فیصلہ ہے؟ (ص ۳۶)

﴿۷﴾ آپ نے علمائے دیوبند قدس سرہم پر الزام لگایا ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں جب کہ آپ کے بڑے مولانا محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں کہ: حضرات دیوبند گالیاں دینے سے اور جھوٹ بولنے سے کتراتے ہیں۔ اب فیصلہ آپ پر ہے کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں یا آپ کے بڑے؟ (ص ۴۰۔حاشیہ)

﴿۸﴾ مسئلہ "امکانِ کذب" پر آپ نے لکھا ہے کہ علمائے دیوبند کو شرم آنی چاہیے جبکہ آپ کے اکابر مولانا عبداللہ روپڑی وغیرہ امکانِ کذب پر علمائے دیوبند قدس سرہم کی تصریحات کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ اب علمائے دیوبند قدس سرہم پر آپ کا الزام درست ہے یا آپ خود بے شرم ہیں۔؟ (ص ۴۱)

﴿۹﴾ غیر اللہ سے استعانت پر کیا آپ اپنے اکابر: وحید الزمان، نواب صدیق حسن خان، مولانا داود غزنوی اور ارشاد الحق اثری کو بدعقیدہ قرار دیں گے؟ (ص ۴۸،۴۳)

﴿۱۰﴾ مولانا عبدالاحد اس دور کے اہل حدیثوں کو "جہمیہ" اور "شیعہ" کے مثل قرار دیتے ہیں۔ آپ کا مولانا عبدالاحد اور ان کے فتویٰ پر کیا حکم ہے۔؟ (ص ۵۱)

﴿۱۱﴾ استواء علی العرش کی جس تفصیل کو آپ نے باطل قرار دیا مولانا ثناء اللہ امرتسری، قاضی شوکانی، نواب صدیق حسن خان اسی کو سلف صالحین کا مسلک قرار دے رہے ہیں۔ آپ کا ان اسلاف کے متعلق کیا فیصلہ ہے؟ (ص ۵۲)

﴿۱۲﴾ آپ نے ایمان میں کمی بیشی کے مذہب کو "مرجیہ" کا مذہب قرار دیا ہے۔ کیا امام بخاری رحمہ اللہ بھی آپ کے نزدیک مرجیہ ہیں۔؟ (ص ۵۴)

﴿۱۳﴾ آپ کے جن اکابر نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف ارجاء کی نسبت کی تردید کی ہے ان کے متعلق آپ کا کیا فیصلہ ہے؟ (۵۵)

﴿۱۴﴾ آپ نے صفات باری تعالیٰ میں جائز تاویلات پر علمائے دیوبند قدس سرہم کو جہمیہ ہونے کا طعنہ دیا ہے۔ جبکہ مشہور اہل حدیث

﴿۴﴾

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی نے تا اسے نہ صرف جائز بلکہ حضرت علی، ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حافظ ابن حزم، امام بیہقی اور اہل حدیث رحمہم اللہ کا مذہب قرار دیا ہے۔ اب صحابہ کرام ؓ، ائمہ سلف مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی اور دوسرے اہل حدیث پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ (ص ۵۷)

﴿۱۵﴾ آپ کے سامنے مشہور غیر مقلد عبدالحق بنارسی، وحید الزمان حیدر آبادی، حکیم فیض عالم صدیقی، ابو الاشبال شاغف کی صحابہ کرام ؓ کے متعلق گستاخانہ عبارات پیش کی گئیں ہیں ان اہل حدیث غیر مقلدین اور ان کے ہمدردوں پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ (ص ۶۶ تا ۶۸)

﴿۱۶﴾ بعض یہ لکھا کہ ہم ان حوالہ جات کو نہیں مانتے کچھ معنی نہیں رکھتا ایسے حوالہ جات کے صاحبان اور ان کے ہمدردوں کا شرعی حکم بیان کریں۔؟
(ص ۶۶ تا ۶۸)

﴿۱۷﴾ آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پر جواز حمل کی تہمت لگائی ہے؟ اس تہمت کا آپ نے کوئی جواب نہ دیا؟
(ص ۶۸)

﴿۱۸﴾ ائمہ اسلاف اور ائمہ حدیث کے متعلق حکیم فیض عالم صدیقی، ارشاد الحق اثری، وحید الزمان کی گستاخانہ عبارات پر آپ کا کیا فتویٰ ہے۔؟
(ص ۷۰)

﴿۱۹﴾ امام مالک رحمہ اللہ کی نیت پر حملہ کر کے آپ نے امام حدیث کو مجروح کیا آپ پر کیا فتویٰ لگتا ہے۔؟ (ص ۷۳)

﴿۲۰﴾ امام ترمذی رحمہ اللہ جیسے محدث پر آپ نے جہالت کا طعن کیا آپ کس درجہ پر فائز ہیں۔؟ (ص ۷۳)

﴿۲۱﴾ امام اسحاق بن ابی اسرائیل رحمہ اللہ کو آپ نے قلیل العقل قرار دیا آپ پر کیا فتویٰ ہے؟ (ص ۷۳)

﴿۲۲﴾ جلیل القدر محدث امام ترکمانی رحمہ اللہ کو آپ نے "حیلہ دوست" لکھا آپ پر کیا فتویٰ لگتا ہے۔؟ (ص ۷۳)

﴿۲۳﴾ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ کو آپ نے متعصب لکھا آپ کا کیا دعویٰ ہے۔؟ (ص ۷۳)

﴿۲۴﴾ مشہور حافظ الحدیث حافظ بزار رحمہ اللہ کو آپ نے کثیر الخطأ لکھا ہے اس درجہ بندی کا آپ کو کس نے حق دیا ہے۔؟ (ص ۷۳)

﴿۲۵﴾ آپ کے ہم مسلک حافظ ثناء اللہ غیر مقلد نے آپ کے گستاخانہ رویہ پر احتجاج کرتے ہوئے آپ کو محدثین پر جارحانہ حملہ کرنے والا لکھا ہے۔ آپ اپنے ہم مسلک پر کیا فتویٰ دیتے ہیں۔؟ (ص ۷۵)

﴿۲۶﴾ علاوہ اگر آپ کو اپنے ہم مسلک حافظ ثناء اللہ غیر مقلد کا فتویٰ قبول ہے تو اپنے آپ پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ (ص ۷۳)

﴿۲۷﴾ امام حدیث امام حاکم رحمہ اللہ کو آپ نے وہمی قرار دیا ہے۔ اپنے آپ پر آپ کا کیا فتویٰ ہے۔؟ (ص ۷۳)

﴿۲۸﴾ ناصر الدین البانی اور ارشاد الحق اثری نے صحیح بخاری کی کئی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔؟
(ص ۷۶، ۷۷)

﴿۵﴾

﴿۲۹﴾ آپ نے صحیح بخاری کے راوی علی بن جعد کو بھی اہلِ سنت سے خارج، شیعہ، مختلف فیہ اور مجروح قرار دیا ہے۔ کیا اس کے بعد بھی صحیح بخاری کو صحیح قرار دیا جا سکتا ہے۔؟ (ص ۷۸)

﴿۳۰﴾ آپ کی سند کے اُستاذ حدیث میاں نذیر حسین دہلوی نے تقلید کی چار قسمیں: واجب، مباح، حرام، بدعت اور شرک لکھیں ہیں۔ کیا آپ تقلید کو واجب اور مباح مانتے ہیں۔؟ (ص ۸۳)

﴿۳۱﴾ اگر تقلید کو مباح مانتے ہیں تو علمائے دیوبند قدس سرھم پر الزام کیوں ؟ (ص ۸۳)

﴿۳۲﴾ اور اگر نہیں مانتے تو اپنے شیخ الکل پر آپ کا کیا فتویٰ ہے ؟ (ص ۸۳)

﴿۳۳﴾ آپ کی سند کے اُستاذ حدیث کے شاگرد رشید وحید الزمان صدیقی نے کئی مسئلوں میں شیعہ، رافضی اور اہل حدیث کا ایک مذہب بتایا ہے۔ آپ کا کیا مذہب ہے؟ (ص ۸۴)

﴿۳۴﴾ کیا آپ کسی مسئلہ میں شیعہ سے متفق ہیں ؟ (ص ۸۴)

﴿۳۵﴾ یا ہر مسئلہ میں آپ کا شیعہ سے اختلاف ہے ؟ (ص ۸۴)

﴿۳۶﴾ اہل حدیث کے ڈانڈے شیعہ سے ملانے والے اپنے اُستاذ بھائی وحید الزمان کا شرعی حکم بیان کریں ؟ (ص ۸۴)

﴿۳۷﴾ آپ کے ممدوح عبداللہ روپڑی نے قادیانیوں کو اہل کتاب کے حکم میں شمار کیا ہے۔ آپ کا اپنے محدث روپڑی پر کیا فتویٰ ہے ؟ (ص ۹۲)

﴿۳۸﴾ آپ کے اُستاذ حدیث اور شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی رسول اللہ ﷺ جیسا پیدا ہونے کے ناممکن اور محال ہونے کے عقیدہ کو گمراہی اور قریب بہ کفر کہتے ہیں۔ جب کہ آپ اسی عقیدہ کے حامل ہیں۔ اپنے اُستاذ حدیث کے آپ پر اس فتویٰ گمراہی اور فتویٰ کفر پر آپ کا اپنے اُستاذ حدیث پر کیا فتویٰ ہے ؟ (ص ۹۳)

﴿۳۹﴾ محمد حسین بٹالوی نے مطلق تقلید کے انکار کو کفر و ارتداد کے اسباب میں شمار کیا ہے۔ جب کہ آپ تقلید کو مطلقاً انکار حدیث کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں۔ گویا بٹالوی صاحب آپ پر کفر و ارتداد کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور آپ اپنے مؤرخ اہل حدیث پر انکار حدیث کا فتویٰ لگا رہے ہیں۔ آپ کو کس کا فتویٰ قبول ہے ؟ (ص ۹۸)

﴿۴۰﴾ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور نواب صدیق حسن خان احناف کی نماز کو اقرب الی السنۃ قرار دیتے ہیں آپ کا ان پر کیا فتویٰ ہے ؟ (ص ۱۰۲)

﴿۴۱﴾ آپ کے اُستاذ حدیث میاں نذیر حسین دہلوی مدت العمر احناف کی اقتداء میں نماز پڑھتے رہے جبکہ آپ احناف کے طریقہ نماز کو خلافِ سنت قرار دیتے ہیں۔ اپنے اُستاذ حدیث کی نماز پر اور ان کے حنفی امام کو مقتداء بنانے پر آپ کا کیا فتویٰ ہے ؟ (ص ۱۰۳)

﴿۴۲﴾ آپ نے محمد صادق سیالکوٹی کی کتب کو فروغِ مذہب اہل حدیث کا ذریعہ قرار دیا ہے اور محمد صادق سیالکوٹی کو آپ نے ضعیف احادیث اپنی

﴿۶﴾

کتابوں میں لکھنے والا اور معذور قرار دیا۔ ایک معذور اور ضعیف احادیث کو ضعف کا حکم کے ظاہر کیے بغیر ذکر کر کے گویا صحیح باور کرانے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ (ص۱۰۴)

﴿۴۳﴾ ایسے شخص کی محنت سے پھیلائے گئے مذہب اہل حدیث اور اس مذہب کے پیروکاروں کا کیا حکم ہے؟ (ص۱۰۵)

﴿۴۴﴾ آپ نے حدیث میں محمد صادق سیالکوٹی جیسے دھوکہ دینے والے کے دھوکوں کو صدقہ جاریہ قرار دیا۔ آپ پر انکار حدیث اور توہین حدیث کا کیا حکم لگتا ہے؟ (ص۱۰۵)

﴿۴۵﴾ آپ نے محمد صادق سیالکوٹی کو بچانے کے لئے ضعیف حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا جبکہ خود آپ حسن لغیرہ کو ضعیف تسلیم کر چکے ہیں۔ اس تضاد کو آپ کس تحقیق کا نام دیں گے؟ (ص۱۰۵)

﴿۴۶﴾ ضعیف حدیث کو حکم ضعف کے بغیر نقل کرنا آپ کے ہاں رسول اللہ ﷺ پر افتراء ہے۔ اس افتراء پر آپ محمد صادق سیالکوٹی پر کیا حکم لگائیں گے؟ (ص۱۰۵)

﴿۴۷﴾ اس افتراء کو چھپانے کے لئے آپ نے بے جان تاویلیں کی ہیں۔ آپ کس زمرے میں شمار ہیں؟ (ص۱۰۵)

﴿۴۸﴾ آپ نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کی کتاب "ایضاح الادلہ" میں کتابت کی غلطی کو قرآن مجید میں تحریف قرار دیا ہے۔ جبکہ کتابت کی غلطی کا کتابت ہی کی غلطی ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اگر آپ کو اسی پر اصرار ہے کہ یہ تحریف ہے تو اپنے اکابر اور خود آپ کی کتب میں کتابت کے اغلاط پر آپ تحریف قرآن و حدیث کے کس درجہ پر فائز ہیں؟ (ص۱۰۹)

﴿۴۹﴾ آپ کی سند کے استاذ حدیث سید بدیع الدین شاہ راشدی نے نماز نہ پڑھنے والے کو کافر قرار دیا ہے جبکہ آپ نماز نہ پڑھنے والے کو مسلمان سمجھتے ہیں اور کافر کہنے کو بُرا قرار دیتے ہیں۔ اس فتویٰ کفر پر آپ کا اپنی سند کے استاذ پر کیا فتویٰ ہے؟ (ص۱۱۳)

﴿۵۰﴾ نماز نہ پڑھنے والے کو کافر نہ قرار دینے پر آپ کی سند کے استاذ حدیث کے فتویٰ کی رو سے آپ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اس پر آپ سے گزارش کی گئی تھی کہ آپ اپنی اور اپنے مقتدیوں گزشتہ نمیں سالوں کی نمازوں کا کیا کریں گے؟ (ص۱۱۴)

﴿۵۱﴾ اور اگر آپ اپنی سند کے استاذ حدیث کا فتویٰ تسلیم نہیں کرتے تو ان کی نمازوں اور مسلمان کو کافر قرار دینے پر ان کے ایمان و یقین کو کس پیمانے سے ماپیں گے؟ (ص۱۱۴)

مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی مدظلہ کے مذکورہ اکاون (۵۱) سوالات کے علاوہ چند مزید قابل وضاحت امور ملاحظہ ہوں۔

﴿۱﴾ مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی مدظلہ نے اپنی کتاب "علمائے دیوبند قدس سرھم پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جوابات" میں علمائے دیوبند قدس سرھم کے عقائد درست اور حق ہونے پر بطور گواہ آپ کو درج ذیل پچاس علماء اہل حدیث غیر مقلدین۔ کے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔

ابراہیم سیالکوٹی، ابوالاشبال شاغف، ابوبکر غزنوی، ارشاد الحق اثری، اسماعیل غزنوی، امام خان نوشہروی، بدیع الدین شاہ راشدی، بشیر الحق

﴿ ۷ ﴾

مستحسن، پروفیسر مبارک، ثناء اللہ امرتسری، ثناء اللہ ضیاء، حفیظ اللہ، خواجہ ضیاء الدین، داؤد غزنوی، سلامت اللہ جیراجپوری، امیر احمد فاضلی، شمس الحق ڈیانوی، صدیق حسن خان نواب، عبدالاحد خانپوری، عبدالجبار غزنوی، عبدالجبار کھنڈیلوی، عبدالحق بہاری، عبدالرشید عراقی، عبدالرؤف سندھو، عبد السلام مبارکپوری، عبدالعزیز، عبدالواحد خانپوری، عبداللہ ثانی، عبداللہ روپڑی، عطاء اللہ حنیف، علی حسن خان نواب، غلام مصطفیٰ ظہیر، فضل حسین بہاری، فیاض علی، فیض عالم صدیقی، محب اللہ شاہ راشدی، محمد اسد علی، محمد اسلم سندھی ابوجبیر، محمد بن علی شوکانی، محمد جونا گڑھی، محمد حسین بٹالوی، محمد شاہ جہاں پوری، محمد صادق سیالکوٹی، محمد صدیق بن عبدالعزیز سرگودھوی، محمد گوندلوی، میاں نذیر حسین دہلوی، ناصر الدین البانی، نذیر احمد رحمانی، وحید الزمان صدیقی۔

آپ نے جواب میں لکھا:

تنبیہ: ہم نے وحید الزمان حیدرآبادی، نواب صدیق حسن خان، فیض عالم صدیقی اور بعض علماء وغیرہم کے بارے میں صراحتاً یا اشارتاً اعلان کر رکھا ہے کہ یہ ہمارے اکابر میں سے نہیں ہیں یا ہم ان کی تحریرات سے بری ہیں۔

(خط: محررہ ۲۶ رمضان ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۷ ستمبر ۲۰۰۸ء۔ ص نمبر ۱۰)

تو کیا باقی سنتالیس (۴۷) کو آپ اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں۔؟

﴿۲﴾ اہل حدیث غیر مقلد علماء کے تذکرے موجود ہیں مثلاً: امام خان نوشہری، مولانا محمد اسحاق بھٹی، عبدالرشید عراقی کی کتابیں مطبوعہ ہیں اگر آپ فہرست ہی شائع کر دیں کہ کون آپ کے اکابر ہیں اور کون آپ کے قلم کے مردود ہیں تا کہ آپ کی اصل ونسل کا اندازہ لگایا جا سکے؟

﴿۳﴾ وحید الزمان حیدرآبادی، نواب صدیق حسن خان، فیض عالم صدیقی کے ساتھ آپ نے وغیرہم سے اپنے اکابر کو مبہم کر دیا ہے۔ یہ "وغیرہم" کون ہیں؟

﴿۴﴾ وحید الزمان حیدرآبادی، نواب صدیق حسن خان، فیض عالم صدیقی کو آپ نے اپنے اکابر میں شمار نہیں کیا۔ ان حضرات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اہل حق سے ہیں یا اہل باطل ہیں؟ گمراہ ہیں یا ہادیانِ امت سے ہیں؟

﴿۵﴾ اگر یہ اہل باطل ہیں تو انہیں اہل حق میں شمار کرنے اور اہل حدیث قرار دینے والوں کا کیا حکم ہے؟

﴿۶﴾ میاں نذیر حسین دہلوی آپ کی سندِ حدیث کا اہم نام ہونے کی وجہ سے آپ کی سندِ حدیث کے اُستاذ ہیں۔ میاں صاحب وحدت الوجود کو حق مسئلہ مانتے ہیں، ابن عربی رحمہ اللہ کی تعریف کرتے ہیں اور ان پر الزامات کے جوابات دیتے ہیں۔ میاں صاحب پر آپ کا کیا حکم لگتا ہے؟

﴿۷﴾ انگریزی شمس العلماء میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے وحدت الوجود کے قائل ہونے اور ابن عربی رحمہ اللہ کی تعریف میں رطب

﴿۸﴾

اللسان ہونے کے باوجود آپ اپنی سند حدیث انہی کے واسطے سے بیان کرتے ہیں۔ کیا ایسا شخص جو آپ کے نزدیک گمراہ عقیدے والا ہے استاذ حدیث ہو سکتا ہے؟

﴿۸﴾ میاں صاحب کو سند حدیث میں بیان کر کے اپنے اساتذہ میں شمار کرنے پر آپ کا شرعی حکم کیا ہے؟

﴿۹﴾ انگریزی شمس العلماء میاں نذیر حسین دہلوی صاحب نے ساڑھے تین ماہ کا عرصہ انگریز غیر محرم میم کو پناہ دیتے ہوئے چھپائے رکھا غیر محرم بے پردہ عورت کو یوں پردہ اخفاء میں رکھنا کیا ہے؟

﴿۱۰﴾ انگریزی شمس العلماء میاں نذیر حسین صاحب اور محمد حسین بٹالوی صاحب نے انگریز حکومت سے مراعات لیکر انعامات وصول کیے۔ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

﴿۱۱﴾ اہل حدیث نام محمد بشیر بٹالوی کی درخواست پر انگریز کا دیا ہوا نام ہے۔ انگریز حکومت کے عطا کردہ نام کو جماعتی شعار بنانا اور آزادی ملنے کے بعد بھی انگریزی غلامی کے اس تمغہ کو سجائے رکھنا اور اپنا عنوان قرار دینا کیا کہلاتا ہے؟

﴿۱۲﴾ آپ نے اپنے رسالہ "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم" میں علمائے دیوبند قدس سرہم پر ص (۱۳) پر الزامات لگا کر انہیں اہل السنت والجماعت سے خارج اور بدعتی قرار دے کر ان کی اقتداء میں نماز کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اگر آپ کے اکابر ان عقائد کے حامل ہوں اور ان کی تائید کرتے ہوں تو ان پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

﴿۱۳﴾ جن عقائد پر آپ نے اکابر علمائے دیوبند قدس سرہم کو بدعتی قرار دیا ان کی تائید کرنے والوں کو اہل حق میں شمار کرنے والے کو کیا حکم ہے؟

﴿۱۴﴾ وحید الزمان حیدرآبادی اگر ساقط الاعتبار ہے تو اس کی توثیق کرنے والے بدیع الدین شاہ راشدی، عبداللہ روپڑی، ابراہیم سیالکوٹی اور عبدالرشید عراقی پر کیا حکم ہے؟

﴿۱۵﴾ بدیع الدین شاہ راشدی آپ کی سند کے اُستاذ ہیں ایسے شخص کو اپنے اساتذہ میں شمار کرنے پر آپ کا اپنے مسلک پر کیا حکم ہے ؟

﴿۱۶﴾ آپ اپنی سند حدیث بدیع الدین شاہ راشدی سے بیان کرتے ہیں جبکہ بدیع الدین شاہ راشدی آپ کے مردود شدہ وحید الزمان حیدرآبادی کی مدح کرتے ہیں اس پر آپ کی سند حدیث کا کیا درجہ ہے ؟

آپ کا خط: محررہ ۲۶ رمضان ۱۴۲۹ھ/۲۷ ستمبر ۲۰۰۸ء کے اس جوابی خط میں مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی مدظلہ کے اکاون سوالات جو ہنوز آپ پر قرض ہیں اور مزید سولہ سوالات اور اس خط میں اس شمار کے علاوہ تین کل ستر (۷۰) سوالات کے جواب کا انتظار ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ:

اگر آپ ہمارے علمائے کرام کے اعتقادات پیش کرنا چاہتے ہیں تو درج ذیل شرائط کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں.

﴿۹﴾

﴿۱﴾ وہ عالم ہمارے نزدیک ثقہ وصدوق عنداالجمہور ہو اور صحیح العقیدہ اہل حدیث ہو۔

﴿۲﴾ اس عالم کا قول قرآن، حدیث اور اجماع کے خلاف نہ ہو کیونکہ ہمارا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ قرآن، حدیث اور اجماع کے خلاف ہر شخص کی بات مردود ہے۔

﴿۳﴾ اس عالم کا قول ہمارے نزدیک متفق بہ ہو۔

﴿۴﴾ ہم اسے اپنے اکابر میں تسلیم کرتے ہوں۔

خط بحررہ (۲۶ رمضان ۱۴۲۹ھ / بمطابق ۲۷ ستمبر ۲۰۰۸ء ۔ص نمبر ۱۱)

مسئلہ "وحدت الوجود" اور انگریز حکومت کے متعلق آپ کے حوالہ جات کے جواب سے پہلے (ص ۱۱) پر آپ کی تحریر کے پیش نظر آپ سے مذکورہ سوالات کی وضاحت ضروری ہے، کہ ہمیں معلوم ہو سکے کون آپ کے مقبول اکابر ہیں اور کون آپ کے مردود ہیں اور اہل حدیث اور غیر مقلدین علماء کی جو تحریرات آپ کو قبول نہیں ان کی بنا کر ان علماء پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

اس لیے کہ آپ نے علمائے دیوبند قدس سرہم کی تحریرات پر صرف یہ نہیں لکھا کہ یہ درست نہیں بلکہ آپ نے ان اکابر پر فتویٰ لگاتے ہوئے انہیں نعوذ باللہ بدعتی اور گمراہ لکھا ہے۔

مذکورہ سوالات پر آپ کے مکمل جواب کے بغیر "وحدت الوجود" اور دوسرے مسائل پر ہمارا جواب ادھورا اشارہ ہوگا اس لیے ہم اس کا حق رکھتے ہیں کہ آپ ہمارے سوالات کے مکمل جواب لکھیں تاکہ آپ کی پوری تسلی کرادی جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

مذکورہ سوالات کا جواب آنے پر آپ کے اٹھائے ہوئے مسئلہ "وحدت الوجود" اور انگریز حکومت اور علمائے دیوبند قدس سرہم پر آپ کے ایک ایک حوالہ کی وضاحت بحمد اللہ تیار ہے اور حوالہ جات میں آپ کی قطع و برید اور آپ کی علمی خیانتوں کو بھی طشت از بام کر دیا گیا ہے۔ جو ارسال خدمت کر دیا جائے گا۔

ملحوظ رہے کہ کسی سوال سے پہلوتہی اور اعراض پر آپ کا جواب نامکمل اور ادھورا ہوگا۔

فقط والسلام

آپ کے مکمل جواب کا منتظر

[signature]

۱۵ شوال ۱۴۲۹ھ / ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوسری تحریر

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الأمین ، أما بعد:

جناب حافظ نثار الحسینی صاحب کے نام!

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کا سوالنامہ (۶۷ سوالوں پر مشتمل) ملا۔

(نوشتہ ۱۵/ اکتوبر ۲۰۰۸ء)

عرض ہے کہ آپ صرف ایک سوال لکھیں اور اس کا جواب وصول کریں اور پھر اسی وقت ہمارا سوال پیشِ خدمت ہوگا جس کا جواب آپ کو دینا پڑے گا۔ دونوں طرف سے سوال و جواب کی ترتیب برابر رہے گی ورنہ ہماری طرف سے آپ کو سوالات کی اجازت نہیں ہے۔ آپ نے جو سوالات لکھے ہیں اُن میں بھی ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے مثلاً:

آپ نے میرے بارے میں لکھا ہے کہ ''آپ نے ایمان میں کمی بیشی کے مذہب کو ''مرجئہ'' کا مذہب قرار دیا ہے۔ کیا امام بخاری رحمہ اللہ بھی آپ کے نزدیک مرجئہ ہیں۔؟'' (سوال نمبر ۱۲)

آپ کے اس سوال سے یہی ظاہر ہے کہ مرجئہ اور امام بخاری رحمہ اللہ دونوں ایمان میں کمی بیشی کے قائل تھے یا دونوں قائل نہیں تھے (!) حالانکہ مرجئہ تو ایمان میں کمی بیشی کے قائل نہیں ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ تو ایمان میں کمی بیشی کے قائل تھے۔

راقم الحروف نے لکھا تھا: ''مرجئہ کی طرح دیوبندی حضرات: ایمان میں زیادتی اور نقص کے بھی قائل نہیں ہیں اُن کے نزدیک ایمان فقط تصدیق قلب کا نام ہے....''

(بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۹)

برادرِ محترم ذوالفقار بن ابراہیم الاثری حفظہ اللہ کے سوال کے جواب میں راقم الحروف نے

جو رسالہ لکھا تھا وہ ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' کے نام سے شائع ہوا۔

جناب حافظ ظہور احمد الحسینی صاحب اس چھوٹے سے رسالے کا جواب لکھنے کے لئے بیٹھے مگر پہلے باب کے مکمل جواب سے ہی عاجز رہے۔

آپ فرما رہے ہیں کہ ''ماشاء اللہ مکمل جواب لکھے''!!

حافظ صاحب! اگر آپ کی نظر پہلے سے کمزور ہے تو عینکیں بدل لیں اور اگر پہلے سے کمزور نہیں تھی تو آنکھوں کے کسی ڈاکٹر سے معائنہ کروالیں۔

آپ کا یہ فرمانا: ''جس غصہ کا اظہار کیا آپ کا حق ہے اور...'' عجیب وغریب ہے۔!

راقم الحروف کا جوابی خط ماہنامہ الحدیث حضرو (عدد: ۵۴، نومبر ۲۰۰۸ء) میں شائع ہو چکا ہے، آپ اس جگہ انگلی رکھ دیں جہاں میں نے غصے کا اظہار کیا اور اگر نہ رکھ سکیں تو.....

یاد رہے کہ آپ ہمارے دلائل کے جوابات سے عاجز ہیں لہٰذا ہمیں کسی غصے وغیرہ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

آپ ہمیں یہ سمجھائیں کہ بندہ کس طرح ''ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے''؟

یہ وہ عبارت ہے جو ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' (ص۱۴) اور ''آلِ دیوبند اور وحدت الوجود'' (الحدیث حضرو: ۵۴ ص ۲۷) میں درج ہے، جس کے جواب سے حافظ ظہور صاحب، آپ اور تمام آلِ دیوبند عاجز وساکت ہیں۔ کیا خیال ہے؟

امید ہے کہ آپ راقم الحروف کی ان سطورِ مؤدبہ پر غم و غصے کا اظہار نہیں فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ

وما علينا إلا البلاغ

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علیزئی

مدرسہ اہل الحدیث حضرو۔ ضلع اٹک

۲/نومبر ۲۰۰۸ء

نثار احمد کی دوسری تحریر

﴿۱﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوۃ والسلام علیٰ سیدنا وسید الانبیاء والمرسلین۔ أمابعد:۔

جناب حافظ محمد زبیر علی زئی صاحب حفظك اللہ تعالیٰ

سلام مسنون:۔

— آج ۸ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ/۷-۱۱-۲۰۰۸ء کو احقر کے خط محررہ ۱۵ شوال ۱۴۲۹ھ/۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء کے جواب میں آپ کے نام سے کمپوز کتابت شدہ خط ملا یہ خط آپ کے قلمی دستخطوں اور مہر سے خالی ہے۔ اسی ماہ کے "الحدیث" شمارہ ۵۴ ص ۲۱ پر آپ نے اپنی کسی بھی کتاب یعنی تحریر کے متعلق یہ اعلان شائع کروایا ہے کہ.

راقم الحروف کی صرف وہی کتاب معتبر ہے جس کے آخر میں میرے دستخط وعہر ہیں یا اسے مکتبہ الحدیث حضرو/ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد، لاہور سے شائع کیا گیا ہے۔ باقی کسی کتاب کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔

احقر کے نام آپ کا خط نہ مکتبہ الحدیث حضرو یا مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد سے آیا ہے نہ اس پر آپ کے دستخط اور مہر ہے اگر یہ کسی دوسرے صاحب کی قلم کاری ہے تو وہ مجہول ہے۔ اور اگر آپ نے لکھا ہے تو اسی ماہ کے الحدیث کا اعلان شاید آپ کے حافظہ میں محفوظ نہیں رہا۔ اس لیے ہمارا مشورہ ہے کہ اپنی ہر تحریر سے پہلے اور بعد میں کسی دماغی ڈاکٹر سے معائنہ کروالیا کریں تاکہ ایسی غلطیوں سے حفاظت رہے اس لیے کہ دنیوی ماپ تول میں غلطی سے اپنا ہی نقصان ہے۔ مگر دینی معاملات میں آپ کی غلطی پوری امت کے لئے خسارہ دارین ہے۔

یہ خط اگر آپ ہی کا ہے تو عرض خدمت ہے کہ:

آپ نے ہمارے ستر سوالات کے جواب سے انکار کر کے گویا یہ تسلیم کرلیا ہے کہ آپ کی جیب بھی میں ان حقائق کا کوئی حل نہیں اور انشاء اللہ ہو بھی نہیں سکتا کہ آپ ہمارے سوالات میں سے ہر ایک کا مکمل جواب لکھیں تو اپنی اصل وفرع سمیت قلم زدہ ہوتے ہیں اور اگر مکمل جواب نہ دیں گے کتمان حق ہے۔

آپ نے لکھا ہے:

آپ صرف ایک سوال لکھیں اور اس کا جواب وصول کریں اور پھر اسی وقت ہمارا سوال پیش خدمت ہوگا جس کا جواب آپ کو دینا پڑے گا۔ دونوں طرف سے سوال جواب کی ترتیب برابر رہے گی ورنہ ہماری طرف آپ کو سوالات کی اجازت نہیں۔"

جناب علی زئی صاحب ہمارے ستر سوالات مرتب ومربوط ہیں ان میں سے کسی ایک کے جواب کے بغیر آپ کا موقف واضح نہیں ہوسکتا

﴿۲﴾

اور یہ گزارش احقر پہلے خط میں بھی کر چکا ہے کہ آپ کے مکمل جواب کے بغیر آپ کا موقف غیر واضح اور ہمارا جواب ادھورا ہوگا۔

آپ نے علمائے دیوبند قدس سرہم اور ائمہ احناف پر تنقید کرتے ہوئے کیا ایک ایک اعتراض کو اس طور ا لگ لکھا ہے کہ پہلے ایک حل ہو جائے پھر دوسرا تا کہ اعتراض و جواب کی ترتیب برابر رہے۔ ان پاکبازان امت رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم پر تو آپ باجازت خود قاضی ہیں اور جب ہم پوچھتے ہیں تو آپ اجازت کے روادار نہیں۔

اگر آپ ستر سوالات کے مکمل جواب کا ارادہ رکھتے ہیں تو ایک ایک کے الگ الگ جواب اور ان پر مناقشات کے لامتناہی سلسلہ کے بجائے جو جواب آپ دینا چاہتے ایک ہی مرتبہ کیوں نہیں لکھ دیتے تا کہ آپ کی تحقیق کا حق بھی ادا ہو جائے اور آپ کے نوساختہ (گمزتو) مذہب کا پول بھی کھل جائے۔

اس لئے مکرر عرض ہے کہ ہمارے ستر سوالات کے مکمل جواب کے بغیر آپ کا موقف ادھورا اور ہمارا جواب نامکمل ہوگا اس لئے جب آپ کو بقصد خود ائمہ احناف، علمائے دیوبند قدس سرہم پر اعتراض کا حق حاصل ہے تو ہمیں بھی یہ حق حاصل ہے کہ ہم ان خادمان دین کے دفاع میں آپ کی تسلی کے لئے آپ کے مکمل جواب کے طالب ہوں۔

اس خط میں سوال نمبر ۱۲ کے ذیل آپ کے تخفظ اور "وحدت الوجود" پر آپ کی تسلی کا سامان بحمد اللہ تیار ہے جو ہمارے ستر سوالات کے مکمل جوابات پر انشاء اللہ تعالیٰ پیش خدمت کر دیا جائے گا۔

والسلام

۸ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ / ۷ نومبر ۲۰۰۸ء

بسم الله الرحمن الرحيم

تیسری تحریر

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسوله الأمین ، أما بعد:

جناب حافظ نثار احمد الحسینی صاحب کے نام!

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کی تحریر نمبر ۲ ملی، جس میں سابقہ تحریر (نمبر ۱) کے ۶۷ سوالات کے جوابات کا مطالبہ ہے۔ ہم عرض کر چکے ہیں کہ

''عرض ہے کہ آپ صرف ایک سوال لکھیں اور اس کا جواب وصول کریں اور پھر اسی وقت ہمارا سوال پیشِ خدمت ہوگا جس کا جواب آپ کو دینا پڑے گا۔ دونوں طرف سے سوال و جواب کی ترتیب برابر رہے گی ورنہ ہماری طرف سے آپ کو سوالات کی اجازت نہیں ہے۔''

(دوسری تحریر ص ۱، نوشتہ ۲/نومبر ۲۰۰۸ء)

آپ نے تحریر نمبر ۲ (نوشتہ ۷/نومبر ۲۰۰۸ء) میں یہ عبارت نقل کی ہے مگر بمطابقِ اصل نہیں ہے مثلاً ''سوال و جواب'' کو ''سوالوں جواب'' لکھ دیا ہے لیکن خاطر جمع رکھیں، ہم آپ کو فی الحال کسی دماغی ڈاکٹر سے معائنے کا مشورہ نہیں دیتے اور اگر مشورہ دے بھی دیں تو ممکن ہے کہ آپ ڈاکٹر کی بات نہ مانیں، جس کی دلیل درج ذیل ہے:

دیوبندی تبلیغی جماعت (جس کے دفاع میں آپ نے ایک رسالہ لکھا ہے) کے زکریا صاحب کو ''ایک مرض کی وجہ سے چند روز کے لئے دماغی کام سے روک دیا گیا۔''

(دیکھئے تبلیغی نصاب ص ۷، فضائل اعمال ص ۷)

مگر زکریا صاحب نے یہ مشورہ نہ مانا اور اوراق لکھتے رہے۔!

چونکہ آپ نے اپنے (۵۱+۱۶) ۶۷ سوالات کے جوابات کا مطالبہ کیا ہے لہٰذا

ہمارے ٦٧ سوالات پیشِ خدمت ہیں۔ آپ ان سوالات کے جوابات لکھ کر بھیجیں اور پھر اپنے سوالات کے جوابات وصول کریں۔

حافظ نثار صاحب کی خدمت میں ٦٧ سوالات

۱) حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی نے لکھا ہے:

''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' (کلیاتِ امدادیہ ص ۳٦)

یہ کہنا کہ بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے، قرآنِ مجید کی کس آیت میں لکھا ہوا ہے؟

۲) دیوبندیوں کے پیر کا یہ کہنا کہ ''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

۳) یہ کہنا کہ ''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' کیا امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت ہے؟ مستند حوالہ پیش کریں۔

٤) حاجی امداد اللہ نے لکھا ہے:

''اور اس کے بعد اس کو ہُو ہُو کے ذکر میں اس قدر منہمک ہو جانا چاہئے کہ خود مذکور یعنی (اللہ) ہو جائے'' (کلیاتِ امدادیہ ص ۱۸)

ذکر کرنے والے کا اللہ ہو جانا کس آیت سے ثابت ہے؟

۵) ذکر کرنے والے کا اللہ ہو جانا کس حدیث سے ثابت ہے؟

٦) ذکر کرنے والے کا اللہ ہو جانا امام ابوحنیفہ کے کس مفتیٰ بہ صحیح قول سے ثابت ہے؟

۷) حاجی امداد اللہ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے لکھا ہے:

''اے مرے مشکل کشا فریاد ہے'' (کلیاتِ امدادیہ ص ۹۱)

نبی ﷺ کو مشکل کشا سمجھنا کس آیتِ کریمہ سے ثابت ہے؟

۸) رسول اللہ ﷺ کو مشکل کشا سمجھنا کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

۹) نبی کریم ﷺ کو مشکل کشا سمجھنا امام ابوحنیفہ کے کس ثابت شدہ قول سے ثابت ہے؟

۱۰) امداد اللہ نے لکھا ہے:

''مری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ'' (کلیاتِ امدادیہ ص ۲۰۵)

قرآنِ مجید کی کس آیت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کشتیوں کو کنارے پر لگاتے ہیں؟

۱۱) کس صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ کشتیوں کو کنارے پر رسول اللہ ﷺ لگاتے ہیں؟

۱۲) کیا امام ابوحنیفہ سے یہ عقیدہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کشتیوں کو کنارے پر لگاتے تھے؟

۱۳) حاجی امداد اللہ نے علانیہ لکھا ہے:

''مسئلہ وحدت الوجود حق و صحیح ہے، اس مسئلہ میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے''

(شمائم امدادیہ ص ۳۲، کلیاتِ امدادیہ ص ۲۱۸)

قرآنِ مجید کی کس آیت سے یہ ثابت ہے کہ صوفیوں مثلاً ابن عربی وغیرہ کا عقیدہ وحدت الوجود حق و صحیح ہے؟

۱۴) عقیدۂ وحدت الوجود کا حق و صحیح ہونا کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

۱۵) کیا امام ابوحنیفہ سے باسندِ صحیح مروجہ عقیدۂ وحدت الوجود کا حق ہونا ثابت ہے؟

۱۶) حاجی امداد اللہ اپنے پیر نور محمد جھنجھانوی کو مخاطب کر کے کہتے تھے:

''آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا

بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا''

(شمائم امدادیہ ص ۸۳، ۸۴، امداد المشتاق فقرہ ۲۸۸)

یہ کہنا کہ دنیا میں آسرا صرف نور محمد جھنجھانوی کا ہے، قرآن کی کس آیت سے ثابت ہے؟

۱۷) دنیا اور میدانِ حشر دونوں میں نور محمد جھنجھانوی سے امداد طلب کرنا کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

۱۸) کیا یہ عقیدہ امام ابوحنیفہ سے ثابت ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں میں پیر نور محمد

جھنجھانوی کا دامن پکڑ کر اُن سے امداد مانگنی چاہئے؟

۱۹) سورۃ الذّٰریٰت کی آیت :۲۱ کے ترجمے میں تحریف کرتے ہوئے حاجی امداد اللہ نے لکھا: ''خدا تم میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔'' (کلیاتِ امدادیہ ص ۳۱)

یہ کہنا کہ ''خدا تم میں ہے'' کس صحابی کا عقیدہ تھا؟

۲۰) یہ کہنا کہ ''خدا تم میں ہے'' کیا امام ابوحنیفہ سے یہ عقیدہ باسند صحیح ثابت ہے؟

۲۱) بانیٔ مدرسۂ دیوبند محمد قاسم نانوتوی نے کہا:

''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا'' (تحذیر الناس ص ۸۵ واللفظ لہ، دوسرا نسخہ ص ۳۴)

یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو ختم نبوت میں کچھ فرق نہ آئے گا، کس آیت سے ثابت ہے؟

۲۲) یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے بعد اگر کوئی نبی پیدا ہو تو ختم نبوت میں کچھ فرق نہ آئے گا، کس حدیث سے ثابت ہے؟

۲۳) یہ کہنا کہ نبی ﷺ کے زمانے کے بعد اگر کوئی نبی پیدا ہو تو ختم نبوت میں کچھ فرق نہ آئے گا، امام ابوحنیفہ کے کس مفتیٰ بہ قول سے یہ عقیدہ ثابت ہے؟

۲۴) محمد قاسم نانوتوی نے رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا:

''مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار''

(قصائد قاسمی، قصیدہ بہاریہ در نعت رسول اللہ ﷺ ص ۸، عقائد حقہ ص ۴، از زاہد الحسینی)

رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لئے پکارنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کے سوا نانوتوی بیکس (بے یار و مددگار، محتاج) کا کوئی بھی حامی کار نہیں ہے، کس آیت سے ثابت ہے؟

۲۵) رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لئے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ رسول کے سوا نانوتوی کا کوئی بھی حامی کار (گرم جوشی سے حمایت یا مدد کرنے والا) نہیں ہے، کس حدیث سے ثابت ہے؟

۲۶) کیا امام ابوحنیفہ کا یہ عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لئے پکارنا چاہئے اور آپ کے سوا کوئی بھی حامی کار نہیں ہے؟

۲۷) قاسمی نانوتوی نے کہا:

''دلیل اس دعوے کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی اُمت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو عُلوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں'' (تحذیر الناس ص ۴۷، دوسرا نسخہ ص ۷)

یہ عقیدہ کہ اُمتی عمل میں انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں، کس آیت سے ثابت ہے؟

۲۸) یہ عقیدہ کہ عمل میں انبیاء سے اُمتی بڑھ جاتے ہیں، کس حدیث سے ثابت ہے؟

۲۹) کیا امام ابوحنیفہ کا یہ عقیدہ تھا کہ انبیاء سے عمل میں اُمتی بڑھ جاتے ہیں؟

۳۰) محمد قاسم نانوتوی نے کہا:

''ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثلِ نورِ چراغ اطراف و جوانب سے قبض کر لیتے ہیں اور سوا ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں'' (جمال قاسمی ص ۱۵، تسکین الصدور ص ۲۱۶ واللفظ لہ)

یہ کہنا کہ وفات کے وقت انبیاء کی ارواح کا اخراج نہیں ہوتا تھا، کس آیت سے ثابت ہے؟

۳۱) وفات کے وقت نبی کی روح کا عدمِ اخراج کس حدیث سے ثابت ہے؟

۳۲) کیا امام ابوحنیفہ کا یہ عقیدہ تھا کہ وفات کے وقت نبی کی روح کا اخراج نہیں ہوتا تھا؟

۳۳) قاسم نانوتوی نے کہا:

''رجاؤ خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ جو تو ہی ہاتھ لگائے تو ہووے بیڑا پار''

(قصائد قاسمی ص ۹)

یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ ناؤ (کشتی) پار لگاتے ہیں، کس آیت سے ثابت ہے؟

۳۴) یہ عقیدہ کہ نبی ﷺ کشتی کو پار لگاتے ہیں، کس حدیث سے ثابت ہے؟

۳۵) کیا امام ابوحنیفہ کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی ﷺ کشتی کو پار لگاتے ہیں؟

۳۶) قاسم نانوتوی صاحب اگرا کیلئے کسی مزار (قبر) پر جاتے، اور دوسرا شخص وہاں موجود نہ ہوتا، تو آواز سے عرض کرتے کہ "آپ میرے واسطے دعا کریں" (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۲۹)

قبر والے سے دعا کی درخواست کرنا کس آیت سے ثابت ہے؟

۳۷) نانوتوی کا قبر والے سے دعا کی درخواست کرنا کس حدیث سے ثابت ہے؟

۳۸) کیا امام ابوحنیفہ سے یہ ثابت ہے کہ قبر والے سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے؟

۳۹) قاسم نانوتوی نے ایک دفعہ شیعوں سے نبی کریم ﷺ کی بیداری میں زیارت کے بارے میں کہا:

"تم سب اس پر پختہ رہو، تو میں بیداری میں زیارت کرانے کے لئے تیار ہوں"

(سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۱۸)

نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی زیارت کرانا کس آیت سے ثابت ہے؟

۴۰) رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد شیعوں کو آپ کی زیارت کرانا کس حدیث سے ثابت ہے؟

۴۱) کیا امام ابوحنیفہ سے یہ ثابت ہے کہ وہ لوگوں کو، رسول اللہ ﷺ کی بیداری میں زیارت کراتے تھے؟

۴۲) رشید احمد گنگوہی نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے لکھا:

"اور جو میں ہوں وہ تُو ہے اور میں اور تُو خود شرک در شرک ہے۔"

(مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰، فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۶)

یہ کہنا کہ وہ جو تُو (اللہ) ہے وہ میں (رشید احمد گنگوہی) ہے، کس آیت سے ثابت ہے؟

۴۳) یہ کہنا کہ وہ جو اللہ ہے وہ گنگوہی ہے، کس حدیث سے ثابت ہے؟

۴۴) کیا امام ابوحنیفہ کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ وہ جو اللہ ہے وہ گنگوہی ہے؟

۴۵) ضامن علی جلال آبادی نے ایک زانیہ عورت سے زنا کے بارے میں کہا:

"بی تم شرماتی کیوں ہو؟ کرنے والا کون اور کرانے والا کون؟ وہ تو وہی ہے"

(تذکرہ الرشید ج ۲ص ۲۴۲)

اس ضامن علی کے بارے میں گنگوہی نے مسکرا کر کہا:

''ضامن علی جلال آبادی تو توحید ہی میں غرق تھے'' (تذکرالرشید ج۲ص ۲۴۲)

ایسے آدمی کو توحید میں غرق قرار دینا، جو یہ سمجھتا تھا کہ کرنے والا اور کرانے والا تو وہی ہے، کس آیت سے ثابت ہے؟

۴۶) ایسے آدمی کو توحید میں غرق سمجھنا جو یہ کہتا تھا کہ کرنے والا اور کرانے والا تو وہی ہے، کس حدیث سے ثابت ہے؟

۴۷) کیا امام ابوحنیفہ بھی ایسے آدمی کو مسکرا کر توحید میں غرق سمجھتے تھے جو یہ کہتا تھا کہ کرنے والا اور کرانے والا تو وہی ہے؟

۴۸) رشید احمد گنگوہی نے کہا:

''نیز مرید کو یقین کے ساتھ یہ جاننا چاہئے کہ شیخ کی رُوح کسی خاص جگہ میں مقید و محدود نہیں ہے۔ پس مرید جہاں بھی ہوگا خواہ قریب ہو یا بعید تو گو شیخ کے جسم سے دور ہے لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں۔'' (امداد السلوک اردو ص ۶۴)

یہ کہنا کہ شیخ کی رُوح ہر جگہ مرید کے ساتھ ہوتی ہے، کس آیت سے ثابت ہے؟

۴۹) یہ سمجھنا کہ شیخ کی رُوح ہر جگہ مرید کے ساتھ ہوتی ہے، کس حدیث سے ثابت ہے؟

۵۰) یہ عقیدہ رکھنا کہ شیخ کی رُوح ہر جگہ مرید کے ساتھ ہوتی ہے، کیا امام ابوحنیفہ سے ثابت ہے؟

۵۱) گنگوہی نے کہا:

''پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جل وعلیٰ ہے''

(تالیفاتِ رشیدیہ ص ۹۹)

کیا امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کا عقیدہ صراحتاً قرآنِ مجید میں ہے؟

۵۲) کیا امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کا عقیدہ صراحتاً کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

٥٣) کیا امام ابو حنیفہ سے صراحتاً امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کا عقیدہ ثابت ہے؟

٥٤) رشید احمد گنگوہی نے کئی مرتبہ کہا:

''سُن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر''

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۷)

یہ کہنا کہ حق وہی ہے جو گنگوہی کی زبان سے نکلتا ہے اور گنگوہی کے زمانے میں ہدایت و نجات صرف اسی کی اتباع پر موقوف ہے، کس آیت سے ثابت ہے؟

٥٥) گنگوہی کی زبان سے جو نکلتا ہے وہی حق ہے، کس حدیث سے ثابت ہے؟

٥٦) کیا امام ابو حنیفہ کا یہ عقیدہ تھا کہ حق وہی ہے جو گنگوہی کی زبان سے نکلتا ہے؟

٥٧) گنگوہی نے وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنے والے پیر حاجی امداد اللہ کی بیعت کی۔ دیکھئے تذکرۃ الرشید (ج ۱ ص ۴۶)

قرآنِ مجید کی کس آیت سے ثابت ہے کہ وحدت الوجودی پیر کی بیعت کرنی چاہئے؟

٥٨) وہ کون سی صحیح حدیث ہے جس سے وحدت الوجودی پیر کی بیعت کا ثبوت ملتا ہے؟

٥٩) امام ابو حنیفہ نے کس (وحدت الوجودی) پیر کی بیعت کی تھی؟

٦٠) گنگوہی نے سکھوں کے گرونانک کے بارے میں کہا:

''شاہ نانک جنکو سکھ لوگ بہت مانتے ہیں حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں چونکہ اہل جذب سے تھے اسوجہ سے انکی حالت مشتبہ ہوگئی مسلمانوں نے کچھ انکی طرف توجہ نکی سکھ اور دوسری قومیں کشف وکرامات دیکھکر انکو ماننے لگے۔'' (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۳۲)

گرونانک کے کشف وکرامات کا ثبوت کس مفتیٰ بہ دلیل سے ہے؟

٦١) رشید احمد گنگوہی نے ایک دن جوش میں کہا:

''کہ (اتنے) سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے قلب میں رہے اور میں نے

کوئی بات بغیر آپ سے پوچھے نہیں کی۔‘‘ (ارواح ثلاثہ ص ۳۰۸، حکایت نمبر ۳۰۷)

یہ کس حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کئی سال گنگوہی کے دل میں رہے اور گنگوہی نے کوئی بات آپ سے پوچھے بغیر نہیں کی؟

۶۲) اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے نبی ﷺ کے بارے میں کہا:

’’اور میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ آپ پر ذوق وشوق کی حالت غالب ہوتی تھی جس میں یہ جہر واقع ہو جاتا تھا اور جب کہ آدمی پر غلبہ ہوتا ہے تو پھر اسکو خبر نہیں رہتی کہ کیا کر رہا ہے‘‘ (تقریر ترمذی از تھانوی ص ۱۷)

قرآنِ مجید کی کس آیت سے یہ ثابت ہے کہ جب نبی ﷺ حالتِ نماز میں بعض آیتیں جہراً تلاوت فرماتے تھے تو اس وقت ذوق وشوق کی حالت غالب ہونے کی وجہ سے آپ کو خبر نہیں رہتی تھی کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟

۶۳) یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی ﷺ کو حالت نماز میں خبر نہیں رہتی تھی کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ کس حدیث سے ثابت ہے؟

۶۴) کیا امام ابوحنیفہ سے یہ مفتیٰ بہ قول ثابت ہے کہ نبی ﷺ کو حالتِ نماز میں خبر نہیں رہتی تھی کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟

۶۵) تھانوی نے رسول اللہ ﷺ کو پکارتے ہوئے کہا:

’’دستگیری کیجئے میرے نبی   کشمکش میں تم ہی میرے نبی‘‘ (نشر الطیب ص ۱۹۴)

یہ سمجھنا کہ کشمکش میں نبی ﷺ ہی دستگیری فرماتے ہیں اور مدد کے لئے آپ کو پکارنا کس آیت سے ثابت ہے؟

۶۶) یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی ﷺ ہی کشمکش میں دستگیری فرماتے ہیں، کس حدیث سے ثابت ہے؟

۶۷) یہ کہنا کہ نبی ﷺ ہی کشمکش میں دستگیری فرماتے ہیں اور مدد کے لئے آپ کو پکارنا، کیا امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت ہے؟

اُمید ہے کہ آپ ہمارے سوالات کے (بمطابقِ سوال) مکمل جوابات لکھیں گے۔

ان شاء اللہ

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی

مدرسہ اہل الحدیث حضرو۔ ضلع اٹک

۱۸/نومبر ۲۰۰۸ء

نثار کی تیسری تحریر

﴿۱﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا وسید الانبیاء والمرسلین مولانا وحبیبنا

محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد:۔

جناب حافظ محمد زبیر علی زئی صاحب حفظک اللہ تعالیٰ

سلام مسنون ۔

احقر کے خط محررہ ۹/ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ/ ۷/ ۱۱/ ۲۰۰۸ء کے جواب میں آپ کا خط آج ۲۱/ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ/ ۲۰ نومبر ۲۰۰۸ء کو

ملا ۔

آپ کے اس خط سے یہ وضاحت ہوگئی ہے کہ ۲-۱۱-۲۰۰۸ء کا محررہ خط آپ ہی کی طرف سے تھا ورنہ یہ خط آپ کے دستخطوں اور مہر سے خالی ہونے کی وجہ سے جعلی شمار ہورہا تھا۔ اس تیسرے خط پر ماشاء اللہ آپ کے دستخط بھی ہیں مہر بھی ہے اور لفافہ پر مکتبۃ الحدیث بھی لکھا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کبھی ہوش میں ہوتے ہیں اور کبھی ''مدہوش'' میں۔

اس تیسرے خط میں آپ نے ہمارے ستر سوالات کے جوابات کے بجائے اپنے گذشتہ الزامات ہی کو دھراتے ہوئے از سر نو سوالات تشکیل دیئے ہیں۔ ہمارے سوالات سے آپ کے اس مسلسل فرار پر یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ بحمد اللہ آپ کی زنبیل میں ہمارے سوالات کے جوابات نہیں۔ اسی لیے ۸ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ/ ۷ نومبر ۲۰۰۸ء احقر گذشتہ خط محررہ میں آپ کو لکھ چکا ہے کہ

> ہمارے ستر سوالات کے مکمل جواب کے بغیر آپ کا موقف ادھورا اور ہمارا جواب نامکمل ہوگا اس لئے جب آپ کو بتقاضائے خود ائمہ احناف علمائے دیوبند قدس سرہم پر اعتراض کا حق حاصل ہے تو ہمیں بھی یہ حق حاصل ہے کہ ہم ان خادمانِ دین کے دفاع میں آپ کی تسلی کے لئے آپ کے مکمل جواب کے طالب ہوں۔

آپ نے لکھا ہے:

''چونکہ آپ نے اپنے (۵۱+۱۶) ۶۷ سوالات کے جوابات کا مطالبہ کیا ہے لہٰذا

﴿۲﴾

ہمارے ۶۷ سوالات پیش خدمت ہیں آپ ان سوالات کے جوابات لکھ کر بھیجیں
اور پھر اپنے سوالات کے جوابات وصول کریں۔" (تیسری تحریر ص۲)

آپ ہمارے سوالات کے جوابات دینے کے بجائے الٹا اپنے الزامات ہی کو دھراتے ہیں۔کیا اس کی دلیل حدیث سے ہے کہ مقروض قرض سے منکر ہو کر الٹا قرض خواہ سے مانگتا پھرے۔

آپ کے سوالات آپ کے گذشتہ الزامات ہی کا چربہ ہیں اس لیے انھیں دھرانے کے بجائے آپ ہمارے سوالات کا واضح جواب کیوں نہیں دیتے؟

اگر آپ ہمارے ستر (۷۰) سوالات کے جوابات سے عاجز ہیں تو ہم آپ سے تعاون کرتے ہیں آپ لکھ دیں کہ.
میں ان ستر (۷۰) سوالات کے جوابات نہیں دے سکتا۔

تو انشاء اللہ حسب وعدہ علمائے دیوبند قدس سرھم پر آپ کی ایک ایک بطر پر سامان تسلی جناب کو ارسال کر دیا جائے گا اور اگر آپ کا اپنے فرار ہی پر اصرار ہے تو جب تک آپ ہمارے ستر (۷۰) سوالات کے واضح جوابات نہیں دیتے قرضہ آپ کی گردن پر رہے گا۔

آپ نے احقر کے نام اپنا خط "الحدیث" شمارہ نمبر ۵۴ مطابق ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ/نومبر ۲۰۰۸ء میں شائع کیا ہے اس خط کا جواب آپ کو ۲۴/اکتوبر ۲۰۰۸ء کو وصول ہو چکا تھا۔ مگر آپ نے اپنا خط احقر کے جوابی خط کے حوالے کے بغیر شائع کر کے بد دیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ آپ کا حق بنتا تھا کہ اگر آپ اپنا خط شائع کرتے تو ہمارا جواب بھی اس کے ساتھ شائع کرتے مگر آپ جانتے ہیں کہ جب "الحدیث" کے قارئین ہمارے ستر سوالات پڑھیں گے تو آپ کی تحقیق کا پول کھل کر آپ کا علمی پندار واضح ہو جائے گا۔

احقر کے خط محررہ ۱۵ رمضان ۱۴۲۹ھ/۱۵/۱۰/اکتوبر ۲۰۰۸ء میں آپ سے پوچھے گئے سوالات میں کوئی زائد بات نہیں مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی صاحب زید مجدہ نے آپ کے جواب میں لکھی گئی کتاب "علمائے دیوبند قدس سرھم پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جوابات" میں آپ سے ان تمام باتوں کا جواب مانگا ہے۔

اس سے پہلے دو خطوط میں آپ کو لکھ چکا ہوں کہ علمائے دیوبند قدس سرھم پر آپ کے اعتراضات جنھیں آپ شکل بدل بدل کر دہرا رہے ہیں کے جواب پر آپ کی تسلی کا سامان بھی بحمداللہ تیار ہے۔ مگر جب تک آپ ہمارے ستر (۷۰)

﴿۳﴾

سوالات کے واضح جواب نہیں لکھتے ہم آپ کی کسی بات کے جواب کے پابند نہیں ان سوالات کے جوابات ہی آپ کے ان مناقشات کا جواب ہے۔ اس لیے جب تک آپ واضح جواب نہیں لکھتے ہمارا جواب نامکمل اور آپ کا موقف ادھورا ہے۔ اس لیے ہمارے ستر (۷۰) سوالات کو یوں لٹکانے کے بجائے جواب لکھیں تاکہ آپ کا سامان تسلی جو آپ کی امانت ہے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔

احقر ان شاء اللہ سفر حج پر جا رہا ہے اس لیے روانگی سے پہلے آپ کا جواب مل گیا تو جواب لکھ دیا جائے گا، ورنہ واپسی پر ان شاء اللہ ستر سوالات پر آپ کے واضح جواب کا منتظر رہوں گا۔

والسلام

آپ کے مکمل جواب کا منتظر

[signature]

۲۱ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ

۲۰ نومبر ۲۰۰۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوتھی تحریر

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد :

حافظ نثار احمد الحسینی صاحب کے نام!

بعد از سلامِ مسنون عرض ہے کہ آپ کی تیسری تحریر ملی، جس میں آپ نے لکھا ہے:

''احقر انشاء اللہ سفرِ حج پر جا رہا ہے اس لیے روانگی سے پہلے آپ کا جواب مل گیا تو جواب لکھ دیا جائے گا، ورنہ واپسی پر...'' (تحریر نمبر ۳ ص ۲)

عرض ہے کہ آپ نے ابھی تک کسی ایک بات کا جواب نہیں دیا تو حج کے بعد کیا جواب دے دیں گے؟ آلِ دیوبند کے غلط عقائد پر اہلِ حدیث (کثرھم اللّٰہ) کے جو اعتراضات ہیں، اگر آپ کمرہ بند کر کے اندھیرا کر کے ہُو ہُو کے نعرے لگائیں تو بھی ان کے جوابات دے ہی نہیں سکتے۔ اس کا جواب آپ کہاں سے لائیں گے کہ دیوبندیوں کے نزدیک بندہ خدا ہو جاتا ہے، اس کی یہ دلیل ہے؟!

دیوبندیوں کے نزدیک عابد اور معبود میں فرق کرنا شرک ہے۔ دیکھئے شمائم امدادیہ ص ۳۴، اس کا ثبوت و جواب کہاں سے لاؤ گے؟

دیوبندیوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ ہر اُس شخص کی فریاد کو پہنچتے ہیں جو کثرت سے آپ پر درود بھیجے۔ دیکھئے تبلیغی نصاب (ص ۷۹۱) فضائل درود (ص ۱۱۳)

دیوبندیوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ مشکل کشا ہیں۔ دیکھئے کلیاتِ امدادیہ (ص ۹۱)

آپ نے لکھا ہے کہ ''آپ کبھی ہوش میں ہوتے ہیں اور کبھی ''مدہوش'' میں۔'' (ص ۱)

ایک پاگل تھا جو گلی کوچوں میں نعرے لگاتا تھا کہ لوگ پاگل ہیں۔ ظاہر ہے کہ اندھے کو اندھیرا ہی نظر آتا ہے لہٰذا ظاہر یہی ہوتا ہے کہ آپ اہلِ حدیث کی تحریریں پڑھ کر مدہوش ہو چکے ہیں ورنہ یہ کہنا ''مدہوش'' ''میں'' کیا ترکیب ہے؟!

آپ لوگ اپنے آپ کو ''حنفی'' باور کرانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں لہٰذا عرض ہے کہ حنفیوں کی کتاب ''ہدایہ شریف'' میں لکھا ہوا ہے:

''ان مایتخذ من الحنطة والشعیر والعسل والذرة حلال...''

گندم، جو، شہد اور مکی سے جو (شراب) بنائی جاتی ہے وہ حلال ہے۔ (اخیرین ص۴۹۶)

امام ابوحنیفہ سے یہ فتویٰ ثابت ہے یا نہیں لیکن ہدایہ کتاب کو ماننے والے بہر حال اس فتوے کے ذمہ دار ہیں۔ کیا خیال ہے آپ نے ان شرابوں میں سے کوئی استعمال تو نہیں کر لی؟ اگر نہیں کی تو پھر مدہوش کیوں ہو رہے ہیں؟

اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے کہا تھا: ''اور میں اسقدر ریکی ہوں کہ ہر وقت بولتا ہی رہتا ہوں''

(الافاضات الیومیہ ج۱ص ۳۸ نمبر ۱۵، ۲۷ شعبان ۱۳۵۰ھ)

اور کہا تھا: ''ہمارے محاورہ میں ہُد ہُد بیوقوف کو کہتے ہیں اور میں بھی بیوقوف ہی سا ہوں مثل ہُد ہُد کے'' (الافاضات الیومیہ ج۱ص ۲۶۶ ملفوظ نمبر ۴۰۰)

یہ چند حوالے آپ کو مدہوشی کا مفہوم سمجھانے کے لئے پیش کئے ہیں تا کہ یہ واضح ہو کہ کون مدہوش ہے اور کون باہوش۔!

آپ نے قرض کی بحث چھیڑی ہے، عرض ہے کہ ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' کا قرض آپ لوگوں پر باقی ہے اور رہے جدید سوالات تو ایک سوال کا جواب دیں اور اسی وقت اپنے سوال کا جواب وصول کر لیں، تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجے گی۔

آپ نے لکھا ہے کہ ''بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔'' (ص۲)

یہ الفاظ لکھتے وقت آپ کو شرم بھی نہیں آئی، کیا ہمارے درمیان کوئی ایسا معاہدہ ہو چکا تھا کہ ایک دوسرے کی یا اپنی تحریریں بھی شائع نہیں کریں گے؟

آپ نے میرے جوابی مضمون اور تحریر کا کیا خاک جواب لکھا ہے جسے شائع کرنا ضروری تھا؟ کچھ تو غور کریں، ہم اگر عرض کریں تو شکایت ہوگی۔

ہم نے اس جوابی تحریر کو کئی وجہ سے شائع کیا ہے:

۱: عام لوگوں کے سامنے بھی دیوبندیوں کا اصلی چہرہ واضح ہو جائے۔

۲: آپ لوگوں کی انگریز نوازی کے حوالے عام قارئینِ الحدیث کو معلوم ہو جائیں۔

۳: لوگوں کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم" مختصر سے رسالے کے جواب سے پوری دیوبندیت عاجز ہے۔

۴: ظہور احمد الحسینی صاحب نے جو کتاب "علمائے دیوبند... پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جوابات" نامی لکھی ہے، اس کتاب کی حیثیت اور مردود ہونا ثابت کر دیا جائے۔ وغیر ذلک

یاد رہے کہ ہر آنے والے مہینے کا الحدیث شمارہ، سی ڈی کی صورت میں اس سے پہلے مہینے کی دس تاریخ تک پریس بھیج دیا جاتا ہے اور بیس تاریخ تک چھپ جاتا ہے اور عام طور پر پچیس تاریخ تک بھیج دیا جاتا ہے تاکہ اس مہینے کی یکم کے قریب تک یہ رسالہ قارئین تک پہنچ جائے اور ہم پر اللہ تعالیٰ کا بیحد فضل و کرم ہے کہ ابھی تک ایک شمارہ بھی تاخیر سے شائع نہیں ہوا۔ والحمدللہ

بددیانت تو وہ لوگ ہیں جو اپنے جھوٹا ہونے یا جھوٹ بولنے کا خود اعتراف کرتے ہیں۔

حافظ ظہور احمد الحسینی دیوبندی کی بددیانتیوں میں سے دو مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

۱: ظہور احمد صاحب نے لکھا ہے کہ "اور تراویح کی کم از کم تعداد بیس رکعات مسنون ہے۔ اس پر خیر القرون سے لے کر تقریباً تیرہویں صدی کے آخر تک تمام عالم اسلام کا اتفاق رہا ہے۔" (رکعاتِ تراویح ایک تحقیقی جائزہ ص ۳)

عرض ہے کہ ۸۵۵ھ میں فوت ہونے والے عینی حنفی نے لکھا ہے: "وقد اختلف العلماء في العدد المستحب في قيام رمضان على أقوال كثيرة فقيل ..."

اور قیام رمضان کی مستحب تعداد میں علماء نے کئی اقوال پر اختلاف کیا ہے، پس کہا گیا ہے کہ...

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۶، کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان)

صرف اس ایک حوالے سے ہی ثابت ہو گیا کہ ظہور احمد صاحب نے کتنی بڑی بددیانتی کا ارتکاب کیا ہے اور اختلافی مسئلے کو اتفاقی بنا دیا ہے۔!!

۲: ظہور احمد صاحب نے لکھا ہے: ''چنانچہ سب سے پہلے ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں ہندوستان کے مشہور شہر اکبر آباد میں ایک غیر مقلد مولوی صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ تراویح صرف آٹھ رکعات ہیں تو...'' (رکعاتِ تراویح ایک تحقیقی جائزہ ص ۳، حرفِ اولیں کا پہلا صفحہ)

عرض ہے کہ ۱۲۸۴ھ کے دور سے بہت پہلے عینی حنفی (متوفی ۸۵۵ھ) نے تراویح کے بارے میں لکھا ہے: ''وقيل احدى عشرة ركعة وهو اختيار مالك لنفسه واختاره أبو بكر العربي'' اور کہا گیا ہے کہ گیارہ رکعتیں ہیں اور (امام) مالک کا اپنے لئے یہی اختیار ہے اور ابو بکر العربی نے اسے اختیار کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۷)

یاد رہے کہ اس قول کو عینی نے تمام بحث کے آخر میں ذکر کیا اور کوئی رد نہیں کیا لہٰذا یہ آپ لوگوں کے اصول کے مطابق عینی کی طرف سے اس قول کی تائید ہے۔

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وُہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے۔'' (تفریح الخواطر طبع سوم ص ۲۹)

سرفراز صاحب نے مزید کہا:

''کیونکہ اصولِ تصنیف کے پیشِ نظر جب کوئی شخص اپنے کسی بیان کی تائید میں کسی دوسرے کی عبارت نقل کرتا ہے اور اس کے کسی جزء سے اختلاف نہیں کرتا تو اس کا لازماً یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کے ساتھ وہ کامل اتفاق رکھتا ہے۔'' (راہ ہدایت طبع ششم ص ۱۳۸)

ظہور احمد صاحب نے عینی حنفی پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:

''علامہ عینیؒ نے جو تین اقوال بیس رکعات سے کم کے نقل کئے ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔'' (رکعاتِ تراویح ایک تحقیقی جائزہ ص ۱۵۳)

عرض ہے کہ آپ کے نزدیک کوئی اصل نہیں ہے لیکن عینی حنفی کے نزدیک تو ضرور اصل تھی ورنہ انھوں نے بغیر انکار کے بطورِ جزم انھیں کیوں نقل کیا تھا؟ معلوم ہوا کہ عینی کے نزدیک یہ بات صحیح تھی کہ بعض لوگ گیارہ رکعات تراویح کے قائل تھے لہٰذا عینی کے نزدیک

ظہور احمد صاحب اس بات میں جھوٹے ہیں کہ ''سب سے پہلے... یہ فتویٰ دیا کہ''!

آپ نے لکھا ہے: ''تو ہمارا جواب بھی اس کے ساتھ شائع کرتے مگر...'' (ص۲)

عرض ہے کہ آپ کا جواب صرف ۶۷ سوالات کے جوابات کے مطالبہ پر مشتمل ہے اور میری مختصر سی کتاب ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' کا کوئی جواب نہیں لہٰذا اس مطالبہ ٔجواب سوالنامے کے شائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ اگر آپ ہمارے سوالات کے بھی جوابات لکھیں تو پھر دونوں طرف کی تحریریں شائع ہوسکتی ہیں اور یاد رکھیں کہ ہوسکتا ہے جب ضرورت ہوئی تو فریقین کی تحریریں شائع بھی ہو جائیں گی۔ ان شاء اللہ

آپ نے لکھا ہے: ''ان تمام باتوں کا جواب مانگا ہے۔'' (ص۲)

عرض ہے کہ پہلے آپ جواب دیں تو جواب وصول کریں۔

آپ نے لکھا ہے: ''ہم آپ کی کسی بات کے جواب کے پابند نہیں'' (ص۳)

عرض ہے کہ اگر آپ پابند نہیں تو دوسروں کو کس طرح پابند کرسکتے ہیں؟

آپ ایک سوال کا جواب بمطابقِ سوال بھیجیں تو ہماری طرف بھی بمطابقِ سوال جواب مل جائے گا۔ ان شاء اللہ

فی الحال یہ بتادیں کہ کہ آپ لوگوں کے نزدیک ''بندہ خدا ہوجاتا ہے'' عقیدے کی دلیل کیا ہے؟ اس سلسلے میں آپ اپنے اُس ''صوفی پیر'' سے بھی پوچھ لیں جس کی بیعت کر رکھی ہے۔ آپ میرے سوالات کے جوابات لکھ کر بھیجیں تاکہ بات آگے چل سکے۔

وما علینا إلا البلاغ

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی

(۳۱/نومبر ۲۰۰۸ء)

نثار کی چوتھی تحریر

﴿۱﴾

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

جناب حافظ محمد زبیر علی زئی صاحب حفظک اللہ تعالیٰ

سلام مسنون!

۱۲ جنوری ۲۰۰۹ء کو آپ کا خط ملا مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی مدظلہ کی کتاب "علمائے دیوبند قدس سرہم پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جوابات" پر یہ آپ کی چوتھی تحریر ہے۔ اس سے پہلے آپ کے تینوں خطوط کا جواب احقر ارسال کر چکا ہے۔

یہ چوتھا خط اگر آپ کی طرف سے ہے تو آپ کی تصریح کے مطابق جعلی ہے کیونکہ اس پر نہ آپ کے قلمی دستخط ہیں اور نہ مہر ہے۔ اس سے پہلے آپ کا دوسرا خط بھی اسی طرح جعلی تھا جب کہ تیسرے خط پر آپ کے قلمی دستخط اور مہر موجود تھی۔ اس لیے احقر کا یہ چوتھا خط پڑھتے وقت اگر آپ ہوش میں ہیں تو یاد آ گیا ہوگا اور اگر پہلے کی طرح "مدہوش" ہی ہیں تو آپ کو ہوش میں لانے کی ترکیب آپ کے حواری ہی جانتے ہوں گے۔

آپ کے اس خط سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کی تحریر میں بے ہوش کر دینے والی شعبدہ بازی ہے۔ اس لئے آپ بھی اپنے اکابر اہل حدیث غیر مقلدین کی تحریرات کے مطالعہ سے اکثر ہوش میں نہیں رہتے مدہوشی ہی میں تحقیق و تنقیش کے فرائض سرانجام دیتے ہیں اور بار بار آپ کو رجوع، مکر اور تعلیہ کرنا پڑتی ہے۔

اس چوتھی تحریر میں بھی آپ نے حسب سابق احقر کے ستر (۷۰) سوالات کے جواب سے پہلوتہی اختیار کی ہے اور اکابر اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند قدس سرہم پر تنقید کرتے ہوئے اپنی عاقبت نااندیشی کا ثبوت دیا ہے۔ آپ اپنے ہر خط میں اکابر علمائے دیوبند قدس سرہم پر چند اعتراضات سے اس خط و کتابت کا عنوان تبدیل کرنا چاہتے ہیں تاکہ آپ لاینحل ستر (۷۰) سوالات کے بجائے عنوان کو الجھا دیں۔

علمائے دیوبند قدس سرہم الحمدللہ ہمارے اکابر ہیں۔ ان کا دفاع ہمارے لئے سعادت ہے۔ ہم آپ کی طرح اپنے اکابر اور اساتذہ کے دفاع سے بھاگنے والے نہیں۔ جب آپ پر تنقید ہوتی ہے تو آپ اپنے اکابر کو قلم زد کرتے ہوئے فوراً انہیں مردود قرار دے دیتے ہیں جیسا کہ آپ کے پہلے خط میں اس کی صراحت ہے اور ستر سوالات میں آپ سے یہ پوچھا جا چکا ہے کہ مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی دامت برکاتہم نے آپ کو پچاس (۵۰) اہل حدیث غیر مقلدین کے حوالے پیش کیے ہیں ان میں کون آپ کے ہاں مردود ہے اور کون مقبول؟

مگر جیسے دوسرے سوالات کے جواب میں آپ کو سانپ سونگھا ہوا ہے یہ سوال بھی آپ کو مدہوش کیے ہوئے ہے۔

اس چوتھی تحریر میں آپ نے لکھا ہے:

عرض ہے کہ "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم" کا قرض آپ لوگوں پر باقی ہے اور بے جا جدید سوالات تو ایک سوال کا جواب دیں اور اسی وقت اپنے سوال کا جواب وصول کرلیں، تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجے گی۔ ص ۲ عرض ہے پہلے آپ جواب دیں تو جواب وصول کریں۔ ص ۵

محترم!! انگریز نوازی اور انگریزی نمک حلالی میں تالیاں بجانا آپ کو مبارک ہو۔ ہمارا کام تالیاں بجانا نہیں۔ ہم تو آپ سے آپ کی گردان پر بار بار اپنے ستر سوالات کے جواب پوچھ رہے ہیں۔ آپ کا یہ لکھنا کہ "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم" کا قرضہ آپ لوگوں پر باقی ہے۔ ہمارے ستر سوالات اسی یاددہانی کے لئے ہیں کہ آپ کا جواب مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی مدظلہ نے لکھ دیا ہے۔ اگر آپ کو یہ جواب تسلیم نہیں اور تسلیم کرانا ہمارا منصب بھی نہیں ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے تو آپ ہمارے ستر سوالات کے مطابق جواب لکھیں۔ جب آپ نے ستر سوالات کے مطابق جوابات لکھ دینے کی ہمت کرلی جو کہ ان شاء اللہ ناممکن نظر آرہی ہے تو ان شاء اللہ آپ کو خود ہی تسلی بھی ہو جائے گی۔

آپ کی کتاب "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم" کا جواب حضرو سے شائع ہو کر آپ کی خدمت میں ارسال ہو چکا ہے اور احقر کے مرتبہ ستر سوالات اسی جوابی کتاب کا حصہ ہیں جو کہ اسی سے لیے گئے ہیں۔ اس لیے اصولی طور پر آپ کا حق بنتا ہے کہ اگر آپ کو اپنی کتاب کا جواب تسلیم نہیں تو ان ستر سوالات جو آپ کی کتاب کے جواب کا

﴿۲﴾

حصہ ہیں ان کا جواب لکھیں پھر ہم سے کوئی سوال کریں۔

ہمارے سوالات کے جواب سے آپ کی پہلو تہی اور ہمارا مسلسل اصرار اسی کی غمازی کر رہا ہے کہ "علمی نزلی بخارہ" ہوا چھوڑ چکا ہے۔

محترما! علمائے دیوبند قدس سرھم پر بار بار اعتراض اور پہلو بدل بدل کر وہی متناقضات چھیڑ کر اصل عنوان سے فرار کے بجائے ہمارے ستر سوالات کے مطابق سوال جواب لکھیے اور اپنے قارئین پر اپنا علمی پندار واضح کیجئے۔

آپ نے ماہنامہ "الحدیث" میں اپنا خط شائع کر دیا اور ہمارے جواب کا کوئی تذکرہ بھی نہیں کیا اور اپنی اس بددیانتی کو تحقیق قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

اس مقالہ جواب سوال نامے کے شائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ص ۵

اس کے بعد ماہنامہ "الحدیث" کے شمارہ ۵۶ ص ۴۸ پر آپ لکھا۔

یاد رہے کہ راقم الحروف نے آل دیوبند کے سوالات کے جوابات مع جوابی سوالات لکھے تھے جن کا جواب آج تک نہیں آیا دیوبندیوں کو تو سانپ سونگھ گیا ہے اور بریلویوں کے بارے میں معلوم نہیں انھیں کیا چیز سونگھے گی۔ واللہ اعلم

حالانکہ آپ کے خط کے جواب میں ستر سوالات پر مشتمل احقر کا خط محررہ ۱۵ شوال ۱۴۲۹ھ / ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء آپ کو وصول ہو چکا ہے۔ اس لیے اگر یہ اشارہ احقر کے ساتھ آپ کی اس خط و کتابت کی طرف ہے تو آپ نے الحدیث شمارہ نمبر ۵۳ میں احقر کے خط کا تذکرہ نہ کر کے بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے اور الحدیث شمارہ نمبر ۵۶ ص ۴۸ میں جواب نہ دینے کا دعوی کر کے جھوٹ بولا ہے۔

مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی مدظلہ کی کتاب "رکعات تراویح کا تحقیقی جائزہ" دو سال سے زائد عرصہ سے مطبوع ہو کر اہل علم سے خراج تحسین وصول کر چکی ہے۔ آپ نے دو سال میں اس کتاب پر احقر کے نام اس خط میں ایک اعتراض کیا ہے جو آپ کے علم و تحقیق کا ماتم ہے۔

ان شاء اللہ کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں آپ کے اس علمی پندار کی قلعی کھل رہی ہے۔ اس لیے گزارش ہے کہ اس کے علاوہ بھی اگر آپ کے پاس کوئی اور اعتراضات ہیں تو بھیج دیجیے تاکہ دوسرا ایڈیشن آپ کو مزید تسلی کرا دے۔

آخر میں مکرر گزارش ہے کہ ہر خط میں نیا بحث کھولنے کے بجائے ہمارے ستر سوالات کے مطابق سوال و جواب دیجئے۔ پھر آپ نے علمائے دیوبند قدس سرھم پر جتنے اعتراضات کیے ہیں یا آپ نے ان پاکباز ان امت کے خلاف اپنی عاقبت نااندیشی سے جو لکھا گیا ہے۔ سب کا جواب ان شاء اللہ ہم دے بھی چکے ہیں اور آپ کی مزید تسلی کا سامان ان شاء اللہ آپ کی خدمت میں ارسال بھی کر دیں گے۔

والسلام

[دستخط]

۲۳/محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

۲۱/جنوری/۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پانچویں تحریر

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:

حافظ نثار احمد الحسینی کے نام!

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کی چوتھی تحریر آج ملی اور جواب پیشِ خدمت ہے:

۱) آپ نے لکھا ہے:

"اس سے پہلے آپ کے تینوں خطوط کا جواب احقر ارسال کر چکا ہے۔"

عرض ہے کہ آپ کی تحریراتِ مذکورہ میں جواب نام کی کوئی چیز نہیں ہے مثلاً آپ کے سید الطائفہ حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی نے ایک بندے کے بارے میں لکھا ہے:

"اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے..."

دیکھئے کلیاتِ امدادیہ (ص ۳۵، ۳۶) بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۱۴) اور آپ کے نام پہلی تحریر: آلِ دیوبند اور وحدت الوجود (ماہنامہ الحدیث حضرو: ۵۴ ص ۲۷)

اس کا جواب آپ نے کہاں لکھا ہے؟ حوالہ پیش کریں!

۲) آپ نے لکھا ہے:

"...تو آپ کی تصریح کے مطابق جعلی ہے کہ اس پر نہ آپ کے قلمی دستخط ہیں اور نہ مہر ہے۔"

عرض ہے کہ پاکستان سے آپ کی طویل غیر حاضری کے بعد تشریف آوری پر آپ کو پہلے سے لکھا ہوا جواب بھیجا گیا ہے جس پر دستخط سہواً رہ گئے ہیں۔ ویسے آپ کو یہ یقین تھا کہ یہ جوابی خط میرا ہی لکھا ہوا ہے ورنہ آپ پہلے تحقیق کرتے اور بعد میں جواب دیتے۔

باہمی خط کتابت میں سہواً دستخط رہ جانے کی وجہ سے آپ نے ہوش، مدہوش اور بے ہوش کے الفاظ استعمال کر کے اہلِ حدیث کے خلاف اپنے باطنی بغض کا اظہار کیا ہے حالانکہ

تحریر و بیان میں سہو و خطا سے کوئی انسان محفوظ نہیں ہے مثلاً آپ نے اپنی تحریر نمبر ۲ (نوشتہ ۷/ نومبر ۲۰۰۸ء) میں میری ایک عبارت نقل کی ہے مگر میری تحریر ''سوال و جواب'' کو ''سوالوں جواب'' لکھ دیا تھا۔ دیکھئے تیسری تحریر (نوشتہ ۱۸/نومبر ۲۰۰۸ء ص ۱)

کیا اس سہو و خطا کے وقت آپ مدہوش تھے یا بے ہوش تھے؟ کچھ تو بتائیں!

دوسری مثال: باطل دیوبندیوں کے رسالے ''قافلۂ حق'' میں الیاس گھمن دیوبندی کے چہیتے محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی کی تحریر میں شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کو ''عبداللہ بن الباز'' لکھا گیا ہے۔ دیکھئے جلد ۲ ص ۴۷

کیا یہ تحریر لکھتے یا شائع کرتے وقت گھمن دیوبندی اور اوکاڑوی مدہوش تھے یا بے ہوش؟

تیسری مثال: محمد تقی عثمانی دیوبندی کی کتاب ''حجیتِ حدیث'' میں ایک آیت کے حوالے میں ''وَاتَّبَعُوْهُ'' لکھا ہوا ہے۔ (ص ۲۳)

حالانکہ قرآن مجید میں آیتِ مذکورہ کو باء کی زیر کے ساتھ ''وَ اتَّبِعُوْهُ'' لکھا ہوا ہے۔

دیکھئے سورۃ الاعراف (آیت نمبر ۱۵۸)

اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ تقی عثمانی اُس وقت مدہوش یا بے ہوش تھے، جب اُن کی کتاب میں آیتِ مذکورہ باء کی زبر کے ساتھ چھپ رہی تھی، تو کیا آپ ایسے شخص سے اتفاق کریں گے؟!

چوتھی مثال: حافظ ظہور احمد الحسینی (حیاتی دیوبندی) نے ''چہل حدیث مسائل نماز'' نامی ایک کتابچہ لکھا ہے جسے انھوں نے ''کتابت کی اغلاط کی تصحیح کیساتھ پیشِ خدمت'' کیا ہے۔ دیکھئے ص ۸، اس کتابچے کے صفحہ ۹ پر (سیدنا) حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو حزیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ہے۔ ذال کے بجائے زاء کے ساتھ!!

کیا خیال ہے؟ ظہور احمد نے جب اغلاط کی تصحیح کے ساتھ یہ کتاب شائع کی تو وہ مدہوش تھے یا بے ہوش؟ پہلے اپنے گھر کی خبر لیں!!

سہو و خطا پر مدہوشی اور بے ہوشی کے فتوے لگانا انتہائی مذموم حرکت ہے جس کے آپ

بھی مرتکب ہیں۔ کچھ تو غور کریں!

۳) اہلِ حدیث کو غیر مقلدین کہہ کر مطعون کرنا آپ لوگوں کا خاص ہتھیار ہے حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ اشرفعلی تھانوی نے امام ابوحنیفہ کو غیر مقلد قرار دیا ہے۔

٤) شعبدہ بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسروں پر شعبدہ بازی کا فتویٰ صادر کرنا بہت عجیب ہے! کچھ تو آخرت کا خوف کریں۔

۵) رجوع، تصحیح اور تغلیط کے سلسلے میں عرض ہے کہ حق کی طرف رجوع اور تصحیح تو اہلِ ایمان کا خاص شعار ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۵۴ کا پہلا اندرونی صفحہ (قبل از صفحہ ۱)

٦) آپ نے دیوبندی اکابر کو ''اہل السنّت والجماعت'' لکھا ہے، حالانکہ یہ آپ کا نرا دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہیں لہٰذا کتاب وسنت کے خلاف دیوبندی اکابر کی عبارات پر تنقید کرنا عاقبت نا اندیشی نہیں بلکہ اہلِ بدعت پر رد کرنا تو ایمان کا مسئلہ ہے۔

فائدہ: اہلِ سنت کا بنیادی عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو تمام مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے جبکہ اشرفعلی تھانوی نے کہا:

''...اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ اکبرؒ کا کشف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کشف سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ انہوں نے جس امر کے وقوع کی اطلاع دی ہے مع سن وسال اطلاع دی ہے۔'' (تقریر ترمذی ص ٦١٦، سورۃ الکہف)

جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ابن عربی صوفی کا کشف نبی ﷺ کے کشف سے بڑھا ہوا تھا، وہ کس طرح اہلِ سنت ہو سکتے ہیں؟

۷) آپ نے لکھا ہے: '' ہم... بھاگنے والے نہیں''

عرض ہے کہ ابھی تک تو آپ جوابات سے بھاگے ہوئے ہیں۔

۸) آپ نے لکھا ہے: ''جب آپ پر بنتی ہے تو آپ اپنے اکابر کو قلم زد کرتے ہوئے فوراً انہیں مردود قرار دے دیتے ہیں جیسا کہ...''

عرض ہے کہ یہ آپ کا بہتان ہے۔ جب آپ جیسے لوگ اہلِ حدیث کے خلاف وحید

الزمان وغیرہ کے حوالے پیش کرتے ہیں تو ہم آپ کو بتاتے ہیں: یہ ہمارے اکابر نہیں لہٰذا ہم ان کی تحریرات سے بری ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۵۷ ص ۲۶

بے چارے دیوبندیوں کے پاس اہلِ حدیث کے خلاف کچھ ہے ہی نہیں لہٰذا وہ وحید الزمان وغیرہ کو ہمارے کھاتے میں ڈال کر شور مچانا شروع کر دیتے ہیں۔

حالانکہ شبیر عثمانی دیوبندی کو وحید الزمان کا ترجمہ پسند تھا۔ پسند اپنی اپنی خیال اپنا اپنا!!

آپ وہ حوالہ پیش کریں جس میں ہم نے اُس شخص کو اپنے اکابر میں سے قرار دیا ہے، جس کے بارے میں پہلے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ اکابر میں سے نہیں ہے۔!

۹) آپ نے لکھا ہے: ''پچاس....حوالے....مردود ہے اور کون مقبول؟''

عرض ہے کہ ماہنامہ الحدیث عدد نمبر ۵۴ دوبارہ پڑھ لیں۔!

۱۰) آپ نے لکھا ہے: ''سانپ سونگھا ہوا ہے...''

عرض ہے کہ راقم الحروف نے آلِ دیوبند کے سوالات کے جوابات مع جوابی سوالات لکھے تھے۔ (دیکھئے الحدیث حضرو: ۳۴ ص ۴۹ تا ۵۴، نوشتہ ۱۴۲۶ھ اور ۱۴۲۷ھ)

تنبیہ: یہ مضمون سہواً فضلِ اکبر کاشمیری صاحب کے نام سے چھپ گیا تھا۔

نیز دیکھئے میری کتاب ''تحقیقی مقالات'' (ج ۱ ص ۱۸۹ تا ۱۹۹)

اگر ان سوالات کے جوابات آپ یا آپ کے کسی چہیتے نے لکھے ہیں تو انھیں پیش کیوں نہیں کرتے؟ سانپ کیوں سونگھ گیا ہے؟

۱۱) آپ نے لکھا ہے: ''انگریز نوازی اور انگریزی نمک حلالی میں تالیاں بجانا...''

عرض ہے کہ ''آلِ دیوبند اور وحدت الوجود'' دوبارہ پڑھ لیں۔

دیکھئے الحدیث: ۵۴ ص ۳۱ تا ۳۶

یہ تو بتائیں کہ کن لوگوں کے نزدیک خضر علیہ السلام انگریزی فوج میں موجود تھے؟

کس نے کہا تھا کہ انگریزوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے؟

انگریز ''سرکار'' کے دلی خیر خواہ کون تھے؟

انگریز کے پٹھو دوسروں پر انگریز نوازی کا الزام لگا کر تالیاں اور بغلیں کیوں بجا رہے ہیں؟

خود ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

یاد رہے کہ تالیاں بجانا اور بغلیں بجانا دو محاورے ہیں جنھیں سیاق و سباق سے سمجھنا آسان ہے۔

۱۲) آپ نے لکھا ہے: ''ہمارے ستر سوالات''

عرض ہے کہ آپ کے کل سوالات ۵۱+۱۶=۶۷ تھے، جن کے مقابلے میں آپ کی خدمت میں ۶۷ سوالات پہنچ چکے ہیں۔ ایک ایک کر کے آپ سوال کریں اور جواب وصول کریں اور اسی وقت ہمارے سوال کا جواب دیں تاکہ پھر دیگر سوالات کا بالترتیب دَور چلے۔ آپ کے ۶۷ سوالات میں سے پہلے تین سوالات کے جوابات لکھ کر کمپوز کرا دیئے ہیں۔ آپ ہمارے تین سوالات کے جوابات بھیجیں اور اپنے سوالات کے جوابات وصول کریں۔ ۶۷ کو ستر سوالات بنا دینا آپ کی مدہوشی ہے یا بے ہوشی؟ واللہ اعلم

۱۳) آپ نے لکھا ہے: ''آپ کا جواب...نے لکھ دیا ہے۔''

عرض ہے کہ یہ بات خلافِ حقیقت یعنی جھوٹ ہے۔ اہلِ حدیث کا جواب وہ لوگ کس طرح دے سکتے ہیں جو انگریز سرکار کے دلی خیر خواہ تھے اور جنھوں نے اندرا گاندھی کو اپنے خصوصی سٹیج پر بٹھایا تھا؟!

۱۴) آپ نے لکھا ہے: ''...کا جواب لکھیں پھر ہم سے کوئی سوال کریں۔''

عرض ہے کہ ایک سوال آپ لکھیں اور اس کا جواب وصول کریں، اُسی وقت ہمارا سوال وصول کریں اور اُس کا جواب بھیجیں، اس کے علاوہ آپ کے لئے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے سوائے ہار ماننے یا بھاگنے کے؟

ہمارے سوالات کے جوابات سے راہِ فرار اختیار کرنا اور اپنے سوالات کے جوابات پر اصرار کی رٹ لگانا اس کی دلیل ہے کہ آپ کا غبارہ اُڑنے سے پہلے ہی زمین پر ''پھس''

ہو چکا ہے۔

۱۵) آپ نے لکھا ہے: ''اور اپنی اس بدیانتی کو تحقیق قرار دیتے ہوئے...''

عرض ہے کہ اندھے کو اندھیرا ہی نظر آتا ہے لہٰذا آپ اپنی اور ظہور احمد کی بددیانتوں پر غور وفکر کریں۔!

۱۶) آپ نے لکھا ہے کہ ''اس لیے اگر یہ اشارہ احقر کے ساتھ آپ کی اس خط و کتابت کی طرف ہے تو..... بددیانتی.... جھوٹ بولا ہے۔''

عرض ہے کہ یہ اشارہ ماہنامہ الحدیث حضرو عدد ۳۴ کے مضمون کی طرف ہے۔

دیکھئے یہی تحریر فقرہ نمبر ۱۰

معلوم ہوا کہ آپ نے میرے بارے میں سوئے ظن رکھتے ہوئے بددیانتی کی ہے اور جھوٹ بھی بولا ہے۔

ایک لطیفہ: ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک ہندو نے گائے کے بچھڑے کا گوشت کھالیا تھا اور بعد میں جو بھی اسے ملتا تو وہ کہتا: آپ بچھڑا بچھڑا (وَچھ وَچھ) کیوں کہہ رہے ہیں؟ لوگ سمجھ گئے کہ اس نے بچھڑے کا گوشت کھایا ہے۔

۱۷) آپ نے لکھا ہے: ''اہلِ علم سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہے۔''

عرض ہے کہ وہ کون سے اہلِ علم ہیں؟ ذرا اُن کے نام تو بتائیں؟ اگر وہ دیوبندی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں تو آپ کو علم ہوگا کہ مقلد عالم نہیں بلکہ جاہل ہوتا ہے۔

لہٰذا جاہل کو اہلِ علم میں شمار کرنا علم کی توہین ہے۔!

۱۸) آپ نے لکھا ہے: ''ہر خط میں نیا مبحث کھولنے کے بجائے ہمارے ستر سوالات کے مطابق سوال و جواب دیجئے۔''

عرض ہے کہ ایک سوال کا جواب دیں اور ایک سوال کا جواب وصول کریں۔ اگر آپ نے میری سابقہ تحریروں کو غور سے نہیں پڑھا تو دوبارہ پڑھ لیں، ضد اچھی چیز نہیں ہے۔!

ہم نے کوئی نیا مبحث نہیں کھولا بلکہ کتاب ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' کو مدِ نظر رکھتے

ہوئے دوبارہ عرض ہے کہ آپ لوگوں سے ہمارا اختلاف ایمان اور عقائد میں ہے لہٰذا عقائد پر گفتگو سے نہ بھاگیں۔

۱۹) آپ نے لکھا ہے: ''سب کا جواب انشاء اللہ ہم دے بھی چکے ہیں۔''

عرض ہے کہ آپ کی یہ بات کالا جھوٹ ہے۔

۲۰) آپ نے میری سابقہ تحریرات کے مکمل جوابات نہیں لکھے، کیا وجہ ہے؟

ہمارے سوالات میں سے تین سوالات دوبارہ پیشِ خدمت ہیں:

۱) حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی نے لکھا ہے:

''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' (کلیاتِ امدادیہ ص ۳۶)

یہ کہنا کہ بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے، قرآنِ مجید کی کس آیت میں لکھا ہوا ہے؟

۲) دیوبندیوں کے پیر کا یہ کہنا کہ ''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

۳) یہ کہنا کہ ''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' کیا امام ابو حنیفہ سے باسند صحیح ثابت ہے؟ مستند حوالہ پیش کریں۔

ان تین سوالات کے جوابات لکھ کر بھیجیں اور اپنے تین سوالات کے جوابات وصول کریں جو ہمارے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں۔

وما علینا إلا البلاغ

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی

(۳۱/ جنوری ۲۰۰۹ء)

نثار کی پانچویں تحریر

﴿۱﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ أمّا بعد:

جناب حافظ محمد زبیر علی زئی صاحب حفظک اللہ تعالیٰ

سلام مسنون!

پانچویں تحریر کے عنوان سے آپ کا خط ملا۔ شکریہ

پہلے چار خطوں کی طرح اس خط میں بھی اس خط و کتابت کے اصل عنوان احقر کے ستر سوالات کے جوابات کے بجائے آپ نے اپنی سابقہ روش کے مطابق علمائے دیوبند قدس سرہم پر اپنے اعتراضات کو دہرایا ہے ہمیں آپ کے اس سات صفحات کے خط میں تلاش بسیار کے باوجود اپنے سوالات کے جوابات کا کہیں نام و نشان نہیں ملا اور شاید آپ اس کا ارادہ بھی نہیں رکھتے۔ البتہ ایک نئی دریافت یہ ہوئی ہے کہ آپ کتابت (لکھائی) کے اغلاط کو سہو و نسیان کا نتیجہ دکھا کے صاحب تحریر کا موقف قرار نہیں دیتے بلکہ انسانی غلطی قرار دیتے ہوئے معافی کے روادار ہیں اور ایسی غلطی کو صاحب کتابت کا موقف قرار دینے کو آپ مذموم بھی قرار دیتے ہیں۔

احقر آپ کے دو خطوں کو آپ کے قلمی دستخط اور مہر نہ ہونے پر ان کا جعلی ہونا آپ کو یاد دلا چکا ہے۔ اس پر آپ کو غصہ کرنے کی کیا ضرورت ہے آپ نے اپنی کتابوں میں اور الحدیث نمبر ۲۵ ص ۱۲ میں خود ہی یہ اعلان شائع کر رکھا ہے کہ:

راقم الحروف کی صرف وہی کتاب معتبر ہے جس کے آخر میں میرے دستخط و مہر ہیں یا اسے مکتبہ الحدیث حضرو/ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد، لاہور سے شائع کیا گیا ہے۔ باقی کسی کتاب کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔

آپ کے خط کو احقر کا جعلی لکھنا تو فقط اطلاع ہے ورنہ اسے جعلی تو آپ نے خود قرار دیا ہوا ہے۔ مزید اطلاع کے لیے عرض خدمت ہے کہ مکتبہ دارالسلام وغیرہ سے چھپنے والی آپ کی کتابیں اور الحدیث میں آپ کے مضامین و تحقیقات اور خود ہر ماہ کا الحدیث بھی آپ کے قلمی دستخطوں اور مہر سے خالی ہے اس لیے آپ یا تو اپنے اعلان سے رجوع کر کے کوئی نیا اعلان شائع کریں اور یا پھر قلمی دستخطوں اور مہر کے بغیر اپنے نام سے شائع شدہ ہر تحریر کو جعلی قرار دے کر اس کی تفصیل شائع کر دیں یا قلمی دستخطوں اور مہر کے بجائے سیاہی سے اصل نشان انگوٹھا ثبت کرنے کا اعلان کر دیں کہ مہر اور دستخط تو آپ کے دوسرے معاون بھی لگا سکتے ہیں۔ اور یا پھر آپ کا ارادہ اپنی تحریرات سے مکر جانے یا رجوع کا ہے اس لیے یہ تحریرات آپ کے قلمی دستخطوں اور مہر سے خالی ہیں تاکہ ان کو جعلی کہنے میں آپ کے لیے آسانی رہے۔ بہرحال ہم آپ کو خیر کا راستہ ہی دکھا سکتے

﴿۲﴾

ہی ہدایت رب تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

آپ کو کرکٹ شپ کمپنی کی دہریہ فضا سے آلودہ ہونے کے باوجود مودودی جماعت کی شفقت ملی، پھر ایرانی امام خمینی کے قد آور پوسٹر کے زیر سایہ بڑا انزی اور اپنے زعم میں دینی خدمت کی توفیق نصیب ہوئی اور اُنھی ہستیوں کے جلو میں میاں اللہ دتہ وارث آفیسر کامرہ کے وسیلے سے آپ نے اہل حدیث کی دہلیز پر قدم رکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ استاذ کو پیچھے پھینکتے ہوئے حدیث کی تحقیق میں اتنا آگے نکل گئے کہ اب آپ کو یاد ہی نہیں رہتا کہ ایک حدیث کو کبھی ضعیف کہتے ہیں اور کبھی صحیح یا ایک راوی کو کبھی صحیح کہتے ہیں اور کبھی ضعیف۔

اس تحقیق انیق کا ایک نمونہ الحدیث نمبر ۵۲ میں آپ کا وضاحتی مضمون بعنوان ''سنن أبي داود اور سنن ابن ماجہ کے بارہ میں وضاحتیں'' موجود ہے۔ اس لیے ہم جیسے کمزور آپ کو ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف توجہ دلائیں اور آپ کا اپنا حکم ''جعلی'' دکھائیں تو غصہ نہ کیا کریں۔

آپ کے اس خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ پوری طرح ہوش میں نہیں اور سہو ونسیان کی اس بیماری میں مبتلا ہیں جسے ہم بے ہوشی سے تعبیر کر رہے ہیں کہ آپ نے اپنے دستخط نہ کرنے اور مہر نہ لگانے پر علمائے دیو بند قدس سرھم کی کتابت کے اغلاط کی مثالیں پیش کر کے دستخط نہ کرنے اور مہر نہ لگانے کو کتابت کے ان اغلاط پر قیاس کرتے ہوئے قیاس کی ایک نئی صورت پیش کر کے اپنے علم و تحقیق کی سیہ کوبی کی ہے۔

آپ کی مدہوشی کا یہ معاملہ تو فقط دستخط اور مہر تک تھا آپ نے اپنے خط میں الحدیث نمبر ۲۴ میں فضل اکبر کاشمیری کے نام سے چھپنے والے مضمون ''اہل تقلید سے سوالات'' کو اپنا مضمون قرار دیا اور اسے سہو زدہ قرار دیا حالانکہ الحدیث نمبر ۲۴ میں آپ کے اس مضمون پر نہ صرف فضل اکبر کاشمیری لکھا ہے بلکہ فہرست مضامین میں بھی فضل اکبر کاشمیری ہی لکھا ہے اب یہ سہو ہے یا اہتمام سہو ہے اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں مگر آپ کے قارئین کو آپ کے آخر تک اس کا انتظار رہے گا کہ سہو ونسیان کی اس بھرمار میں سہو زدہ معاونین کے نام سے چھپنے والی تحریروں میں کس کا انتساب آپ سے ہو اور کسے کسی دوسرے محقق کے کھاتہ میں ڈالا جائے مقالات جلد اول میں آپ کے معاون حافظ ندیم ظہیر نے آپ کے لیے لمبی عمر کی تو دعا مانگی ہے مگر سہو ونسیان کے ان امراض سے حفاظت کی دعا شاید ان سے رہ گئی ہے۔

آپ نے اپنے ''غیر مقلد'' ہونے پر غصہ کا اظہار کیا ہے۔ جب آپ تقلید کے روادار نہیں اور مقلدین کو کوسنا آپ کا فریضہ ہے تو ''غیر مقلد'' ہونے پر آپ کو فخر ہونا چاہیے شاید آپ کو یاد نہیں کہ ''الحدیث'' نمبر ۲۸ ص ۲۷ پر مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد کے عنوان میں آپ شائع کر چکے ہیں کہ:

﴿۳﴾

"ہر غیر مقلد کو اہل حدیث نہیں کہا جا سکتا البتہ ہر اہل حدیث کے لیے ضروری ہے کہ جمود اور تقلید سے الگ ہو"

یعنی ہر غیر مقلد اہل حدیث نہیں مگر ہر اہل حدیث غیر مقلد ہے۔ ملحوظ رہے کہ ہم آپ کو غیر مقلد اہل حدیث نہیں لکھتے آپ کے اصول کے مطابق اہل حدیث غیر مقلد لکھتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے "الحدیث نمبر ۳۵، ص نمبر ۶۰" پر ابو بلال محمد اسماعیل سلفی جھنگوی کا درج ذیل حوالہ نقل کرتے ہوئے تبصرہ کیا ہے:

زبیر علی زئی غیر مقلد نے نور العینین میں صحیح کہا ہے۔ تحفۃ الحدیث حصہ دوم، ص ۱۵۹

حالانکہ اس ضعیف روایت کے بارے میں راقم الحروف نے علانیہ لکھا ہے کہ (الحدیث نمبر ۳۵، ص نمبر ۶۰)

آپ کے نقل کردہ ابو بلال محمد اسماعیل جھنگوی کے مذکورہ اقتباس پر تبصرہ میں آپ نے غیر مقلد کو اپنے نام کا حصہ ہونے پر اعتراض نہیں کیا بلکہ راقم الحروف لکھ کر تسلیم کیا ہے کہ میں ہی زبیر علی زئی غیر مقلد ہوں تو جناب من جن القاب و آداب کو آپ اور آپ کے بڑے تسلیم کر چکے ہیں، ان پر غصہ کی کیا ضرورت ہے؟

احقر ۱۵ شوال ۱۴۲۹ھ / ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء سے لکھ رہا ہے کہ آپ کے ذمہ ستر سوالات ہیں مگر آپ ستر کے بجائے سرسٹھ قبول کرتے ہیں تین کو تسلیم نہیں کرتے حالانکہ احقر آپ کے نام پہلے خط میں وضاحت کر چکا ہے کہ:

آپ کا خط محررہ ۲۶ رمضان ۱۴۲۹ھ / ۲۷ ستمبر ۲۰۰۸ء کے اس جوابی خط میں مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی مدظلہ کے اکاون سوالات جو ہنوز آپ پر قرض ہیں اور مزید سولہ سوالات اور اس خط میں اس شمار کے علاوہ تین، کل ستر (۷۰) سوالات کے جواب کا انتظار ہے۔

(خط محررہ ۱۵ شوال ۱۴۲۹ھ / ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء)

مذکورہ پہلے خط میں (۶۷) سرسٹھ سوالات کے علاوہ درج ذیل تین سوال ضمناً موجود ہیں جواب مذکورہ خط ہی کی عبارت سے بحوالہ سطر نمبر پیش خدمت ہیں:

﴿۱﴾: آپ کا یہ عجیب انکشاف ہے کہ دور حاضر کے اہل حدیث یعنی غیر مقلدین کا بھی حوالہ جات اور عبارات کے رد و قبول پر کوئی اتفاق ہوا ہے۔ اگر کوئی اتفاقی دستاویز ہے تو امت مسلمہ کو بھی آپ اس کی اطلاع عام دیں؟ س ۲

﴿۲﴾: مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی صاحب مدظلہ نے جن غیر مقلد علماء کو پیش کیا ہے آپ کے ہاں ان کے اقوال جو محض اقوال نہیں ان کے عقائد ہیں مردود ہیں تو علمائے دیوبند قدس سرھم پر آپ گمراہی کا جو فتویٰ لگاتے ہیں وہی فتویٰ آپ اپنے اہل حدیث علماء بالخصوص اپنے اساتذہ اور مقتداؤں پر کیوں نہیں لگاتے؟ س ۲

﴿۴﴾

﴿۲﴾: آپ کی اس تحریر کے پیش نظر آپ سے مذکورہ سوالات کی وضاحت ضروری ہے، کہ ہمیں معلوم ہو سکے کون آپ کے مقبول اکابر ہیں اور کون آپ کے مردود ہیں اور اہل حدیث اور غیر مقلدین علماء کی جو تحریرات آپ کو قبول نہیں ان کی بنا پر ان علماء پر آپ کا کیا فتویٰ ہے۔؟ ص ۹

آپ کو پہلے خط کے سڑسٹھ سوالات قبول ہیں اور مذکورہ تین سوالات کے بعد اب آپ کے مطالبہ پر بحمداللہ ستر کا عدد مکمل ہو چکا ہے۔ اس لیے سوالات کی تعداد کو گھٹانے کے بجائے جواب کی ہمت کریں تین سوالات کم کر دینے سے آپ کا کوئی فائدہ نہیں۔

پانچویں تحریر کے عنوان سے آپ کے اس خط میں آپ کی بوکھلاہٹ کچھ زیادہ ہی ہو رہی ہے کبھی آپ ایک سوال کا جواب دینے کا لکھتے ہیں اور کبھی تین کا اور کبھی پہلے اپنے سوالات کے جواب کا مطالبہ کرتے ہوئے ہمارے ستر سوالات کے جوابات سے مشروط کرتے ہیں۔

محترما! یوں بوکھلاہٹ کے بجائے اگر آپ ہمارے ستر سوالات کے جواب سے صاف (غیر مشروط) انکار کر دیں تو ان شاء اللہ آپ کے چھوڑے ہوئے شوشوں کا جواب آپ کی خدمت میں ارسال کر دیا جائے گا۔

والسلام

[illegible]

۱۶ صفر ۱۴۳۰ھ / ۱۲ فروری ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھٹی تحریر

الحمد للہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہ الأمین ، أما بعد:

حافظ نثار احمد الحسینی کے نام!

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آج آپ کی تحریر (نوشتہ ۱۲/فروری ۲۰۰۹ء) ملی جس میں میرے سوالات میں سے کسی ایک سوال کا جواب بھی نہیں ہے لہٰذا تین سوالات دوبارہ پیشِ خدمت ہیں:

۱) حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی نے لکھا ہے:

''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' (کلیاتِ امدادیہ ص ۳۶)

یہ کہنا کہ بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے، قرآنِ مجید کی کس آیت میں لکھا ہوا ہے؟

۲) دیوبندیوں کے پیر کا یہ کہنا کہ ''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

۳) یہ کہنا کہ ''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے''

کیا امام ابو حنیفہ سے باسند صحیح ثابت ہے؟ مستند حوالہ پیش کریں۔

ان تین سوالات کے جوابات لکھ کر بھیجیں اور اپنے تین سوالات کے جوابات وصول کریں جو ہمارے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں۔

وما علینا إلا البلاغ

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی

(۲۶/فروری ۲۰۰۹ء)

نثار کی چھٹی تحریر

﴿۱﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّدنا وسیّد الانبیاء والمرسلین ۔ أمابعد:

جناب حافظ محمد زبیر علی زئی صاحب حفظک اللہ تعالیٰ

سلام مسنون!

چھٹی تحریر کے نام سے آپ کا خط ملا حسب روش آپ نے اس خط میں بھی علمائے دیوبند قدس سرہم پر اپنے الزامات کو دہرایا ہے اور ہمارے ستر سوالات کے جواب سے پہلوتہی کی ہے۔

احقر نے پانچویں خط میں آپ کے مطالبہ پر ستر سوالات کی تعداد کو اپنے پہلے خط محررہ ۱۵ شوال ۱۴۲۹ھ/ ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء کے حوالہ سے پورا کر دیا ہے اس پر آپ کی خاموش رضامندی سے ستر کے عدد پر آپ کا اطمینان معلوم ہوتا ہے۔

نیز احقر نے پانچویں خط میں خود آپ کے قلم سے آپ کا غیر مقلد ہونا ثابت کیا اور آپ کا ماضی اور ضمنی سفر یاد دلایا۔ ان حقائق پر آپ کی خاموشی آپ کے تسلیم حق کی دلیل ہے۔ ہم دعاء گو ہیں کہ رب تعالیٰ آپ کو مزید تسلیم کی توفیق بھی نصیب فرمائے۔ آمین!

احقر کے ستر سوالات کے جواب سے پہلوتہی کرتے ہوئے آپ کبھی علمائے دیوبند قدس سرہم پر اپنی عاقبت نا اندیشی سے کیچڑ اچھالتے ہیں اور کبھی اپنے الزامات کو نت نئے سوالات کی صورت میں دہراتے ہیں ہم نے الحمدللہ آپ کے سوالات سے انکار نہیں کیا، بلکہ آپ کو دعوت دی ہے کہ پہلے ہمارے ستر سوالات کے جوابات دیجئے پھر آپ کے الزامات اور سوالات اگر کوئی اور بھی ہیں تو انشاء اللہ ہم اپنے اکابر اہل السنت والجماعت علمائے دیوبند قدس سرہم کے دفاع کے لئے تیار ہیں۔

آپ کے الزامات کے جوابات سے پہلے ہم اپنے سوالات کے جوابات کا اس لئے مطالبہ کر رہے ہیں کہ:

> ہمارے سوالات مرتب ومربوط ہیں۔ ہمارے سوالات کا جواب ہی آپ کے الزامات کی وضاحت ہے کہ آپ نے علمائے دیوبند قدس سرہم پر جن الزامات سے بدعتی، گمراہ اور اہل السنت سے خارج ہونے کا حکم لگایا ہے وہ الزامات آپ کے اساتذہ آپ کے مقتدایان اور آپ کے ممدوحین میں زیادہ وضاحت سے موجود ہیں۔

اس لئے آپ کے لگائے گئے الزامات سے اگر علمائے دیوبند قدس سرہم گمراہ، بدعتی اور اہل السنۃ سے خارج ہیں تو آپ کے پیشوا اور آپ کے اساتذہ کیوں گمراہ، بدعتی اور اہل السنۃ سے خارج نہیں؟ اور ان کی مدح اور اپنی سندات حدیث میں انہیں شامل کرنے پر آپ کیوں گمراہ، بدعتی اور اہل السنۃ سے خارج نہیں؟۔

﴿۲﴾

آپ کے سوالات کے جواب اور الزامات کی وضاحت کے لئے آپ سے احقر کے مرتبہ سوالات کا جواب ضروری ہے اسی لئے آپ کو اپنے دوسرے خط محررہ ۱۸ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ / ۱۷ نومبر ۲۰۰۸ء میں لکھ چکا ہوں:

> جناب علی زئی صاحب ہمارے ستر سوالات مرتب و مربوط ہیں ان میں سے کسی ایک کے جواب کے بغیر آپ کا موقف واضح نہیں ہو سکتا اور یہ گزارش احقر پہلے خط میں بھی کر چکا ہے کہ آپ کے مکمل جواب کے بغیر آپ کا موقف غیر واضح اور ہمارا جواب ادھورا ہوگا۔ ص نمبر ۱،۲

اس لئے آپ سے مکرر گزارش ہے کہ اگر آپ کو مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی زید مجدہ کے جوابات سے تسلی نہیں تو ہمارے ستر سوالات کے جواب دیجیے اور پھر اپنی تشفی کے لئے تیار ہو جایئے!

والسلام

عبد الغفور

۳ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

یکم مارچ ۲۰۰۹ء

بسم الله الرحمن الرحیم

ساتویں تحریر

الحمد للہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:

حافظ نثار احمد الحسینی کے نام! بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کی تحریر (نوشتہ یکم/ مارچ ۲۰۰۹ء) ملی جس میں میرے سوالات میں سے کسی ایک سوال کا جواب بھی نہیں ہے اور اپنے سوالات کے جوابات کا مطالبہ ہے۔ آپ کی ''خدمت'' میں بار بار عرض کر دیا گیا ہے کہ سوال کریں اور جواب لیں، اُسی وقت ہمارا سوال وصول کریں اور جواب دیں۔ مگر آپ برابر سوال و جواب سے راہِ فرار اختیار کئے ہوئے ہیں۔ دوبارہ عرض ہے کہ آپ کے ہر سوال کا جواب ہمارے ہر سوال کے جواب سے مربوط ہے، جسے خود ساختہ جعلی مہند توڑ نہیں سکتی لہٰذا تین سوالات دوبارہ پیشِ خدمت ہیں:

۱) حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی نے لکھا ہے:

''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' (کلیاتِ امدادیہ ص ۳۶)

یہ کہنا کہ بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے، قرآنِ مجید کی کس آیت میں لکھا ہوا ہے؟

۲) دیوبندیوں کے پیر کا یہ کہنا کہ ''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

۳) یہ کہنا کہ ''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' کیا امام ابو حنیفہ سے باسندِ صحیح ثابت ہے؟ مستند حوالہ پیش کریں۔

ان تین سوالات کے جوابات لکھ کر بھیجیں اور اپنے تین سوالات کے جوابات وصول کریں جو ہمارے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں۔ وما علینا إلا البلاغ

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی (۲۰/ مارچ ۲۰۰۹ء)

نثار کی ساتویں تحریر

﴿۱﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد:۔

محترم جناب حافظ محمد زبیر علی زئی صاحب حفظک اللہ

سلام مسنون!

آج تاریخ ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ/۲۰ مارچ ۲۰۰۹ء آپ کا ساتواں خط ملا۔ افسوس آپ نے احقر کے ۱۵ شوال ۱۴۲۹ھ/۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء کو لکھے ہوئے سوالات کا جواب اس خط میں بھی نہ دیا آپ شیشے کے گھر میں بیٹھے دلیل ہیں کہ الٹا ان کو میرے جواب میں سانپ سونگھ گیا ہے۔ پتا نہیں آپ کو کس نسل کے سانپ نے سونگھا ہے کہ آج پانچ ماہ ہونے کو ہیں ہم آپ سے اپنے ستر سوالات کے جواب کا مطالبہ کر رہے ہیں اور آپ کو ابھی تک ہوش نہیں آیا۔ ہمارے سوالات کے جواب سے جان چھڑانے کیلئے آپ نے الٹے پلٹے چند سوالات کے جواب کی شرط کا سہارا لیا ہوا ہے۔ اگر آپ کے پاس ہمارے سوالات کے جواب تیار ہیں تو بھیجنے میں آپ کو کیا رنج ہے؟ مگر ہمارے سوالات چونکہ آپ کے گلے کا پھندا ہیں اس لیے آپ انشاء اللہ اس تختہ دار پر چڑھنے کیلئے کبھی تیار نہ ہوں گے۔

حالانکہ منصورہ علمائے دیوبند قدس سرہم اور دوسرے ائمہ دین پر نشتر چلاتے ہوئے آپ کو جرأت ہے اور اپنی صفائی دینے میں آپ الٹے پلٹے ڈھکوسلوں کا سہارا لیتے ہیں۔ اگر آپ میں اتنی ہی جرأت اور بے باکی ہے تو احقر کے پہلے خط پر آپ خاموش کیوں ہوئے ہیں؟ اور سیدھے سادے جواب کے بجائے حیلے بہانوں کا سہارا لے رہے ہیں۔ یہود ونصاریٰ کے بیج غیر مقلدیت جس کا مقصد تحقیق امت مسلمہ میں فکری آزادی پیدا کر کے ان کی دینی حیثیت کو مسخ کرنا ہے آپ اسی بیج کے برگ وبار ہیں۔ اس لئے اپنی شرعی حیثیت نہ آپ کے بڑوں نے واضح کی ہے اور نہ انشاء اللہ آپ میں اس کی جرأت ہے۔

احقر اپنے پہلے خطوط میں واضح کر چکا ہے کہ آپ نے علمائے دیوبند قدس سرہم پر اعتراض کیا الزامات لگائے، ان مقبولان بارگاہ خداوندی کو گمراہ قرار دیا اور ان خادمان شریعت کے پیروکاروں کی اقتدا میں نماز کو ناجائز قرار دیا۔ الحمدللہ مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی زید مجدہ نے نہ صرف آپ کے الزامات کے مدلل جوابات دیے بلکہ ان جوابات کو تسلیم نہ کرنے کی صورت میں آپ سے سوالات کیے۔

احقر نے انہی سوالات کو مرتب کر کے آپ کی خدمت میں ارسال کیا کہ اگر آپ اس جواب سے مطمئن نہیں تو ہمارے

﴿۲﴾

سوالات کے جواب دیجئے یہ سوالات بھی آپ کے الزامات کے آپ کی طرف سے جواب کا حصہ ہیں۔ اگر ان ستر سوالات کے مکمل جواب سے آپ کی تسلی نہ ہوئی تو ان شاء اللہ ہم آپ کی تحریرات کی ایک ایک سطر کا جواب آپ کو ارسال کردیں گے۔ آپ سے ہمارے ستر سوالات در اصل آپ کے الزامات کے جوابات ہی کا حصہ ہیں۔ اس لیے اس جواب سے پہلے آپ کس بنیاد پر اپنی کسی بات کا جواب مانگتے ہیں؟

اس لیے محترم! اپنی آخرت برباد نہ کریں ان پاکبازان امت پر آپ کے بے بنیاد الزامات جن کا بے بنیاد ہونا ہم نے الحمدللہ ثابت کردیا ہے آپ کیلئے خسر الدنیا والآخرہ ہیں۔ اس لیے اگر کچھ خوف خدا آپ کو ہے تو اپنے غالی شیخ دوزاری کی یہودیت پسند حنفیت کے تقلیدی خول سے نکلیے اور اپنی آخرت کی فکر کیجیے۔

اگر علمائے دیوبند قدس سرہم گمراہ اور بدعتی ہیں تو آپ کے ۱۲ عدد اساتذان حدیث اور مشائخ اکابر کس منہ سے اہل سنت ہیں؟

آپ ۱۵ شوال ۱۴۲۹ھ/ ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء سے اب تک مسلسل ہمارے سوالات کے جوابات سے پس و پیش کر رہے ہیں آپ نے اپنے اس ساتویں خط میں لکھا ہے کہ:

"میرے سوالات میں سے کسی ایک سوال کا جواب بھی نہیں ہے اور اپنے سوالات کے جوابات کا مطالبہ ہے۔"

اسے ہی کہتے ہیں: "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے"

آپ نے ساتویں تحریر کے عنوان سے اس خط میں گزشتہ چھٹے خط ہی کو نقل کردیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ بحمد تعالیٰ آپ کی پونجی ختم ہو چکی ہے۔

آپ کو اپنے اعتراضات کی مزید تسلی کی ضرورت ہے تو وہ ہمارے ستر سوالات کے جوابات میں موجود ہے آپ اگر ان کے جواب کی جرأت کریں تو ان شاء اللہ ہماری کسی تسلی کے دیے بغیر آپ کی تسلی ہو جائے گی۔

والسلام

[دستخط]

۳ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ
۳۰ مارچ/ ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آٹھویں تحریر

الحمد لله ربّ العالمين والصّلوٰة والسّلام علىٰ رسوله الأمين ، أما بعد:

حافظ نثار احمد الحسینی کے نام!

بعدازسلام مسنون عرض ہے کہ آپ کی تحریر (نوشتہ ۲/ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ بمطابق ۳۰/ مارچ ۲۰۰۹ء) ملی، جس میں آپ نے میرے کسی ایک سوال کا بھی جواب نہیں دیا اور اپنے ۱۵/ اکتوبر ۲۰۰۸ء کے سوالات کا ذکر کیا ہے حالانکہ ۱۵/ اکتوبر والی تحریر کا جواب ۲/ نومبر ۲۰۰۸ء کو لکھ کر آپ کی خدمت میں بھیج دیا گیا تھا۔ کیا میری دوسری تحریر آپ سے گم ہوگئی ہے؟ اگر گم ہوگئی ہے تو دوبارہ پڑھ لیں:

"بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کا سوالنامہ (۶۷ سوالوں پر مشتمل) ملا۔ (نوشتہ ۱۵/ اکتوبر ۲۰۰۸ء) عرض ہے کہ آپ صرف ایک سوال لکھیں اور اس کا جواب وصول کریں اور پھر اسی وقت ہمارا سوال پیشِ خدمت ہوگا جس کا جواب آپ کو دینا پڑے گا۔ دونوں طرف سے سوال و جواب کی ترتیب برابر رہے گی ورنہ ہماری طرف سے آپ کو سوالات کی اجازت نہیں ہے۔" (دوسری تحریر ص ۱، نوشتہ ۲/ نومبر ۲۰۰۸ء)

نثار صاحب! ضد کرنا اچھی بات نہیں ہے، براہِ مہربانی ضد نہ کریں۔ اگر آپ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ آپ کے سوالات کے جوابات اہلِ حدیث (طائفہ منصورہ) کے پاس نہیں تو یہ آپ کی بڑی بھول ہے جس پر آپ کو پچھتانا پڑے گا۔

جذبۂ خیر سگالی کے طور پر پہل کرتے ہوئے آپ کے تین سوالات کا جواب بھیج رہا ہوں، جو کہ ۳۱/ جنوری ۲۰۰۹ء میں لکھا تھا اور کمپوز کرا کر کمپیوٹر میں محفوظ کر لیا تھا۔

اب براہِ مہربانی ضد چھوڑ کر میرے درج ذیل تین سوالات علیحدہ علیحدہ مکمل نقل کر کے ان کے جوابات لکھ کر بھیجیں:

۱) حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی نے لکھا ہے:

''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' (کلیاتِ امدادیہ ص ۳۶)

یہ کہنا کہ بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے، قرآنِ مجید کی کس آیت میں لکھا ہوا ہے؟

۲) دیوبندیوں کے پیر کا یہ کہنا کہ ''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

۳) یہ کہنا کہ ''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' کیا امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت ہے؟ مستند حوالہ پیش کریں۔

آپ نے تازہ تحریر میں دیوبندیوں کو طائفہ منصورہ قرار دیا ہے۔ حالانکہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور خیر القرون کے دور میں ایک صحیح العقیدہ مسلمان بھی دیوبندی المذہب نہیں تھا۔ کیا آپ انگریزوں کے ہندوستان پر قبضے والے دور سے پہلے کسی ایک صحیح العقیدہ مسلمان کا حوالہ پیش کر سکتے ہیں جو دیوبندی تھا؟

اہلِ حدیث کو غیر مقلد کہہ کر مذاق اُڑانے سے اپنی آخرت برباد نہ کریں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امام ابوحنیفہ بھی غیر مقلد تھے؟ اگر معلوم نہیں تو ''مجالس حکیم الامت'' (ص ۳۴۵) پڑھ لیں۔ وما علینا إلا البلاغ

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی

(۱۰/ مئی ۲۰۰۹ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال نمبر۱: جب علمائے دیو بند کی اقتداء میں آپ کی نماز نہیں ہوتی تو پھر غیر مقلدین کا علمائے دیو بند کی مساجد میں نماز پڑھنے کا کیا مقصد ہے۔؟ (ص ۱۶) ص ۲

الجواب: یہ تو آپ نے تسلیم کر لیا کہ دیو بندیوں کی اقتدا میں اہل الحدیث نماز پڑھنے کے قائل نہیں ہیں۔ باقی رہا اہل بدعت کی مساجد میں اپنی علیحدہ نماز پڑھنا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۱۱۴

اہل الحدیث اور آلِ دیو بند کے درمیان اختلاف نماز میں اقتدا کا ہے، نہ کہ جگہ کا۔!

سوال نمبر۲: بدعتی فرقوں میں آپ نے صرف علمائے دیو بند کو شمار کیا ہے بریلوی، شیعہ وغیرہ کا کیوں ذکر نہیں کیا۔؟ (ص ۱۵) ص ۲

الجواب: کتابِ مذکور میں صرف آلِ دیو بند کے بارے میں درج ذیل سوال کیا گیا تھا:

"کیا دیو بندی عقیدے والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟" (بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۷)

لہٰذا سوال کی مطابقت سے جواب دیا گیا ہے۔

شیعہ پر رد کے لئے دیکھئے بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۸، ۱۰، ۳۱)

یاد رہے کہ دیو بندیوں کی طرح بریلوی عقیدے والے بھی اہلِ بدعت میں سے ہیں۔

سوال نمبر۳: اکابر غیر مقلدین علماء نے علمائے دیو بند کو اہل حق میں شمار کرتے ہوئے نماز میں ان کی اقتداء کو درست قرار دیا ہے جبکہ آپ جیسے آلِ حدیث، غیر مقلدین نے انہیں جھوٹا اور بدعتی قرار دیا ہے اس پر آپ کا کیا ارشاد ہے۔؟ (ص ۱۸) ص ۲، ۳

الجواب: جن اہلِ حدیث علماء نے دیو بندیوں کی اقتداء میں نماز کو درست قرار دیا تھا، انھیں دیو بندیوں کے عقائد صحیح طور پر معلوم نہیں تھے، اور نہ انھیں اس سلسلے میں تحقیق کا موقع ملا۔ دیکھئے بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (ص ۳۱)

جب ہم نے اپنی آنکھوں سے دیو بندیوں کے باطل عقائد پڑھ لئے تو کس طرح اہلِ بدعت کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں؟!

حافظ زبیر علی زئی (۳۱/ جنوری ۲۰۰۹ء)

نثار کی آٹھویں تحریر

﴿۱﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوٰۃ والسلامُ علیٰ سیّدنا سیّد الانبیاء والمرسلین ۔ أمّابعد:

جناب حافظ محمد زبیر علی زئی صاحب حفظک اللہ تعالیٰ

سلام مسنون!

آج ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ / ۱۵ مئی ۲۰۰۹ء آٹھویں تحریر کے عنوان سے آپ کا خط بلاخلاف معمول آپ نے ہمارے ستر سوالات میں سے تین کے جواب کی لاحاصل کوشش کی ہے۔ گزشتہ خطوط میں احقر آپ پر واضح کر چکا ہے کہ ہمارے ستر سوالات باہم مربوط اور آپ کے مطلوبہ جواب کا حصہ ہیں اس لئے آپ تمام سوالات کے غیر مبہم واضح اور مکمل جواب دیں، اس کے بعد ہم طائفہ منصورہ اہل السنت والجماعت علمائے دیوبند قدس سرہم پر آپ کے الزامات جن کے جوابات ہم بحمد اللہ شائع کروا چکے ہیں، آپ کی تسلی کے لئے ان شاء اللہ مزید بھی ارسال خدمت کر دیں گے۔

آٹھویں تحریر کے عنوان سے آپ نے ہمارے ستر سوالات میں تین کے جواب کی جو سعی لاحاصل کی ہے اسے ملاحظہ کریں:

سوال نمبر(۱) کے جواب میں آپ نے کلمہ "اقتداء" کو نہیں دیکھا، سوال علمائے دیوبند کی مساجد میں علمائے دیوبند کی اقتداء میں نماز پڑھنے پر ہے نہ کہ علمائے دیوبند کی مساجد میں اپنی نماز الگ پڑھنے کا ہے آپ نے علمائے دیوبند کی اقتداء میں نماز کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے علمائے دیوبند کی مساجد میں اپنی الگ نماز کے ناجائز ہونے کا فتویٰ نہیں دیا۔ اس لئے ایسے مبہم اور غیر واضح جواب کو جس میں اصل نکتہ اعتراض سے پہلوتہی کی گئی ہو کبھی جواب نہیں کہا جا سکتا۔ اسی صفحہ پر سوال نمبر ۳ کے جواب میں آپ نے تسلیم کیا ہے کہ اہل حدیث علماء نے لاعلمی میں علماء دیوبند کی اقتداء میں نماز کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ آپ کا یہ تسلیم کرنا آپ کے سوال نمبر ا کے جواب کو مزید مبہم بنا دیتا ہے کہ نکتہ اعتراض علمائے دیوبند کی اقتداء میں اپنی الگ نماز پڑھنے کا ہے اس لئے جب آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ اہل حدیث علماء نے علمائے دیوبند کی اقتداء میں نماز کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور آپ اسے ناجائز کہتے ہیں تو پھر آپ کے برادران اہل حدیث علمائے دیوبند کی اقتداء میں ان کی مساجد میں نماز پڑھنے کی تکلیف کیوں کرتے ہیں؟

ہمارے سوال میں کلمہ "اقتداء" میں یہ مفہوم موجود ہے اب آپ یا تو "اقتداء" کا معنی نہیں جانتے، یا اپنے گرز تو مذہب کی طرح آپ کا لغت بھی الگ ہے۔ اور کلمہ "اقتداء" کے سوال کے جواب میں آپ علمائے دیوبند کی مساجد میں اپنے

﴿۲﴾

ہمارا ان اہل حدیث کی اکیلی نماز مراد ہے کہ آپ انہیں کس امام غائب کی اقتداء کی نیت کراتے ہیں؟

سوال نمبر (۲) کے جواب میں آپ نے لکھا ہے کہ: کتاب مذکور میں اہل دیوبند کے بارے میں...... سوال کیا گیا تھا۔

محترما! آپ نے اپنے تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف علمائے دیوبند قدس سرّھم پر کیچڑ اچھالا ہے اور کتاب کا نام "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم" رکھا ہے جب کہ آپ نے اس کتاب میں بدعتی فرقوں مثلاً بریلوی، شیعہ وغیرہ پر ان کے عقائد کے حوالہ سے تنقید نہیں کی، آپ کی کتاب کا عنوان مطلق ہے اور فتوی اور تنقید صرف علمائے دیوبند پر ہے اگر تنقید مقید پر ہے تو عنوان بھی مقید ہوتا۔ دعوی مطلق اور دلیل مقید کا اصول آپ نے کہاں سے لیا ہے؟

اس لئے ہمارا سوال آپ پر قرض ہے کہ اگر صرف علمائے دیوبند کے عقائد پر آپ نے تنقید کرنی ہے تو عنوان میں بھی اسے ہی لایا جاتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح دوسرے باطل فرقے صرف علمائے دیوبند قدس سرھم کی حق گوئی سے خائف ہیں اہل حدیث غیر مقلدین کو بھی انہی سے عداوت ہے۔

سوال نمبر (۳) کہ علمائے غیر مقلدین اہل حدیث نے علمائے دیوبند کی اقتداء میں نماز کے جائز ہونے کا فتوی کیوں دیا ہے کے جواب میں آپ کا لکھنا کہ انہیں دیوبندیوں کے عقائد صحیح طور پر معلوم نہ تھے اور نہ انہیں اس سلسلے میں تحقیق کا موقع ملا۔ سبحان اللہ! آپ نے محض اپنے غلط موقف کے لئے اپنے اکابر کو جاہل اور غیر محقق قرار دے دیا علمائے دیوبند قدس سرّھم کی اقتداء میں نماز کے جائز ہونے کا فتوی اہل حدیث علماء کے سرخیل اور مشہور مناظر مولانا عبداللہ روپڑی کا ہے اور یہ ان کی محض رائے نہیں مستقل فتوی ہے بلا تحقیق ایسے فتاوی پر آپ ان غیر مقلدین اہل حدیثوں پر گمراہی کا فتوی کیوں نہیں دیتے؟

آپ کے لئے آپ کے اس جواب میں لمحہ فکریہ ہے کہ آپ کے اکابر ائمہ کی تقلید نہیں کرتے اور ان کی معلومات اتنی ناقص ہیں کہ نماز جیسی اہم عبادت کی اقتداء کے جواز پر بلا تحقیق فتوی دے رہے ہیں تو قرآن، حدیث، فقہ، کلام میں انہوں نے قوم کی جو راہنمائی کی ہے اس کا کیا حال ہوگا؟ اور بلا تحقیق جس مذہب کی داغ بیل ڈالی ہے اس میں انہوں نے امت کا کیا حشر کیا ہوگا؟ اس لئے ہم آپ کو اور دوسرے اہل حدیث غیر مقلدین کو اپنا اپنا نیا مذہب بنانے کے بجائے ائمہ کے اتباع کی دعوت دیتے ہیں کہ خود بھی گمراہی سے بچیں اور دوسروں کو بھی گمراہی کی اس دلدل میں نہ پھنسائیں۔

سترسوالات میں سے آپ کی طرف سے تین کے جواب پر احقر کا یہ مختصر تبصرہ ہے جواب نہیں اس لئے کہ ابھی تک تو آپ سے پہلے سوال کا جواب بھی نہ ہو سکا۔

﴿۳﴾

آپ سے گزارش ہے کہ ہمارے ستر سوالات کے غیر مبہم، واضح اور مکمل جوابات لکھیے اور پھر اپنا تماشا دیکھیے۔

آپ نے ہمارے ستر سوالات میں سے تین کے مبہم اور نامکمل جوابات کے ساتھ علمائے دیوبند قدس سرھم پر اپنے اعتراضات کو دہراتے ہوئے جواب مانگا ہے اس پر عرض خدمت ہے کہ ہم نے اپنے ستر سوالات کے مکمل جوابات کے بعد آپ کے کسی اعتراض کا مزید جواب دینے کا وعدہ کیا ہے۔ تین لو اور تین دو کا کوئی معاہدہ آپ سے نہیں ہوا اس لئے آپ ان تین، تین کے چکروں سے نکلتے ہوئے ہمارے ستر سوالات کے مکمل جواب کی ہمت کیجئے اور پھر ہم سے کوئی مطالبہ کیجئے۔

آپ نے لکھا ہے:

اگر آپ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ آپ کے سوالات کے جوابات اہل حدیث (طائفہ منصورہ) کے پاس نہیں تو یہ آپ کی بڑی بھول ہے، جس پر آپ کو پچھتانا پڑے گا۔ (آٹھویں تحریر ص۱)

محترم علی زئی صاحب ان شاء اللہ پچھتاوا آپ کا مقدر ہو چکا ہے اگر ہمارے ستر سوالات کا مکمل، غیر مبہم اور واضح جواب آپ نے کہیں غار میں چھپا رکھا ہے تو انتظار کس بات کا اور تین کے چکروں میں پڑنے کی آپ کو کیا ضرورت ہے؟

آپ نے علمائے دیوبند قدس سرھم کو طائفہ منصورہ لکھنے پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے: حالانکہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور خیر القرون کے دور میں ایک صحیح العقیدہ مسلمان بھی دیوبندی المذہب نہیں تھا۔ (آٹھویں تحریر ص۲)

آپ کے اس اعتراض پر گزارش ہے:

﴿۱﴾: کیا آپ طائفہ منصورہ فقط دور تابعین تک مانتے ہیں؟

﴿۲﴾: کیا خیر القرون کے بعد طائفہ منصورہ کوئی نہ رہا؟

﴿۳﴾: خیر القرون کے بعد آپ کی تحقیق میں اگر کوئی طائفہ منصورہ کا مصداق ہے تو اسے آپ کیا عنوان دیتے ہیں جو عنوان اسی کم و کیف سے جو آپ کے ہاں ہے خیر القرون میں موجود ہو؟

آپ نے لکھا ہے:

اہل حدیث کو غیر مقلد کہ کر مذاق اڑانے سے اپنی آخرت برباد نہ کریں۔ (آٹھویں تحریر ص۲)

ان آٹھویں تحریر سے معلوم ہوتا ہے آپ کچھ زیادہ ہی حواس باختہ ہو گئے ہیں۔ احقر آپ کو اپنے مریضہ محررہ ۱۶ صفر ۱۴۳۰ھ/۱۲ فروری ۲۰۰۹ء میں خود آپ کے اپنے قلم سے آپ کا غیر مقلد ہونا آپ کو بتا چکا ہے اور مولانا محمد اسماعیل سلفی

﴿۴﴾

غیر مقلد کے نزدیک آپ نے بطور عنوان اپنا غیر مقلد ہونا قبول کیا ہوا ہے تو پھر اس پر حواس باختہ ہونے کی کیا ضرورت ... ہے؟

محترما! آپ تقلید نہیں کرتے، تقلید کی مذمت کرتے ہیں، تقلید کو شرک کہتے ہیں، مقلد کو مشرک سمجھتے ہیں۔ تقلید نہ کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور امت کو تقلید نہ کرنے کا سبق پڑھاتے ہیں اور "غیر مقلد" کا معنی کسی کی تقلید نہ کرنے والا کے ہیں اور آپ کسی کے مقلد نہ ہو کر اپنا غیر مقلد ہونا قبول کر چکے ہیں تو "غیر مقلد" کہنے پر آپ کو کیا اعتراض ہے۔

باقی رہا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا غیر مقلد ہونا تو یہ کوئی عیب نہیں کہ وہ "مجتہد" تھے مقلد نہ تھے مجتہد کو تقلید کی ضرورت نہیں آپ اگر "مجتہد" ہیں تو ہم مبارک باد پیش کرتے ہیں اور اگر نہ مجتہد ہیں نہ غیر مجتہد (مقلد) تو بین الاثنین آپ غیر مقلد ہی ہیں اور اگر آپ کو اپنے غیر مقلد ہونے پر افسوس ہے تو یا دعوائے اجتہاد فرمائیے یا پھر تقلید کا دامن پکڑ کر اہل حق کی علامت سے اپنی پہچان کرائیے۔

"غیر مقلد" کے عنوان پر یہ چند سطور آپ کی بدحواسی کو دیکھتے ہوئے لکھ دی ہیں اس کی تفصیل اس خط وکتابت کا عنوان نہیں اس خط وکتابت کا اصل عنوان طائفہ منصورہ اکابر اہل السنت والجماعت علمائے دیوبند قدس سرہم کے دفاع میں آپ سے پوچھے گئے ستر سوالات کا جواب ہے اس لیے اگر ان ستر سوالات کے علاوہ کسی دوسرے عنوان پر آپ کو شوق ہے تو الگ عنوان سے الگ خط وکتابت سے اپنا شوق پورا کر سکتے ہیں۔ اس خط وکتابت میں احقر نے کوشش کی ہے کہ ستر سوالات کے جواب کے عنوان کے علاوہ آپ سے دوسرے کسی عنوان پر بات نہ کی جائے تاکہ اصل عنوان سے توجہ ہٹانے کا باطل حربہ آپ کو مقصود سے دور نہ لے جائے۔

والسلام

۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ء سے ستر سوالات کے مکمل جواب کا منتظر

۱۹ جمادی الاولی ۱۴۳۰ھ / ۱۵ مئی ۲۰۰۹ء

نثار کی نویں تحریر

﴿۱﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا و سید الانبیاء والمرسلین ۔ أما بعد:

محترم جناب حافظ محمد زبیر علی زئی صاحب حفظک اللہ تعالیٰ

سلام مسنون!!

نویں تحریر کے عنوان سے آپ کا چند سطری خط ملا۔ اس میں سوائے بازگشت کے اور کچھ نہیں۔ آپ نے ہمارے ستر سوالات میں سے ایک کا بھی مکمل جواب نہیں دیا۔ آپ نے جان چھڑانے کے لئے گذشتہ خط میں تین سوالات کے جواب کی سعی لاحاصل کی ہے۔ احقر نے الحمدللہ اپنے گذشتہ خط محررہ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ/ ۱۵ مئی ۲۰۰۹ء میں آپ کے جواب کی حقیقت آپ پر واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> ستر سوالات میں سے آپ کی طرف سے تین کے جواب پر احقر کا یہ محض تبصرہ ہے، جواب نہیں۔ اس لئے کہ ابھی تک تو آپ سے پہلے سوال کا جواب بھی نہ ہو سکا۔

گذشتہ خط اور اس سے پہلے خطوط میں احقر آپ کو یاد دہانی کرا چکا ہے کہ:

﴿۱﴾ آپ نے علمائے دیوبند قدس سرہم پر اعتراض کیا۔ الحمدللہ مولانا حافظ محمد احمد الحسنی مد ظلہ نے "المہند للدیوبندی علی عنق المفتری" کے نام سے جواب دیا اور اس کتاب میں موصوف نے آپ سے جگہ جگہ سوالات کیے۔ احقر نے انہی سوالات کو مرتب کر کے آپ کے پہلے خط کے جواب میں بھیج دیئے۔ اگر علما کا جواب آپ کو تسلیم نہیں تو ہمارے سوالات کے جوابات دیجئے۔ یہ آپ پر ادھار حق ہے جس سے آپ بھاگ رہے ہیں۔

﴿۲﴾ ہمارے سوالات میں آپ کے اعتراضات کا جواب موجود ہے۔ اس لیے اگر آپ کو مزید تسلی چاہئے تو پہلے ہمارے ستر سوالات کے مکمل جوابات دیجئے۔

﴿۳﴾ ہمارے سوالات مربوط ہیں ایک یا تین، تین کے جواب سے مطلوبہ جواب ممکن نہیں۔ ستر سوالات کے اکٹھے مکمل جواب دیجئے، مکررات آگے چلائیے۔

﴿۲﴾

﴿۴﴾ آپ سے ہمارا اس قسم کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا کہ تین، تین سوالات کے جوابات دیے جائیں یا کم وبیش۔ اس لیے کہ پہلے آپ نے ایک، ایک سوال کے جواب کا مطالبہ کیا تھا پھر تین، تین، ہم پہلے خط سے آپ سے ستر سوالات کے لکھے مکمل جواب مانگ رہے ہیں جب کہ آپ ٹال مٹول میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔

﴿۵﴾ آپ نے خط نمبر آٹھ میں لکھا تھا:

"اگر آپ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ آپ کے سوالات کے جوابات اہل حدیث (طائفہ منصورہ) کے پاس نہیں تو یہ آپ کی بڑی بھول ہے جس پر آپ کو پچھتانا پڑے گا" ص ۱

اگر آپ نے ہمارے ستر سوالات کے جوابات لکھ رکھے ہیں تو بھیج دیں، آپ کو کیا پس وپیش ہے؟ انتظار کس بات کا؟ اگر یاد رکھیں ایسے جوابات نہ بھیجیں جیسے آپ نے گذشتہ آٹھویں خط میں لکھے ہیں اور ان کے جواب ہونے کی قلعی بحمداللہ ہم نے کھول دی ہے۔ اسی لیے نویں تحریر کے عنوانات سے اس خط میں آپ نے اپنے سوالات پر ہمارے جوابی تبصرہ سے چپ سادھ لی ہے۔

گذشتہ آٹھویں خط میں آپ نے مسئلہ تقلید بھی چھیڑا تھا جس پر احقر نے آپ کو لکھا:

"غیر مقلد" کے عنوان پر یہ چند سطور آپ کی بدحواسی کو دیکھتے ہوئے لکھ دیں۔ اس کی تفصیل اس خط وکتابت کا عنوان نہیں۔ اس خط وکتابت کا اصل عنوان طائفہ منصورہ اکابر اہل السنت والجماعت علمائے دیو بند قدس سرہم کے دفاع میں آپ سے پوچھے گئے ستر سوالات کا جواب ہے۔ اس لیے اگر ان ستر سوالات کے علاوہ کسی دوسرے عنوان پر آپ کو شوق ہے تو الگ عنوان سے الگ خط وکتابت سے اپنا شوق پورا کر سکتے ہیں۔ اس خط وکتابت میں احقر نے کوشش کی ہے کہ ستر سوالات کے جواب کے عنوان کے علاوہ آپ سے دوسرے کسی عنوان پر بات نہ کی جائے تا کہ اصل عنوان سے توجہ ہٹانے کا اصل حربہ آپ کو مقصود سے دور نہ لے جائے۔

مگر اس نویں خط میں آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لیے مکرر گذارش ہے کہ ہمارے حنفی دیو بندی مقلد ہونے کی نسبت سے جتنے مسائل پر آپ کو اشکال ہے، ہر عنوان پر علیحدہ خط وکتابت کریں۔ ایک عنوان دوسرے میں گھسیڑ کر غلط بحث پیدا نہ کریں۔ احقر اپنے رب تعالیٰ کے فضل وکرم اور توفیق وعنایت اور اپنے اکابر رحمہم اللہ کی دعاؤں کی برکت سے ہر عنوان پر آپ سے خط وکتابت کے لئے تیار ہے۔ آپ نے حدیث کے نام پر فکری آزادی اور انکار شریعت محمدی علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ وسلاماً کے انکار کا جو جھنڈا اٹھا رکھا ہے اب ان شاء اللہ اس کا تانا بانا ختم کرنے کا وقت آ گیا ہے۔

﴿۳﴾

ملحوظ رہے کہ اکابر علمائے دیوبند قدس سرہم پر آپ کے اعتراضات کے عنوان سے یہ خط و کتابت ہمارے ستر سوالات کے مکمل جوابات سے مشروط ہے۔ آپ جب تک ہمارے ستر سوالات کے مکمل جوابات نہیں بھیجتے یہ معاملہ لٹکا رہے گا۔ ہم نے اس خط میں اپنے ستر سوالات کے مکمل جوابات کے مطالبہ پر آپ کو گزشتہ خطوط میں اور اس خط میں بھی پانچ اصولی باتیں لکھی ہیں۔ اس لیے یا تو ہمارے ستر سوالات کے مکمل جوابات بھیجیں یا ہماری ان اصولی باتوں پر قرآن وسنت کی روشنی میں بات کریں کہ ہمیں آپ سے مطالبہ کا حق ہے یا نہیں؟

اس لیے محترما! اپنا اور ہمارا وقت ضائع نہ کریں اور ہمارے ستر سوالات کے مکمل جوابات، جو آپ کے بقول لکھ دئیے ہیں، پہلی فرصت میں ارسال کر دیں۔

والسلام

۸ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ

۲/جون ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دسویں تحریر

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:

حافظ نثار احمد الحسینی کے نام!

عرض ہے کہ آپ کی تحریر (نوشتہ ۸ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ،۲/ جون ۲۰۰۹ء) آج موصول ہوئی مگر وہی ڈھاک کے تین پات کی طرح میرے کسی ایک سوال کا جواب بھی نہیں ہے، حالانکہ راقم الحروف نے آپ کے تین سوالات مکمل نقل کر کے اُن کے جوابات بھیج دیئے ہیں اور یہ جوابات آپ کو موصول بھی ہو گئے ہیں۔

آپ نے سڑسٹھ (۶۷) سوالات لکھے تھے، جس کے جواب میں آپ کی خدمت میں سڑسٹھ (۶۷) سوالات بھیج دیئے گئے تھے۔

دیکھئے میری تیسری تحریر (نوشتہ ۱۸/ نومبر ۲۰۰۸ء)

ان سوالات کے جوابات آپ پر قرض ہے لہٰذا راہِ فرار اختیار نہ کریں بلکہ حیا کا پاس کرتے ہوئے، ان میں سے تین سوالات کا جواب بھیجیں تا کہ بحث و مباحثہ کو انجام تک پہنچایا جائے۔

انگریزی دور میں پیدا ہو جانے والے دیوبندی فرقے کے بانی محمد قاسم نانوتوی نے اپنے بارے میں گواہی دی:

''میں بے حیا ہوں، اس لئے وعظ کہہ لیتا ہوں'' (سوانح قاسمی ج۱ ص۳۹۹، ۴۰۷)

اسی نانوتوی کے نقشِ قدم پر آنکھیں بند کر کے دوڑنے والے، حیا سے کتنے دُور ہوں گے؟ آپ خود فیصلہ کرلیں، اگر ہم عرض کریں تو شکایت ہوگی۔

آپ نے لکھا ہے:

''آپ نے جان چھڑانے کے لئے گذشتہ خط میں تین سوالات کے جواب کی سعی لاحاصل

کی ہے۔'' (ص۱)

فریقِ مخالف کے جوابات کو''سعی لاحاصل'' اور''جان چھڑانے کے لئے'' قرار دینا، اور خود ہر قسم کے سوال کے جواب سے آنکھیں بند کر لینا کس عدالت کا انصاف ہے؟!

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن مما أدرك الناس من كلام النبوة : إذا لم تستحي فافعل ما شئت .))

''گزشتہ پیغمبروں کے کلام میں سے جو باتیں لوگوں کو پہنچی ہیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جب تجھ کو شرم نہ رہے تو جو دل میں آئے کر۔''

(صحیح بخاری ج۱ ص۴۹۵ ح۳۴۸۴، ترجمہ عبدالدائم جلالی دیوبندی ج۲ ص۴۰۶ ح۳۲۹۶)

یاد رہے کہ یہ وہی نانوتوی تھے، جن کے بارے میں رشید احمد گنگوہی نے''ایک بار ارشاد فرمایا میں نے ایکبار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب عروس کی صورت میں ہیں اور میرا اُن سے نکاح ہوا ہے سو جسطرح زن و شوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ پہونچتا ہے اِسی طرح مجھے اُن سے اور اُنہیں مجھ سے فائدہ پہونچا ہے اُنہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کر کے ہمیں مرید کرایا اور ہم نے حضرت سے سفارش کر کے اُنہیں مرید کرادیا حکیم محمد صدیق صاحب کاندھلوی نے کہا اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ آپ نے فرمایا ہاں آخر اُنکے بچوں کی تربیت کرتا ہی ہوں۔'' (تذکرۃ الرشید ج۲ ص۲۸۹)

اگر آپ ناراض نہ ہوں تو اس دیوبندی عبارت اور''رویائے صالحہ'' پر چند سوالات پیشِ خدمت ہیں:

۱: نکاح کے وقت نانوتوی کی عمر کتنی تھی اور گنگوہی کی عمر کتنی تھی؟

۲: مرد کا مرد سے یہ نکاح پڑھانے والا مولوی کون تھا؟

۳: کتنا حق مہر باندھا گیا تھا؟

۴: کون سے دو گواہ تھے جنھوں نے اس نکاح کا چشم دید منظر دیکھا؟

۵: دیوبندی فقہ کا وہ کون سا مسئلہ ہے، جس سے دو مردوں کے باہمی نکاح کر لینے کا جواز

ثابت ہوتا ہے؟

٦: اگر کوئی شخص اس خواب کو شیطانی خواب قرار دے تو کیا آپ اس کی صریح تائید کریں گے یا اسے رویائے صالحہ قرار دیں گے؟

٧: آیتِ مذکورہ کے ذکر کی وجہ سے عرض ہے کہ دونوں میں الرجال میں سے کون تھا اور النساء میں سے کون تھا؟

٨: کیا کوئی حیادار آدمی اس قسم کا خواب دیکھ سکتا ہے اور پھر اسے لوگوں کے سامنے بیان کر سکتا ہے؟ کیا آپ یہ خواب لوگوں کے سامنے خطبۂ جمعہ سے پہلے اپنی اُردو یا ہندکو تقریر میں بیان کر سکتے ہیں؟

٩: روٹی پانی کی خدمت تو بہن بیٹی بھی کر سکتی ہے مگر زن وشوہر کو ایک دوسرے سے جو فائدہ پہنچتا ہے، ایسا فائدہ گنگوہی کو نانوتوی سے پہنچا، کیا آپ اس کی تشریح بیان کر سکتے ہیں؟

١٠: محمد قاسم نانوتوی عروس (دلہن) تھے تو گنگوہی کیا تھے؟ دولہا.... ہاں یا نہیں میں جواب دیں۔

ممکن ہے کہ آپ کو ان سوالات کے جوابات معلوم نہ ہوں لہٰذا اپنے پیروں، مریدوں اور تمام آلِ دیوبند سے پوچھ سکتے ہیں۔ یہ آپ کی معتبر و مستند کتاب کے اندر درج خواب ہے، کوئی غیر مفتیٰ بہ قول نہیں لہٰذا ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ اپنے دیوبندی عوام کے مجمع میں یہ دیوبندی خواب بطورِ کرامت اور بطورِ تائید سُنا دیں تو کیسا رہے گا؟!

ابھی نانوتوی و گنگوہی کا چارپائی پر لیٹنا اور تھانوی کے ماموں کا قصہ باقی ہے، جب موقعہ ملا تو وہ حوالے بھی آپ کی ''خدمت'' میں پیش کر دیئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ

دیوبندی حضرات مذکورہ بے حیائی کی وجہ سے اہلِ حدیث: اہلِ سنت کو ''غیر مقلدین'' وغیرہ القاب سے یاد کرتے رہتے ہیں، حالانکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تقلید نہ کرنے والے محدثین کرام کا لقب اور صفاتی نام اہلِ حدیث لکھا ہے۔

دیکھئے مجموع فتاویٰ (ج ۲۰ ص ۴۰) اور علمی مقالات (ج ۱ ص ۱۸۱)

آپ نے اپنے آپ کو ''حنفی'' لکھا ہے۔ عرض ہے کہ آپ صرف دیو___بندی ہیں، حنفی قطعاً نہیں ہیں۔ امام ابوحنیفہ آپ جیسے لوگوں سے ان شاء اللہ بری ہوں گے۔

آلِ دیوبند کے دس حوالے پیشِ خدمت ہیں، جن میں سے ایک حوالہ بھی امام ابوحنیفہ سے ثابت نہیں ہے:

۱: آلِ دیوبند کے نزدیک گنگوہی نے نانوتوی سے خواب میں نکاح کیا تھا۔

۲: آلِ دیوبند کے نزدیک بندہ خدا ہو جاتا ہے۔

۳: آلِ دیوبند کے نزدیک قبر کی مٹی سے شفا ہوتی ہے۔

۴: آلِ دیوبند کے نزدیک رسول اللہ ﷺ مشکل کشا ہیں۔

۵: آلِ دیوبند کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لئے پکارنا صحیح ہے۔

۶: آلِ دیوبند کے نزدیک ابن عربی اور حسین بن منصور الحلاج کا عقیدۂ وحدت الوجود برحق ہے۔

۷: آلِ دیوبند کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا ہیں۔

۸: آلِ دیوبند کے (بانی کے) نزدیک نبی کریم ﷺ کی روح کا وفات کے وقت جسم سے اخراج نہیں ہوا بلکہ آپ دنیا کی طرح زندہ ہیں۔

۹: آلِ دیوبند کے نزدیک نانوتوی اپنی وفات کے بعد (بطورِ کرامت) جسمِ عنصری کے ساتھ دنیا میں آئے تھے۔

۱۰: آلِ دیوبند کے نزدیک اگر جہاز ڈوب رہا ہو تو پیر کو پکارنا جائز ہے اور پیر اس جہاز کو بچا سکتا ہے۔

ان عقائد میں سے ایک عقیدہ بھی امام ابوحنیفہ سے باسندِ صحیح ثابت نہیں لہٰذا آپ لوگ کس مُنہ سے اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں؟

براہِ مہربانی امام ابوحنیفہ کو بدنام نہ کریں ورنہ پھر اپنے درج بالا عقیدے اور اعمال

باسند صحیح اُن سے ثابت کریں۔!

آپ نے راقم الحروف کے بارے میں لکھا ہے: ''آپ نے حدیث کے نام پر فکری آزادی اور انکارِ شریعت محمدی علی صاحبها الف الف تحیةً و سلامًا کے انکار کا جو فتنہ اٹھار کھا ہے...'' (ص۲)

عرض ہے کہ یہ آپ کی بکواس ہے، جس کا حساب ان شاء اللہ رب العالمین کے دربار میں دینا پڑے گا۔ دنیا میں تو ''یا پولیس مدد'' کہہ کر بدعتی حضرات اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں مگر قیامت کے دن اللہ کی عدالت سے کون بچائے گا؟

آپ نے لکھا ہے: ''اپنا اور ہمارا وقت ضائع نہ کریں'' (ص۳)

عرض ہے کہ وقت تو آپ بذاتِ خود ضائع کر رہے ہیں۔

جب میں نے آپ کے تین سوالات کے جوابات دے دیئے اور لکھ کر بھیج دیئے ہیں تو آپ میرے تین سوالات کے جوابات کیوں نہیں دیتے؟ کہاں بھاگے جا رہے ہیں؟

وہی تین سوالات دوبارہ پیشِ خدمت ہیں:

۱) حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی نے لکھا ہے:

''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' (کلیاتِ امدادیہ ص۳۶)

یہ کہنا کہ بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے، قرآنِ مجید کی کس آیت میں لکھا ہوا ہے؟

۲) دیوبندیوں کے پیر کا یہ کہنا کہ ''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

۳) یہ کہنا کہ ''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' کیا امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت ہے؟ مستند حوالہ پیش کریں۔

براہِ مہربانی ان کے جوابات جلدی بھیجیں تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ کون حق پر ہے؟

آپ کے نام دوسری تحریر (نوشتہ ۲/نومبر ۲۰۰۸ء) میں راقم الحروف نے لکھا تھا:

''عرض ہے کہ آپ صرف ایک سوال لکھیں اور اس کا جواب وصول کریں اور پھر اسی وقت

ہمارا سوال پیشِ خدمت ہوگا جس کا جواب آپ کو دینا پڑے گا۔ دونوں طرف سے سوال و جواب کی ترتیب برابر رہے گی ورنہ ہماری طرف سے آپ کو سوالات کی اجازت نہیں ہے۔''

(ص۱)

اگر آپ یہ بہانہ کریں کہ'' آپ سے ہمارا اس قسم کا کوئی معائدہ نہیں ہوا کہ....''

تو عرض ہے کہ ہمارا بھی آپ سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا کہ ہم نے صرف آپ کے سوالات کے جوابات ہی دینے ہیں۔ اگر آپ کے پاس ہمارے کسی معاہدے کی کوئی نقل ہے تو پیش کریں ورنہ خاطر جمع رکھیں کہ جب تک تین سوالات مکمل نقل کر کے مطابقِ سوالات جوابات نہیں بھیجیں گے تو یہی سوالات مع دیگر تنبیہات وغیرہ کے آپ کی خدمت میں پیش کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ

معائدہ اور معاہدہ پر بھی ذرا غور کر لیں۔

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی

(۹/ جون ۲۰۰۹ء)

نثار کی دسویں تحریر

﴿۱﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا و سید الانبیاء والمرسلین ۔ اما بعد:

محترم جناب حافظ محمد زبیر علی زئی صاحب حفظک اللہ تعالیٰ

سلام مسنون!

دسویں تحریر کے عنوان سے آپ کا خط ملا احقر کے پہلے خط کے جواب میں آپ کے دوسرے خط سے اس دسویں خط تک نو خطوں میں آپ نے ابھی تک احقر کے ستر سوالات میں سے کسی ایک کا بھی مکمل و واضح جواب نہیں دیا آپ نے تین سوالات کے جواب کا دعویٰ کیا ہے احقر اپنے آٹھویں خط میں محررہ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ/۱۵ مئی ۲۰۰۹ء میں آپ کے اس دعویٰ جواب کی قلعی کھول چکا ہے اور نویں خط محررہ ۸ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ/۲ جون ۲۰۰۹ء میں آپ کو کئی بار یاد دلا چکا ہے کہ ستر سوالات میں سے آپ کی طرف سے تین کے جواب پر احقر کا یہ محض تبصرہ ہے جواب نہیں ہے اس لئے کہ ابھی تک تو آپ سے پہلے سوال کا جواب بھی نہ ہو سکا۔

آپ اگر احقر کے ستر سوالات جو فقط آپ نہیں بلکہ آپ سمیت دنیائے غیر مقلدین کے لئے درد سر بنے ہوئے ہیں آپ اگر ان کے جواب سے عاری ہیں تو احقر کے آٹھویں خط میں اپنے جواب پر احقر کے تبصرہ پر ہی کچھ لکھ دیتے آپ نے پورے ملک میں ایک ہنگامہ بپا کر رکھا ہے اہل حق پر تنقید و تنقیص اور دعوت مبارزت آپ کا کھیل ہے مگر الحمد للہ احقر کے ستر سوالات نے آپ کی دعوت کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا

احقر گذشتہ خطوط میں آپ پر بارہا واضح کر چکا ہے کہ اکابر اہل السنت والجماعت علمائے دیوبند قدس سرھم پر آپ کے الزامات جن کا علمی جواب آپ کے سر پر ادھار ہے اور اگر مزید تسلی کی ضرورت ہے تو ہمارے ستر سوالات کے مکمل و واضح جواب دیں ان شاء اللہ مزید تسلی اس جواب کی شرط پر کرا دی جائے گی مگر اصل عنوان سے بھاگنے کے لئے آپ اپنی عادت بد سے مجبور ہو کر وہی الٹی سیدھی عبارت کو دہرا کر ایک تو خط کا جواب وضع کر دیتے ہیں دوسرا احقر سوالات کے جوابات سے اس ٹال مٹول کے ذریعہ بچنا چاہتے ہیں اور تیسرا اپنے دہرائے ہوئے الزامات کو دہرا کر اصل عنوان سے جان چھڑانا چاہتے ہیں اس دسویں تحریر میں آپ نے لکھا ہے:

خاطر جمع رکھیں کہ جب تک تین سوالات مکمل نقل کر کے مطابق سوالات جوابات نہیں بھیجیں گے تو دیگر سوالات مع دیگر تنبیہات وغیرہ کے آپ کی خدمت میں پیش کرتے رہیں گے۔ ص نمبر ۲

آپ کے اس اعلان سے تو واضح ہو گیا کہ آپ ستر سوالات کے مکمل و واضح جوابات نہیں دینا چاہتے اب اسی ٹال مٹول میں لگے کہ آپ نے اعادہ

﴿۲﴾

کرلیا ہے ان شاء اللہ جب تک آپ نے ہمارے ستر سوالات کے واضح مکمل جوابات نہ دیئے یا جواب دینے سے انکار نہ کردیا آپ کو چھوڑنے والے نہیں۔ ہمارے ستر سوالات کے جواب میں تین کا حشر آپ نے دیکھ لیا اس لئے آپ کے بقول جو جوابات آپ نے لکھ رکھے ہیں اب ہماری رہی سہی امید بھی ختم ہوگئی ہے کہ آپ اپنے جوابات کبھی منظر عام پر لائیں گے آپ نے ہمارے ستر سوالات کے جوابات لکھ رکھے ہونے کا اپنے پانچویں چھٹے ساتویں خط میں ذکر کیا ہے مگر ہمیں یقین ہے کہ یہ محض آپ کا دعویٰ ہے جو غیر مقلدین کے دوسرے اکاذیب کی طرح ایک کذب ہے اگر آپ نے ہمارے ستر سوالات کے مکمل واضح جوابات لکھ رکھے ہیں تو ان کی نقل کیوں نہیں بھیج دیتے، مکمل واضح کی شرط تو ہم نے جواب کی غرض سے اور آپ کے الزامات کی وضاحت سے لگا رکھی ہے اگر آپ اپنے لکھ رکھے جوابات محض بھیجنا چاہتے ہیں تو نامکمل، غیر واضح ہی بھیج دیں۔

اس دسویں تحریر میں آپ نے علمائے دیوبند قدس سرہم کے خلاف اپنے پرانے مغلظات کو دہرایا ہے ان پاکباز ائمہ اور علمائے دین کے متعلق آپ کا یہ انداز بیان یقیناً آپ کے خسارہ دارین کا موجب ہے آپ کی یہی عاقبت نااندیشی ان شاء اللہ آپ کے پول کھلنے کا ذریعہ ہوگی۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں زند

آپ کے ان الزامات کے جوابات برسوں سے علمائے دیوبند قدس سرہم کے خدام دے چکے ہیں اگر آپ کو نئے سرے سے تسلی کی ضرورت ہے تو ستر سوالات کے جوابات کی ہماری شرط جو ہمارا حق ہے پوری کیجئے ان شاء اللہ ان الزامات کے جوابات میں دیر نہ ہوگی۔

آپ نے اپنے مغلظات کو دہراتے ہوئے علمائے دیوبند قدس سرہم کو "بے حیا" لکھا ہے مگر آپ نے اپنے گریبان میں نہیں دیکھا کہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۹ء سے آپ سے ستر سوالات کے مکمل واضح جوابات کا مطالبہ کر رہا ہوں اور آپ نے ابھی تک ایک سوال کا بھی مکمل واضح جواب نہیں دیا اور تین سوالات کے جوابات کی جو سعی لاحاصل کی ہے اس کے حشر نے آپ کی آنکھیں اگر ہیں تو کھول دی ہیں ان پاکباز ائمہ امت رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کو بے حیا کہتے ہوئے آپ کی حیا اگر ہے تو کہاں اڑ گئی ہے اس لئے اس دسویں خط میں آپ سے مکرر عرض ہے کہ باحیا بن کر ہمارے ستر سوالات کے مکمل واضح جوابات ارسال کریں۔

اختر کی طرف سے آپ کی یہودیانہ پالیسی پر آپ کی فکری آزادی کی یاد دہانی کو آپ نے کیوں اس لکھا ہے اور "پالیسی ہو" کا طعنہ دیا ہے اگر آپ فکری آزادی کی دعوت نہیں دیتے تو اس کا مطلب تقلید ہی ہے کہ سلف کی تعلیمات کا اپنے آپ کو پابند کرتے ہوئے زندگی گزاری جائے آپ نہ آزادی کو پسند کرتے ہیں نہ اتباع سلف کو تو پھر آپ کیا ہیں؟

پولیس تھانہ میں آپ کا ریکارڈ موجود ہے معافی نامہ اور آئندہ فساد نہ پھیلانے کی تحریر پولیس کو آپ نے لکھ کر دی ہے یہ آپ کا اعتراف جرم ہے اس لئے پولیس کا طعنہ دیتے ہوئے آپ کو کچھ تو حیا کرنا چاہیے تھا۔

﴿۳﴾

آپ نے اس دسویں تحریر میں اپنی غیر مقلدیت کی یاددہانی پر شکوہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

دیوبندی حضرات مذکورہ بے حیائی کی وجہ سے اہل حدیث: اہل سنت کو "غیر مقلدین" وغیرہ القاب سے یاد کرتے رہتے ہیں۔ ص نمبر ۳

جناب من: اپنے پانچویں خط محررہ ۱۶ صفر ۱۴۳۰ھ/۱۲ فروری ۲۰۰۹ء میں آپ کے قلم سے آپ کا غیر مقلد ہونا ثابت کر چکا ہوں اور ابھی آٹھویں خط محررہ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ/۱۵ مئی ۲۰۰۹ء میں آپ کو یاد دلا چکا ہوں:

"محترم! آپ تقلید نہیں کرتے، تقلید کی مذمت کرتے ہیں، تقلید کو شرک کہتے ہیں، مقلد کو مشرک سمجھتے ہیں۔ تقلید نہ کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور امت کو تقلید نہ کرنے کا سبق پڑھاتے ہیں اور "غیر مقلد" کا معنیٰ کسی کی تقلید نہ کرنے والا کے ہیں اور آپ کسی کے مقلد نہ ہو کر اپنا غیر مقلد ہونا قبول کر چکے ہیں تو "غیر مقلد" کہنے پر آپ کو کیا اعتراض ہے"۔

نیز مذکورہ خط میں آپ کو دعوت دی ہے کہ:

"غیر مقلد" کے عنوان پر یہ چند سطور آپ کی بدحواسی کو دیکھتے ہوئے لکھ دی ہیں اس کی تفصیل اس خط و کتابت کا عنوان نہیں اس خط و کتابت کا اصل عنوان علاقہ کے مشہور و اکابر اہل السنت والجماعت علمائے دیوبند قدس سرہم کے دفاع میں آپ سے پوچھے گئے ستر سوالات کا جواب ہے اس لیے اگر ان ستر سوالات کے علاوہ کسی دوسرے عنوان پر آپ کو شوق ہے تو الگ عنوان سے الگ خط و کتابت سے اپنا شوق پورا کر سکتے ہیں۔ اس خط و کتابت میں احقر نے کوشش کی ہے کہ ستر سوالات کے جواب کے عنوان کے علاوہ آپ سے دوسرے کسی عنوان پر بات نہ کی جائے تا کہ اصل عنوان سے توجہ ہٹانے کا باطل حربہ آپ کو مقصود سے دور نہ لے جائے۔

اگر آپ کو اپنا غیر مقلد ہونا قبول نہیں تو اسی عنوان پر کہ آپ غیر مقلد ہیں یا اہل حدیث اپنا دعویٰ لکھ کر الگ خط بھیجیں ان شاء اللہ اس پر بھی آپ کی تسلی کرا دی جائے گی"۔

ملحوظ رہے کہ ہمارے ستر سوالات کے مکمل وواضح جواب کی شرط اکابر اہل السنت والجماعت علمائے دیوبند قدس سرہم پر آپ کے الزامات کے سطر بسطر جواب کے لئے ہے کسی دوسرے عنوان کے لئے نہیں اس لئے ستر سوالات میں سے کسی بھی سوال کے جواب کی شرط کے بغیر آپ کو دعوت ہے اسی عنوان "غیر مقلدیت" پر علیحدہ خط سے ابتداء کریں۔ ستر سوالات کے مکمل وواضح جوابات کے عنوان سے آپ کے ساتھ یہ خط و کتابت ہو رہی ہے اس لئے "غیر مقلدیت" یا کسی بھی دوسرے عنوان پر آپ اعتراض کرنا چاہتے ہیں تو شوق سے کریں، مگر اتنا ملحوظ رہے کہ ان عنوانات پر بات چلنے سے پہلے اصولی طور پر یہ طے کیا جائے گا کہ آپ کو کس حیثیت کا جواب قبول ہے؟ آپ کن اصولوں پر عنوان بحث چلانا چاہتے

﴿۴﴾

ہیں؟

آپ نے اس دسویں تحریر میں لکھا ہے:

"تو عرض ہے کہ ہمارا ابھی آپ سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا کہ ہم نے صرف آپ کے سوالات کے جوابات ہی دینے ہیں۔ اگر آپ کے پاس ہمارے کسی معاہدے کی کوئی نقل ہے تو پیش کریں۔ ص ۴"

اس دسویں تحریر میں آپ نے اپنی بوکھلاہٹ کو جمع کر دیا ہے آپ لکھتے ہیں:

آپ میرے تین سوالات کے جوابات کیوں نہیں دیتے ہیں۔ ص ۵

اسی صفحہ پر آپ نے لکھا ہے:

عرض ہے کہ آپ صرف ایک سوال لکھیں اور اس کا جواب وصول کریں اور پھر اسی وقت ہمارا سوال پیش خدمت ہوگا۔

جب آپ سے ستر سوالات کے مکمل و واضح جوابات کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا اور یہ معاملہ جانبین میں ہے تو آپ کو محض اپنی طرف سے کسی صورت کے تجویز کرنے کا کیا حق ہے؟ اور اس پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ آپ کو پتا نہیں کہ احقر آپ کو اپنے خط محررہ ۸ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ / ۲ جون ۲۰۰۹ء میں لکھ چکا ہے کہ:

ہم نے اس خط میں اپنے ستر سوالات کے مکمل جوابات کے مطالبہ پر آپ کو گزشتہ خطوط میں اور اس خط میں بھی پانچ اصولی باتیں لکھی ہیں۔ اس لیے یا تو ہمارے ستر سوالات کے مکمل جوابات بھیجیں یا ہماری ان اصولی باتوں پر قرآن و سنت کی روشنی میں بات کریں کہ ہمیں آپ سے مطالبہ کا حق ہے یا نہیں؟

آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اگر ستر سوالات کے مکمل و واضح جواب کا مطالبہ ہمارا حق نہیں تو دلیل سے ثابت کریں؟ ہم ان شاء اللہ اپنا مطالبہ چھوڑ کر آپ کے الزامات کا سطر بسطر جواب جناب کی خدمت میں روانہ کر دیں گے۔

کبھی ایک کبھی تین کی ترتیب آپ کی وضع ہے ہمارا مطالبہ ستر سوالات کے مکمل و واضح جوابات آپ پر برقرار ہے۔

والسلام

ستر سوالات کے مکمل و واضح جوابات کا منتظر

[signature]

۲۲ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ / ۱۶-۰۶-۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گیارہویں تحریر

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسوله الأمین ، أما بعد:

حافظ نثار احمد الحسینی کے نام!

عرض ہے کہ آپ کی تحریر (نوشتہ ۲۲/ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ بمطابق ۱۶/ جون ۲۰۰۹ء) آج (۲/ جولائی ۲۰۰۹ء) ملی مگر آپ نے میرے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔

محمد قاسم نانوتوی دیوبندی نے اپنے بارے میں گواہی دی کہ

''میں بے حیا ہوں...'' (سوانح قاسمی ج۱ص ۳۹۹، ۴۰۷، دسویں تحریر ص۱)

نانوتوی نے اپنے مذکورہ بیان میں خود اپنے آپ کو ''بے حیا'' کہا ہے، کیا اس بیان میں نانوتوی نے سچ کہا ہے یا جھوٹ؟ جواب دو، مَر کیوں گئے ہو؟

رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے نانوتوی کے بارے میں کہا:

''اور میرا اُن سے نکاح ہوا ہے...'' (تذکرۃ الرشید ج۲ص ۲۸۹، دسویں تحریر ص۲)

دو دیوبندی مَردوں کے ایک دوسرے کے ساتھ عالمِ خواب میں نکاح کرنے کے بارے میں راقم الحروف نے دس سوالات لکھے تھے، آپ نے ان سوالات میں سے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا لہٰذا یہ سوالات دوبارہ پیشِ خدمت ہیں:

۱: نکاح کے وقت نانوتوی کی عمر کتنی تھی اور گنگوہی کی عمر کتنی تھی؟

۲: مرد کا مرد سے یہ نکاح پڑھانے والا مولوی کون تھا؟

۳: کتنا حق مہر باندھا گیا تھا؟

۴: کون سے دو گواہ تھے جنھوں نے اس نکاح کا چشم دید منظر دیکھا؟

۵: دیوبندی فقہ کا وہ کون سا مسئلہ ہے، جس سے دو مردوں کے باہمی نکاح کر لینے کا جواز ثابت ہوتا ہے؟

۶: اگر کوئی شخص اس خواب کو شیطانی خواب قرار دے تو کیا آپ اس کی صریح تائید کریں گے یا اسے رویائے صالحہ (میں سے) قرار دیں گے؟

۷: آیتِ مذکورہ کے ذکر کی وجہ سے عرض ہے کہ دونوں میں الرجال میں سے کون تھا اور النساء میں سے کون تھا؟

۸: کیا کوئی حیادار آدمی اس قسم کا خواب دیکھ سکتا اور پھر اسے لوگوں کے سامنے بیان کر سکتا ہے؟ کیا آپ یہ خواب لوگوں کے سامنے خطبۂ جمعہ سے پہلے اپنی اُردو یا ہندکو تقریر میں بیان کر سکتے ہیں؟

۹: روٹی پانی کی خدمت تو بہن بیٹی بھی کر سکتی ہے مگر زن و شوہر کو ایک دوسرے سے جو فائدہ پہنچتا ہے، ایسا فائدہ گنگوہی کو نانوتوی سے پہنچا، کیا آپ اس کی تشریح بیان کر سکتے ہیں؟

۱۰: محمد قاسم نانوتوی عروس (دلہن) تھے تو گنگوہی کیا تھے؟ دولہا.... ہاں یا نہیں میں جواب دیں۔

اس خواب کے بعد یا پہلے عالمِ بیداری میں کیا ہوا؟ اس کا تذکرہ بھی دیوبندیوں کے حوالے کے ساتھ پڑھ لیں:

دیوبندیوں کی مشہور کتاب ''حکایاتِ اولیاء'' میں لکھا ہوا ہے:

''...ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا۔ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ کے مرید و شاگرد سب جمع تھے۔ اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے۔ کہ حضرت گنگوہیؒ نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ۔ حضرت نانوتویؒ کچھ شرما سے گئے۔ مگر حضرت نے پھر فرمایا تو بہت ادب کے ساتھ چت لیٹ گئے۔ حضرت بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کو کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔ مولانا ہر چند فرماتے کہ میاں کیا کر رہے ہو یہ لوگ کیا کہیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہنے دو۔''

(حکایات اولیا، عرف ارواح ثلاثہ ص ۳۰۷ حکایت نمبر: ۳۰۵)

عرض ہے کہ

۱: نانوتوی کیوں شرما گئے تھے؟

۲: دو مرد ایک ہی چارپائی پر لوگوں کے سامنے کیوں لیٹ گئے تھے؟

۳: عاشق صادق کی طرح لیٹ کر سینے پر ہاتھ رکھنا کس دیوبندی فقہ کا مسئلہ ہے؟

۴: یہ دونوں کیا کر رہے تھے کہ ایک نے کہا: یہ لوگ کیا کہیں گے؟

۵: کیا یہ گنگوہی کی نانوتوی سے محبت تھی کہ خواب میں دونوں کا نکاح ہوا اور بیداری میں دونوں ایک ہی چارپائی پر لیٹ گئے؟

میرے سابقہ خطوط کے تمام سوالات اور ان سوالات کے جوابات لکھ کر بھیجیں تا کہ عوام کے سامنے آلِ دیوبند کا اصل چہرہ اور باطن واضح ہو جائے۔

یاد رہے کہ راقم الحروف نے ہر بات کو آپ کے تسلیم شدہ ''اکابر'' کی مستند کتابوں کے حوالے سے لکھا ہے۔

اب آپ کے جدید خط کی بعض ہفوات کے جوابات پیشِ خدمت ہیں:

۱: آپ نے لکھا ہے کہ ''دنیائے غیر مقلدین کے مادر پدر آزاد گلے کا پھندہ...''

عرض ہے کہ اگر آپ اپنی نیش زنی والی فطرت کے تحت ''غیر مقلدین'' کے خود ساختہ لقب سے اہلِ حدیث مراد لیتے ہیں تو عرض ہے کہ اہلِ حدیث بحمد اللہ کتاب و سنت (علی فهم السلف الصالحين) اور اجماع پر گامزن ہیں، رہے آلِ دیوبند (انگریزی دور میں پیدا ہو جانے والے دیوبندی فرقے والے) تو وہ مادر پدر آزاد ہیں....

ہم اہلِ حدیث ہیں، ہم نہ مقلد ہیں اور نہ غیر مقلد بلکہ ہم سلف صالحین کے فہم پر متبعین کتاب و سنت والاجماع ہیں اور اہل السنۃ والجماعۃ ہیں، جو شخص ہمیں ''غیر مقلد'' کہتا ہے وہ شخص کذاب، ضال و مضل اور بدعتی ہے۔

۲: آپ نے لکھا ہے: ''آپ اپنی عادتِ بد''

عادتِ بدتو آپ لوگوں کی ہے کہ کبھی دو مرد خواب میں بھی نکاح کر لیتے ہیں اور کبھی لوگوں کے سامنے چارپائی پر لیٹ کر عاشقانہ حرکات شروع کر دیتے ہیں۔ کچھ تو غور کریں!

۳: آپ نے لکھا ہے: ''آپ نے ہمارے ستر سوالات کے جوابات لکھ رکھے ہونے کا اپنے پانچویں، چھٹے، ساتویں خط میں ذکر کیا ہے...'' (ص۲)

عرض ہے کہ یہ آپ کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔ پانچویں تحریر کا پانچواں صفحہ دوبارہ پڑھ لیں۔ آپ کا جھوٹ بولنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے بلکہ فرقۂ دیوبندیہ کے بانی محمد قاسم نانوتوی نے کہا:

'' لہذا میں نے جھوٹ بولا...'' (حکایات اولیاص ۳۹۰ حکایت: ۳۹۱)

اس پوری حکایت کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۵۰ ص ۱۵

رشید احمد گنگوہی نے کہا: ''جھوٹا ہوں''

(مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰، ماہنامہ الحدیث حضرو: ۵۰ ص ۱۶)

میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ میری کسی تحریر سے حوالہ پیش کریں کہ میں نے ''ستر'' سوالات کے جوابات لکھ رکھے ہیں۔ اور اگر آپ اپنا یہ جھوٹا دعویٰ ثابت نہ کر سکیں تو پھر اپنے آپ کا کذاب ہونا لکھ کر دیں۔

۴: اس کے علاوہ آپ نے لکھا ہے:

''...دوسرے اکاذیب...''

''پرانے مغلطات..''

''یہودیانہ پالیسی...فکری آزادی..''

''آپ نہ آزادی کو پسند کرتے ہیں، نہ اتباع سلف کو تو...''

''پولیس تھانہ میں آپ کا ریکارڈ...تحریر پولیس کو آپ نے لکھ کر دی ہے...''

''میں آپ کے قلم سے آپ کا غیر مقلد ہونا ثابت کر چکا ہوں''

''اپنی بدحواسی...'' (ص۲تا۴)

عرض ہے کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ میں کبھی کسی دیوبندی کے خلاف تھانے نہیں گیا بلکہ میرے خلاف محمد جان دیوبندی نے ایف آئی آر کٹوائی تھی، جس میں اسے مُنہ کی کھانی پڑی۔ والحمدللہ

نثار صاحب!

میں نے بغیر دلیل کے صرف اپنے الفاظ کے ساتھ آپ کو بے حیا نہیں لکھا بلکہ آپ کی مستند کتاب کے حوالے سے ثبوت پیش کیا ہے کہ نانوتوی نے کہا:

''میں بے حیا ہوں...'' (سوانح قاسمی ج ۱ص ۳۹۹، ۴۰۷)

اب کچھ اور حوالے پڑھ لیں:

اشرفعلی تھانوی نے کہا:

''اور میں اسقدر بکّی ہوں کہ ہر وقت بولتا ہی رہتا ہوں مگر پھر بھی نہ معلوم لوگ کیوں اسقدر مجھکو ہوّا بنائے ہوتے ہیں۔'' (الافاضات الیومیہ ج ۱ص ۳۸/ ۲۷شعبان ۱۳۵۰ھ رقم:۱۵)

اردو لغت میں بکّی کا مطلب ہے: ''زیادہ بولنے والا۔ بکواس کرنے والا''

دیکھئے علمی اردو لغت (ص ۲۳۵)

تھانوی نے اپنے آپ کے بارے میں کہا:

''ہم گندے ناپاک'' (الافاضات الیومیہ ج ۱ص ۳۹)

عربی لفظ نجس کا اردو معنی ناپاک ہے۔ دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۶۱۴)

تھانوی نے کہا: ''اور میں بھی بیوقوف ہی سا ہوں مثل بُدبُد کے..''

(الاضاقات الیومیہ ج ۱ص ۲۶۶ ملفوظ:۴۰۰)

کیا آپ اور ظہور احمد دونوں اپنے ''اکابر'' کی ''سنت'' پر عمل کرتے ہوئے اپنے اپنے بارے میں یہ لکھ کر ہمیں بھیج سکتے ہیں کہ

''میں یعنی (حافظ نثار یا ظہور احمد) بے حیا ہوں۔''

''میں بکّی ہوں''

''میں گندا ناپاک (یعنی نجس) ہوں''

''میں بیوقوف ہوں''

اور نیچے اپنے دستخط کر دیں اور مہر لگا دیں تا کہ سند رہے۔

جب میں نے آپ کے تین سوالات کے جوابات دے دیئے اور لکھ کر بھیج دیئے ہیں تو آپ میرے تین سوالات کے جوابات کیوں نہیں دیتے؟ کہاں بھاگے جا رہے ہیں؟

وہی تین سوالات دوبارہ پیشِ خدمت ہیں:

۱) حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی نے لکھا ہے:

''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' (کلیاتِ امدادیہ ص ۳۶)

یہ کہنا کہ بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے، قرآنِ مجید کی کس آیت میں لکھا ہوا ہے؟

۲) دیوبندیوں کے پیر کا یہ کہنا کہ ''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' کس صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

۳) یہ کہنا کہ ''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' کیا امام ابو حنیفہ سے باسند صحیح ثابت ہے؟ مستند حوالہ پیش کریں۔

براہِ مہربانی ان کے جوابات جلدی بھیجیں تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ کون حق پر ہے؟

تنبیہ: ان تین سوالات کے علاوہ اور بھی بہت سے سوالات آپ کے ذمے قرض ہیں، جو میری تحریروں میں موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے (یا مرتب لکھے ہوئے) ہیں۔

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی

(۲/ جولائی ۲۰۰۹ء)

نثار کی گیارہویں تحریر

﴿۱﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا سید الانبیاء والمرسلین

مولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد:

محترم جناب حافظ محمد زبیر علی زئی صاحب حفظک اللہ تعالیٰ

سلام مسنون!

گیارہویں تحریر کے عنوان سے آپ کا خط ملا آپ نے حسب عادت احقر کے ستر سوالات میں سے کسی ایک کا بھی جواب نہ دیا اور جواب سے بچنے کے لیے فضول حیلہ سازیوں میں اپنا وقت ضائع کیا۔ آپ نے اس گیارہویں تحریر میں لکھا ہے۔

> میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ میری کسی تحریر سے حوالہ پیش کریں کہ میں نے "ستر" سوالات کے جوابات لکھ رکھے ہیں۔ اور اگر آپ اپنا یہ جھوٹا دعویٰ ثابت نہ کر سکیں تو پھر اپنے آپ کا کذاب ہونا لکھ کر دیں۔ ص ۴

آپ کے اس چیلنج پر عرض ہے کہ: آپ آٹھویں تحریر کے عنوان سے اپنے محاکمہ محررہ ۱۲ اگست ۲۰۰۴ء میں لکھ چکے ہیں:

> نثار صاحب! ضد کرنا اچھی بات نہیں ہے، برائے مہربانی ضد نہ کریں۔ اگر آپ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ آپ کے سوالات کے جوابات اہل حدیث (طائفہ منصورہ) کے پاس نہیں تو یہ آپ کی بڑی بھول ہے، جس پر آپ کو پچھتانا پڑے گا۔ (ص ۱)

اس سے پہلے پانچویں، چھٹی، اور ساتویں تحریر میں آپ ستر سوالات میں سے تین کے جواب لکھ رکھے ہونے کا دعویٰ کر چکے تھے۔ احقر نے آپ کے علمی کم کیف اور مذکورہ ادعٰی کہ "پچھتانا پڑے گا" پر ہی آپ کو لکھا کہ آپ نے ہمارے ستر سوالات کے جوابات لکھ رکھے ہیں۔ آپ نے میری تحریر سے پوری بات نقل نہیں کی آپ کی نقل کردہ عبارت سے دوسری سطر میں ہے۔

> "مگر آپ نے ہمارے ستر سوالات کے مکمل، واضح جوابات لکھ رکھے ہیں تو ان کی نقل کبھی بھیج ہی دیں۔"

مذکورہ بالا عبارت میں "اگر" کس قضیہ کا سور ہے؟ ذرا اسے دوبارہ مطالعہ کر لیں۔

آپ کے اس دعویٰ کہ:

> آپ کے سوالات کے جوابات اہل حدیث (طائفہ منصورہ) کے پاس نہیں تو یہ آپ کی بڑی بھول ہے۔ جس پر آپ کو پچھتانا پڑے گا۔ (آٹھویں تحریر ص ۱)

﴿۲﴾

کا یہی مطلب ہے کہ ستر سوالات کے جوابات آپ کے پاس ہیں اور پھر تاکید مزید اسی پر دال ہے کہ تیار رکھے ہیں اور آپ کی پانچویں، چھٹی اور ساتویں تحریر میں تین سوالات کے جوابات لکھ رکھے ہونے کا دعویٰ اسی بات کی یاددہانی کرا رہا ہے کہ ہمارے ستر سوالات کے جوابات آپ نے تیار کر رکھے ہیں۔

اگرچہ آپ کی دھوکہ دہی، افترا بازیاں، علمی جہالتیں اور عملی خیانتیں زبان زد عوام ہیں مگر پھر بھی آپ کے متعلق احقر کا گمان اچھا ہی رہا کیونکہ مانا تھا کہ طائفہ منصورہ اہل السنت والجماعت علمائے دیوبند قدس سرہم پر آپ کی طعن زنی اور مغلظات کی عادت بد پر تو آپ نے آسمان سر پہ اٹھا رکھا ہے اور آپ اتنے ہی گئے گزرے ہیں کہ ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۹ء سے آج ۱۲ جولائی ۲۰۱۰ء تک آٹھ ماہ میں آپ سے احقر کے ستر سوالات کے جواب بھی نہ لکھے جا سکے آپ کی اس گیارھویں تحریر کا یہ انکشاف احقر کے لئے حیرانی کا باعث ہوا کہ آپ کے علمی کمالات کی یہ حالت ہے کہ ابھی تک آپ سے ہمارے ستر سوالات میں سے ایک سوال کا واضح مکمل جواب نہ ہو سکا اور جن تین جوابات کی سعی لاحاصل آپ نے کی ہے ان پر ہمارے جواب نہیں بلکہ تبصرہ سے اس سعی لاحاصل کا حشر آپ نے دیکھ لیا ہے اور اس پر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ آپ احقر کو چیلنج کر رہے ہیں کہ آپ ثابت کریں کہ میں نے جواب لکھ رکھے ہیں جواب کا لکھ رکھا ہونا تو خود آپ ہی کو بتانا چاہیے ہم تو آپ کی لن ترانیوں سے کہہ بن کر سکتے ہیں مگر آپ کے اس انکشاف سے آپ کے متعلق ہمارا یہ حسن ظن بھی غلط ثابت ہوا اب اپنے چیلنج کو مکمل کرتے ہوئے مطالبہ بھی وضاحت کر دیں کہ آپ نے ہمارے ستر سوالات کے مکمل واضح جوابات لکھنے کا ارادہ بھی کیا ہے یا نہیں؟ ورنہ پھر دوسرا چیلنج کریں:

کہ میں نے تو ستر سوالات کے واضح مکمل جوابات لکھنے کا ارادہ بھی نہیں تو آپ نے کس دلیل سے لکھا ہے کہ میں نے جوابات لکھنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

آپ نے اس گیارھویں تحریر میں اپنی عادت بد کے مطابق اکابر اہل السنت والجماعت علمائے دیوبند قدس سرہم پر اپنے دہرائے ہوئے الزامات کو دہرا کر جہاں اس تحریر کی بطن پروری کی ہے وہاں اپنی عاقبت نااندیشی کا بھی مکرر ثبوت پیش کیا ہے۔ ہم نے الحمدللہ کبھی آپ کے الزامات کے جواب سے نہ انکار کیا ہے اور نہ پہلو تہی کی ہے۔

اہل بدعت کی معاونت سے علمائے دیوبند قدس سرہم پر آپ جو الزامات لگا رہے ہیں الحمدللہ ان کے جوابات اہل حق کی طرف سے دیے جا چکے ہیں اور احقر بھی اپنے تمام خطوط میں آپ کو وضاحت سے لکھ چکا ہے آپ کی ایک ایک سطر کے جواب کے لئے بحمدہ تعالیٰ ہم تیار ہیں مگر پہلے آپ ہمارے ستر سوالات کے واضح مکمل جوابات دیں ہماری یہ شرط آپ پوری کریں ان شاء اللہ ہم آپ کی تسلی کرا دیں گے۔

اس خط میں آپ سے اصولی بات کرنا چاہتا ہوں اس لئے ادھر ادھر کی باتوں کے بجائے میری اس اصولی بات کا جواب دیں۔

آپ اپنی ہر بات پر دلیل کے مدعی ہیں۔ دلیل آپ کے ہاں اصول دین کا نام ہے جو آپ کے ہاں قرآن اور حدیث سے عبارت ہے آپ اپنے انہی اصول دین کی روشنی میں اپنی بات دلیل سے ثابت کریں کہ آپ کے الزامات کے سطر بسطر جواب سے پہلے ہمارا آپ سے چ

﴿۳﴾

۲

سترہ سوالات کے جوابات کا مطالبہ بلاشرط درست ہے یا غلط اس میں اتنا غور طلب ہے کہ آپ نے علمائے دیوبند قدس سرہم کو بدعتی ثابت کرنے کے لئے کتاب لکھی تھی اور مولانا حافظ محمود احمد الحسینی صاحب مدظلہ نے آپ کی کتاب کا جواب لکھا جس میں علمائے دیوبند قدس سرہم کے حوالہ سے آپ کے الزامات کی تردید کی اور اپنے اس جواب میں جابجا آپ سے بھی سترہ سوالات کیے کہ اگر آپ کو اپنے الزامات کے جواب میں ہماری تردید قبول نہیں تو ہمارے سوالات کے جوابات دیں۔ اب آپ کے کسی اور سوال یا الزام کے جواب سے پہلے ہمارا ان سترہ سوالات کے واضح مکمل جواب کا مطالبہ از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو آپ پر ہمارا حق ہے کہ پہلے ہمارے سوالات کے واضح مکمل جوابات دیں پھر اپنے الزامات کا جواب مانگیں اور اگر آپ ثابت کر دیں کہ ہمارا مطالبہ جائز نہیں تو ہم اپنی شرط کے بغیر آپ کو جواب دینے کے لئے ان شاء اللہ تیار ہیں۔ اس لئے آپ سے مکرر گزارش ہے کہ ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے اس خط و کتابت کے اصل عنوان کی طرف آئیں اور ہر بات دلیل سے کرنے کے دعویدار ہو کر اپنی بات دلیل سے ثابت کریں۔

احقر نے گزشتہ خط میں آپ کو دعوت دی تھی کہ علمائے دیوبند قدس سرہم پر اعتراضات کے علاوہ کسی بھی عنوان پر آپ بات کرنا چاہتے ہیں تو علیحدہ خط میں آپ اپنا شوق پورا کر سکتے ہیں۔ آپ اپنے غیر مقلد ہونے پر شرمندہ نہیں ہیں تو اسی عنوان پر الگ خط میں اپنا دعویٰ، ثبوت دعویٰ، طریقہ ثبوت اور عدم ثبوت کی صورت میں واضح رجوع کی تفصیل اپنے دستخطوں اور مہر سے مزین کر کے لکھیں۔ اس گیارہویں تحریر میں آپ نے اپنی غیر مقلدیت پر پھر شکوہ کیا ہے اس لئے دوبارہ مذکورہ بالا گزارش پیش خدمت کر رہا ہوں علیحدہ خط میں اس اسلوب پر آپ اپنے اہل حدیث یا غیر مقلد ہونے کے ثبوت کی ابتداء کریں۔ اس خط و کتابت میں احقر کسی دوسرے عنوان پر نہیں لکھنا چاہتا تاکہ ہمارا بنیادی مطالبہ اور اس خط و کتابت کا اصل عنوان احقر کے سترہ سوالات کے واضح مکمل جوابات سے آپ توجہ ہٹا نہ سکیں۔

والسلام

[illegible]

۱۵/ رجب ۱۴۳۰ھ

۹/جولائی/۲۰۰۹ء

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

بارہویں تحریر

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:

حافظ نثار احمد الحسینی کے نام!

آپ کی تحریر (نوشتہ ۱۵/ رجب ۱۴۳۰ھ بمطابق ۹/ جولائی ۲۰۰۹ء) آج ملی مگر آپ نے میرے کسی ایک سوال کا جواب بھی نہیں دیا۔ مثلاً:

گنگوہی کے ساتھ خواب میں ''نکاح کے وقت نانوتوی کی عمر کتنی تھی اور گنگوہی کی عمر کتنی تھی؟'' دیکھئے گیارہویں تحریر (ص ۱)

آپ نے اپنی سابقہ تحریر (نوشتہ ۱۶/ جون ۲۰۰۹ء) میں میرے بارے میں لکھا تھا:

''آپ نے ہمارے ستر سوالات کے جوابات لکھ رکھے ہونے کا اپنے پانچویں، چھٹے، ساتویں خط میں ذکر کیا ہے...'' (ص ۲)

آپ کی اس تحریر کے جواب میں راقم الحروف نے لکھا تھا:

''عرض ہے کہ یہ آپ کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔'' (گیارہویں تحریر ص ۴)

آپ نے جدید تحریر میں اپنی عبارتِ مذکورہ کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا بلکہ اس تحریر سے میری ایک غیر متعلقہ عبارت لکھ دی کہ ''اگر آپ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ آپ کے سوالات کے جوابات اہل حدیث (طائفہ منصورہ) کے پاس نہیں تو یہ آپ کی بڑی بھول ہے، جس پر آپ کو پچھتانا پڑے گا۔'' (ص ۱)

عرض ہے کہ اہلِ حدیث کے پاس بحمد اللہ ہر سوال اور ہر اعتراض کا جواب موجود ہے، لیکن اس عبارت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ زبیر علی زئی نے نثار احمد الحسینی کے ستر سوالات کے جوابات لکھ رکھے ہیں۔

جھوٹ کیوں بولتے ہیں؟ کچھ تو اللہ سے ڈریں!

آپ نے تازہ تحریر میں لکھا ہے کہ ''مگر آپ کے اس انکشاف سے آپ کے متعلق ہمارا یہ حسن ظن بھی غلط ثابت ہوا۔'' (ص۲)

عرض ہے کہ صرف غلط ثابت ہونے کا اعتراف کافی نہیں ہے بلکہ اپنے قلم سے دستخطی تحریر کے ساتھ یہ لکھ کر بھیجیں کہ ''حافظ نثار احمد نے حافظ زبیر علی زئی پر جھوٹ بولا ہے اور نثار احمد اپنے اس جھوٹ سے توبہ کرتا ہے۔''

جب تک آپ اپنے اس صریح جھوٹ اور افتراء سے توبہ نہیں کریں گے، دوسری کسی بات پر بحث نہیں ہوگی۔ ان شاء اللہ   وما علینا إلا البلاغ

جواب کا منتظر

حافظ زبیر علی زئی

(۲۵/ جولائی ۲۰۰۹ء)

نثار کی بارہویں تحریر

﴿۱﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا سید الانبیاء والمرسلین مولانا محمد وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد:

محترم جناب حافظ محمد زبیر علی زئی صاحب حفظک اللہ تعالیٰ

سلام مسنون!

بارھویں تحریر کے نام سے آپ کا خط گزشتہ دس خطوط کی طرح یہ تحریر بھی ہمارے ستر سوالات میں سے کسی ایک کے بھی جواب سے خالی ہے۔ اس خط میں بھی آپ نے حسب عادت بد "طائفہ منصورہ اہل السنت والجماعت علمائے دیوبند قدس سرہم" پرانے چبائے چبائے دلائل کے دہرائے ہوئے الزامات کو دہرایا ہے احقر آپ پر گزشتہ خطوط میں بار بار واضح کر چکا ہے کہ علمائے دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ پر ان اعتراضات کے جوابات دیے جا چکے ہیں آپ کے دہرائے ہوئے الزامات کے جوابات مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی مدظلہ دے چکے ہیں اگر آپ مزید تسلی چاہتے ہیں تو ان جوابات کے ذیل آپ ہمارے ستر سوالات کے جوابات دیجیے انشاء اللہ آپ کو مزید تسلی کرادیں گے۔

گزشتہ خط میں احقر نے آپ کو لکھا ہے کہ:

آپ کے اس دعوای کہ:

> آپ کے سوالات کے جوابات اہل حدیث (طائفہ منصورہ) کے پاس نہیں تو یہ آپ کی بڑی بھول ہے، جس پر آپ کو پچھتانا پڑے گا۔ (آٹھویں تحریر ص۱)
>
> کا یہی مطلب ہے کہ ستر سوالات کے جوابات آپ کے پاس ہیں اور پچھتانا پڑے گا تاکید مزید اسی پر دال ہے کہ تیار رکھے ہیں اور آپ کی پانچویں، چھٹی اور ساتویں تحریر میں تین سوالات کے جوابات لکھ رکھے ہونے کا دعوای اسی بات کی یاد دہانی کرا رہا ہے کہ ہمارے ستر سوالات کے جوابات آپ نے تیار کر رکھے ہیں۔ ص۱

اگر آپ کا اسی پر اصرار ہے کہ آپ نے ابھی تک ہمارے ستر سوالات کے جوابات نہیں لکھے تو آپ کا یہ اصرار ہمیں تسلیم ہے مگر یہ سوال آپ سے ہر ایک ضرور پوچھے گا کہ آپ نے ابھی تک ستر سوالات کے جوابات کیوں نہیں لکھے؟

عجمت و بسیار نویسی کی اس بیماری کے باوجود سال ہونے کو ہے آپ جواب لکھنے پر کیوں مصر ہیں، کیوں نہیں لکھا؟؟

آپ نے اس بارھویں تحریر میں لکھا ہے:

﴿٢﴾

٢

عرض ہے کہ صرف غلط ثابت ہونے کا اعتراف کافی نہیں ہے بلکہ اپنے قلم سے دستخطی
تحریر کے ساتھ یہ لکھ کر بھیجیں کہ "حافظ نثار احمد نے حافظ زبیر علی زئی پر جھوٹ بولا ہے اور
نثار احمد اپنے اس جھوٹ سے توبہ کرتا ہے۔" ص ۲

جناب من! ہم نے اپنے دعاوی پر گذشتہ خط محررہ ۱۵ رجب ۱۴۳۰ھ / ۹ جولائی ۲۰۰۹ء میں آپ کو دلیل پیش کر دی اسے جھوٹ سے تعبیر نہ کرنا آپ کی جھوٹی کرشمہ سازی ہے۔ آپ قدم بقدم جھوٹ سے اپنا نامہ اعمال سیاہ کر رہے ہیں اس سیاہ نامہ اعمال میں آپ کو اپنا جھوٹ نظر نہیں آتا اور ہماری سچی بات کو بھی آپ جھوٹ کہتے ہیں احقر نے آپ کو لکھا ہے کہ آپ کے متعلق ہمارا یہ حسن ظن تھا کہ آپ نے ہمارے ستر سوالات کے جوابات لکھ رکھے ہیں مگر اب آپ کی اس بارھویں تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ کسی حسن ظن کے قابل نہیں اور نہ اپنے متعلق کسی حسن ظن کو آپ قبول کرتے ہیں۔

اب آپ کی حسن کرشمہ سازی کی یہ حالت ہے کہ اپنے متعلق حسن ظن کو بھی آپ جھوٹ کہنے پر مصر ہیں اپنے جھوٹ کو آپ تحقیق کا نام دیتے ہیں آپ کے جھوٹ، متضادات اور علمی خیانتوں کی تفصیل ان شاء اللہ جلد طبع ہو رہی ہے۔ فی الحال "الحدیث" شمارہ نمبر ۲۵ کی ایک جھلکی پیش خدمت ہے۔ ص ۲۴ تا ص ۲۵ آپ نے "سنن ابی داؤد" اور "سنن ابن ماجہ" پر اپنی تحقیق کی خود قلعی کھولتے ہوئے جو مضمون لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے "سنن ابی داؤد" اور "سنن ابن ماجہ" کی تین صحیح احادیث کو ضعیف، تیرہ ضعیف کو صحیح، تیرہ حسن کو ضعیف اٹھارہ ضعیف کو حسن قرار دیا ایک کا انتساب جھوٹا کیا اور ایک کے بارے میں آپ ابھی متردد ہیں۔

رسول اللہ ﷺ پر اپنی تحقیق میں آپ نے اکتالیس جھوٹ بولے یہ صرف ایک "الحدیث" کی حالت ہے ورنہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے لے کر اکابر ائمہ اسلاف پر جو جھوٹ بولے اور کذب و افتراء کا بازار گرم رکھا ہے اس کے لئے تو دفتر چاہیے۔

ملحوظ رہے کہ الحدیث نمبر ۲۵ میں احادیث رسول اللہ ﷺ پر مذکورہ احکام آپ کی ذاتی تحقیق ہے جیسے آپ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے ممکن ہے کہ اب آپ اس تحقیق سے بھی رجوع کر کے نئی تحقیق اختیار کر چکے ہوں، نیز رسول اللہ ﷺ پر آپ کے افتراء کذب اور جھوٹ بھول چوک اور نسیان نہیں بلکہ تعمّد ہے اس لیے آپ نے اسے تحقیق کا نام دیا تحقیق سوچ سمجھ کر ہوتی ہے نہ کہ یوں آنکھیں بند کر کے تحقیق جنے سے کوئی محقق بن جاتا ہے۔

اب آپ سے گذارش ہے کہ:

﴿۱﴾ آپ نے رسول اللہ ﷺ پر اپنے اس افتراء کو جھوٹ تسلیم کرتے ہوئے توبہ کر لی ہے؟

﴿۲﴾ رسول اللہ ﷺ پر اس افتراء بازی کو تحقیق قرار دیتے ہوئے کیا آپ نے حدیث رسول اللہ ﷺ: من تعمّد علی کذباً فلیتبوأ مقعدہ من النار (صحیح بخاری) کا آپ کو مصداق قرار دیتے ہوئے اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کر لیا ہے؟

﴿۳﴾

۳

﴿۳﴾ کیا آپ نے آنکھ والی افتراء بازی جسے آپ تحقیق کا نام دیتے ہیں سے توبہ کر لی ہے؟

﴿۴﴾ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ پر تحقیق کے نام سے جس کذب و افتراء بازی کا بازار گرم کر رکھا اسے بند کر دیا ہے؟

﴿۵﴾ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ پر تحقیق کے نام سے کذب و افتراء بازی کی جو ٹیم تشکیل دی ہے اسے توبہ کروا دی ہے؟

﴿۶﴾ کیا آپ نے تقلید چھوڑ کر جاہلانہ تحقیق کا جو انجام خود اپنے ہاتھوں دیکھا اسے چھوڑ کر اسلاف کرام کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے اس اعتماد کی علامت تقلید کو اختیار کر لیا ہے؟

﴿۷﴾ رسول اللہ ﷺ پر اپنی افتراء بازی کا تحقیق کے نام سے اظہار کر کے آپ نے "مکتبہ دارالسلام" لاہور کو اپنی کتب کی اشاعت سے روک دیا ہے؟

﴿۸﴾ "مکتبہ دارالسلام" لاہور سے ابھی آپ کی کتابیں مکمل شائع نہیں ہوئی تھیں کہ آپ نے ان کتابوں پر اپنی تحقیق سے رجوع کر لیا اب ان کتابوں کی خرید و فروخت کا شرعی حکم کیا ہے؟

﴿۹﴾ "مکتبہ دارالسلام" لاہور آپ کی کتابیں آپ کے اس اعلان رجوع کی وضاحت کے بغیر فروخت کر رہا ہے رسول اللہ ﷺ پر اس افتراء جسے "مکتبہ دارالسلام" والوں نے تحقیق کا نام دیا ہے اس کی آمدن کا وبال آپ پر ہے یا "مکتبہ دارالسلام" لاہور کے مالک پر؟

﴿۱۰﴾ کیا آپ نے "مکتبہ دارالسلام" لاہور کے مالک کو بتا دیا ہے کہ اسلاف کرام کی تقلید چھوڑنے پر آپ کی تحقیق کا کیا انجام ہے لہٰذا وہ آپ جیسے دوسرے مادر پدر آزاد محققین کی کتابوں کی اشاعت بند کر کے مقلدین اسلاف کی تحقیقات شائع کرے اور اپنی عاقبت برباد ہونے سے بچائے؟

آپ کے مطالبہ کے جواب میں یہ چند سطور سپرد قلم کی ہیں کہ آپ اپنے بارے میں حسن ظن کو بھی کذب کہنے پر مصر ہیں اور اپنے کذب و افتراءات کو آپ تحقیق کا نام دے کر تحقیق کہلانے پر اصرار کر رہے ہیں۔ آپ کے یہ جھوٹ اور کذب و افتراءات کسی عام شخصیت اور کسی راہ چلتے عنوان پر نہیں اور رسول اللہ ﷺ اور حدیث رسول ﷺ جیسے مقدس عنوان پر ہیں۔ ہم اسی لیے آپ کو پہلے بھی یاد دہانی کرا چکے ہیں کہ آپ نے حدیث کے نام پر حدیث رسول ﷺ کی تکذیب کا فتنہ کھڑا کیا ہوا ہے۔

آپ نے لکھا ہے:

> جب تک آپ اپنے اس صریح جھوٹ اور افتراء سے توبہ نہیں کریں گے دوسری کسی بات پر بحث نہ ہوگی۔ ص۲

ہمارے ستر سوالات کے مکمل، واضح اور غیر مبہم جوابات سے بھاگنے کے لئے آپ کا یہ ایک بہانہ ہے۔

جہاں تک آپ سے کسی عنوان پر بحث کا تعلق ہے بحث تو ابھی شروع ہی نہیں ہوئی اس کا میدان تو ان شاء اللہ ابھی باقی ہے اور آپ ابھی سے بھاگنے کا اعلان کر رہے ہیں۔

﴿۴﴾

اگر آپ جواب نہیں دے سکتے تو سوال انکار کر دیں ورنہ یہ کتمان حق آپ کے لئے دنیا و آخرت کا خسارہ ہے۔
آپ اگر حق، تحقیق اور دلیل کا دعویٰ رکھتے ہیں تو دیر نہ کیجئے ہمارے سترہ سوالات کے مکمل، واضح اور غیر مبہم جوابات لکھیے ہم ان شاء اللہ
ماہنامہ منصور والی اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند کے متعلق آپ کی سطر سطر درج ذیل کر دیں گے۔

والسلام

۱۵ شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ
۷ اگست ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیف الجبار فی جواب ظہور و نثار
(تیرھویں اور آخریں تحریر)

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الأمین، أما بعد:

ہندوستان پر صلیب کے پجاری انگریزوں کے قبضے کے بعد دیوبندی فرقہ پیدا ہوا، جس کے بانیوں میں محمد قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی کے نام زیادہ مشہور ہیں۔ ۱۸۶۷ عیسوی سے پہلے دیوبندی فرقے کا کوئی وجود رُوئے زمین پر نہیں تھا۔

اس فرقے نے اہلِ سنت والجماعت سے ہٹ کر اور اہلِ حق کی مخالفت میں جن عقائد و نظریات کو اپنایا اور اُن کا پرچار کیا، اُن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱) محمد قاسم نانوتوی نے کہا:

''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔'' (تحذیر الناس ص ۸۵، مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ)

اس عبارت میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اگر فرض کریں، نبی ﷺ کے زمانے کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی ختمِ نبوت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔!

بعینہٖ یہی عقیدہ قادیانیوں کا ہے اور عبدالرحمٰن خادم قادیانی نے اپنی کتاب پاکٹ بک (ص ۲۷۶) میں نانوتوی کی عبارتِ مذکورہ سے استدلال کیا ہے۔

۲) رشید احمد گنگوہی کی کتاب فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہوا ہے کہ

''پس ثابت ہوا کہ کذب داخل قدرت باری تعالیٰ جل وعلیٰ ہے کیوں نہ ہو و ھو علی کل شیءٍ قدیر'' (ص ۲۱۱، نیز دیکھئے تالیفاتِ رشیدیہ ص ۹۹)

کذب جھوٹ کو کہتے ہیں لہٰذا دیوبندیوں کے اس عقیدے سے معلوم ہوا کہ اُن کے

نزدیک آیت ﴿و هو علی کل شیٍ قدیر﴾ کی رُو سے اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اور یہ اُس کی قدرت کے تحت داخل ہے۔ **نعوذ باللہ**

یاد رہے کہ سلف صالحین میں سے کسی نے بھی اس آیت سے یہ مسئلہ نہیں نکالا لہٰذا دیوبندیوں کا یہ عقیدہ باطل ہے اور حق یہ کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اُس سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہے۔ **تعالی اللّٰہ عما یقولون علوًا کبیرا.**

۳) خلیل احمد سہارنپوری انبیٹھوی (دیوبندی) نے کہا:

''الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھکر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔''

(براہین قاطعہ ص ۵۵)

اس عبارت میں نبی کریم ﷺ کی وسعتِ علم کا انکار کیا گیا ہے بلکہ آپ کے علم کو شیطان و ملک الموت کے علم سے کم قرار دے کر آپ ﷺ کی توہین کی گئی ہے۔

۴) اشرفعلی تھانوی نے لکھا ہے:

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔''

(حفظ الایمان ص ۱۳، دوسرا نسخہ ص ۱۱۶)

عالم الغیب تو صرف اللہ تعالیٰ ہے، جس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن عبارتِ مذکورہ میں نبی کریم ﷺ کے علم کا مقابلہ بچوں، پاگلوں بلکہ حیوانات و بہائم کے علم سے کر کے آپ

ﷺ کی سخت توہین کی گئی ہے۔

۵) حاجی امداداللہ نے کہا:

''اس مرتبہ میں خدا کا خلیفہ ہو کر لوگوں کو اس تک پہونچا تا ہے اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے اس مقام کو برزخ البرازخ کہتے ہیں'' (کلیاتِ امدادیہ ص۳۵، ۳۶)

۶) رسول اللہ ﷺ کے رفع یدین اور بعض اوقات جہراً ایک دو آیت پڑھنے کے بارے میں اشرفعلی تھانوی نے بحث کرتے ہوئے کہا:

''اور میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ آپ پر ذوق وشوق کی حالت غالب ہوتی تھی جس میں یہ جہر واقع ہو جاتا تھا اور جب کہ آدمی پر غلبہ ہوتا ہے تو پھر اسکو خبر نہیں رہتی کہ کیا کر رہا ہے'' (تقریر ترمذی ص ۷۱ باب رفع الیدین عند الرکوع)

عبارتِ مذکورہ میں نبی ﷺ کی توہین کی گئی ہے۔

۷) ایک شخص نے خواب میں امریکی صدر ریگن (کافر صلیبی) کو دیکھا، پھر کیا ہوا؟

رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے اُس شخص سے ریگن کے بارے میں کہا:

''یہ صورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کی شبیہ ہے''

(انوار الرشید ص ۲۴۶ طبع اول ۱۴۰۴ھ)

یہ بہت بڑی توہین اور صریح کفر ہے۔

۸) محمود حسن دیوبندی نے رشید احمد گنگوہی کے بارے میں کہا:

''زبان پر اہلِ اہوا کی ہے کیوں اُعْلُ ہُبَل شاید

اُٹھا عالم سے کوئی بانیِ اسلام کا ثانی'' (کلیات شیخ الہند ص ۸۷، مرثیہ)

گنگوہی کو بانی اسلام کا ثانی کہنا بہت بڑی توہین ہے۔

۹) حاجی امداداللہ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے لکھا ہے:

''یا رسول کبریا فریاد ہے یا محمدؐ مصطفیٰ فریاد ہے

آپ کی امداد ہو میرا یا نبی حال ابتر ہوا فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آجکل

اے مرے مشکل کشا فریاد ہے " (کلیاتِ امدادیہ ص۹۰،۹۱)

۱۰) رشید احمد گنگوہی نے کہا:

"لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء وانبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے فقط۔"

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۱۸)

حالانکہ کسی دلیل سے کسی اُمتی کا رحمۃ للعالمین ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی صفت خاصہ ہے۔

اس قسم کے غلط عقائد اور باطل نظریات کی وجہ سے آلِ دیوبند کے علماء اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہیں۔

راقم الحروف نے محترم ذوالفقار بن ابراہیم الاثری حفظہ اللہ کے ایک سوال کی وجہ سے ایک رسالہ "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم" لکھا، جس سے دیوبندی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی۔ بعد میں ظہور احمد دیوبندی نے "المھند الدیوبندی علیٰ عنق المفتری: علمائے دیوبند پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جواب" نامی کتاب لکھی، حالانکہ ظہور احمد بذاتِ خود مفتری ہے اور اس کے ہاتھ میں المفند ہے، المہند نہیں۔ اس نے ناقابلِ تردید حقائق اور مستند حوالوں کو الزامات کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کی ہے، جو اس کے لئے قطعاً بے سود ہے۔

یہ وہی ظہور احمد ہے، جو ہمارے ایک دوست اور شاگرد حاجی محمد صفدر حضروی کے سامنے لاجواب ومبہوت ہو گیا تھا۔

نثار احمد نے بھی حاجی صفدر کے ایک رقعے کے جواب سے راہِ فرار اختیار کی تھی جیسا کہ حاجی صفدر حفظہ اللہ نے مجھے خود بتایا ہے۔

ظہور احمد نے اپنی المفند میں نواب صدیق حسن خان وغیرہ کے غیر مفتیٰ بھا اقوال لکھ کر دھوکا

دینے کی کوشش کی ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۵۴ ص ۲۶

اس مردود کتاب (المفند) کے سلسلے میں راقم الحروف کی حافظ نثار احمد الحسینی الدیوبندی سے تحریری بحث چلی ہے اور یہ تحریر اس سلسلے کی آخری تحریر ہے۔

نثار احمد دیوبندی حضروی نے جب راقم الحروف پر صریح جھوٹ بولا تو اس کی ''خدمت'' میں یہ مطالبہ روانہ کیا گیا:

''عرض ہے کہ صرف غلط ثابت ہونے کا اعتراف کافی نہیں ہے بلکہ اپنے قلم سے دستخطی تحریر کے ساتھ یہ لکھ کر بھیجیں کہ'' حافظ نثار احمد نے حافظ زبیر علی زئی پر جھوٹ بولا ہے اور نثار احمد اپنے اس جھوٹ سے توبہ کرتا ہے۔'' (بارہویں تحریر ص ۲)

لیکن نثار احمد نے توبہ کرنے کے بجائے تین صفحات اور کچھ سطروں والی ایک تحریر (نوشتہ ۷/ اگست ۲۰۰۹ء بمطابق ۱۵/ شعبان ۱۴۳۰ھ) بھیج دی لہٰذا درج ذیل تحریر میں اس کا جواب بھی مختلف ارقام کے تحت درج ہے:

۱: آپ کے تین سوالات کے جوابات بھیج چکا ہوں لہٰذا آپ کا یہ بیان آپ کے دوسرے اکاذیب وافتراءات کی طرح غلیظ ترین جھوٹ ہے۔

۲: عادتِ بد تو آپ لوگوں کی ہے کہ کبھی خواب میں دو مرد ایک دوسرے سے نکاح کر لیتے تھے اور کبھی ایک چارپائی پر لیٹ کر عاشقانہ حرکتیں شروع کر دیتے تھے۔ کچھ تو شرم کریں!

تمھاری مستند کتاب میں محمد قاسم نانوتوی کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ'' اور جلال الدین صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب صاحب سے جو اس وقت بالکل بچے تھے، بڑی ہنسی کیا کرتے تھے۔ کبھی ٹوپی اتارتے کبھی کمر بند کھول دیتے تھے۔'' (ارواح ثلاثہ ص ۲۸۷ حکایت نمبر ۲۷۵)

یہ بچے کا کمر بند کھول کر کون سی جگہ دیکھنا چاہتا تھا؟ اور کیا اس عادتِ بد پر تمھارا بھی عمل ہے؟

۳: علمائے دیو___ بند نہ تو اہل السنت والجماعت ہیں اور نہ طائفہ منصورہ بلکہ صرف آلِ دیوبند اور ..... ہیں۔

۴: صحیح وثابت حوالوں اور ناقابلِ تردید حقائق کو الزامات قرار دینا ظہور و نثار جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔کیا تمھیں اللہ کی پکڑ کا کوئی ڈر نہیں ہے؟!

۵: کوئی جوابات نہیں دیئے مثلاً دیوبندیوں کے نزدیک ''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے....'' اس کا جواب کہاں ہے؟ دیکھئے ماہنامہ الحدیث:۵۴ ص ۲۷، ۲۸

۶: ظہور بیچارہ کیا جواب دے گا وہ تو ہمارے ایک عام شاگرد حاجی محمد صفدر حفظہ اللہ سے بھی لاجواب وساکت ہے۔نیز دیکھو الحدیث:۵۴ ص ۲۸

۷: تین سوالات کے دندان شکن جوابات راقم الحروف نے بھیج دیئے مگر آپ نے گویا زبانِ حال سے قسم کھائی تھی کہ اہلِ حدیث کے ایک سوال کا بھی جواب نہیں دینا لہٰذا تمھاری طرف سے ایک سوالِ مذکور کا جواب بھی نہ آیا۔کس منہ سے ستر سوالات کے جوابات مانگ رہے ہو؟ کچھ تو شرم کرو!

۸: تم نے اپنی تحریر میں لکھا تھا: '' آپ نے ہمارے ستر سوالات کے جوابات لکھ رکھے ہونے کا اپنے پانچویں، چھٹے، ساتویں خط میں ذکر کیا ہے...''

اور تحریر مذکور میں اس قسم کا کوئی حوالہ نہیں لہٰذا تم (نثار احمد) نے جھوٹ بولتے ہوئے جھوٹ کا ''لک'' توڑ دیا ہے۔!

۹: ایسی کوئی بات پیش نہیں کی جسے دلیل کہا جا سکے، اگر اس سے انکار ہے تو کسی غیر جانبدار ثالث سے فیصلہ کرا لو۔

۱۰: نامۂ اعمال تمھارے جیسے لوگوں کا سیاہ ہے، جو جھوٹ اور افتراء کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ہیں۔

۱۱: جھوٹا قد تو نثار اور ظہور کا ہے، اگر یقین نہیں تو آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے آپ کو دیکھ لو۔

۱۲: حسنِ ظن نہیں تھا بلکہ تم نے صریح جھوٹ بولا ہے جیسا کہ نانوتوی نے صریح جھوٹ بولا تھا۔دیکھو ارواح ثلاثہ (ص ۳۹۰ حکایت: ۳۹۱)

۱۳: ہم اس ساری خط وکتابت کو ان شاء اللہ حتی الوسع شائع کر رہے ہیں اور انٹرنیٹ پر بھی مشہور کر رہے ہیں تا کہ آلِ دیوبند کے اکاذیب وافتراءات اور گندے عقائد لوگوں کے سامنے اور زیادہ ظاہر ہو جائیں۔

اپنے کرتوت اور تحریریں انٹرنیٹ پر دیکھنے کے لئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھو:

WWW.IRCPK.COM

۱۴: تحقیق بدل جانا جھوٹ نہیں کہلاتا۔ ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے راویوں کی تضعیف و توثیق اور احادیث کی تصحیح وتحسین کو اجتہادی قرار دیا ہے۔

دیکھئے اعلاء السنن (ج ۱۹ص ۴۹ ''الفصل الأول في أن تضعيف الرجال و توثيقهم وتصحيح الأحاديث و تحسينها أمر اجتهادي و لكل وجهة'')

اور یہ ظاہر ہے کہ اجتہاد میں اگر خطا بھی ہو تو ایک ثواب ملتا ہے۔ والحمد للہ

سرفراز خان صفدر دیوبندی کڑمنگی نے سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت بحوالہ مجمع الزوائد (ج ۱ص ۱۷۹) اور المستدرک (ج ۴ص ۴۳۰) نقل کر کے اس سے استدلال کیا اور حاکم اور ذہبی دونوں سے نقل کیا کہ انھوں نے اسے ''علی شرطهما'' قرار دیا۔ دیکھئے راہ سنت (ص ۱۳۴، طبع نہم جون ۱۹۷۵ء)

اور دوسری جگہ سرفراز مذکور نے اسی حدیث کو اپنی جرح کا نشانہ بنایا اور امام یحییٰ بن معین سے نقل کیا کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

دیکھئے مقامِ ابی حنیفہ (ص ۲۰۲، طبع پنجم اگست ۱۹۹۳ء)

نیز دیکھئے الکلام المفید فی اثبات التقلید (ص ۳۲۴، ۳۲۵)

اگر ہمت ہے تو لگا دو سرفراز خان صفدر دیوبندی پر جھوٹ کا فتویٰ!!

۱۵: تحقیق کے بعد رجوع کرنا اور دلیل کی اتباع کرنا اہلِ ایمان کی نشانی ہے۔

دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۵۴ کا پہلا اندرونی ٹائٹل والحمد للہ

۱۶: تحقیق میں اختلاف اور حق کی طرف رجوع کو افتراء قرار دینا نثار احمد جیسے مفتری کا ہی

کام ہے۔

۱۷: مصنف کو رجوع اور تعدیل (اصلاح) کا حق ہر وقت حاصل ہے۔ سرفراز خان صفدر دیوبندی کے بیٹے محمد عبدالقدوس خان قارن نے لکھا ہے:

''یہ بات تو اہلِ علم جانتے ہیں کہ کسی کتاب پر بحث وطعن کے لیے اس کے قریبی ایڈیشن کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے کیونکہ پچھلے ایڈیشن میں اغلاط یا سقم سے آگاہی کے بعد مؤلف اس کی اصلاح کر لیتا ہے۔ اور اس کے ہاں معتبر جدید ایڈیشن ہی ہوتا ہے۔'' الخ

(مجذوبانہ واویلا ص ۱۸۷)

راقم الحروف کے اعلانات اور اظہار کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۷ ص ۶۰، عدد ۴۱ ص ۴۸

۱۸: اعلانات مذکورہ کے بعد ناشرین کو خود بخود رُک جانا چاہئے ورنہ میں تو اُن کی شائع کردہ کتابوں کا ذمہ دار نہیں ہوں۔

۱۹: یہ مکتبہ دارالسلام والوں سے پوچھ لیں۔

۲۰: مادر پدر آزاد تو نثار احمد جیسے لوگ ہیں جو دن رات سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش میں سرگرداں ہیں۔

۲۱: آلِ دیوبند کی تکذیب اور افتراءات کے فتنے کے نظارے کے لئے دیکھئے میری کتاب: **آلِ دیوبند کے تین سو جھوٹ**

ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے سے بھی شرم نہیں کی ہے۔

۲۲: بھاگ تو تم پہلے دن سے چکے ہو، جس پر تمھارے سارے خطوط (تحریریں) گواہ ہیں۔

۲۳: ہم نے تو تین سوالوں کا جواب دے دیا ہے اور تم دُم دبا کر بھاگ چکے ہو۔

۲۴: جوابات لکھنے کا مطالبہ تو وہ شخص کرے جو خود جواب لکھ سکے اور جو شخص خود صم بکم ہو وہ کس مُنہ سے جوابات کا مطالبہ کرتا ہے؟

۲۵: یہ عرض کر دیا گیا ہے کہ (اندرا گاندھی کو مہمانِ خصوصی کے طور پر اپنے مدرسے میں

بُلانے والے) آل دیو بند اہل السنّت والجماعت نہیں ہیں اور نہ طائفہ منصورہ ہیں بلکہ ایک بدعتی فرقہ ہیں، جن کے شر سے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین

راقم الحروف نے اپنی چوتھی تحریر میں لکھا تھا: ”اور یاد رکھیں کہ ہوسکتا ہے جب ضرورت ہوئی تو فریقین کی تحریریں شائع بھی ہو جائیں گی۔ ان شاء اللہ“ (ص۵، نوشتہ ۳۱/نومبر ۲۰۰۸ء)

اسی کے مطابق اس ساری خط کتابت کو اب انٹرنیٹ پر اور فوٹو سٹیٹ کی صورت میں شائع کر رہے ہیں اور اس کا نام ”سیف الجبار فی جواب ظہور و نثار“ رکھا گیا ہے۔ یہ اس ساری خط کتابت کا آخری خط ہے اور اس کے بعد مزید کسی دوسرے موضوع پر تم بات کرنا چاہو تو غیر جانبدار ثالث مقرر کر کے کر سکتے ہو۔ وما علینا إلا البلاغ

(۱۸/ اگست ۲۰۰۹ء)

تنبیہ: اس تحریر کا جواب آج تک نہیں آیا۔ (۱۴/ جون ۲۰۱۲ء)

رب نواز دیوبندی کا تعاقب

راقم الحروف نے ماسٹر امین اوکاڑوی کی زندگی میں ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' لکھا تھا، جس کے مکمل جواب سے عاجز ہو کر ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب آنجہانی ہوئے اور اب تک تمام آلِ دیوبند اس کے مکمل کے جواب سے عاجز ہیں۔

راقم الحروف نے ''دین میں تقلید کا مسئلہ'' نامی کتاب میں لکھا تھا:

''۳: کسی مستند عالم سے یہ قول ثابت نہیں ہے کہ'' أنا مقلّد ''میں مقلّد ہوں۔!!

تنبیہ (۴): بعض علماء کو طبقات الشافعیہ وطبقات الحنفیہ وطبقات المالکیہ وطبقات الحنابلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اس کی دلیل نہیں ہے کہ یہ علماء: مقلدین تھے۔'' (ص ۴۶)

اس کے جواب میں رب نواز دیوبندی نے میاں نذیر حسین دہلوی، محمد حسین بٹالوی، نواب صدیق حسن خان، میر ابراہیم سیالکوٹی، ولایت علی صادقپوری، حیدر علی ٹونکی، مرزا مظہر جان جاناں، عبدالحئ لکھنوی، احمد علی لاہوری دیوبندی، محمود حسن دیوبندی اور احمد سرہندی تقلیدی وغیرہم کے اقوال پیش کر دیئے ہیں۔ (دیکھئے مجلہ صفدر گجرات عدد ۶ ص ۱۱۔۱۰)

سبحان اللہ! رب نواز دیوبندی صاحب کو چاہئے تھا کہ میرے خلاف قاری چن دیوبندی، الیاس گھمن دیوبندی، مونگ پھلی استاد، پیالی ملا اور اپنے دوسرے آلِ تقلید کے حوالے بھی پیش کرتے تاکہ حوالوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی۔ !

اصل میں ان بے چاروں کے پاس عقل ہی نہیں ہے، مت ماری گئی ہے ورنہ انھیں چاہئے تو یہ تھا کہ خیر القرون (تیسری صدی ہجری) تک کے ثقہ وصدوق سُنی علماء کے صریح و ثابت شدہ حوالے پیش کرتے یا چھٹی صدی ہجری (زمانۂ تدوین حدیث) تک کے کسی ثقہ وصدوق سُنی عالم کا صحیح وصریح حوالہ پیش کرتے، مگر یہ کیا کریں؟ ان کے پاس کچھ ہے ہی نہیں اور اُوپر والی منزل بھی سراسر خالی ہی ہے، ورنہ وہ میرے خلاف غالی مقلّد اور فرقہ

پرست محمود حسن دیو بندی (مجروح ومتروک) وغیرہ کے اقوال کبھی پیش نہ کرتے۔

اگر رب نواز صاحب کہیں کہ میں نے برکۃ الواسطی، امام شافعی اور محمد بن عبدالوھاب کے حوالے بھی پیش کئے ہیں، تو عرض ہے کہ ان حوالوں کا جواب درج ذیل ہے:

۱: برکۃ الواسطی کا شافعی المذہب ہونا اُن کے مقلد ہونے کی دلیل نہیں۔

دیکھئے دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۴۶)

۲: امام شافعی رحمہ اللہ کا حوالہ بذریعہ نواب صدیق حسن خان صاحب۔

عرض ہے کہ یہ حوالہ کئی وجہ سے مردود ہے:

اول: نواب صدیق حسن کی پیدائش سے صدیوں پہلے امام شافعی رحمہ اللہ فوت ہو گئے تھے، لہٰذا یہ سند منقطع ہے اور اہلِ حدیث کے نزدیک منقطع روایت ضعیف ومردود ہوتی ہے۔

دوم: امام شافعی نے خود اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع فرمادیا تھا۔ (دیکھئے مختصر المزنی ص۱)

سوم: بطورِ الزامی دلیل عرض ہے کہ امام شافعی کا مجتہد ہونا آلِ دیو بند کو بھی تسلیم ہے اور ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ''ہاں ان ائمہ نے یہ فرمایا: جو شخص خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہے اس پر اجتہاد واجب، تقلید حرام ہے۔'' (تجلیاتِ صفدر ج۳ ص ۴۰۷)

امام شافعی کے مجتہد ہونے پر اجماع ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں آلِ بریلی و آلِ دیو بند کے ''حجۃ الاسلام'' ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی (م ۵۰۵ھ) نے لکھا ہے:

''و أما أبو حنيفة فلم يكن مجتهدًا لأنه كان لا يعرف اللغة .... و كان لا يعرف الأحاديث ''إلخ اور ابوحنیفہ تو مجتہد نہیں تھے کیونکہ وہ لغت نہیں جانتے تھے.... اور وہ احادیث نہیں جانتے تھے۔ الخ (المنخول من تعلیقات الاصول ص۵۸۱ طبع بیروت دشام)

غزالی سے صدیوں پہلے امام سفیان بن سعید الثوری، شریک بن عبداللہ القاضی اور حسن بن صالح نے فرمایا: '' أدركنا أبا حنيفة و ما يعرف بشئ من الفقه .... ''

ہم نے ابوحنیفہ کو پایا ہے (یعنی دیکھا ہے) اور وہ فقہ میں سے کسی چیز کے ساتھ بھی مشہور نہیں تھے۔ الخ (کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد: ۳۲۸، تاریخ بغداد ۱۳/ ۴۴۱ وسندہ صحیح)

اس کے بنیادی راوی یحییٰ بن آدم ثقہ حافظ فاضل ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۷۴۹۶)

یحییٰ بن آدم کے شاگرد احمد بن محمد بن یحییٰ بن سعید القطان صدوق ثقہ تھے۔

(دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل ۲/۷۴، الثقات لابن حبان ۸/ ۳۸۔۳۹)

احمد بن محمد سے اس روایت کو عبداللہ بن احمد بن حنبل اور قاضی حسین بن اسماعیل المحاملی (دو ثقہ راویوں) نے بیان کر رکھا ہے۔

میں تو ایک ناقل ہوں، لہٰذا میرے ان حوالوں پر غصہ نہ فرمائیں بلکہ اپنی اداؤں پر غور کریں اور امام شافعی کو علماء و مجتہدین کی صف سے نکال کر جہلاء و مقلدین میں شمار نہ کریں۔

۳: میر ابراہیم سیالکوٹی صاحب کا حوالہ منقطع (یعنی ضعیف و مردود) ہے اور خود محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ سے مروّجہ مقلّدین کا ''أنا مقلّد'' والا نعرہ ثابت نہیں بلکہ انھوں نے عبداللہ بن محمد بن عبداللطیف الاحسائی کی طرف خط میں لکھا تھا:

''و لست۔ وللّٰه الحمد۔ أدعو إلى مذهب صوفي أو فقيه أو متكلم أو إمام من الأئمة الذين أعظمهم مثل ابن القيم و الذهبي و ابن كثير أو غيرهم، بل أدعو إلى اللّٰه وحده لا شريك له و أدعو إلى سنة رسول اللّٰه ﷺ التي أوصى بها أوّل أمته و آخرهم .'' اور بحمد للہ۔ میں کسی، صوفی، فقیہ، متکلم یا اماموں میں سے کسی امام جن کی میں تعظیم کرتا ہوں مثلاً ابن القیم، ذہبی اور ابن کثیر یا ان کے علاوہ کسی دوسرے کے مذہب کی طرف دعوت نہیں دیتا بلکہ میں اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا آپ نے اُمت کے پہلے اور آخری حصے کو حکم دیا تھا۔ (الدرر السنیہ ۱/ ۳۱، الاقناع بما جاء عن ائمۃ الدعوۃ من الاقوال فی الاتباع ص ۶۱ تصنیف: محمد بن ہادی بن علی المدخلی المدنی)

عبارتِ مذکورہ میں ''أو غیرهم'' سے مراد احمد بن حنبل وغیرہ ہیں، جیسا کہ ظاہر ہے۔

تنبیہ: محمد بن عبدالوہاب التمیمی رحمہ اللہ بارہویں تیرہویں صدی ہجری کے ایک موحد عالم تھے۔ (۱۶/ اگست ۲۰۱۱ء)

رب نواز تقلیدی نے ماہنامہ صفدر گجرات (شمارہ نمبر ۷) میں حافظ ابن عبدالبر اور حافظ خطیب بغدادی رحمہما اللہ سے عوام کے لئے تقلید کا لفظ بحوالہ ''دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۴۴'' نقل کیا ہے۔ (ص ۴۵)

حالانکہ اس کا جواب ''دین میں تقلید کا مسئلہ'' میں اگلے صفحے (۴۵) پر وضاحت سے موجود ہے اور اسی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے چند اہم باتیں پیشِ خدمت ہیں:

۱: عامی (عوام میں سے ایک فرد) کا (مسئلہ پیش آنے پر) زندہ عالم کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں بلکہ اتباع واقتداء ہے، لہٰذا اسے تقلید کہنا غلط ہے۔

۲: عامی سے مراد عالم نہیں بلکہ ''جاہل محض، جو نصوص واحادیث کا معنی اور تاویل نہیں جانتا'' ہے، جیسا کہ ''خزانۃ الروایات'' سے ثابت کردیا گیا ہے۔

۳: حنفیہ کی کتبِ اصول الفقہ (مثلاً مسلم الثبوت، فواتح الرحموت، التحریر اور التقریر والتحبیر وغیرہما) اور سرفراز خان صفدر دیوبندی گکھڑوی کڑمنگی کی ''الکلام المفید فی اثبات التقلید'' میں لکھا ہوا ہے کہ ''آنحضرت ﷺ کے فرمان کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے.....اور اسی طرح عام آدمی کا مفتی کی طرف رجوع کرنا.....بھی تقلید نہیں ہے۔''

(ص ۱۳، واللفظ لہ، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۱۳)

۴: رب نواز تقلیدی صاحب اپنے بارے میں بتائیں کہ کیا وہ ''جاہل محض'' ہیں یا عالم؟ اگر ''جاہل محض'' ہیں تو مضامین لکھنے کے بجائے کسی درسگاہ میں پڑھنے کے لئے بیٹھ جائیں اور اگر ''عالم'' ہیں تو حافظ ابن عبدالبر اور حافظ خطیب بغدادی وغیرہما کے نزدیک تقلید صرف جاہل محض کے لئے ہے، عالم کے لئے نہیں۔

۵: جو دیوبندی عوام رب نواز سے مسئلے پوچھ کر اُن پر عمل کرتے ہیں، کیا وہ رب نواز کے مقلد ہیں اور ''دیوبندی'' کے بجائے ''رب نوازی'' ہیں؟ جواب دیں!

رب نواز صاحب نے حافظین مذکورین کے کلام پر راقم الحروف کے تبصرے کو چھپا کر لکھا ہے: ''زبیر علی زئی صاحب کا حافظ ابن عبدالبر اور خطیب بغدادی جیسی علمی شخصیت سے

اختلاف کرنا حقیقت کو مسخ نہیں کر سکتا۔'' (ص۴۶)

عرض ہے کہ ابن عبدالبر اور خطیب بغدادی رحمہما اللہ کی مذکورہ عبارات کیا قرآن، حدیث اور اجماع ہیں کہ ان سے اختلاف جائز نہیں یا اُن کے اپنے اجتہادات ہیں؟

اگر دلیل کے ساتھ مختلف فیہا اجتہاداتِ علماء سے اختلاف کیا جائے تو کیوں ناجائز ہے اور اس سے حقیقت کیوں کر مسخ ہوسکتی ہے؟!

کیا آلِ دیوبند کے نزدیک خطیب وابن عبدالبر رحمہما اللہ کے تمام اجتہادات صحیح ہیں؟

قارئینِ کرام! مسئلہ تقلید میں رب نواز دیوبندی کے اعتراضات وبیت العنکبوت کا مسکت و مدلل جواب ''دین میں تقلید کا مسئلہ'' میں موجود ہے، لہٰذا اصل کتاب کا مکمل مطالعہ کریں۔ آپ پر آلِ دیوبند کے اکاذیب، افتراءات اور مغالطات کا باطل ہونا خود بخود واضح ہوجائے گا۔ ان شاء اللہ

رب نواز صاحب نے وحید الزمان کے بارے میں ''نور بصیرت بہاولپور'' کا حوالہ دے کر لکھا ہے: ''میری معلومات کے مطابق زبیر صاحب آج تک اس کا جواب شائع نہیں کرا سکے، اُمید ہے کہ آئندہ بھی ہمت نہ کر سکیں گے۔ ان شاء اللہ'' (ص۴۹)

عرض ہے کہ تم لوگوں نے مذکورہ رسالے میں کیا تیر مار لیا ہے؟

(دومرہ تکبر مہ کوہ، ستا ڈزے ما اورید لی دی)

آپ لوگوں نے قرآن، حدیث اور اجماع سے تو وحید الزمان حیدر آبادی (جو کہ عامی پر تقلید کو ضروری سمجھتا تھا) کے اہلِ حدیث ہونے کی کوئی دلیل پیش نہیں کی اور صرف بعض اہلِ حدیث علماء کے مختلف فیہ اجتہادات لکھے ہیں، جن کے جواب کی کیا ضرورت ہے؟

استاذ محترم شیخ بدیع الدین الراشدی السندھی رحمہ اللہ نے اپنی مادری زبان میں لکھا ہے: ''نواب وحید الزمان اھل حدیث نہ ھو۔'' (مروجہ فقہ جی حقیقت ص۹۲)

یعنی (شیخ بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی) نواب وحید الزمان اہلِ حدیث نہیں تھا۔ و ما علینا إلا البلاغ (۹/ستمبر ۲۰۱۱ء)

بعض آلِ تقلید کا مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت سے محرفانہ استدلال

موسیٰ بن عمیر عن علقمہ بن وائل (رحمہما اللہ) عن ابیہ (رضی اللہ عنہ) کی سند سے آیا ہے کہ (سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۹۰ ح ۳۹۳۸، اور کئی کتبِ حدیث)

اس حدیث کی تخریج جدول کی صورت میں درج ذیل ہے:

یہاں × کا مطلب یہ ہے کہ اس حوالے میں "تحت السرة" کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ
|
علقمہ بن وائل رحمہ اللہ
|
موسیٰ بن عمیر رحمہ اللہ

ابونعیم (الفضل بن دکین) ☆
- تاریخ یعقوب بن سفیان (۳/۱۲۱)
- السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۲۸)
- المعجم الکبیر للطبرانی (۲۲/۹ ح۱۲)
- التمہید (۲۰/۷۲)
- المتفق والمفترق للخطیب (۳/۱۷۴۲، شاملہ)
- السنن الصغریٰ للبیہقی (۱/۱۱۸ ح۳۳۹)
- تہذیب الکمال (۱۸/۴۹۹)

×

عبداللہ بن المبارک ☆
- السنن الصغریٰ للنسائی (۲/۱۲۵-۱۲۶ ح۸۸۸)
- السنن الکبریٰ للنسائی (ح۹۶۱)
- التمہید (۲۰/۷۲)

×

اس روایت میں موسیٰ بن عمیر کے ساتھ قیس بن سلیم کا اضافہ بھی موجود ہے۔

خلاد (بن یحییٰ) ☆
- الاوسط لابن المنذر (۳/۹۰ ح۱۸۲)

×

عبیداللہ بن موسیٰ ☆
- المتفق والمفترق للخطیب (۳/۱۷۴۲، شاملہ)

×

اصل میں غلطی سے یہاں عبداللہ چھپ گیا ہے جبکہ صحیح عبیداللہ ہے۔

وکیع (بن الجراح)
- احمد بن حنبل، (المسند ۴/۳۱۶) ×
- عبداللہ بن ہاشم (شرح السنۃ ۳/۳۰) ×
- یوسف بن موسیٰ (سنن دارقطنی ۱/۲۸۶) ×
- ابن ابی شیبہ (۱/۳۹۰) نسخوں میں اختلاف اور عام نسخوں میں ×

اس تخریج سے ثابت ہوا کہ موسیٰ بن عمیر کے پانچ شاگردوں میں سے چار شاگردوں کی روایات میں "تحت السرة" یعنی ناف سے نیچے، کا اضافہ موجود نہیں۔ پانچویں شاگرد امام وکیع کے چار شاگرد ہیں۔ تین شاگردوں کی روایات میں "تحت السرة" کے الفاظ موجود نہیں۔ چوتھے شاگرد (ابن ابی شیبہ) کی کتاب کے نسخوں میں اختلاف ہے اور اکثر نسخوں میں "تحت السرة" کے الفاظ نہیں، لہٰذا بعض آلِ تقلید کا ان مشکوک الفاظ سے استدلال غلط ہے۔ (۱۱/ ستمبر ۲۰۱۱ء)

کتاب سے استفادے کے اُصول

جب بیروت لبنان سے امام نسائی کی مشہور کتاب ''السنن الکبریٰ'' شائع ہوئی اور بعد میں ادارۂ تالیفات اشرفیہ (بیرون بوہڑ گیٹ ملتان) والوں نے اس کا فوٹو لے کر چھاپ دیا تو محمد تقی عثمانی دیوبندی صاحب نے اس کتاب پر زبردست تبصرہ فرمایا، جس سے دو اہم اقتباسات پیشِ خدمت ہیں:

۱: تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے:

''امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۰۳ھ) ائمۂ حدیث میں کسی تعارف کے محتاج نہیں، وہ حدیث کے ان چھ ائمہ میں سے ہیں جن کی کتابوں کو پوری اُمت نے ''صحاح ستہ'' کا لقب دے کر انہیں حدیث کا مستند ترین ذخیرہ قرار دیا ہے۔ اُن کی جو کتاب صحاح ستہ میں شامل ہے، اُس کا نام ''المجتبیٰ'' ہے، جو صدیوں سے حدیث کے مستند مأخذ کے طور پر پڑھی اور پڑھائی جارہی ہے۔ لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس کتاب سے پہلے ایک اور کتاب ''السنن الکبریٰ'' کے نام سے لکھی تھی جو ''المجتبیٰ'' سے زیادہ جامع اور مفصل تھی، بلکہ ''المجتبیٰ'' درحقیقت ''السنن الکبریٰ'' کے انتخاب واختصار کے طور پر لکھی گئی تھی، بعد میں اس میں کچھ ایسی احادیث بھی آگئیں جو ''السنن الکبریٰ'' میں موجود نہیں ہیں، تاہم بحیثیتِ مجموعی ''السنن الکبریٰ'' زیادہ ضخیم، مفصل اور جامع کتاب تھی۔''

(تبصرے ص ۲۹۸ مطبوعہ مکتبہ معارف القرآن کراچی)

فائدہ: جلال الدین سیوطی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ جب نسائی نے السنن الکبریٰ لکھی تو امیر رملہ کے سامنے بطورِ تحفہ پیش کی۔ امیر رملہ نے کہا: کیا اس میں ساری روایتیں صحیح ہیں؟ پھر (امام) نسائی نے اس (السنن الکبریٰ) سے المجتبیٰ نکال کر (اپنے نزدیک) صحیح روایات پیش کردیں۔ (دیکھئے الزہر الربیٰ ص ۵)

سیوطی کے اس بیان سے بھی یہی ثابت ہے کہ السنن الصغریٰ للنسائی دراصل السنن الکبریٰ للنسائی کا اختصار ہے۔

آلِ دیوبند کے "پیر جی سید" مشتاق علی شاہ دیوبندی نے لکھا ہے:

"ابوعبدالرحمٰن نسائی نے سنن نسائی یعنی مجتبیٰ کو سنن کبریٰ سے منتخب کر کے مرتب کیا ہے اور خود اس امر کا اقرار کیا ہے کہ اس کی کل حدیثیں صحیح ہیں۔"

(ترجمان احناف ص ۲۷۳، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراضات کے جوابات ص ۱۷)

۲: السنن الکبریٰ للنسائی کے بارے میں تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے:

"لیکن اس کتاب سے استفادے کے وقت علمِ حدیث کے اُصول کے مطابق ایک اہم نکتہ ضرور ذہن نشین رہنا چاہئے، اور وہ یہ کہ حدیث کی کوئی کتاب جس میں مصنف نے اپنی سند سے احادیث روایت کی ہوں، مصنف کی طرف سے اس کی نسبت کے مستند ہونے کے لئے اَوّلاً تو یہ ضروری ہے کہ اُس مصنف سے وہ کتاب اس کے شاگردوں نے براہِ راست سن کر، پڑھ کر یا اجازت لے کر حاصل کی ہو، اور ہمارے زمانے تک اس کے روایت کرنے والوں کی سند متصل محفوظ ہو، یا پھر مصنف تک اس کتاب کی نسبت یا کم از کم شہرت و استفاضہ کی حد تک پہنچ گئی ہو، اس کے بغیر مصنف کی طرف کتاب کی نسبت محدثانہ اُصول کے مطابق مستند اور قابلِ اعتماد نہیں ہوتی۔

ہمارے زمانے میں حدیث اور سیرت و تاریخ کی بہت سی ایسی کتابیں منظرِ عام پر آئی ہیں جو تحدیث و اجازت کے روایتی طریقے سے ہم تک نہیں پہنچیں، بلکہ ان کے قلمی نسخے قدیم کتب خانوں میں دستیاب ہوئے، اور ان کی بنیاد پر وہ کتابیں شائع ہوئیں۔ ہمارے دور میں طبقاتِ ابن سعد، صحیح ابنِ خزیمہ، معجمِ طبرانی، مسندِ ابو یعلیٰ، تاریخ طبری وغیرہ اسی طرح شائع ہوئی ہیں۔ اگرچہ محققین نے ان کتابوں کے مختلف نسخوں کا مقابلہ کر کے اطمینان کر لیا ہے کہ یہ وہی کتابیں ہیں، لیکن محدثین کرامؒ نے حدیث کی کتابوں کے استناد کے لئے جس احتیاط سے کام لیا ہے، یہ کتابیں احتیاط کے اس اعلیٰ معیار پر پوری نہیں

اُترتیں، اوران سے استدلال واستنباط کرتے وقت یہ پہلو نظر سے اوجھل نہ رہنا چاہئے۔
زیرِ نظر کتاب بھی صدیوں نایاب رہی، اور فاضل محقق نے چار قلمی نسخوں کی بنیاد پر اسے مرتب کر کے شائع کیا ہے، ان کی محنت، عرق ریزی اور حزم واحتیاط قابلِ صد تبریک وتحسین ہے، اور یقیناً اس کے ذریعے انہوں نے پوری اُمت پر احسان کیا ہے، لیکن اس بات سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کتاب روایت واجازت کے محدثانہ طریقے پر ہم تک نہیں پہنچی، لہٰذا اس کا درجۂ استناد اُن کتابوں کے مقابلے میں بہت کم ہے جو سندِ متصل کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں اور جنہیں صدیوں سے پڑھا اور پڑھایا جارہا ہے۔
یہ ایک فنی نکتہ ہے جس کا بیان کرنا ضروری تھا، لیکن یقیناً اس کے باجود کتاب کی قدرو قیمت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، اس نکتے کے باوجود یہ ایک پیش بہا نعمت ہے اور دینی مدارس کے علماء وطلبہ، مصنفین اور محققین کے لئے ایک نادر تحفہ ہے، اور کوئی علمی کتب خانہ اس سے محروم نہ رہنا چاہئے۔(محرم الحرام ۱۴۱۳ھ)" (تبصرے ص ۳۰۰۔۳۰۱)
مذکورہ تبصرے میں تقی عثمانی صاحب نے یہ سمجھا دیا ہے کہ کتب ستہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ) کے مقابلے میں ایسی کتابوں کی روایات کا کوئی اعتبار نہیں جو ہمارے زمانے تک، روایت کرنے والوں کی سند متصل سے موجود ومشہور نہیں مثلاً المدونۃ الکبریٰ اور اس جیسی دوسری کتابیں، لہٰذا اخبار الفقہاء (غیر ثابت کتاب) مسند الحمیدی (نسخہ محرفہ) اور مسند ابی عوانہ (نسخہ مصحفہ وخطاً) سے روایات شاذہ اور خطاً واوہام لے کر صحیحین اور سنن اربعہ (کتب ستہ) کے خلاف پیش کرنا غلط ومردود ہے۔
فائدہ: مراتبِ صحاح ستہ کے تحت خیر محمد جالندھری دیوبندی نے لکھا ہے:
"پہلا مرتبہ بخاری کا ہے۔ دوسرا مسلم کا۔ تیسرا ابوداود کا۔ چوتھا نسائی کا۔ پانچواں ترمذی کا۔ چھٹا ابن ماجہ کا۔" (خیر الاصول فی حدیث الرسول ص ۷، آثارِ خیر ص ۱۲۴)

(۱۲/ نومبر ۲۰۱۱ء)

حکیم نور احمد یزدانی اور اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ؟

اصلی اہلِ سنت یعنی اہلِ حدیث کے خلاف دیوبندی حضرات کی طرف سے کتابیں، رسالے اور لٹریچر مسلسل شائع ہو رہا ہے اور اسی سلسلے میں حکیم نور احمد یزدانی دیوبندی کی کتاب: ''اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ'' بھی ہے، جس میں انھوں نے حکیم محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ کی کتاب کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اخلاق کے دائرے میں رہ کر ہر شخص کو آزادیٔ اظہار اور اپنا موقف بیان کرنے کی اجازت ہے، لیکن اس میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے:

۱: فریقِ مخالف کے خلاف سخت اور ناپسندیدہ الفاظ سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے۔

۲: فریقِ مخالف کے خلاف صرف وہی دلیل پیش کی جائے، جسے وہ حجت تسلیم کرتا ہے۔

۳: فریقِ مخالف کے اصول و قواعد کو مدِ نظر رکھا جائے۔

۴: فریقِ مخالف کے خلاف الزامی دلیل کو اُس کی مسلّم شخصیات اور مسلّمہ کتب و عبارات سے پیش کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کے خلاف اُن کی (محرّف) تورات سے حوالہ پیش کیا تھا۔

۵: ہر حال میں صداقت و امانت اور انصاف کا التزام کیا جائے اور کذب بیانی و غلط حوالوں سے اجتناب کیا جائے۔

۶: ہر حوالہ اصل کتاب سے لکھا جائے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ نور احمد یزدانی صاحب نے ادلۂ اربعہ (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس) کے بارے میں لکھا ہے: ''نواب صدیق حسن خاں اور دیگر علماء اہل حدیث اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں: فرماتے ہیں:... یعنی اصول شرع کے چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع، قیاس۔'' (اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۴۳)

نور احمد صاحب نے مزید لکھا ہے: ''مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری فرماتے ہیں:
اہل حدیث کا مذہب ہے کہ دین کے اصول چار ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع، قیاس
(رسالہ اہل حدیث ص 43)'' (اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۳۳۔۳۴)

عرض ہے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن، صحیح ومقبول حدیث اور ثابت شدہ صحیح اجماع شرعی حجت ہیں اور ضرورت کے وقت اجتہاد جائز ہے اور قیاسِ صحیح بھی اجتہاد کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ نیز عرض ہے کہ حکیم نور احمد یزدانی صاحب کی مذکورہ کتاب سے چار مثالیں پیشِ خدمت ہیں، جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حکیم صاحب نے اپنی اس کتاب میں صداقت وامانت اور انصاف کو مدِ نظر نہیں رکھا:

مثال اول: حکیم نور احمد صاحب ۔نے بحوالہ نہج البلاغہ (۳/۹۱) لکھا ہے کہ'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اوقات نماز کے بارے میں اپنے امراء کے نام مندرجہ ذیل مراسلہ بھیجا:
......بعد حمد وصلوٰۃ پس لوگوں کو ظہر کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب سورج بکریوں کے باڑے کی دیوار سے ڈھل جائے اور سایہ دیوار کے طول کے مطابق ہو (جیسا کہ ہر شے کا سایہ اس کی مثل ہوتا ہے) اور نماز عصر اس وقت پڑھاؤ جبکہ سورج سفید زندہ ہو...''

(اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۶۴)

کہا جاتا ہے کہ نہج البلاغہ نامی کتاب کو شریف رضی محمد بن حسین بن موسیٰ الشیعی (متوفی ۴۰۶ھ) نے لکھا ہے، لیکن شریف رضی سے لے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک متصل صحیح سند موجود نہیں اور نہ شریف رضی تک کوئی متصل صحیح سند موجود ہے۔

اہلِ سنت میں سے اسماء الرجال کے ایک امام حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے شریف رضی کے تذکرے میں لکھا ہے: ''شاعر بغداد، رافضي جلد''بغداد کا شاعر، کٹر رافضی۔

(میزان الاعتدال ۳/۵۲۳ ت ۷۴۱۸)

حافظ ذہبی نے مزید فرمایا:''علي بن الحسين الحسيني الشريف المرتضى المتكلم الرافضي المعتزلي ... هو المتهم بوضع كتاب نهج البلاغة ... و

من طالع كتابه نهج البلاغة جزم بأنه مكذوب على أمير المؤمنين علي رضي الله عنه ، ففيه السب الصراح والحطّ على السيّدين أبي بكر و عمر رضي الله عنهما ... "علی بن حسین الحسینی شریف المرتضی ، متکلم رافضی معتزلی... نہج البلاغہ کتاب گھڑنے کی تہمت اس پر ہے... اور جس نے اس کی کتاب نہج البلاغہ کا مطالعہ کیا تو وہ بالجزم کہتا ہے کہ یہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ ہے ، اس میں صریح گالیاں اور سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی توہین ہے... (میزان الاعتدال ۳/۱۲۴ ت ۵۸۲۷)

نیز دیکھئے لسان المیزان (ج ۴ ص ۲۲۳ ـ ۲۲۴ ، نسخہ محققہ ۵/ ۱۷ ـ ۲۰)

معلوم ہوا کہ اس بے سند کتاب کو محمد بن حسین ، یا علی بن حسین نے خود لکھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا تھا ، یا یہ دونوں اس کتاب (نہج البلاغہ) کے وضع کرنے میں شریک تھے ۔ واللہ اعلم

نہج البلاغہ ان کتابوں میں سے ہے ، جن سے علمائے عرب نے ڈرایا ہے اور اُسے موضوع (من گھڑت) قرار دیا ہے ۔ (دیکھئے کتب حذر منہا العلماء ج ۲ ص ۲۵۰ ـ ۲۵۷)

شیعہ امامیہ جعفریہ اثنا عشریہ کی اس کتاب (نہج البلاغہ) کو اہلِ سنت (اہل حدیث) کے خلاف بطورِ حجت پیش کرنا غلط بلکہ ظلم عظیم ہے ۔

شیعہ کی کتاب نہج البلاغہ کے حوالۂ مذکورہ کے رد میں عرض ہے کہ اہل سنت کی مشہور کتاب موطأ امام مالک میں لکھا ہوا ہے کہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو لکھ کر حکم دیا: " أن صلّ الظهر إذا زاغت الشمس "

جب سورج ڈھل جائے تو ظہر پڑھ ۔ (روایۃ یحییٰ ۱/ ۷ ح ۶ وسندہ صحیح)

مشہور ثقہ تابعی سوید بن غفلہ رحمہ اللہ نمازِ ظہر اول وقت ادا کرنے پر اس قدر ڈٹے ہوئے تھے کہ مرنے کے لئے تیار ہو گئے مگر یہ گوارا نہ کیا کہ ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھیں اور فرمایا: ہم ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے اول وقت پر نماز ظہر ادا کرتے تھے ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۳ ح ۳۲۷۱ وسندہ صحیح)

اسلم مولیٰ عمر کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ظہر کا وقت ایک ذراع سائے سے لے کر ایک مثل تک رہتا ہے۔ (الاوسط لابن المنذر ۲/ ۳۲۸ ث ۹۴۸ وسندہ صحیح)

مثال دوم: اہلِ حدیث، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جہری نمازوں میں امام و مقتدی دونوں آمین بالجہر کہتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک آمین بالجہر مرجوح اور آمین بالسر راجح ہے۔ نور احمد یزدانی صاحب نے آمین بالسر کی دلیل دیتے ہوئے لکھا ہے:

"دلیل 6: عَنْ وَكِيعٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلْمَةَ ابْنِ كُهَيْلٍ عن حُجْرِ ابْنِ عَنِيسٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْنَ و خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ رَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ. (انوار السنن صفحہ ۴۸)

یعنی وائل ابن حجر نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے ولا الضالین پڑھا پھر آپ نے پست آواز سے آمین کہی۔

نوٹ: ترمذی نے بھی بسند سفیان اس حدیث کو بیان کیا جس سے جہراً آمین ثابت ہوتا ہے لیکن اس سند میں راوی علاء بن صالح شیعہ ہے اور یہ روایت وکیع کے واسطے سے مذکور ہے اور وکیع بالاتفاق ثقہ و معتبر ہے۔" (اصلی صلوۃ الرسول ﷺ ص ۱۷۰۔۱۷۱)

عرض ہے کہ نور احمد صاحب کی مذکورہ روایت (جس پر زیر، زبر، پیش و جزم وغیرہ بھی لگے ہوئے ہیں) نہ تو مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہے اور نہ حدیث کی باسند کسی کتاب میں، لہٰذا نور احمد صاحب اور ان کے ممدوح صاحبِ انوار السنن (؟) دونوں نے غلط بیان کی ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں تو درج ذیل روایت و متن موجود ہے:

"حدثنا وكيع ثنا سفيان عن سلمة بن كهيل عن حجر بن عنبس عن وائل ابن حجر قال: سمعت النبي ﷺ قرأ ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ فقال: آمين، يمدبها صوته" (ج ۲ ص ۴۲۵، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۱۸۹ ح ۷۹۶۰، عوامہ والا نسخہ ج ۵ ص ۳۱۰۔۳۱۱ ح ۸۰۴۳، چوتھا نسخہ ج ۳ ص ۲۴۸ ح ۸۰۳۵)

یہ روایت اسی سند و متن کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ کے دوسرے مقام پر بھی موجود

ہے۔ (دیکھئے ج ۱۰ ص ۵۲۵ ح ۳۰۱۴۶)

اور یہی وہ معرکۃ الآراء روایت ہے، جسے اسی سند و متن کے ساتھ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے امام ابوحنیفہ کے خلاف بطورِ رد پیش کیا ہے:

(ج ۱۴ ص ۲۴۴۔۲۴۵ ح ۳۶۳۸۳ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الرد علیٰ ابی حنیفہ)

کتنا بڑا ظلم ہے کہ نور احمد دیوبندی صاحب نے ''یمدبها صوته'' کو بدل کر ''خفض بها صوته'' کر دیا ہے۔ کیا آلِ دیوبند میں کوئی بھی انصاف پسند نہیں جو ایسی حرکتوں سے منع کرے؟!

امام وکیع کی مذکورہ روایت کو امام احمد بن حنبل نے ''یمدّ بها صوته'' کے الفاظ سے اپنی مشہور کتاب: المسند میں روایت کیا ہے۔ (دیکھئے ج ۴ ص ۳۱۶ ح ۱۸۸۴۲)

سنن دارقطنی میں بھی یہی روایت وکیع اور محاربی قالا: ثنا سفیان إلخ کی سند و متن (یعنی یمدّ بها صوته) سے موجود ہے۔ امام دارقطنی نے فرمایا: ''هذا صحیح'' یہ صحیح ہے۔ (ج ۱ ص ۳۳۳۔۳۳۴ ح ۱۲۵۳)

تنبیہ: راقم الحروف نے آثار السنن للنیموی کی روایات کی تحقیق اور اہلِ حدیث پر اعتراضات کے جواب میں انوار السنن کے نام سے ایک کتاب عربی و اردو میں لکھی ہے، جو ابھی تک غیر مطبوع ہے۔ یسر اللہ لنا طبعه (آمین)

دیوبندی علماء آمین بالجہر کہیں یا بالسر کہیں، یہ اُن کی مرضی ہے، لیکن انھیں یہ حق قطعاً حاصل نہیں کہ اپنی طرف سے متن بنا کر صحیح سند کے ساتھ فٹ کر دیں اور پھر اس خود ساختہ روایت سے مسائل اختلافیہ میں استدلال شروع کر دیں۔ آخر ایک دن اللہ رب العالمین کے دربار میں حاضری بھی ہوگی، اُس دن ایسی حرکتوں کا کیا جواب سوچ رکھا ہے؟!

نور احمد صاحب کا اثنا عشری جعفری شیعوں کی مشہور کتاب نہج البلاغہ کو اہلِ سنت کے خلاف پیش کرنا اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق راوی علاء بن صالح کو شیعہ قرار دے کر جرح کرنا بہت بڑی ستم ظریفی اور تضاد ہے، نیز عرض ہے کہ علاء بن صالح پر یہاں

جرح چار وجہ سے مردود ہے:

۱: علاء بن صالح کا شیعہ ہونا ثابت نہیں اور میزان الاعتدال میں امام ابو حاتم الرازی کی طرف ''کان من عتق الشیعة '' کا جو قول منسوب ہے، امام ابو حاتم سے یہ قول ثابت نہیں بلکہ انھوں نے علاء بن صالح کے بارے میں فرمایا: ''لا بأس به'' اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں۔ (کتاب الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۳۵۷)

جب یہ قول ثابت ہی نہیں تو پھر علاء بن صالح پر شیعہ ہونے کا اعتراض اصلاً باطل و مردود ہے۔

۲: متقدمین کا کسی راوی کو صرف شیعہ کہہ دینا، اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ راوی اثنا عشری جعفری شیعہ تھا، بلکہ متقدمین کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دینا بھی تشیع کہلاتا تھا۔ (دیکھئے میزان الاعتدال ۱/۵ ت ۲)

۳: علاء بن صالح کو امام یحییٰ بن معین، یعقوب بن سفیان الفارسی، عجلی، ابو حاتم الرازی، ابو زرعہ الرازی اور ابن حبان وغیرہم یعنی جمہور محدثین نے ثقہ ولا بأس بہ قرار دیا، نیز ان کی بیان کردہ احادیث کو حسن اور صحیح کہا۔ سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''بایں ہمہ ہم نے توثیق و تضعیف میں جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔ مشہور ہے کہ زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو'' (احسن الکلام ج ۱ ص ۶۱)

عرض ہے کہ حکیم نور احمد صاحب نے علاء بن صالح پر جرح کرتے ہوئے جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا دامن چھوڑ دیا ہے۔!

۴: علاء بن صالح اس روایت میں منفرد نہیں، بلکہ درج ذیل راویوں نے بھی یہ حدیث اسی مفہوم کے ساتھ سفیان ثوری سے بیان کی ہے:

☆ محمد بن کثیر العبدی: ورفع بها صوته.

(سنن ابی داود: ۹۳۲، سنن دارمی: ۱۲۵۰، بلفظ ویرفع بها صوته)

☆ ابوداود عمر بن سعد الحفری: رفع بها صوته.

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۵۷، معرفۃ السنن والآثار ۱/ ۵۳۰ ح ۷۳۸)

☆ محمد بن یوسف بن واقد الفریابی: یرفع صوته بآمين . (سنن دارقطنی ۱/ ۳۳۳ ح ۱۲۵۴)

☆ قبیصہ بن عقبہ: یرفع بھا صوته . (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲/ ۴۴ ح ۱۱۱)

کیا اتنے راویوں کی متابعات کے بعد بھی جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی علاء بن صالح کی بیان کردہ حدیث ضعیف ہی ہے اور شیعوں کی نہج البلاغہ قابلِ اعتماد ہے؟!

فائدہ: سنن ابی داود (۹۳۳) کی روایت میں علی بن صالح نے علاء بن صالح کی متابعت کی ہے، لیکن یہاں علی بن صالح کا نام مشکوک ہے، لہٰذا میں نے اس سے استدلال نہیں کیا۔

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے آمین بالجہر والی حدیث کو (جو مختلف الفاظ اور جہری مفہوم کے ساتھ مروی ہے) درج ذیل محدثین نے صحیح وحسن کہا ہے:

دارقطنی، ابن حجر العسقلانی، بغوی، ابن القیم اور ترمذی

(دیکھئے میری کتاب القول المتین فی الجہر بالتأمین ص ۳۱)

جبکہ امام شعبہ والی روایت شاذ ومعلول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

مثالِ سوم: اول نماز پڑھنے کے بارے میں نور احمد یزدانی صاحب نے سُرخی جماتے ہوئے لکھا ہے:" اول وقت کی حدیثیں ضعیف ہیں

انصاف کی رو سے ان روایات سے احتجاج درست نہیں۔" (اصلی صلوٰۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۷۲)

عرض ہے کہ امام ابن خزیمہ نے فرمایا:" نا بندار بن بشار :حدثنا عثمان بن عمر :نا ملك بن مغول عن الوليد بن العيزار عن أبي عمرو الشيباني عن عبد الله بن مسعود قال :سألت رسول الله ﷺ أي العمل أفضل ؟ قال: الصلاة في أول وقتها . " (صحیح ابن خزیمہ ۱/ ۱۶۹ ح ۳۲۷)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اول وقت میں نماز پڑھنا۔

مختصر تخریج: اسے ابن حبان (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۴۷۳، ۱۴۷۷) اور حاکم (المستدرک ۱/ ۱۸۸ ح ۶۷۵) نے بندار سے اور حاکم (ح ۶۷۴) نے الحسن بن مکرم: ثنا عثمان بن عمر کی سند سے روایت کیا ہے اور درج ذیل اماموں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے:

۱: ابن خزیمہ

۲: ابن حبان

۳: حاکم (صحیح علی شرط الشیخین)

۴: ذہبی (صحیح علی شرطہما)

اب اس سند کے راویوں کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے:

۱: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مشہور صحابی

۲: ابوعمرو الشیبانی سعد بن ایاس رحمہ اللہ ثقہ مخضرم (تقریب التہذیب: ۲۲۴۳)

۳: الولید بن عیزار ثقة (تقریب التہذیب: ۷۴۴۶)

۴: مالک بن مغول ثقة ثبت (تقریب التہذیب ۶۴۵۱)

۵: عثمان بن عمر بن فارس صالح ثقة (الکاشف للذہبی ۲/ ۲۹۳ ت ۳۷۱۹)

۶: محمد بن بشار عرف بندار ثقة (تقریب التہذیب: ۵۷۵۴)

الحسن بن مکرم الإمام الثقة (سیر اعلام النبلاء ۱۳/ ۱۹۲)

المستدرک للحاکم میں اس حدیث کے دو شواہد بھی ہیں:

۱: علي بن حفص المدائني ثنا شعبة عن الولید بن العیزار إلخ... (ح ۶۷۶)

۲: حدیث الحسن بن علي بن شبیب العمري، و باقي السند صحیح . (ح ۶۷۷)

اول وقت میں نماز پڑھنے والی صحیح حدیث کو نور احمد صاحب نے ضعیف قرار دیا، لیکن دوسری طرف ایک بے سند روایت کے بارے میں بحوالہ قاضی شمس الدین (!) لکھا ہے:

"اور بدائع میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے انہوں نے کہا دس صحابہ جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر صرف شروع نماز کی تکبیر کے ساتھ۔" (اصلی صلوۃ الرسول ﷺ ص ۱۸۸)

عرض ہے کہ بدائع الصنائع ہو یا کوئی کتاب، کیا کسی کتاب میں اس روایت کی متصل اور صحیح سند موجود ہے؟

حکیم نور احمد صاحب تو اگلے جہان پہنچ چکے ہیں، لہٰذا آلِ دیوبند کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ بدائع نامی حنفی کتاب کی مذکورہ روایت باسند متصل پیش کریں اور اصولِ حدیث سے اس کا صحیح ہونا بھی ثابت کریں، یا پھر یہ اعلان کر دیں کہ ان کے حکیم نور احمد صاحب نے موضوع و بے سند روایت سے استدلال کیا ہے۔

مثال چہارم: حکیم نور احمد صاحب نے لکھا ہے:

" قرأت خلف الامام کی حدیثیں غیر صریح اور ضعیف ہیں" (اصلی صلوۃ الرسول ﷺ ص ۱۵۴)

حالانکہ فاتحہ خلف الامام کے مسئلے پر کئی صحیح حدیثیں موجود ہیں اور نافع بن محمود (ثقہ تابعی) رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں آیا ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میرے ساتھ پڑھتے ہو؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں!

آپ نے فرمایا: نہ پڑھو سوائے سورۂ فاتحہ کے، کیونکہ بے شک جو شخص سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا، اس کی نماز نہیں ہوتی۔

(کتاب القراءت خلف الامام للبیہقی ص ۶۴ ح ۱۲۱، وقال البیہقی: "و هذا إسناد صحیح و رواته ثقات")

اس حدیث کو درج ذیل اماموں نے صحیح و حسن قرار دیا ہے:

۱: امام بیہقی رحمہ اللہ

۲: امام دارقطنی رحمہ اللہ قال: " هذا إسناد حسن و رجاله ثقات کلهم"

(سنن الدارقطنی ۱/۳۲۰ ح ۱۲۰۷)

۳: الضیاء المقدسی، رواہ فی المختارة (۸/۳۴۶۔۳۴۷ ح ۴۲۱)

اس حدیث کے جلیل القدر راوی سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہؓ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں ہے خصوصاً قرآن کریم، صحیح احادیث اور جمہور حضرات صحابہ کرامؓ کے آثار کے مقابلہ میں...'' (احسن الکلام ج ۱۰ص ۱۵۶،طبع جون ۲۰۰۶ء)

تنبیہ: ''کے مقابلہ میں'' والی بات بالکل غلط ہے، جس کے رد کے لئے میری کتاب: الکواکب الدریہ فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی الجہر یہ ہی کافی ہے۔ والحمدللہ

جملۂ معترضہ کے بعد عرض ہے کہ دوسری طرف نور احمد صاحب نے عباد بن صہیب نامی راوی کی وہ روایت پیش کی ہے، جس میں دورانِ وضوء مختلف دعائیں پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ اس کے بعد نور احمد صاحب نے رحمۃ المھداۃ نامی کتاب کے حوالے سے لکھا ہے:

''لیکن ابو داود کہتے کہ وہ قدری تھا اور سچا تھا۔ امام احمد نے فرمایا اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔'' (اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۸۹)

عرض ہے کہ امام ابوداود کی طرف منسوب یہ قول ابو عبید الآجری کے مجہول ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں اور امام احمد کا قول توثیق نہیں ہے۔

اب عباد بن صہیب پر جمہور محدثین کی جروح صحیح حوالوں سے پیشِ خدمت ہیں:

۱: ابوحاتم الرازی نے کہا: ''ضعیف الحدیث منکر الحدیث، ترك حدیثه''

(الجرح والتعدیل ۶/۸۲)

۲: ابوبکر بن ابی شیبہ نے کہا: ہم نے عباد بن صہیب کے مرنے سے بیس سال پہلے اس کی حدیث کو ترک کر دیا۔ (ایضاً ص ۸۱ وسندہ صحیح)

۳: علی بن المدینی نے کہا: ''ذھب حدیثه'' اس کی حدیث ختم ہو چکی ہے۔

(ایضاً ص ۸۱)

۴: ابن ابی حاتم نے کہا: ''روی عنه من لم یفهم العلم'' اس سے اس نے روایت

بیان کی ہے جو علم نہیں سمجھتا۔ (ایضاً ص ۸۱)

۵: امام بخاری نے فرمایا: " ترکوه " انھوں (محدثین) نے اسے ترک کردیا۔

(کتاب الضعفاء: ۲۴۷)

۶: امام نسائی نے فرمایا: " متروك الحديث " (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۴۱۱)

۷: ابن حبان نے کہا: وہ قدری تھا (اور) قدریت (بدعت) کی طرف دعوت دینے والا تھا، اس کے ساتھ وہ مشہور لوگوں سے منکر حدیثیں بیان کرتا، جنھیں سن کر علم حدیث کا ابتدائی طالب علم بھی یہ فیصلہ کردیتا ہے کہ یہ حدیثیں موضوع ہیں۔

پھر حافظ ابن حبان نے وضوء کے دوران میں دعاؤں والی روایت کو ذکر کیا۔

(کتاب المجروحین ۲/۱۶۴۔۱۶۵، دوسرا نسخہ ۲/۱۵۴۔۱۵۵)

۸: عقیلی نے اسے ضعیف راویوں میں ذکر کیا۔ (دیکھئے الضعفاء للعقیلی ۳/۱۴۴۔۱۴۵)

۹: جوزجانی نے کہا: وہ اپنی بدعت میں غالی تھا، باطل چیزوں کے ساتھ جھگڑے کرتا تھا۔

(احوال الرجال: ۱۷۸)

۱۰: ابن سعد نے کہا: اور وہ قدیم تھا، لیکن وہ قدریت کی طرف دعوت دینے والا تھا، لہٰذا اس کی حدیث متروک ہوگئی۔ (طبقات ابن سعد ۷/ ۲۹۷)

۱۱. حافظ ذہبی نے عباد بن صہیب کے بارے میں فرمایا: " كذاب هالك " جھوٹا (اور) ہلاک کرنے والا ہے۔ (دیوان الضعفاء والمتروکین ۲/ ۱۴ ت ۲۰۷۴)

حافظ ذہبی نے عباد بن صہیب کی وضوء کے درمیان اذکار والی روایت کے بارے میں فرمایا: " باطل " ہے۔ (میزان الاعتدال ۲/ ۳۶۷ ت ۴۱۲۲)

۱۲: یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: عباد (بن صہیب) اور (ایوب) ابن خوط کی حدیث نہ لکھی جائے۔ (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/ ۶۶۶)

۱۳: ہیثمی نے کہا: عباد بن صہیب متروک ہے اور اس پر (محدثین کی طرف سے) وضعِ حدیث کی تہمت ہے (یعنی محدثین نے اسے کذاب قرار دیا ہے) اور ابوداود نے اس کی

توثیق کی۔ (مجمع الزوائد ۷/ ۱۹۶)

عرض ہے کہ ابوداود کی توثیق ان سے ثابت نہیں، اس توثیق کا راوی ابوعبید الآجری ہے اور اس کا ثقہ ہونا ثابت نہیں ہے۔

۱۴: محمد بن بشار العبدی نے کہا: "مبتدع خبیث" خبیث بدعتی ہے۔

(الضعفاء لابی زرعہ الرازی ص ۳۶۸ ج ۲)

۱۵: ابوزرعہ الرازی نے اسے ضعفاء میں ذکر کیا۔ (ج ۲ ص ۶۳۵ ت ۲۰۰)

۱۶: ابن الجوزی نے اسے الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا۔ (ج ۲ ص ۷۴ ت ۱۷۷۷)

۱۷: سیوطی نے کہا: "عباد متروك" عباد متروک ہے۔ (اللآلی المصنوعۃ ۱/ ۱۱۴)

۱۸: حسین بن ابراہیم الجورقانی الہمدانی نے عباد بن صہیب کی بیان کردہ ایک روایت کو "هذا حديث باطل" کہا۔ (الاباطیل والمناکیر ۲/ ۲۴۲ ح ۶۲۷)

۱۹: ابن الملقن نے عباد بن صہیب کو متروک کہا۔ (البدر المنیر ۲/ ۱۳۵)

۲۰: حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: " و فيه عباس (كذا، و الصواب :عباد) بن صهيب وهو متروك " (التلخيص الحبير ۱/ ۱۰۰ ح ۱۱۷)

ان کے علاوہ دیگر علماء سے بھی عباد مذکور پر شدید جروح مروی ہیں، مثلاً ابن حماد دولابی حنفی نے کہا: "متروك الحديث" (الکامل لابن عدی ۴/ ۱۶۵۲، دوسرا نسخہ ۵/ ۵۵۷)

ایسے شدید مجروح و متروک راوی کی روایت پیش کر کے اور صحیح احادیث کو ضعیف کہہ کر نور احمد یزدانی صاحب نے کون سے انصاف سے کام لیا ہے؟ انصاف تو یہ تھا کہ یہ لوگ صحیح و ثابت روایات لکھتے، ضعیف روایات سے اجتناب کرتے، صحیح احادیث کو تسلیم کرتے اور صداقت، دیانت و امانت سے کام لیتے، لیکن غیرت تھا نام جس کا گئی تیمور کے گھر سے!!

کیا تحقیق اور کتابیں لکھنا اسی کا نام ہے کہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق راویوں کو ضعیف اور ضعیف و مجروح راویوں کو ثقہ و صدوق ثابت کرنے کی کوشش کی جائے یا...؟!

(۲۴/ مارچ ۲۰۱۱ء)

مسئلہ رفع یدین اور مزاری دیو بندی کے شبہات

مری سے تحمل حسین صاحب نے ایک چار ورقی پمفلٹ: ''مسئلہ رفع یدین'' کے عنوان سے بھیجا ہے، جسے کسی دوست محمد مزاری دیو بندی نے لکھا ہے اور محمد رفیع عثمانی دیو بندی نے اس پمفلٹ کی تصدیق کی ہے، نیز محمد تقی عثمانی، محمد عبدالمنان اور عبدالرؤف وغیرہم نے ''الجواب صحیح'' لکھ کر اس پر مُہریں لگائی ہیں۔ تحمل حسین صاحب کے مطالبے پر اس پمفلٹ کا جواب پیشِ خدمت ہے:

مزاری دیو بندی نے لکھا ہے: ''نماز میں رفع یدین کرنا نہ کرنا دونوں ثابت ہیں۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت جابر بن مسعودؓ اور دیگر کئی اجلّہ (بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل مدینہ و اہل کوفہ ترک رفع یدین پر عامل رہے۔''

عرض ہے کہ کرنا تو ثابت ہے اور نہ کرنا ہرگز ثابت نہیں، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ہم نے حجاز و عراق کے جتنے محقق علماء کو پایا ہے (مثلاً) ان میں عبداللہ بن الزبیر (الحمیدی) علی بن عبداللہ بن جعفر (المدینی) یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ ہیں۔ یہ اپنے زمانے کے (بڑے) علماء تھے، ان میں سے کسی ایک کے پاس بھی ترکِ رفع یدین کا علم نہ تو نبی ﷺ سے (ثابت) ہے اور نہ نبی ﷺ کے کسی صحابی سے کہ اس نے رفع یدین نہیں کیا۔'' (جزء رفع الیدین بتحقیقی: ۴۰ص ۶۴)

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے مزید فرمایا: ''اور نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی ایک سے بھی یہ ثابت نہیں کہ وہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔'' (جزء رفع الیدین: ۷۶)

امام بخاری کے مقابلے میں مزاری کی بات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مزاری کے ذکر کردہ کسی ایک صحابی سے بھی ترکِ رفع یدین ثابت نہیں، بلکہ درج ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم

سے رفع یدین کا کرنا ثابت ہے:

۱: سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۷۳ ورجالہ ثقات وسندہ صحیح)

۲: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۳۵ ح ۲۴۳۱ وسندہ حسن)

ان کے علاوہ درج ذیل صحابہ سے بھی رفع یدین ثابت ہے:

۳: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۷۳۹)

۴: سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۷۳۷ وصحیح مسلم: ۳۹۱)

۵: سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ (الاوسط لابن المنذر ۳/ ۱۳۸، وسندہ صحیح)

۶: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (جزء رفع الیدین: ۲۰ وسندہ صحیح)

۷: سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ (السنن الکبریٰ ۲/ ۷۳ وسندہ صحیح)

۸: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (جزء رفع الیدین: ۲۲ وسندہ صحیح)

۹: سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (شرح سنن الترمذی لابن سید الناس ۲/ ۲۹۰)

۱۰: سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ (مسند السراج: ۹۲ وسندہ حسن)

۱۱: سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ ام الدرداء رحمہا اللہ (جزء رفع الیدین: ۲۵ وسندہ حسن)

اور یہ ظاہر ہے کہ ام الدرداء نے اپنے شوہر سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ہی نماز سیکھی ہوگی۔

رفع یدین پر صحابۂ کرام کے ان آثارِ متواترہ کے بعد تابعین عظام کے دس سے زیادہ آثار پیشِ خدمت ہیں:

۱: محمد بن سیرین الانصاری البصری رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۳۵ ح ۲۴۳۶ وسندہ صحیح)

۲: ابو قلابہ البصری الشامی رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۳۵ ح ۲۴۳۷ وسندہ صحیح)

۳: وھب بن منبہ الیمانی رحمہ اللہ

(التمہید لابن عبدالبر ۹/ ۲۲۸ وسندہ صحیح، مصنف عبدالرزاق ۲/ ۶۹ ح ۲۵۲۴)

۴: سالم بن عبداللہ بن عمر المدنی رحمہ اللہ

(حدیث السراج ۲/ ۳۴-۳۵ ح ۱۱۵، وسندہ صحیح، جزء رفع الیدین ۶۲ وسندہ حسن)

۵: قاسم بن محمد بن ابی بکر المدنی رحمہ اللہ (جزء رفع الیدین: ۶۲ وسندہ حسن)

۶: عطاء بن ابی رباح المکی رحمہ اللہ (جزء رفع الیدین: ۶۲ وسندہ حسن)

۷: مکحول الشامی رحمہ اللہ (جزء رفع الیدین: ۶۲ وسندہ حسن)

۸: نعمان بن ابی عیاش الانصاری المدنی رحمہ اللہ (جزء رفع الیدین: ۵۹ وسندہ حسن)

۹: طاؤس الیمنی رحمہ اللہ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۷۴ وسندہ صحیح)

۱۰: سعید بن جبیر الکوفی رحمہ اللہ (السنن الکبریٰ ۲/ ۷۵ وسندہ صحیح)

۱۱: قاسم بن مخیمرہ الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ (جزء رفع الیدین: ۶۰ وسندہ صحیح)

۱۲: حسن بصری رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۳۵ ح ۲۴۳۵ وسندہ صحیح)

مکہ، مدینہ، یمن، شام، ہمدان، کوفہ اور عراق وغیرہ کے رہنے والے صحابہ و تابعین کے ان آثارِ متواترہ کے بعد مزاری کا مذکورہ بے دلیل دعویٰ باطل و مردود ہے۔ ائمہ اربعہ میں سے تین امام رفع یدین کے قائل و فاعل تھے۔

۱: امام مالک المدنی رحمہ اللہ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۵۵/ ۱۳۴، وسندہ حسن)

امام ابوالعباس القرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تین مقامات پر رفع یدین کرنا امام مالک کا آخری اور سب سے صحیح قول ہے۔ (دیکھئے المفہم ج ۲ ص ۱۹، طرح التثریب ج ۱ ص ۲۵۴ واللفظ لہ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''و به یقول مالك و معمر و الأوزاعي و عبدالله بن المبارك و الشافعي و أحمد و إسحاق '' اور اس (رفع یدین) کے قائل مالک (بن انس المدنی)، معمر (بن راشد الیمنی)، اوزاعی (شامی)، عبداللہ بن المبارک (المروزی المجاہد)، شافعی (المطلبی المکی المصری)، احمد (بن حنبل المروزی البغدادی) اور اسحاق (بن راہویہ المروزی المجتہد) ہیں۔ (سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی ج ۲ ص ۵۷ ح ۲۵۶)

امام مالک سے ترکِ رفع یدین ثابت نہیں اور مدوّنہ نامی کتاب بے سند و غیر مستند ہونے کی وجہ سے ناقابلِ اعتبار ہے۔

۲: امام شافعی رحمہ اللہ (کتاب الام ج ۱ ص ۱۰۴)

۳: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (مسائل امام احمد ص ۷۰ وروایۃ ابی داود ص ۳۴ وغیرہما)

مزاری دیوبندی نے لفاظی کرتے ہوئے مختلف باتیں لکھی ہیں اور بعض جگہ صریح غلط بیانی بھی کی ہے، مثلاً لکھا ہے: ''چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں چھ دفعہ رفع یدین کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔''

عرض ہے کہ ایسی کوئی روایت ہمارے علم میں نہیں ہے۔

مزاری صاحب نے ادھر اُدھر کی باتیں اور بے سند کلام کے بعد لکھا ہے:

''رفع یدین اور ترک رفع یدین پر چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں:''

عرض ہے کہ مزاری صاحب کی روایات مذکورہ پر تبصرہ درج ذیل ہے:

۱) ''عن مجاهد قال: صلّيت خلف ابن عمر فلم يرفع يديه إلا في التكبيرة الأولى من الصلوة'' (بحوالہ طحاوی ص ۱۱۰ ج ۱)

روایتِ مذکورہ میں ابوبکر بن عیاش صدوق حسن الحدیث وثقہ الجمہور راوی کو غلطی لگ گئی تھی، جیسا کہ محدثین کے اجماع سے ثابت ہے اور اجماع شرعی حجت ہے۔

۱: اس روایت کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ باطل ہے۔

(مسائل احمد، روایۃ ابن ہانی ۱/۵۰ فقرہ: ۲۳۷)

۲: امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ روایت ابوبکر (بن عیاش) کا وہم ہے، اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (جزء رفع الیدین: ۱۶، نصب الرایہ ۱/۳۹۴)

۳: امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ ابوبکر (بن عیاش) یا حصین کا وہم ہے۔

(العلل الواردہ ج ۱۳ ص ۱۶، سوال ۲۹۰۲)

۲) ''عن ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه حذو منكبيه و اذا رفع رأسه من الركوع رفعهما كذلك ايضًا''

(موطأ امام مالک ص ۵۹)

یحییٰ بن یحییٰ رحمہ اللہ راوی کی بیان کردہ موطأ امام مالک کی اس روایت کا مفہوم درج

ذیل ہے:

رسول اللہ ﷺ شروع نماز میں اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

دوسرے راوی عبدالرحمٰن بن القاسم کی بیان کردہ موطأ امام مالک کی اس روایت کے الفاظ اور مفہوم درج ذیل ہے:

''أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ. وَقَالَ: ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.)) وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُودِ. (سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں کندھوں تک رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح رفع یدین کرتے اور فرماتے: ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) اللہ نے اس کی سن لی جس نے اس کی حمد بیان کی۔ ((رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)) اے ہمارے رب! اور سب تعریفیں تیرے لئے ہیں، اور آپ (ﷺ) سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(موطأ امام مالک تحقیقی ص۱۳۶۔۱۳۷ ح۵۹ روایۃ ابن القاسم)

ثابت ہوا کہ اس حدیث میں تین جگہ رفع یدین ثابت ہے، جبکہ یحییٰ بن یحییٰ کی روایت میں دو جگہ لکھا ہوا ہے، یعنی تیسری دفعہ والا رہ گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حدیث کی تمام سندیں جمع کر کے مشترکہ مفہوم پر عمل کرنا چاہئے۔

دوسرے یہ کہ مزاری صاحب اور عام دیوبندیوں کا رکوع سے بعد والے رفع یدین پر بھی عمل نہیں، لہٰذا وہ کس وجہ سے اس روایت کو پیش کرتے ہیں؟!

۴) مزاری صاحب نے اس نمبر کے تحت صحیح بخاری (ص۱۰۲ ج۱) کی جو حدیث پیش کی ہے، اس کا ترجمہ و مفہوم پیشِ خدمت ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ جب نماز میں کھڑے ہوئے تو کندھوں تک رفع یدین کیا، آپ رکوع کے لئے تکبیر کہتے وقت ایسا ہی کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو ایسا ہی (یعنی رفع یدین) کرتے تھے۔

یہ اہلِ حدیث کی زبردست دلیل ہے اور دیوبندیوں کا عمل اس کے سراسر خلاف ہے۔

٤) مزاری صاحب نے اس نمبر کے تحت بخاری شریف (ص ۱۰۲ ج ۱) کی جو روایت پیش کی ہے، اس کا ترجمہ ومفہوم درج ذیل ہے:

ابن عمر (رضی اللہ عنہ) جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے، جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو رفع یدین کرتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے۔

عرض ہے کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کی زبردست دلیل ہے اور ہمارا اس پر چار یا تین رکعتوں والی نماز میں عمل ہے۔ والحمد للہ

اس صحیح حدیث کو اوکاڑوی اور گھمن پارٹی کا امام ابوداود وغیرہ بعض علماء کے شاذ و مرجوح اقوال کی مدد سے ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کرنا مردود ہے اور زمانۂ تدوینِ حدیث کے بعد ایسی جرح صحیح بخاری پر حملہ بھی ہے۔

٥) "عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان یرفع یدیہ عند التکبیر للرکوع و عند التکبیر حین یھوی ساجداً" (مجمع الزوائد ص ۱۰۲ ج ۲)

اس روایت میں دو مقامات پر رفع یدین کا ذکر ہے:

۱: رکوع سے پہلے تکبیرِ رکوع کے وقت رفع یدین

۲: سجدے کے لئے جھکنے کے لئے تکبیر (اللہ اکبر) کے وقت (یعنی رکوع کے بعد قومہ میں) رفع یدین

٦) "عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان یرفع یدیہ عند کل خفض، ورفع، و رکوع، و سجود، و قیام، و بین السجدتین" (مشکل الآثار ص ۱۸۵ ج ۲)

عرض ہے کہ طحاوی حنفی نے یہ روایت بیان کر کے درج ذیل فیصلہ لکھ دیا ہے:

"و کان ھذا الحدیث من روایۃ نافع شاذاً لما رواہ عبید اللہ"

عبید اللہ نے جو روایت کیا ہے تو یہ روایت نافع کی سند سے شاذ ہے۔

(مشکل الآثار ج ۱۵ اص ۴۷ ح ۵۸۳۱)

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے اس روایت کے بارے میں فرمایا:

" و هذه رواية شاذة " یہ روایت شاذ ہے۔ (فتح الباری ۲/۲۲۳ تحت ح ۷۳۹)

شاذ روایت ضعیف ہوتی ہے، جیسا کہ اُصولِ حدیث میں مقرر ہے، لہٰذا یہ روایت ضعیف و نا قابلِ حجت ہے۔

۷) " عن الأسود قال :رأيتُ عمر بن الخطاب رضي الله عنه يرفع يديه في اول تكبيرة ثم لا يعود " (طحاوی کی کتاب شرح معانی الآثار ص ۱۱۱ ج ۲)

عرض ہے کہ اس روایت کی سند میں ابراہیم نخعی مدلس ہیں اور یہ روایت عن سے ہے۔ اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے، لہٰذا یہ روایت نا قابلِ حجت ہے۔ دوسرے یہ کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کا عمل ثابت ہے، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہونے کے ساتھ منکر بھی ہے۔ (عمل کے لئے دیکھئے شرح سنن ترمذی لابن سید الناس ج ۴ ص ۳۹۰، انھوں نے الخلافیات للبیہقی سے نقل کیا ہے اور اس حدیث کے بہت سے شواہد بھی ہیں جن کے ساتھ یہ صحیح کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔)

۸) " ان علياً رضي الله عنه كان يرفع يديه في اول تكبيرة من الصلوٰة ثم لا يرفع بعد" (طحاوی ص ۱۱۰ ج ۱)

محدثین نے بغیر کسی اختلاف کے اس روایت پر جرح کی ہے، مثلاً:

۱: امام عثمان بن سعید الدارمی نے اسے کمزور کہا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۰۔۸۱)

۲: امام شافعی نے غیر ثابت کہا۔ (السنن الکبریٰ ۲/۸۱)

۳: امام احمد نے گویا اس کا انکار کیا۔ (المسائل لاحمد ۱/۲۴۳)

ہمارے علم کے مطابق زمانۂ تدوینِ حدیث میں کسی ایک محدث سے بھی اس روایت کا صحیح یا حسن ہونا ثابت نہیں، لہٰذا جرح مذکور سے ثابت ہوا کہ ابو بکر النہشلی (صدوق حسن الحدیث وثقہ الجمہور) راوی کو وہم ہوا ہے اور وہم والی روایت ضعیف و مردود ہوتی ہے۔

۹) "عن البراء بن عازب ان رسول اللّٰہ ﷺ کان اذا افتتح الصلٰوة رفع یدیه الی قریب من اذنیه ثم لا یعود" (سنن ابی داود ص ۱۰۹ ج ۱)

عرض ہے کہ اس روایت کی سند میں یزید بن ابی زیاد راوی ہے، اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے زوائد ابن ماجہ للبوصیری: ۲۱۱۶، اور ہدی الساری لابن حجر ص ۴۵۹)

صحیح مسلم میں اس کی روایات متابعات میں ہیں اور امام اہلِ سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: "حدیثه لیس بذاك" اس کی حدیث قوی نہیں ہے۔

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۲/۳۳)

۱۰) "عن علقمة عن عبد اللّٰہ قال: الا اخبركم بصلوة رسول اللّٰہ ﷺ قال: فقام فرفع یدیه اول مرة ثم لم یعد" (بحوالہ نسائی وترمذی)

عرض ہے کہ اس کی سند میں سفیان ثوری راوی ہیں، جو کہ مدلس تھے۔

(دیکھئے الجوہر النقی لابن الترکمانی ج ۸ ص ۲۶۲ وقال: "الثوري مدلس و قد عنعن")

عینی حنفی نے کہا: سفیان (ثوری) مدلسین میں سے ہیں اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی اِلا یہ کہ دوسری سند سے سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۱)

یہ روایت بھی عن سے ہے، کسی سند میں سماع کی تصریح نہیں، لہٰذا ضعیف ہے اور بعض علماء کا اسے حسن یا صحیح قرار دینا غلط ہے۔

۱۱) "عن عباد بن زبیر قال: ان رسول اللّٰہ ﷺ کان اذا افتتح الصلٰوة رفع یدیه الی قریب من اذنیه ثم لا یعود" (بحوالہ البیہقی فی الخلافیات ص ۲۰۴ ج ۱)

عرض ہے کہ اس روایت کی سند تین وجہ سے ضعیف ہے:

۱: حفص بن غیاث مدلس تھے اور یہ روایت عن سے ہے۔ یاد رہے کہ غیر صحیحین میں مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

۲: محمد بن اسحاق کا تعین نامعلوم ہے۔

۳: عباد بن زبیر کا تعین نامعلوم ہے اور اگر اس سے عباد بن عبد اللہ بن الزبیر مراد لیا

جائے تو یہ روایت مرسل یعنی منقطع ہے اور مرسل روایت جمہور محدثین کے نزدیک مردود ہے۔ (دیکھئے الفیۃ العراقی ص ۱۴۳، یہ اصولِ حدیث کی ایک مشہور کتاب ہے۔)

۱۲) **عن ابن عباس عن النبی ﷺ ترفع الایدی فی سبعة مواطن ، افتتاح الصلوٰة، واستقبال البیت، و الصفاء ، و المروة ، والموقفین، وعند الحجر "**

(مجمع الزوائد ص ۱۰۳ ج ۲)

مجمع الزوائد میں اسی روایت کے فوراً بعد لکھا ہوا ہے:

" **و فیه ابن ابی لیلٰی وهو سئ الحفظ** " اور اس میں ابن ابی لیلیٰ ہے اور وہ بُرے حافظے والا راوی ہے۔ (ج ۲ ص ۱۰۳ سطر ۸۔۹)

اس جرح کو مزاری صاحب اور "مفتیان" دیو بند نے کیوں چھپالیا ہے؟

دیو بندیوں کے مشہور "عالم" انور شاہ کشمیری صاحب نے محمد بن ابی لیلیٰ کے بارے میں کہا: "**فهو ضعيف عندي كما ذهب إليه الجمهور** " پس وہ میرے نزدیک ضعیف ہے، جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔ (دیکھئے فیض الباری ج ۳ ص ۱۶۸)

نیز دیکھئے میری کتاب: نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین (ص ۸۹۔۹۰)

جمہور کے نزدیک ضعیف راوی کی روایت اہلِ حدیث کے خلاف پیش کرنا کس "دارالافتاء" کا انصاف ہے؟!

۱۳) " **عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول اللّٰه ﷺ فقال : مالي اراكم رافعي ایدیكم كانها اذناب خیل شمس اسكنوا فی الصلوة** "

(صحیح مسلم ص ۱۸۱ ج ۱)

عرض ہے کہ اس روایت کو رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے خلاف پیش کرنا ظلم عظیم ہے۔

محمد تقی عثمانی دیو بندی (جن کا دیو بندی سنجیدہ حلقے میں بڑا مقام ہے) نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا ہے: "لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا

استدلال مشتبہ اور کمزور ہے" (درس ترمذی ج ۲ ص ۳۶)

تقی عثمانی صاحب سے پہلے محمود حسن دیوبندی (جنھیں آلِ دیوبند شیخ الہند کہتے ہیں) نے فرمایا: "باقی اذناب خیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں کیونکہ وہ سلام کے بارہ میں ہے" (الورد الشذی ص ۶۳)

معلوم ہوا کہ مزاری صاحب اپنے علماء کے نزدیک بھی بے انصاف ہیں اور مشتبہ و کمزور سے استدلال کرنے والے ہیں۔

مجھے سخت حیرت ہے کہ تقی عثمانی نے اپنی زبان سے کہی ہوئی مذکورہ بالا بات کے باوجود اس مزاری فتوے پر "الجواب صحیح" لکھ کر دستخط کر دیئے اور مہر لگا دی۔ انھیں چاہئے تھا کہ کم از کم اس چار ورقی فتوے کو خود پڑھ لیتے، یا یہ کہ ان کے دستخط اور مہر جعلی ہیں؟!

یاد رہے کہ تقی عثمانی نے حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی کے مسلسل اصرار کے باوجود اپنے مذکورہ موقف سے کوئی رجوع نہیں کیا تھا۔ (دیکھئے نور الصباح حصہ دوم ص ۳۲۲، ۳۲۴، ۳۲۸)

مزاری صاحب کے اس مصورہ (ومطبوعہ) فتوے سے ثابت ہوا کہ "مفتی" بنے ہوئے "حضرات" کے پاس ترکِ رفع یدین کی کوئی صحیح یا حسن لذاتہ دلیل نہیں، ورنہ ضعیف و غیر متعلقہ روایات پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟!

آخر میں عرض ہے کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین رسول اللہ ﷺ، صحابۂ کرام، جمہور تابعین اور سلف صالحین سے ثابت ہے اور ترکِ رفع یدین نہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ کسی صحابی سے، لہٰذا ضد چھوڑ کر کتاب و سنت والا راستہ اپنانا چاہئے۔

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز میں جو شخص اشارہ کرتا ہے، اُسے ہر اشارے کے بدلے میں ایک نیکی یا ایک درجہ ملتا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۳، وقال: رواہ الطبرانی و إسنادہ حسن)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ ہر رفع یدین پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ کیا کسی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ہر ترکِ رفع یدین پر دس نیکیاں ملتی ہیں؟! اگر آیا ہے تو پیش کریں۔!

(۲۳/ فروری ۲۰۱۱ء)

الیاس گھمن کی دیوبندی نماز اور موضوع ومتروک روایات

حافظ ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ نے اصولِ حدیث کا ایک اہم مسئلہ ان الفاظ میں سمجھایا ہے: ''لأن الضعف یتفاوت فمنه ما لا یزول بالمتابعات یعنی لا یؤثر کونه تابعًا أو متبوعًا کروایة الکذابین والمتروکین.''

کیونکہ ضعف کے درجے مختلف ہیں، ان میں سے بعض ضعف متابعات سے زائل نہیں ہوتا یعنی شدید ضعف والی روایت تابع ہو یا متبوع، اس سے کوئی اثر نہیں ہوتا جیسے کذابین ومتروکین کی روایات (ہر لحاظ سے مردود ہیں)

(اختصار علوم الحدیث ص ۳۸ نوع ثانی، مترجم اردو ص ۲۹)

ثابت ہوا کہ عوام الناس کے سامنے جرح کے بغیر، کذاب اور متروک راویوں کی روایات بطورِ جزم وبطورِ حوالہ بیان کرنا جائز نہیں اور نہ بے سند روایات بیان کرنا جائز ہے۔

اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے محمد الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کی کتاب: ''نماز اہل السنۃ والجماعۃ'' سے کذاب، متروک اور شدید مجروح راویوں کی بیان کردہ دس روایات مع رد پیشِ خدمت ہیں، تاکہ عامۃ المسلمین کو معلوم ہو جائے کہ آلِ دیوبند اپنی تحریروں (اور تقریروں) میں عام لوگوں کے سامنے جھوٹی اور سخت ضعیف ومردود روایات بیان کر کے کتنا بڑا دھوکا دیتے ہیں، لہٰذا ایسے دھوکا بازوں سے بچنا ضروری ہے:

۱) گھمن صاحب نے ''نماز اہل السنۃ والجماعۃ'' جو کہ دراصل ''دیوبندی نماز'' ہے، میں ''رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنا:'' کا باب باندھ کر بحوالہ ''تفسیر ابن عباس'' لکھا ہے:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:.....

''خاشعون'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو عاجزی وانکساری سے کھڑے ہوتے ہیں، دائیں

بائیں نہیں دیکھتے اور نہ ہی نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔'' (ص ۶۷۔۶۸)

عرض ہے کہ ''تفسیر ابن عباس'' نامی کتاب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نہیں لکھی، بلکہ یہ مکذوب طور پر ان کی طرف منسوب ہے اور اس کی سند کا بنیادی راوی محمد بن مروان السدی کذاب (بہت بڑا جھوٹا) تھا۔

اس راوی کے بارے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''سدی کذاب اور وضاع ہے'' (اتمام البرہان ص ۴۵۵)

سرفراز خان نے مزید لکھا ہے:

''امام جریر بن عبدالحمید فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے اور صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا بقیہ محدثین بھی اس پر سخت جرح کرتے ہیں۔ انصاف سے فرمائیں کہ ایسے کذاب راوی کی روایت سے دینی کونسا مسئلہ ثابت ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے؟''

(اتمام البرہان ص ۴۵۸)

نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۲۴ ص ۵۰۔۵۲

اس سند کا دوسرا راوی محمد بن السائب الکلبی بھی کذاب ہے۔

مشہور اہلِ حدیث عالم اور ثقہ تابعی امام سلیمان بن طرخان التیمی نے فرمایا: کوفہ میں دو کذاب تھے، ان میں سے ایک کلبی ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۷/ ۲۷۰، نور العینین ص ۲۴۲)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بحوالہ تذکرۃ الموضوعات (ص ۸۲) نقل کیا کہ ''کلبی کی تفسیر اول سے لے کر آخر تک سب جھوٹ ہے اس کو پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔'' (ازالۃ الریب ص ۳۱۶، نیز دیکھئے تنقید متین ص ۱۶۷۔۱۶۹)

محمد تقی عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے: ''آج کل ''تنویر المقباس'' کے نام سے جو نسخہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف منسوب ہے اس کی سند سخت ضعیف ہے، کیونکہ یہ نسخہ محمد بن مروان السدی الصغیر عن الکلبی عن ابی صالح کی سند سے ہے، اور اس سلسلۂ سند کو محدثین نے ''سلسلۃ الکذب'' قرار دیا ہے۔'' (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۲۱۵)

نیز دیکھئے مجلّہ شہریہ: ضربِ حق سرگودھا:۲۱ ص ۳۱۔۳۲
رفع یدین کے خلاف جھوٹی روایت پیش کر کے گھمن صاحب نے دیوبندیت کے لئے کیا تیر مار لیا ہے؟! بلکہ اکاذیب وافتراءات کے گہرے کنویں میں وہ اور زیادہ گر چکے ہیں۔
اس کے بعد گھمن صاحب نے تفسیر سمرقندی (۲/ ۴۰۸) سے امام حسن بصری رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک بے سند اثر پیش کیا ہے، جس کی علمی میدان میں کوئی حیثیت نہیں۔
(نیز دیکھئے سرفراز خان صفدر کی کتاب: راہِ سنت ص ۳۸۷)
اس بے سند و بے اصل روایت کے مقابلے میں یہ ثابت ہے کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔
(دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۳۵ ح ۲۴۳۵ وسندہ صحیح)

۲) گھمن صاحب نے زیدی شیعوں کی کتاب: مسند الامام زید (ص ۱۵۸۔۱۵۹) سے ایک روایت لکھی ہے: ''امام زید اپنے والد امام زین العابدین سے وہ اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا اسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے.....''
(گھمن صاحب کی دیوبندی نماز ص ۱۴۳)
اس روایت کی سند میں ابو خالد عمرو بن خالد الواسطی راوی کذاب ہے۔
امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ''عمرو بن خالد متروك ،ليس يسوي شيئاً''
امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''عمرو بن خالد كذاب ، غير ثقة ولامأمون''
امام اسحاق بن راہویہ نے فرمایا: ''كان عمرو بن خالد الواسطي يضع الحديث''
عمرو بن خالد الواسطی حدیثیں بناتا تھا۔
امام ابوزرعہ الرازی نے فرمایا: ''كان واسطياً وكان يضع الحديث''
وہ واسطی تھا، اور حدیثیں بناتا تھا۔ (دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۲۳۰)
ثابت ہوا کہ گھمن صاحب کی پیش کردہ یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے۔

۳) گھمن صاحب نے بحوالہ الکامل لابن عدی (۲/۵۰۱ ت ۳۹۹) السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۲۲۳) اور جامع الاحادیث للسیوطی (۳/۴۳ رقم ۱۷۵۹) ایک روایت لکھی ہے:

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں کے ساتھ ملالے جو اس کے لئے زیادہ پردے کی حالت ہے۔'' الخ

(گھمنی دیو بندی نماز ص ۱۰۸)

اس روایت کا ایک راوی ابو مطیع البلخی جمہور کے نزدیک سخت مجروح ہے۔

دوسرے راوی کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا: اس کا ذکر کیا جانا حلال نہیں۔

تیسرے راوی عبید بن محمد السرخی کی توثیق نامعلوم ہے۔

(دیکھئے میری کتاب: علمی مقالات ج ۴ ص ۵۰۹۔۵۱۰)

جس راوی کا روایت میں ذکر کرنا حلال نہیں، اس کی روایت پیش کر کے گھمن صاحب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جھوٹی، مردود اور بے اصل روایتوں سے استدلال کرنا دنیاوی حیاتی آلِ دیوبند کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

۴) گھمن صاحب نے السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۲۲۲۔۲۲۳ ح ۲۶۳۹) کے حوالے سے سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت بھی پیش کی ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو حکم فرماتے تھے کہ سجدے میں (اپنی رانوں کو پیٹ سے) جدا رکھیں اور عورتوں کو حکم فرماتے تھے کہ خوب سمٹ کر (یعنی رانوں کو پیٹ سے ملا کر) سجدہ کریں....'' (گھمنی نماز ص ۱۰۷)

اس روایت کے راوی عطاء بن عجلان کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

متروک ہے، بلکہ ابن معین اور فلاس وغیرہما نے اس پر جھوٹ (بولنے کا) اطلاق کیا ہے۔

(تقریب التہذیب: ۴۵۹۴، الحدیث: ۱۳ ص ۲۶)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''عطاء بن عجلان لیس حدیثه بشیء کذاب''

امام عمرو بن علی الفلاس نے فرمایا: ''ان عطاء بن عجلان کان کذابًا''

(دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل ج۶ ص۳۳۵)

یہ روایت بھی موضوع ثابت ہوئی اور اللہ ہی جانتا ہے کہ گھمن صاحب کس مقصد کے لئے سادہ لوح عام مسلمانوں میں ایسی جھوٹی روایات پھیلانا چاہتے ہیں؟!

۵) گھمن صاحب نے بحوالہ المعجم الاوسط للطبرانی (۹/۶ ح ۸۰۱ ۷ [وفی نسختنا: ۷۷۹۷]) السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/ ۲۷) اور مجمع الزوائد (۲/ ۲۷۰ ح ۲۵۸۹ [وفی نسختنا ۱۰۲/۲]) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت لکھی ہے:

''اذا استفتح احدکم (الصلوة) فلیرفع یدیه ولیستقبل القبلة فانّ اللّٰه اَمامه ... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی نماز شروع کرے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھائے اور ہتھیلیوں کو قبلہ رخ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے۔'' (گھمنی نماز ص ۵۰۔۵۱)

اس روایت کی سند میں ایک راوی عمیر بن عمران (الحنفی) ہے، جس کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''حدث بالبواطیل عن الثقات وخاصة عن ابن جریج'' اس نے ثقہ راویوں، خاص کر ابن جریج سے باطل روایات بیان کیں۔

(الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۱۳۳، پرانا نسخہ ج ۵ ص ۱۷۲۵)

حافظ ذہبی نے فرمایا: ''حدث بالموضوعات'' اس نے موضوع حدیثیں بیان کیں۔

(دیوان الضعفاء للذہبی ۲/ ۲۱۳)

اس موضوع روایت کی باقی سند بھی مردود ہے۔

یاد رہے کہ حافظ بیہقی نے اسے بغیر کسی سند کے ذکر کیا اور فرمایا:

''إلا أنه ضعیف فضربت علیه''

مگر یہ روایت ضعیف ہے، لہٰذا اس نے اسے کاٹ دیا ہے۔ (السنن الکبریٰ ۲/ ۲۷)

حافظ بیہقی (متساہل) کی یہ جرح چھپا کر گھمن صاحب نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔

مجمع الزوائد میں، علامہ ہیثمی نے لکھا ہے: ''وفیه عمیر بن عمران وھو ضعیف''
(ج ۲ ص ۱۰۲)

اس جرح کو گھمن صاحب نے کس مقصد کے لئے چھپایا ہے؟

۶) گھمن صاحب نے تاریخ جرجان للسہمی (ص ۱۴۲) کے حوالے سے لکھا ہے:

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خرج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذات لیلة فی رمضان فصلّی الناس اربعة وعشرین رکعة واوتر بثلاثة... نبی ﷺ رمضان المبارک میں ایک رات تشریف لائے اورلوگوں کو چار (فرض)، بیس رکعت (تراویح) اور تین وتر پڑھائے۔'' (گھمنی نماز ص ۱۳۹)

گھمن صاحب کے غلط ترجمے سے قطع نظر عرض ہے کہ اس روایت کا ایک راوی محمد بن حمید الرازی ہے جس کے بارے میں ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''اسحاق کوسج کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں وہ کذاب تھا۔ صالح بن محمد اسدی کہتے ہیں کہ وہ حدیثوں میں ردوبدل کر دیتا تھا اور بڑا دروغ گو تھا...'' (تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۲۲۴)

جمہور کے نزدیک مجروح اور اس کذاب کی روایت کو بطورِ حجت پیش کرنا گھمن صاحب کی کذب نوازی کی ''عظیم'' مثال ہے، نیز اس روایت کی باقی سند بھی مردود ہے۔
(دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۶۷ ص ۳۵)

اگر کوئی دیوبندی شاذ اقوال کے ذریعے سے اس راوی (محمد بن حمید) کا دفاع کرنے کی کوشش کرے تو اسے کہیں کہ وہ تجلیات صفدر کی تیسری جلد لے آئے اور پھر اس سے مذکورہ حوالہ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیں اور کہیں: امین اوکاڑوی نے جو جرح لکھی ہے وہ سچ ہے یا اوکاڑوی نے جھوٹ بولا ہے؟!

۷) گھمن صاحب نے سنن ترمذی (۱/۱۰۸ [ح ۴۷۹]) سنن ابن ماجہ (۱/۹۸ [ح ۱۳۸۴]) اور الترغیب والترہیب للمنذری (۱/۲۷۳) کے حوالے سے فائد بن عبدالرحمٰن الکوفی ابو الورقاء عن عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک روایت لکھی ہے، جس میں

صلوٰۃ الحاجۃ کا ذکر ہے۔اس روایت کے راوی فائد ابو الورقاء کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''متروك الحديث'' (کتاب الجرح والتعدیل ۷/۸۳ ت ۴۷۵)

امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا: ''وأحاديثه عن ابن أبي أوفى بواطيل ،لا تكاد ترى لها أصلاً كأنه لا يشبه حديث ابن أبي أوفى ولو أن رجلاً حلف أن عامة حديثه كذب لم يحنث.'' اور ابن ابی اوفی (رضی اللہ عنہ) سے اس (فائد) کی حدیثیں باطل ہیں، تم ان کی کوئی اصل نہیں پاؤ گے، گویا کہ وہ ابن ابی اوفی (رضی اللہ عنہ) کی حدیثوں سے مشابہ نہیں اور اگر کوئی آدمی قسم کھائے کہ اس (فائد) کی عام حدیثیں جھوٹ ہیں تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۷/۸۴)

حاکم نیشاپوری نے اپنے تساہل کے باوجود فرمایا: ''يروي عن ابن أبي اوفى أحاديث موضوعة.'' وہ ابن ابی اوفی (رضی اللہ عنہ) سے موضوع روایتیں بیان کرتا تھا۔
(المدخل الی الصحیح ص ۱۸۴ ت ۱۵۵)

۸) گھمن صاحب نے السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۲۸۴) اور مشکوٰۃ المصابیح (۱/۹۱ [ح ۹۹۶]) سے علیلہ بن بدر ثنا عنطوانہ عن الحسن عن انس رضی اللہ عنہ کی سند والی ایک روایت پیش کی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس! اپنی نظر سجدے کی جگہ پر رکھ۔'' (گھمنی نماز ص ۴۵)

علیلہ یعنی ربیع بن بدر بن عمرو بن جراد التمیمی السعدی البصری کے بارے میں امام ابوزرعہ الرازی، امام نسائی اور امام دارقطنی نے فرمایا: ''متروك الحديث'' (علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۱۳۷، الضعفاء والمتروکین للنسائی: ۲۰۰، سنن دارقطنی ۱/۹۹ بحوالہ الجامع فی الجرح والتعدیل ۱/۲۳۷)

علیلہ (متروک) کا استاد عنطوانہ مجہول ہے۔ (دیکھئے لسان المیزان ۴/۳۸۵ دوسرا نسخہ ۵/۳۴۸)

اس سخت مردود و متروک روایت کے بغیر بھی یہ ثابت ہے کہ (حالتِ نماز میں) اپنی نظریں نیچی رکھنی چاہئیں۔ دیکھئے شرح الترمذی لابن سید الناس (۲/۲۱۷) اور نور العینین فی اثبات رفع الیدین (ص ۲۰۳) وسندہ حسن۔

لیکن یاد رہے کہ میری پیش کردہ حسن روایت میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا ذکر بھی موجود ہے اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ''**كان يصلي ويأمر بها**'' آپ (ﷺ) ایسی نماز پڑھتے تھے اور اس کا حکم دیتے تھے۔ (نور العینین ص ۱۹۵)

۹) گھمن صاحب نے امام اصبہانی کی کتاب الترغیب والترہیب (۲/ ۴۲۱[ح ۱۹۱۰]) سے ایک روایت پیش کی ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنی نگاہوں کو سجدہ کی جگہ پر جما لیتے۔'' (گھمنی نماز ص ۴۶)

اس روایت کی سند میں ابو عمر نضر بن عبدالرحمٰن الخزاز الکوفی متروک ہے۔

امام نسائی نے فرمایا: ''**متروك الحديث**'' (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۵۹۴)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''**لا يحل لأحد أن يروي عن النضر أبي عمر الخزاز**'' کسی کے لئے یہ حلال نہیں کہ ابو عمر نضر الخزاز سے روایت بیان کرے۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۸/ ۴۷۵)

امام بخاری نے فرمایا: ''**منكر الحديث**'' (کتاب الضعفاء الصغیر للبخاری: ۳۷۵، التاریخ الکبیر ۸/ ۹۱)

اس سند کا دوسرا راوی محمد بن سلیمان بن ہشام الخزاز چور تھا۔

امام ابن عدی نے فرمایا: ''**يوصل الحديث ويسرقه**'' وہ حدیثیں ملاتا تھا اور حدیثیں چوری کرتا تھا۔ (الکامل لابن عدی ۶/ ۲۲۷۹، دوسرا نسخہ ۷/ ۵۳۱)

اور مزید فرمایا: ''**وأحاديثه عامتها مسروقة سرقها من قوم ثقات ويوصل الأحاديث**'' اس کی بیان کردہ عام حدیثیں چوری شدہ ہیں، اس نے انھیں ثقہ لوگوں سے چوری کیا ہے اور وہ حدیثیں ملاتا تھا۔ (ایضاً ص ۲۲۷۹)

احادیث میں سرقہ (چوری) ایک خاص اصطلاح ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کذاب راوی اِدھر اُدھر سے مختلف متون و عبارات بن کران کے ساتھ اپنی تیار کردہ سندیں ملا کر ایک حدیث تیار کر دے۔ ایسی روایت موضوع و متروک ہوتی ہے اور اس کا بغیر جرح کے بیان کرنا حلال نہیں ہوتا، جیسا کہ حافظ ابن حبان نے اسی راوی (محمد بن ہشام بن

سلیمان) کے بارے میں لکھا ہے: "...... لا یجوز الاحتجاج به بحال" اور کسی حال میں بھی اس سے حجت پکڑنا حلال نہیں۔ (کتاب المجروحین ۲/۳۰۵ دوسرا نسخہ ۲/۳۲۲)

کیا گھمن صاحب کو کذابین، متروکین اور چوروں کی روایتیں جمع کرنے کا بہت شوق ہے یا ان کی "زنبیل" ہی خالی ہے۔ واللہ اعلم

۱۰) گھمن صاحب نے سنن ترمذی (۱/۵۵[ح ۲۳۸]) اور سنن ابن ماجہ (۱/۶۰ [ح ۸۳۹]) کے حوالے سے سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب درج ذیل روایت لکھی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو فرض نماز یا اس کے علاوہ نفل وغیرہ میں الحمدللہ اور کوئی دوسری سورت نہ پڑھے۔" (گھمنی نماز ص ۵۷)

اس روایت کی سند کا ایک راوی ابو سفیان طریف بن شہاب السعدی ہے، جس کے بارے میں امام نسائی نے فرمایا: "متروك الحديث" (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۳۱۸)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: "ليس بشيٍ لا يكتب عنه" وہ کوئی چیز نہیں، اس سے (روایات کو) نہ لکھا جائے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۴/۴۹۳)

دوسرے یہ کہ یہ سخت ضعیف و مردود روایت صحیح بخاری کی اس حدیث کے سراسر خلاف ہے، جس میں آیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وإن لم تزد على أم القرآن أجزأت وإن زدت فهو خير." اور اگر تو سورۂ فاتحہ سے زیادہ نہ پڑھے تو نماز جائز ہے اور اگر زیادہ پڑھے تو بہتر ہے۔ (ح ۷۷۲ باب القراءة فی الفجر)

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور اس سے زیادہ پڑھنا واجب نہیں، بلکہ سنت ہے۔

گھمن صاحب کی اس کتاب میں اور بھی بہت سی ضعیف و مردود روایات موجود ہیں، مثلاً:

۱: کتاب مذکور کے مقدمے "چند گزارشات" میں "الترغیب والترھیب للمنذری" (۱/۲۴۶ [ح ۵۴۱]) کے حوالے سے مذکور ہے: "نماز کا مقام دین میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا

مقام جسم میں ہوتا ہے۔'' (گھمن صاحب کی نماز کی کتاب ص ۱۳)

یہ روایت المعجم الاوسط للطبرانی (۲۳۱۳) اور مجمع الزوائد (۱/۲۹۲) میں موجود ہے اور اس کا بنیادی راوی مندل بن علی العنزی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے، نیز دوسرے راویوں احمد بن محمد الشعیری الشیرازی (۲) الحسین بن الحکم الکوفی اور (۳) حسن بن حسین الانصاری میں بھی نظر ہے۔ دوسرے الفاظ میں، گھمن صاحب نے اپنی کتاب کا آغاز ہی ضعیف و مردود روایت سے کیا ہے۔

۲: گھمن صاحب نے الناسخ والمنسوخ لابن شاہین (ص ۱۵۳ [وفی نسختنا ص ۳۲۹ ح ۲۴۸]) سے ایک روایت پیش کی ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ سینہ تک اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور نہ اس کے بعد کرتے۔'' (گھمنی نماز ص ۹۰)

ترجمے سے قطع نظر عرض ہے کہ اس روایت کی سند میں احمد بن عبداللہ بن محمد الرقی راوی ہے، جس کی توثیق نامعلوم ہے۔ [مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ص ۵۶۵]

۳: گھمن صاحب نے مسند ابی حنیفہ لابی نعیم الاصبہانی (ص ۳۴۴ ح ۲۲۵) اور سنن ابی داود (۱/ ۱۱۷ [ح ۷۵۲]) کے حوالے سے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت لکھی ہے:

''...اور نماز کا سلام پھیرنے تک دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔'' (گھمنی نماز ص ۶۹)

مسند ابی حنیفہ والی روایت کے امام ابوحنیفہ تک سارے راوی مجہول ہیں۔

(دیکھئے میری کتاب: علمی مقالات ج ۴ ص ۴۱۹۔۴۲۰)

اور سنن ابی داود والی روایت کے فوراً بعد خود امام ابوداود نے فرمایا:

''**هذا الحديث ليس بصحيح**'' یہ حدیث صحیح نہیں۔ (ح ۷۵۲)

دوسرے یہ کہ محمد بن ابی لیلیٰ (ضعیف عندالجمہور) کی یہ روایت یزید بن ابی زیاد سے ہے، جس کا ذکر اس سند میں رہ گیا ہے۔ (دیکھئے کتاب العلل للامام احمد ۱/ ۱۴۳ ت ۶۹۳، نورالعینین ص ۱۵۰)

اس راوی یزید بن ابی زیاد پر خود الیاس گھمن صاحب کے رسالے سے جرح پیشِ خدمت ہے:

''یہ حدیث بھی بطورِ حجت پیش نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ امام زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں یزید بن زیاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (نصب الرایہ للزیلعی ج ۱ ص ۱۸۶، ۱۸۵)

(۲) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یزید ضعیف تھا، آخری عمر میں اس کی حالت بدل گئی تھی اور وہ شیعہ تھا۔ (تقریب ج ۲ ص ۳۶۵)''

(دیو بندی ''قافلہ حق'' ج ۶ شمارہ: ۱ ص ۲۵، جنوری تا مارچ ۲۰۱۲ء)

اس طرح کی بہت سی مثالیں اور بھی موجود ہیں، یعنی گھمن صاحب کی کتاب ''نماز اہل السنۃ والجماعۃ'' میں بہت سی موضوع، مردود، ضعیف اور بے سند روایات واقوال موجود ہیں۔

بلکہ امام ابو حنیفہ پر بھی بہتان باندھنے سے گریز نہیں کیا گیا، مثلاً:

گھمن صاحب نے فتاوی قاضی خان (ج ۱ ص ۱۱۲) کے حوالے سے امام ابو حنیفہ کے بارے میں لکھا ہے:

''آپ رمضان مبارک میں اکسٹھ (61) قرآن مجید ختم کرتے تھے.....'' (گھمنی نماز ص ۱۵۳)

چھٹی ہجری کے قاضی خان کی پیدائش سے صدیوں پہلے امام ابو حنیفہ فوت ہو گئے تھے اور اس واقعے کی کوئی صحیح یا حسن سند متصل موجود نہیں لہٰذا یہ روایت امام ابو حنیفہ پر بہتان ہے۔

تنبیہ: ان موضوع، مردود، ضعیف اور بے اصل روایات کی وجہ سے گھمن صاحب کی کتاب کا نام ''گھمنی نماز'' یا ''گھمن صاحب کی دیو بندی نماز'' مناسب ہے۔ واللہ اعلم

آخر میں گھمن صاحب اور آلِ دیو بند سے مطالبہ ہے کہ اس کتاب کی مذکورہ روایات اور دیگر ضعیف و مردود حدیثوں کا صحیح یا حسن ہونا اصولِ محدثین کی رُو سے ثابت کریں اور اگر نہ کر سکیں تو علانیہ توبہ کریں ورنہ سوچ لیں کہ موت کا وقت ایک دن آنے والا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری ہوگی۔ وما علینا إلا البلاغ

(۱۵/ جنوری ۲۰۱۲ء، مکتبۃ الحدیث حضرو)

الیاس گھمن صاحب کے ''رفع یدین نہ کرنے'' کا جواب

محمد الیاس گھمن صاحب دیوبندی نے ایک اشتہار شائع کیا ہے:

''نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے دلائل''!

اس اشتہار میں گھمن صاحب نے اپنے زعم میں ''دس دلائل'' پیش کئے ہیں، ان مزعومہ دلائل میں سے ایک ''دلیل'' بھی اپنے مدعا پر صحیح نہیں اور نہ امام ابوحنیفہ سے ان مزعومہ ''دلائل'' کے ساتھ استدلال ثابت ہے۔

درج ذیل تحقیقی مضمون میں ان گھمنی دلائل کو ذکر کر کے ان کا جواب پیش خدمت ہے:

دلیل نمبر 1

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

''قد افلح المؤمنون ○ الذین ھم فی صلوتھم خاشعون''

(سورہ مومنون: ۱، ۲)

ترجمہ: ''پکی بات ہے کہ وہ ایمان لانے والے کامیاب ہو گئے جو نماز میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔''

تفسیر: ''قال ابن عباس رضی اللہ عنہما: مخبتون متواضعون لایلتفتون یمیناً ولا شمالاً ولا یرفعون ایدیھم فی الصلوۃ......''

(تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما: ص ۲۱۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''خشوع کرنے والے سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز میں تواضع اور عاجزی اختیار کرتے ہیں اور وہ دائیں بائیں توجہ نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔''

گھمن صاحب نے اپنی پہلی ''دلیل'' میں سورۂ مومنون کی دو پہلی آیات لکھی ہیں، جن میں (رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے) ترکِ رفع الیدین کا نام و نشان تک نہیں اور پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف مکذوبہ طور پر منسوب ''تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما'' کا حوالہ پیش کیا گیا ہے، حالانکہ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں بلکہ اس کا مرکزی راوی محمد بن مروان السدی الصغیر کذاب ہے اور باقی سند بھی سلسلۃ الکذب ہے۔

آلِ دیوبند کے ''شیخ الاسلام'' محمد تقی عثمانی دیوبندی نے فتویٰ دیتے ہوئے لکھا ہے:

''رہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، سو اگرچہ وہ باتفاق مفسرین کے امام ہیں، لیکن اول تو ان

کی تفسیر کتابی شکل میں کسی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے، آج کل "تنویر المقباس" کے نام سے جو نسخہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف منسوب ہے اس کی سند سخت ضعیف ہے، کیونکہ یہ نسخہ محمد بن مروان السدی الصغیر عن الکلبی عن ابی صالح کی سند سے ہے، اور اس سلسلۂ سند کو محدثین نے "سلسلۃ الکذب" قرار دیا ہے۔" (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۳۱۵)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (ج ۴ ص ۴۰۸۔۴۱۰، ۵۰۳۔۵۰۵) اور نور العینین (طبع جدید ص ۲۳۸۔۲۴۶)

اس موضوع اور من گھڑت کتاب کے مقابلے میں یہ ثابت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(دیکھئے جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۱، اور نور العینین ص ۲۴۶)

دلیل نمبر 2

"قال الامام الحافظ المحدث احمد بن شعیب النسائی اخبرنا سوید بن نصر حدثنا عبداللہ بن المبارک عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال الا اخبرکم بصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: فقام فرفع یدیه أول مرة ثم لم یعد."

(سنن النسائی ج ۱ ص ۱۵۸، سنن ابی داود ج ۱ ص ۱۱۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں اس بات کی خبر نہ دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے تھے؟ حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے پہلی مرتبہ رفع یدین کیا (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) پھر (پوری نماز میں) رفع یدین نہیں کیا۔"

اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: امام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری رحمہ اللہ ثقہ عابد ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے، جیسا کہ حسین احمد مدنی دیوبندی نے کہا:

"اور سفیان تدلیس کرتا ہے۔" الخ (تقریر ترمذی اردو ص ۳۹۱، ترتیب محمد عبدالقادر قاسمی دیوبندی)

ابن الترکمانی حنفی نے ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے:

"الثوري مدلس و قد عنعن."

ثوری مدلس ہیں اور انھوں نے یہ روایت عن سے بیان کی ہے۔ (الجوہر النقی ج ۸ ص ۲۶۲)

امام سفیان ثوری کو ماسٹر امین اوکاڑوی نے بھی مدلس قرار دیا ہے۔

(دیکھئے تجلیاتِ صفدر ج ۵ ص ۴۷۰)

یہ روایت عن سے ہے اور اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ (مثلاً دیکھئے نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص ۶۶ مع شرح الملا علی القاری ص ۴۱۹)

دوم: اس روایت کو جمہور محدثین نے ضعیف، خطا اور وہم وغیرہ قرار دیا ہے، جن میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

عبداللہ بن المبارک، شافعی، احمد بن حنبل، ابو حاتم الرازی، دارقطنی، ابن حبان، ابو داود السجستانی، بخاری، عبدالحق اشبیلی، حاکم نیشاپوری اور بزار وغیرہم۔

(دیکھئے نور العینین ص ۱۳۰۔۱۳۴)

دلیل نمبر 3

”الامام الحافظ ابو حنیفة نعمان بن ثابت یقول سمعت الشعبی یقول سمعت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ یقول؛ کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلاة رفع یدیه حتی یحاذی منکبیه لایعود برفعهما حتی یسلم من صلاته.“

(مسند ابی حنیفہ بروایۃ ابی نعیم ص ۳۳۴، سنن ابی داود: ج ۱ ص ۱۱۶)

ترجمہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے، (اس کے بعد پوری نماز میں) سلام پھیرنے تک دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔“

امام ابو نعیم سے لے کر امام ابو حنیفہ تک اس روایت کے سارے راوی: ابو القاسم بن بالویہ النیسابوری، بکر بن محمد بن عبداللہ الحبال الرازی، علی، علی بن محمد بن روح بن ابی الحرش المصیصی، محمد بن روح اور روح بن ابی الحرش (چھ کے چھ) سب مجہول ہیں، لہٰذا یہ سند مردود ہے۔ (دیکھئے مسند ابی حنیفہ لابی نعیم الاصبہانی ص ۱۵۶، ارشیف ملتقی اہل الحدیث عدد ۴ ج ۱ ص ۹۲۶، تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۱۲۳)

تنبیہ: گھمن صاحب نے روایت مذکورہ میں سنن ابی داود (ج ۱ ص ۱۱۶) کا بھی حوالہ دیا ہے، حالانکہ سنن ابی داود میں امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب یہ روایت قطعاً موجود نہیں، بلکہ ساری سنن ابی داود میں ابو حنیفہ کا نام ونشان تک موجود نہیں۔

سنن ابی داود میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب دوسری روایت دو

سندوں سے موجود ہے، جس کی ایک سند میں یزید بن ابی زیاد جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے اور دوسری سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۱۲۳)

معلوم نہیں کہ دیوبندیوں کی ''قسمت'' میں اتنی زیادہ ضعیف، مردود اور موضوع روایات کیوں ہیں یا انھیں ایسی روایات جمع کرنے اور ان سے استدلال کا والہانہ جنون ہے؟!

صحیح احادیث کو چھوڑ کر ضعیف و مردود روایات کی طرف جانے والے آلِ تقلید کس زعمِ باطل میں اہلِ حدیث کی مخالفت کرنا چاہتے ہیں؟

اعلان: اگر الیاس گھمن صاحب اور ان کے جعلی ذہبیٔ دوران سب مل کر امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب یہ روایت اس سند کے ساتھ سنن ابی داود سے، حوالہ نکال کر پیش کر دیں تو اُن کے نام صحیحین اور سننِ اربعہ کا تحفہ روانہ کر دیا جائے گا۔ ہمت کریں!

دلیل نمبر 4

''قال الامام الحافظ المحدث ابوبكر عبدالله بن الزبير الحميدى ثنا الزهرى قال اخبرنى سالم بن عبدالله عن ابيه رضی اللہ عنہ قال (رضی اللہ عنہ) رأيت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع راسه من الركوع فلا يرفع ولا بين السجدتين.''
(مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷، مسند ابی عوانہ ج ۱ ص ۳۳۴)

ترجمہ ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے۔ رکوع کی طرف جاتے ہوئے، رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے اور سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

اس استدلال میں الیاس گھمن صاحب نے سات غلطیاں کی ہیں:

اول: جس نسخے کا حوالہ دیا گیا ہے وہ حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی کا شائع کردہ نسخہ ہے، جبکہ مُلکِ شام سے مسند حمیدی کا جو نسخہ شائع کیا گیا ہے اُس میں یہ عبارت نہیں بلکہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا اثبات ہے۔

(دیکھئے مسند حمیدی ج ۱ ص ۵۱۵ ح ۶۲۶)

دوم: مسند حمیدی کے قدیم قلمی نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں، بلکہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا اثبات ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۷۰۔ ۷۱)

سوم: امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی یہی روایت صحیح مسلم میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کے اثبات سے موجود ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۳۹۰)

چہارم: اس حدیث کے مرکزی راوی سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین باسند صحیح ثابت ہے۔ (دیکھئے سنن ترمذی: ۲۵۶ تحقیق احمد شاکر رحمہ اللہ)

پنجم: المستخرج لابی نعیم الاصبہانی میں یہی حدیث امام حمیدی کی سند سے رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے اثبات سے موجود ہے۔ (دیکھئے ج ۲ ص ۱۲)

مزید تفصیل کے لئے نور العینین (ص ۶۴۔۷۶) کا مطالعہ مفید ہے۔

ششم: مسند ابی عوانہ والے مطبوعہ نسخے سے واو رہ گئی ہے اور صحیح مسلم میں واو موجود ہے، جس سے رفع یدین کا اثبات ہوتا ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۷۶۔۸۱)

ہفتم: مسند ابی عوانہ کے قلمی نسخے میں ''و'' موجود ہے، جس سے دیوبندی استدلال کا ''لک'' ٹوٹ جاتا ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۷۸۔۷۹)

مسند حمیدی اور مسند ابی عوانہ کے محرف نسخوں سے گھمنی استدلال کے مقابلے میں عرض ہے کہ صحیح بخاری اور دوسری کتابوں سے ثابت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

حدیث السراج اور المخلصیات وغیرہما کتبِ حدیث سے ثابت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر فقیہ بیٹے امام سالم بن عبداللہ المدنی التابعی رحمہ اللہ بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ کیا گھمن صاحب اور ان کی ساری پارٹی امام سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ سے ترکِ رفع یدین باسند صحیح یا حسن لذاتہ ثابت کر سکتے ہیں؟!

طرفلعن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ انه دخل المسجد فابصر قوما قد رفعوا ... کی طرح اٹھایا ہے؟ تم نماز میں سکون اختیار کرو۔" (نماز میں رفع یدین نہ کرو)

اس صحیح حدیث میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا ذکر نہیں، بلکہ محمود حسن دیوبندی "اسیر مالٹا" نے کہا:

"باقی اذناب خیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں کیونکہ وہ سلام کے بارہ میں ہے کہ صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم بوقت سلام نماز اشارہ بالید بھی کرتے تھے۔ آپ نے اس کو منع فرمادیا۔" (الورد الشذی ص ٦٣، تقاریر ص ٦٥)

محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا: "لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال مشتبہ اور کمزور ہے..." (درس ترمذی ٢/ ٣٦)

ثابت ہوا کہ محمود حسن اور تقی عثمانی دونوں کے نزدیک الیاس گھمن صاحب بے انصاف ہیں۔

دلیل نمبر 6

"قال الامام الحافظ المحدث محمد بن اسماعیل البخاری حدثنا یحیٰ بن بکیر قال حدثنا اللیث عن خالد عن سعید عن محمد بن عمرو بن حلحلة عن محمد بن عمرو بن عطاء انه کان جالسا مع نفر من اصحاب النبی ﷺ فذکرنا صلوة النبی ﷺ فقال ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ انا کنت احفظکم لصلوة رسول الله ﷺ رایته اذا کبر جعل یدیه حذو منکبیه واذا رکع امکن یدیه من رکبتیه ثم هصر ظهره فاذا رفع راسه استوی حتی یعود کل فقار مکانه واذا سجد وضع یدیه غیر مفترش ولا قابضهما......"

(صحیح بخاری: ج ١ ص ١١٤، صحیح ابن خزیمہ: ج ١ ص ٢٩٨)

ترجمہ: محمد بن عمرو بن عطاء رحمہ اللہ، آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے فرماتے ہیں: "ہم نے حضور ﷺ کی نماز کا ذکر کیا (کہ حضور ﷺ کیسے نماز پڑھتے تھے؟) تو حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں تم سے حضور ﷺ کی نماز پڑھنے کے طریقے کو زیادہ یاد رکھنے والا ہوں پھر رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کے طریقے کو بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب تکبیر تحریمہ کہی تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھایا اور جب رکوع کیا تو اپنے ہاتھوں سے اپنے گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑا پھر اپنی پیٹھ کو جھکایا جب سر کو رکوع سے اٹھایا تو سیدھے کھڑے ہوگئے حتی کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر لوٹ آئی اور جب سجدہ کیا تو اپنے ہاتھوں کو اپنے حال پر رکھا نہ پھیلایا اور نہ ہی ملایا۔"

صحیح بخاری کی اس حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے ترک کا کوئی ذکر نہیں اور محمد قاسم نانوتوی (بانی مدرسہ دیوبند) نے لکھا ہے:

"مذکور نہ ہونا معدوم ہونے کی دلیل نہیں ہے... جناب مولوی صاحب معقولات کے طور پر تو اتنا ہی جواب بہت ہے کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الشے پر دلالت نہیں کرتا۔"

(ہدیۃ الشیعہ ص ۱۹۹، ۲۰۰)

فائدہ: صحیح بخاری والی روایت دوسری سند سے سنن ابی داود اور سنن ترمذی وغیرہما میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کے اثبات سے موجود ہے اور یہ سند صحیح ہے۔ والحمدللہ

7

"قال الامام الحافظ المحدث ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی حدثنا ابن ابی داوٗد قال ثنا نعیم بن حماد قال ثنا الفضل بن موسی قال ثنا ابن ابی لیلی عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ...... وعن الحکم رحمہ اللہ عن مقسم رحمہ اللہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ قال؛ ترفع الایدی فی سبع مواطن: فی افتتاح الصلوٰة و عند البیت وعلی الصفاء والمروة وبعرفات و بالمزدلفة وعند الجمرتین."

(سنن طحاوی ج ۱ ص ۴۱۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "سات جگہوں پر ہاتھوں کو اٹھایا جاتا ہے"

اس روایت کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔ (دیکھئے فیض الباری ج ۳ ص ۱۶۸)

ضعیف راویوں کی ضعیف ومردود روایات سے استدلال کرنا الیاس گھمن جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔

8

"قال الامام ابوبکر اسماعیلی حدثنا عبداللہ صالح بن عبداللہ ابومحمد البخاری قال حدثنا اسحاق بن ابراھیم المروزی حدثنا محمدبن جابر السحیمی عن حماد (ابن ابی سلیمان) عن ابراھیم (نخعی) عن علقمہ (بن قیس) عن عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) قال صلیت مع رسول اللہ ﷺ وابی بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ فلم یرفعوا ایدیھم الاعندافتتاح الصلاة."

(کتاب المعجم، امام اسماعیلی: ج ۲ ص ۶۹۲، سنن کبری، امام بیہقی رحمہ اللہ ج ۲ ص ۷۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی انھوں نے پوری نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کی۔"

یہ روایت کئی وجہ سے ضعیف ومردود ہے، مثلاً:

۱: اس کا بنیادی راوی محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ومجروح ہے۔

حافظ ہیثمی نے فرمایا: ''وھو ضعیف عند الجمھور"

(نورالعینین ص ۱۵۳، مجمع الزوائد ۱۹۱/۵)

۲: جمہور محدثین نے خاص اس روایت پر جرح کی مثلاً اہلِ سنت کے مشہور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ روایت منکر ہے۔

(کتاب العلل ۱/۱۴۴ ارقم ۷۰۱)

۳: الیاس گھمن صاحب نے روایت مذکورہ میں امام بیہقی کا حوالہ بھی لکھا ہے اور اسی حوالے میں امام بیہقی نے محمد بن جابر پر جرح نقل کر رکھی ہے۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے نورالعینین (ص ۱۵۱۔۱۵۴)

دلیل نمبر 9

''قال الامام ابن قاسم (حدثنا) وکیع عن ابی بکر بن عبداللہ بن قطاف النھشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیاؓ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلاۃ ثم لا یعود ......"

(المدونۃ الکبریٰ: ج ۱ ص ۷۱، مسند زید بن علی ص ۱۰۰)

ترجمہ ''حضرت علی المرتضیٰ ؓ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔"

مدونہ کبریٰ نا قابلِ اعتبار اور بے سند مروی کتاب ہے اور مسندِ زید اہلِ سنت کی کتاب نہیں بلکہ زیدی شیعوں کی من گھڑت کتاب ہے، لہٰذا یہ دونوں حوالے غلط اور مردود ہیں۔

تنبیہ: ابوبکر النھشلی والی روایت جو دوسری کتابوں میں ہے، وہ اس کے وہم وخطا کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (دیکھئے نورالعینین ص ۱۶۵)

دلیل نمبر 10

''قال الامام الحافظ المحدث ابو بکر بن ابی شیبۃ حدثنا ابوبکر بن عیاش عن حصین عن مجاھد قال ما رایت ابن عمر ؓ یرفع یدیہ الا فی اول ما یفتتح."

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۸ حدیث نمبر ۱۳)

ترجمہ معروف تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کو شروع نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

مصنف ابن ابی شیبہ والی یہ روایت قاری ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کے وہم وخطا کی وجہ سے ضعیف ہے اور دو وجہ سے مردود ہے:

۱: امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور امام دارقطنی نے اس روایت کو وہم اور باطل وغیرہ قرار دیا اور کسی ایک قابلِ اعتماد محدث نے اس کی تصحیح نہیں کی اور اگر کسی چھوٹے سے

محدث سے ثابت بھی ہو جائے تو جمہور کے مقابلے میں مردود ہے۔

۲: بہت سے ثقہ راویوں اور صحیح و حسن لذاتہ سندوں سے ثابت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، جن میں سے ان کے چند شاگردوں کے حوالے درج ذیل ہیں:

امام نافعِ المدنی رحمہ اللہ، امام محارب بن دثار الکوفی رحمہ اللہ، امام طاؤس بن کیسان الیمانی رحمہ اللہ، امام سالم بن عبداللہ بن عمر المدنی رحمہ اللہ اور امام ابوالزبیر المکی رحمہ اللہ۔

(دیکھئے نور العینین ص ۱۵۹)

ثقہ راویوں کے خلاف وہم وخطا والی روایت منکر و مردود ہوتی ہے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ الیاس گھمن صاحب اور آلِ دیوبند کے پاس ترکِ رفع الیدین قبل الرکوع وبعدہ کی ایک صحیح یا حسن لذاتہ روایت نہیں ہے۔

رفع یدین پر خیر القرون میں مسلسل عمل: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے، رکوع کرتے وقت بھی آپ اسی طرح کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ ح ۷۳۶، صحیح مسلم: ۳۹۰)

اس حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی شروع نماز، رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے اور فرماتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۷۳۹، شرح السنہ للبغوی ۳/ ۲۱ ح ۵۶۰ وقال: ھذا حدیث صحیح)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے راوی اُن کے جلیل القدر بیٹے امام سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ بھی شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھنے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (حدیث السراج ۲/ ۳۴۔۳۵ ح ۱۱۵، وسندہ صحیح)

و ما علینا إلا البلاغ

(۲۱/ نومبر ۲۰۱۱ء سرگودھا)

ابڑو دیو بندی کی "تحقیقِ حق" کی دس باطل و مردود روایتیں

گھمن پارٹی کے ابڑو نامی ایک دیو بندی نے ایک کتاب "تحقیقِ حق تحقیق سے تقلید تک...!؟" لکھی ہے، جس میں ابڑو صاحب نے اہلِ حدیث (محدثین کرام اور متبعینِ حدیث) کے مقابلے میں دیو بندی مذہب کو ثابت کرنے کے لئے پانچ قسم کے "دلائل" پیش کئے ہیں:

۱: اکاذیب وافتراءات

۲: ضعیف و مردود روایات

۳: غیر متعلقہ دلائل

۴: منطقی مغالطے

۵: فلسفیانہ دھوکے

ابڑوی اکاذیب و مردود روایات کے دس نمونے مع رد پیشِ خدمت ہیں:

۱) ابڑو صاحب نے نماز میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کی دلیل کے طور پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت (بحوالہ سنن ابی داود، مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند احمد) پیش کی ہے:

"چوتھے خلیفہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھا جائے۔"

(تحقیقِ حق ص ۱۷)

اس کے بعد ابڑو صاحب نے لکھا ہے: "سنت دائمی عمل کو کہتے ہیں..." (ایضاً ص ۱۷)

عرض ہے کہ تینوں مذکورہ کتابوں میں اس روایت کی سند میں ابو شیبہ عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی الواسطی راوی ہے، جسے جمہور محدثین کرام نے ضعیف و مجروح قرار دیا ہے، نیز

سنن ابی داود کے مذکور مقام پر لکھا ہوا ہے کہ امام احمد بن حنبل اسے ضعیف کہتے تھے۔

(ح ۷۵۸)

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے اس کے بارے میں لکھا ہے: ''وھو ضعیف''

(بذل المجہود ۴/ ۲۸۱)

اس راوی کے بارے میں محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا:

''اگرچہ اس روایت کا مدار عبدالرحمٰن بن اسحاق پر ہے جو ضعیف ہے...''

(درس ترمذی ج ۲ ص ۲۴)

اس روایت اور راوی کے بارے میں سعید احمد پالنپوری دیوبندی نے لکھا ہے:

''اس کے ایک راوی ابوشیبہ عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی متروک ہیں اور...''

(ادلۂ کاملہ کی شرح تسہیل ادلہ ص ۵۵)

ایسے ضعیف و متروک راوی کی روایت پیش کر کے ابڑو صاحب نے تحقیقِ حق نہیں بلکہ ترویجِ باطل کی ہے، نیز ان کا یہ کہنا کہ ''سنت دائمی عمل کو کہتے ہیں'' بھی قابلِ غور ہے، کیونکہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کو سنت قرار دیا ہے۔ (ح ۱۳۳۵)

کیا گھمن صاحب اور آلِ دیوبند اپنے اس اصول پر سورۃ الفاتحہ فی الجنازہ کو دائمی عمل تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں؟!

۲) ابڑو صاحب نے لکھا ہے: ''حضرت انسؓ نے فرمایا تین باتیں سب نبیوں کے اخلاق میں سے ہیں جلد افطار کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر زیرِ ناف رکھنا۔ (۳۲/۲ بحوالہ ابن حزم ۴/ ۱۱۳)'' (تحقیقِ حق ص ۷۱)

عرض ہے کہ الجوہر النقی لابن الترکمانی الحنفی اور المحلی لابن حزم میں یہ روایت بے سند ہے اور الخلافیات للبیہقی میں اس کی سند مذکور ہے، لیکن اس میں سعید بن زربی راوی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔ (مثلاً دیکھئے میزان الاعتدال ۲/ ۱۳۶ ت ۳۱۷۷)

۳) ابڑو صاحب نے مزید لکھا ہے:

''حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا ہاتھ کو ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھا جائے۔''

(الجوہر بحوالہ ابن حزم، بحوالہ مجموعہ رسائل ج۱،۲ ص۳۰۲)'' (تحقیقِ حق ص۷۲)

عرض ہے کہ اس کی سند میں بھی عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی الکوفی راوی ہے جو کہ ضعیف ومتروک تھا۔ (دیکھئے یہی مضمون فقرہ نمبر۱)

٤) ابڑو صاحب نے لکھا ہے:

''ابن حزم نے حضرت عائشہؓ سے تعلیقاً اور مسند الامام زید میں سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ تین باتیں تمام انبیاء کرام کے اخلاق سے ہیں افطار میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔'' (تحقیقِ حق ص۷۲)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب یہ روایت (ناف کے نیچے رکھنا کی صراحت کے ساتھ) بے سند ہے، لہٰذا ثابت نہیں بلکہ مردود ہے۔

۵) ابڑو صاحب نے زیدی شیعوں کی کتاب ''مسند الامام زید'' کا حوالہ پیش کیا ہے۔

(تحقیقِ حق ص۷۲، فقرہ سابقہ:۴)

عرض ہے کہ مسند زید کا بنیادی راوی ابو ابو خالد عمرو بن خالد الواسطی کذاب ہے۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: متروك

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: کذاب (دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل ۶/۲۳۰)

کذاب راویوں کی روایت پر ''تحقیقِ حق'' نہیں بلکہ ترویجِ باطل ہوتی ہے۔

٦) ابڑو صاحب نے لکھا ہے:

''امام ترمذیؒ اور امام نوویؒ کی تحقیق کے مطابق سینے پر ہاتھ باندھنا کسی بھی امام کا مسلک نہیں بلکہ اس سلسلہ میں دو ہی مذہب ہیں۔

(۱) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

(۲) ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا...'' (تحقیقِ حق ص۷۰)

اس عبارت میں ابڑو صاحب نے دو جھوٹ، ایک مغالطہ اور ایک خلافِ حقیقت بات لکھی ہے:

۱: امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ کہیں بھی نہیں لکھا کہ سینے پر ہاتھ باندھنا کسی بھی امام کا مسلک نہیں۔

۲: متاخرین میں سے علامہ نووی شافعی نے یہ کہیں بھی نہیں لکھا کہ سینے پر ہاتھ باندھنا کسی بھی امام کا مسلک نہیں۔

۳: فوق السرۃ کا اردو ترجمہ صرف ''ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا'' نہیں بلکہ ''ناف سے اوپر ہاتھ باندھنا'' بھی ہے اور سینہ ناف سے اوپر ہی ہوتا ہے، لہٰذا قولِ مذکور میں سینے کے اوپر یا اس سے نیچے والے حصے پر ہاتھ باندھنا مراد ہے جو کہ ناف سے اوپر ہوتا ہے۔

۴: یہ کہنا کہ سینے پر ہاتھ باندھنا کسی امام کا مسلک نہیں، دو وجہ سے باطل ہے:

اول: ہدایہ وغیرہ حنفی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائل تھے اور عبدالشکور لکھنوی تقلیدی نے لکھا ہے:

''اس مسئلہ میں بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مخالف ہیں۔ ان کے نزدیک مردوں کو بھی سینے پر ہاتھ باندھنا چاہیے۔'' (علم الفقہ کا حاشیہ ص ۲۱۰ طبع اپریل ۲۰۰۳ء)

دوم: امام بیہقی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''**باب وضع الیدین علی الصدر فی الصلوۃ من السنۃ**'' نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا سنت میں سے ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۳۰، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۴۶ قبل ح ۲۳۳۵)

۷) ابڑو صاحب نے رفع یدین کے خلاف اپنی دلیل کے طور پر لکھا ہے:

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں تو یہ حضرات شروع نماز کے بعد کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھاتے۔'' (دار قطنی ج ۱ ص ۲۹۵، ابو یعلیٰ ج ۸ ص ۴۵۳)''

(تحقیق حق ص ۱۷۸)

اس روایت کا راوی محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے اور خود سنن دار قطنی کے اسی مذکورہ صفحے پر اسے ضعیف لکھا ہوا ہے۔

اس راوی پر آلِ دیو بند کی شدید جرحوں کے لئے دیکھئے عبدالقدوس قارن کی کتاب: ''ابو حنیفہ کا عادلانہ دفاع'' (ص ۲۸۱) سرفراز خان صفدر کی خزائن السنن (ص ۱۷۳) زیلعی حنفی کی نصب الرایہ (۱/ ۶۱) اور خلیل احمد سہارنپوری کی بذل المجہود (۱/ ۱۱۱)

جروحِ محدثین کی تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین (ص ۱۵۱۔۱۵۳)

۸) ابڑو صاحب نے لکھا ہے:

''حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی پہلی تکبیر کے بعد ساری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔'' (العلل دار قطنی ج ۴ ص ۲۶)

(نوٹ اس روایت میں عبدالرحیم ثقہ راوی ہے)'' (تحقیقِ حق ص ۱۷۸)

ثقہ والی بات تو بعد کی ہے، پہلے تو عبدالرحیم بن سلیمان المروزی (متوفی ۱۸۷ھ) تک امام دار قطنی کی سند پیش کریں۔

امام دار قطنی کی پیدائش ۳۰۶ھ ہے، یعنی آپ عبدالرحیم مذکور کی وفات کے ۱۱۹ سال بعد پیدا ہوئے تھے اور کتاب العلل للدار قطنی میں یہ روایت بغیر کسی متصل سند کے مذکور ہے، لہٰذا بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

گھمن صاحب اور آلِ دیو بند کی ''خدمت'' میں عرض ہے کہ پورا زور لگا کر اس بے سند روایت کی سند کہیں سے تلاش کر کے پیش کردیں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو لوگوں کے سامنے علانیہ توبہ کریں۔

۹) ابڑو صاحب نے ترکِ رفع یدین ثابت کرنے کے لئے بحوالہ نصب الرایہ لکھا ہے:

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے پھر ساری نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔۔۔'' (بیہقی فی الخلافیات زیلعی ج ۱ ص ۴۰۴)'' (تحقیقِ حق ص ۱۷۹)

نصب الرایہ کے اسی صفحے پر اس روایت کے راوی امام بیہقی نے لکھا ہے:

"قال الحاکم :ھذا باطل موضوع ولا یجوز أن یذکر إلا علی سبیل القدح ..." حاکم نے فرمایا: یہ باطل موضوع ہے اور جرح کے بغیر اس کا ذکر کرنا جائز نہیں۔ (نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۴)

دوسرے یہ کہ اس روایت کی مکمل متصل سند بھی موجود نہیں، لہٰذا یہ منقطع مردود ہے۔

۱۰) ابڑو صاحب نے مردوں عورتوں کے طریقۂ نماز میں اختلاف ثابت کرنے کے لئے لکھا ہے: "... حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت جب نماز میں بیٹھے تو ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں کے ساتھ ملا لے جو زیادہ ستر کی حالت ہے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر فرماتے ہیں اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ میں نے اس عورت کو بخش دیا۔" (بیہقی ج ۲، ص ۲۲۳)"

(تحقیق حق ص ۱۹۱۔۱۹۲)

اس روایت کا ایک راوی ابو مطیع البلخی جمہور محدثین کے نزدیک سخت مجروح راوی ہے۔ دوسرے راوی (محمد بن القاسم البلخی) کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا:

اس کا ذکر کیا جانا حلال نہیں۔

تیسرے راوی عبید بن محمد السرخسی کی توثیق نا معلوم ہے۔

(دیکھئے میری کتاب: علمی مقالات ج ۴ ص ۵۰۹۔۵۱۰)

ثابت ہوا کہ یہ روایت بھی مردود ہے۔

ابڑو کی دیگ سے یہ دس حوالے بطورِ نمونہ اور مشتے از خروارے پیش کئے گئے ہیں، تاکہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ ابڑو دیوبندی اور ان جیسے دیگر آلِ دیوبند اپنی کتابوں کے ذریعے سے عوام کو کتنے دھوکے دیتے ہیں اور یہ کہ ایسے دھوکا بازوں سے بچنا ضروری ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۲۶/جنوری ۲۰۱۲ء)

[مرکز الامام البخاری اہلِ حدیث، مقام حیات، سرگودھا]

صلوٰۃ الرسول پر دیو بندی نظر کا جواب

ہندوستان پر انگریزی قبضے کے دور: ۱۸۶۷ء میں پیدا ہو جانے والا دیوبندی فرقہ وہ بدنصیب فرقہ ہے جس کے بانی: محمد قاسم نانوتوی ''صاحب'' نے اعتراف کیا تھا کہ ''میں سخت نادم ہوا اور مجھ سے بجز اس کے کچھ بن نہ پڑا کہ میں جھوٹ بولوں اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا'' (ارواح ثلاثہ ص ۲۹۰ حکایت نمبر ۳۹۱، معارف الاکابر ص ۲۶۰)

یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ نانوتوی صاحب نے یہ صریح جھوٹ اسی روز بولا تھا، یا اس سے پہلے بھی بہت سے جھوٹ بول رکھے تھے۔ واللہ اعلم

اس نومولود دیوبندی فرقے کے دوسرے رکن رکین: رشید احمد گنگوہی ''صاحب'' نے علی الاعلان لکھا: ''جھوٹا ہوں۔ کچھ نہیں ہوں'' (مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰، فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۶)

اس ہندوستانی فرقے کے تیسرے رکن: محمد اشرف علی تھانوی ''صاحب'' نے کہا:
''اور میں بھی بیوقوف ہی سا ہوں مثل ھُد ھُد کے''

(الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ ج ۱ ص ۲۶۶ ملفوظ نمبر ۴۰۰)

اور بغیر کسی لگی لپٹی کے مزید کہا: ''اور اگر مجھ پر اطمینان ہو تو میں مطلع کرتا ہوں کہ میں جولاہا نہیں ہوں۔ رہا جاہل ہونا اس کا البتہ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں جاہل بلکہ اَجہل ہوں'' (اشرف السوانح ج ۱ ص ۲۰ اور نسخہ ص ۶۹)

محمد زکریا تبلیغی دیوبندی نے لکھا ہے: ''یہ اللہ کا محض لطف و کرم ہے کہ ان ساری برکات میں اس ناپاک کی گندگی حائل نہ ہوئی'' (تبلیغی نصاب ص ۶۸۲، فضائل درود ص ۴)

نانوتوی صاحب نے بغیر کسی جھجک کے صاف کہا:

''میں بے حیا ہوں اس لئے وعظ کہہ لیتا ہوں'' (قصص الاکابر لقصص الاصاغر ص ۱۵۶، حوالہ نمبر ۲۹)

ان بقلم خود: جھوٹوں، بے وقوفوں، جاہلوں، ناپاکوں اور بے حیاؤں کے نقشِ قدم پر

چلتے ہوئے پرائمری ماسٹر محمد امین اوکاڑوی حیاتی دیوبندی نے ''صلاۃ الرسول'' کا ''جواب'' دیوبندی رسالہ ''الخیر'' ملتان ۱۴۲۰ھ میں لکھا ہے۔

راقم الحروف نے ''صلوٰۃ الرسول'' کی تخریج کے مقدمہ میں لکھا تھا:

''ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی صاحب کی کتابوں میں موضوع بلکہ بے اصل روایات موجود ہیں مثلاً دیکھئے مجموعہ رسائل جلد دوم (ص ۱۶۹)

حدیث: ''لا جمعه الا بخطبه''

والمتهم بوضعه الاوكاروى'' (ص ۱۹)

یعنی یہ حدیث کہ ''لا جمعه الا بخطبه'' امین اوکاڑوی نے گھڑی ہے۔

اس اعتراض کا اوکاڑوی صاحب نے کوئی جواب نہ دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اپنے اسلاف کی طرح اوکاڑوی صاحب بھی کذاب اور ساقط العدالت ہے۔

اس تمہید کے بعد اوکاڑوی اعتراضات پر دندان شکن تبصرہ پیشِ خدمت ہے:

۱: امام ابوحنیفہ کو قاضی ابو یوسف اور ابن فرقد کے مقابلے میں ''امام اعظم'' کہنا ضروری نہیں، لہٰذا اگر ناشر نے بعض مقامات پر ''اعظم'' کا لفظ کاٹ دیا ہے تو اس میں غصہ ہونے کی کیا بات ہے۔

یاد رہے کہ امام ابوحنیفہ بذاتِ خود ''غیر مقلد'' تھے۔ دیکھئے حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار (ج ۱ ص ۵۱) معین الفقہ (ص ۸۸) اور مجالس حکیم الامت (ص ۳۴۵)

اگر ایک ''غیر مقلد'' نے ایک ''غیر مقلد'' کے سلسلے میں عوامی غلط فہمی کی اصلاح کر دی تو اس معاملہ میں غیر حنفی اور گاندھوی دیوبندیوں کو دخل دینے کی کیا ضرورت ہے؟

۲: بعض جگہ، کسی قرینہ کی وجہ سے ایک لفظ محذوف ہو جاتا ہے مثلاً:

﴿واسئل القرية التي كنا فيها﴾ اور جس (گاؤں) میں ہم تھے اس گاؤں سے پوچھو۔ یعنی اہل القریہ سے پوچھو۔

بعینہ مسند امام ابی حنیفہ (جو کہ مکذوب طور پر امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے) سے

یہاں مراد حاشیہ ہے۔

محمود حسن دیوبندی نے "الزائد فی کتاب اللّٰہ" بنتے ہوئے قرآن مجید کی آیتِ کریمہ میں اضافہ کر دیا تھا۔ (دیکھئے ایضاح الادلہ ص ۹۷۔۹۸ مطبوعہ دیوبند)

اس پر اوکاڑوی صاحب کو کوئی اعتراض نہیں لیکن انھیں صرف حکیم صاحب اور جماعت اہل حدیث پر "غصہ شریف" ہے۔

اگر دیوبندی علماء (یعنی جہلاء) سے کوئی شخص اُن کے اکابر کی کسی غلط، باطل اور توہین آمیز عبارت پر فتویٰ پوچھ لے، بشرطیکہ انھیں اس عبارت کا پہلے سے علم نہ ہو اور استفتاء میں اس کتاب و صاحبِ کتاب کا ذکر نہ ہو تو جھٹ اپنے اکابر پر فتویٰ لگا دیں گے۔ ان شاء اللہ یہ عملاً ہوا بھی ہے جس کا ہمارے پاس ثبوت ہے اور آئندہ کے لئے بھی تجربہ شرط ہے۔

۳: فتاویٰ قاضی خان، وغیرہ کے حوالے ان لوگوں پر بطورِ الزام و اتمامِ حجت پیش کئے جاتے ہیں جو ان کتابوں کو وحی الٰہی یا حجت کا درجہ دیتے ہیں۔

۴: یہ عام لوگوں کو معلوم ہے کہ کتابت اور کمپوزنگ میں کئی غلطیاں رہ جاتی ہیں۔

مثلاً راقم الحروف نے سوانح قاسمی ج ۲ ص ۳۱۷ وغیرہ کے حوالے سے مدرسہ دیوبند کے بارے میں لکھا تھا کہ "اس مدرسہ کے قیام میں ہندوؤں نے بھی خوب چندہ دیا۔ چندہ دینے والوں کی فہرست منشی رام، رام سہائے، منشی ہردواری لال، لالہ بیجناتھ، پنڈت سری رام، منشی موتی لال، رام لال، وغیرہ کے نام ملتے ہیں" (تعدادِ رکعاتِ قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ ص ۴۸)

میں جب حج کے لئے جزیرۃ العرب میں تھا تو یہ کتاب شائع ہوئی۔ کمپوزر کی غلطی سے "ہندوؤں" کے بجائے "بندوں" کا لفظ چھپ گیا۔ کیا یہ میری غلطی ہے؟

پنڈت سری رام کے چندہ خور مدرسے کے غالی حامی اوکاڑوی صاحب نے کتابت کی غلطیوں کی بنیاد پر یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ حکیم صاحب نے "جندب کسری" لکھا تھا۔

۵: تبلیغی جماعت کے "شیخ الحدیث" زکریا صاحب نے "فضائل نماز" میں ص ۳۳۶ تا ص ۳۳۸ "حدیث کی کتابوں" سے نماز کے چالیس (۴۰) فضائل لکھے ہیں۔ حکیم صاحب

نے زکریا صاحب پر اعتماد کرتے ہوئے یہ فضائل ''صلوٰۃ الرسول'' میں نقل کر دیئے ہیں۔
فضائل والی ان ''احادیث'' پر اوکاڑوی صاحب بہت چیں بہ جبیں ہیں، مگر انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ ان کا یہ حملہ بالواسطہ طور پر اپنے ''شیخ الحدیث'' پر ہے۔

مدرسہ ''خیر المدارس'' کے ان کارپردازوں سے درخواست ہے، جو کہ اوکاڑوی صاحب کو ان حرکتوں کی تنخواہ دیتے ہیں، کہ زکریا صاحب کے خلاف اوکاڑوی صاحب کے حملے کا نوٹس لیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی جو کہ محمد حسین بٹالوی کے مقابلے میں دیوبندی مناظر تھا۔
دیکھئے بشیر قادری کی ''ترکِ تقلید کے بھیانک نتائج'' (ص ۴۷۔۴۸)

اس قادیانی کذاب نے ایک کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' لکھی ہے۔ اس کے ص ۲۴ (وفی نسخہ ص ۴۱) کی عبارت تھانوی صاحب کو اتنی پسند آئی کہ اسے بغیر کسی حوالہ کے اپنی کتاب ''احکامِ اسلام عقل کی نظر میں'' ص ۲۰۴ پر نقل کر لیا۔ نیز دیکھئے:

تھانوی صاحب کی کتابیں	مرزا کی کتابیں
۱: نمازوں کا فلسفہ ص ۵۱	کشتیٔ نوح ص ۶۵
۲: فلسفہ اخلاق ص ۲۲۴	نسیم دعوت ص ۲۷
۳: عفت کا فلسفہ ص ۱۶۶	اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۳۰

نیز دیکھئے مولانا محمد یحییٰ گوندلوی حفظہ اللہ (رحمہ اللہ) کی کتاب ''مطرقۃ الحدید بر فتوی مولوی رشید'' ص (۵۴)

اوکاڑوی صاحب کو تھانوی صاحب پر، مرزا کی عبارتیں نقل کرنے پر کوئی غصہ نہیں آتا۔ غصہ صرف حکیم صاحب پر آتا ہے کہ جنہوں نے زکریا (صاحب) دیوبندی پر حسنِ ظن رکھتے ہوئے تبلیغی نصاب کی بیان کردہ احادیث کو نقل کر دیا ہے۔

یاد رہے کہ مرزا ''صاحب'' کی موت ۱۹۰۸ء کے بعد ۱۹۳۰ء میں کسی شخص نے اسے بُرا کہا تو تھانوی صاحب ناراض ہو گئے تھے اور کہا تھا: ''یہ زیادتی ہے، توحید میں ہمارا ان کا

کوئی اختلاف نہیں، اختلاف رسالت میں ہے اور اس کے بھی صرف ایک باب میں یعنی عقیدۂ ختمِ رسالت میں" (سچی باتیں ص ۲۱۳ مصنف: عبدالماجد دریا آبادی)

٦: ابن خزیمہ، ابن حبان نے جس حدیث کو بغیر تنقید کے اپنی صحیح کتابوں میں روایت کیا ہے اس کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

تمام علماء کا اسی پر عمل ہے۔

صحیح ابن حبان (ج ۲ ص ۲۷۸ حدیث ۱۲۵۷) میں سیدنا الحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے، جس کے بارے میں نیموی تقلیدی صاحب نے لکھا ہے: "و صححه ابن حبان "اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ (آثار السنن ص ۵۰ حدیث نمبر ۵۸)

اسی طرح صحیح ابن خزیمہ (ج ۱ ص ۵۷۔۵۸ ح ۱۰۹) کی ایک حدیث کے بارے میں نیموی صاحب نے لکھا ہے:" و صححه الترمذي و ابن خزيمة " ترمذی اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (آثار السنن ص ۵۱۔۵۲ ح ۶۱)

اتنی معمولی بات بھی اوکاڑوی کو معلوم نہیں، لہٰذا اوکاڑوی نے وہ اپنی جہالت سے یہ لکھا ہے کہ "لیکن یہ جھوٹ ہے انہوں نے اسے صحیح نہیں کہا" (رسالہ الخیر ص ۶۴۹/ص ۳۳)

معلوم ہوا کہ نیموی صاحب، اوکاڑوی کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اوکاڑوی صاحب کے ممدوح ظفر احمد تھانوی نے بلوغ المرام سے "وصححه ابن خزيمة" نقل کر کے اس کی تشریح ان الفاظ میں کی: "يعني أورده في صحيحه" (اعلاء السنن ج ۱ ص ۹۷)

ابوداود کی جس حدیث (تسہیل الوصول ص ۱۴۹/ ۲۱۔۲۰۲) کے بارے میں راقم الحروف نے لکھا ہے کہ اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے تو عرض ہے کہ یہی روایت صحیح ابن خزیمہ (ج ۲ ص ۵۹ ح ۹۱۴) اور صحیح ابن حبان (ج ۴ ص ۲۰ ح ۲۲۷۱) میں موجود ہے۔

تنبیہ: کتابت سے "وغیرہا" کا لفظ گر گیا تھا جس کا اضافہ ناگزیر ہے اور کتابت کے اس سہو پر اوکاڑوی صاحب نے شور مچانا شروع کر دیا۔ سبحان اللہ!

۷: حافظِ قرآن بھی بعض اوقات قرآن پڑھتے پڑھتے بھول جاتا ہے۔ بعض مقامات پر حکیم صاحب یا ناشر سے حوالے کا تسامح ہوا ہے، جس پر اوکاڑوی صاحب ''جھوٹ'' کا فتویٰ داغتے ہیں حالانکہ تقلیدی حضرات کی کتابوں میں اتنے غلط حوالے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔!

۱) اوکاڑوی صاحب! تمھاری وہ کتاب میرے سامنے پڑی ہے جس میں تم نے قرآن مجید پر جھوٹ بولا ہے۔ اوکاڑوی صاحب کی کتاب کا عکس (SCAN) درج ذیل ہے:

[illegible]
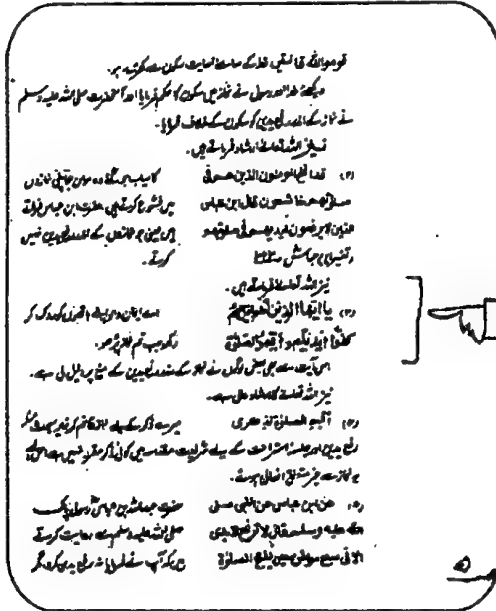
(کتاب کا نام: تحقیق مسئلہ رفع یدین، مصنف ابو معاویہ محمد امین صفدر جالندھری، اوکاڑوی، ناشر: ابوحنیفہ اکیڈمی۔ فقیر والی۔ ضلع بہاولنگر)

ذرا ہمت کریں اور قرآن مجید سے اپنی پیش کردہ ''آیت'' کا ثبوت تو پیش کریں۔!

۲) اصول شاشی کے حاشیہ نمبر ۲ ص ۷۶ پر فاعرضوہ علی کتاب اللہ والی حدیث کو بخاری سے منسوب کیا گیا ہے۔ تمام آلِ دیوبند سے عرض ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں کہاں لکھی ہوئی ہے؟ حوالہ پیش کریں۔

آلِ دیوبند اِن باتوں کا جو جواب دیں گے، ہمارا بھی وہی جواب ہے۔

۸:	تراویح کے سلسلے میں آپ پر میرے رسالے ''تعدادِ رکعات قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ'' اور پچاس صفحوں کے ''اکاڑوی کا تعاقب'' کا جواب باقی ہے، جسے آپ شیرِ... سمجھ کر پی گئے ہیں!!

۹:	کئی دیوبندی ''حضرات'' نے یہ تسلیم کر رکھا ہے کہ اہلِ حدیث، اہلِ سنت اور اہلِ حق ہیں۔ دیکھئے کفایت المفتی (ج۱ص۳۲۵ جواب نمبر ۳۷۰) احسن الفتاویٰ (ج۱ص۳۱۶)

جبکہ دیوبندیوں کا نہ تو اہلِ سنت ہونا ثابت ہے اور نہ حنفی ہونا۔

رسول اللہ ﷺ اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا سمجھنے والے دیوبندی حضرات کس طرح اہلِ سنت ہو سکتے ہیں؟ (دیکھئے کلیاتِ امدادیہ ص۹۱، ۱۰۳، تعلیم الدین ص۱۷۱)

۱۰:	صلوٰۃ الرسول میں فضائل کے سلسلے میں بعض ضعیف روایات آ گئی تھیں جن کی نشاندہی راقم الحروف نے حتی الوسع کر دی تھی:

''فضائل میں ضعیف احادیث کا لے آنا صرف حکیم محمد صادق رحمہ اللہ پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ دیوبندیوں و بریلویوں کے مستند علماء اور حنفی فقہاء نے اپنی تصانیف کو ضعیف بلکہ موضوع روایات سے بھر رکھا ہے مثلاً شیخ زکریا سہارنپوری صاحب کی کتاب ''فضائل اعمال'' وغیرہ''

(تسہیل الوصول ص۱۹)

اس کا اوکاڑوی صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا مگر ''ضعیف احادیث'' کی رٹ شروع کر دی ہے؟

ماسٹر صاحب! کیا ''فضائل اعمال'' کی ساری احادیث صحیح ہیں؟

۱)	تبلیغی نصاب (ص ۳۹۸) اور فضائل نماز (ص ۸۲) میں لکھا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ''جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے کورسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں'' یہ حدیث کہاں لکھی ہوئی ہے؟ اس کی پوری سند لکھیں اور صحیح ہونا بھی ثابت کریں اور اگر نہ کر سکیں تو صحیح بخاری (ج۱ص۱۲۵، کتاب التہجد باب ۱۸، ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ) پڑھ لیں۔

تنبیہ: زکریا صاحب کی پیش کردہ روایت تاریخ دمشق لابن عساکر میں موجود ہے۔

(ج۳۴ ص۱۴۳)

اور اس میں عبدالوہاب بن مجاہد راوی سخت مجروح و متروک ہے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:
"متروك و كذبه الثوري" متروک ہے اور (سفیان) ثوری نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔ (تقریب التہذیب: ۴۲۷۸)

اس موضوع روایت کو صحیح بخاری کی حدیث کے مقابلے میں پیش کر کے زکریا صاحب نے کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے؟!

۲) فضائل ذکر (ص۱۲۱) و تبلیغی نصاب (ص۵۹۹ ح۳۵) میں طبرانی کی حدیث کے بعد لکھا ہوا ہے کہ "فيه قائد ابو الورقاء متروك" قائد مذکور کا اسماء الرجال سے تعارف کرائیں اور پھر اصول حدیث سے ثابت کریں کہ متروک کی روایت کا کیا حکم ہے؟

۳) تبلیغی نصاب (ص۳۵۵) فضائل نماز (ص۳۹) میں "من ترك الصلاة حتى مضى وقتها ثم قضى عذّب في النار حقبًا ..." والی جو حدیث لکھی ہوئی ہے اس کی سند اور حوالہ پیش کریں۔ خود زکریا صاحب نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے،
"لم اجده فيما عندي من كتب الحديث ..." الخ اس کا پورا ترجمہ بھی لکھیں۔

شرم نہیں آتی! شیشے کے مکان میں بیٹھ کر پتھر برسا رہے ہو!

پہلے اپنے اکابر کی کتابوں سے موضوع، بے اصل اور ضعیف روایات کا خاتمہ کریں پھر حکیم صاحب پر تنقید کرنا!

یاد رہے کہ حکیم صاحب کی بیان کردہ ضعیف احادیث میں سے ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس پر مسلکِ اہلِ حدیث کے کسی بنیادی مسئلہ کا دارومدار ہے۔

☆ فاتحہ (صحیح بخاری: ۷۵۶)

☆ رفع یدین (صحیح بخاری: ۷۳۶)

☆ آمین بالجہر (ابوداود: ۹۳۲۔۹۳۳، اور صحیح البخاری: قبل ح ۷۸۰)

☆ سینے پر ہاتھ (صحیح بخاری کی ذراع والی حدیث: ۷۴۰، اور مسند احمد: ۲۲۶۵)

☆ تراویح (صحیح بخاری: ۲۰۱۳)

جبکہ دیوبندیوں کے بہت سے مسائل ضعیف احادیث پر مشتمل ہیں مثلاً ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا اور ترک رفع یدین، وغیرہ

۱۱: اوکاڑوی صاحب کو تقلید کا معنی ہی معلوم نہیں، اس لئے بعض محدثین کو بغیر کسی دلیل کے شوافع قرار دے کر "مقلدین" بنا رہے ہیں۔ حالانکہ اوکاڑوی صاحب کے سراسر برعکس، شوافع کا یہ نعرہ ہے: "**لسنا مقلدين للشافعي .**" ہم امام شافعی کے مقلد نہیں ہیں۔ (تقریرات الرافعی ج ۱ ص ۱۱)

شوافع تو یہ کہتے تھے کہ ہم مقلدین نہیں ہیں اور اوکاڑوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ وہ مقلدین ہیں!

[ثابت ہوا کہ اوکاڑوی صاحب نے کذب وافتراء کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا۔]

۱۲: ص ۶۵۹/ ۴۳ پر اصولِ حدیث سے جاہل، اوکاڑوی نے تدلیس کے مسئلے میں یہ تاثر دیا ہے کہ راقم الحروف نے بعض مدلسین کی روایات کو صحیح کہا ہے۔

اوکاڑوی کی ذکر کردہ پہلی تین روایتوں میں تصریحِ سماع درج ذیل ہے:

۱) بحوالہ (ص ۱۵۲) اسے قتادہ سے شعبہ نے روایت کیا ہے، اور سنن ابی داود میں قتادہ کے سماع کی تصریح موجود ہے۔ حدیث نمبر ۳۹۶

تنبیہ: شعبہ کی قتادہ سے روایت تصریح سماع پر محمول ہوتی ہے۔

۲) بحوالہ (ص ۱۶۰) رواہ شعبہ عن قتادہ احمد (۳/ ۲۸۲) وصرح بالسماع عند البخاری (۵۹۷)

۳) بحوالہ (ص ۳۷۷) رواہ شعبہ عن قتادہ بہ

یہ تینوں روایتیں صحیح مسلم کی ہیں اور اوکاڑوی کے "بزرگ" سرفراز خان صفدر نے کہا ہے: "صحیحین میں تدلیس مضر نہیں"

(خزائن السنن ج ۱ ص ۱، بحوالہ مقدمہ نووی ص ۱۸، فتح المغیث ص ۷۷، وتدریب الراوی ص ۱۴۴)

اوکاڑوی صاحب، حکیم محمد صادق صاحب (رحمہ اللہ) کے غصے میں، صحیحین کی روایات کو بھی ضعیف قرار دینا چاہتے ہیں۔!

۱۳: ص ۶۶۰/۴۴ پر اوکاڑوی صاحب نے دیوبندی ظن وتخمین سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے کہ ''اور یہ سینے کا لفظ بھی کاتب کی غلطی سے معلوم ہوتا ہے''

حالانکہ یہ لفظ مسند احمد کے تمام نسخوں میں موجود ہے۔ اسے علامہ ابن جوزی نے متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اسے مسند احمد سے نقل کیا ہے۔

یہاں تو اوکاڑوی کے نزدیک کاتب کی غلطی ہوگئی، مگر صلوٰۃ الرسول میں اگر کتابت یا سہوِ بشری سے کوئی حوالہ غلط ہوگیا ہے تو اوکاڑوی صاحب نے شور مچانا شروع کر دیا ہے۔

کیا دیوبندی انصاف اسی کا نام ہے۔؟!

۱۴: صحیح بخاری میں تعلیقاً مروی ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے مقتدی آمین بالجہر کہتے تھے۔ یہ روایت مصنف عبدالرزاق میں ابن جریج کے سماع کی تصریح کے ساتھ موجود ہے۔ اس کی سند میں مسلم بن خالد کا نام ونشان نہیں، مگر اوکاڑوی صاحب نے سلسلہ ضعیفہ (ج ۲ ص ۳۶۸) سے مسلم بن خالد پر جرح اور تدلیس ابن جریج کا اعتراض کیا ہے، حالانکہ چند سطریں بعد البانی صاحب رحمہ اللہ اسے امام بخاری سے نقل کرتے ہیں اور صفحہ ۳۶۹ پر فرماتے ہیں کہ ابن جریج نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

اسی قسم کے دھوکے دیوبندیت کی گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دینے کے لئے روا رکھے جارہے ہیں۔ اوکاڑوی صاحب! میرے پچاس صفحات کے خط کا لفظ بلفظ جواب دو۔

صلوٰۃ الرسول کی تخریج میں سے صرف ایک ایسی حدیث نکالو، جس کا راوی مدلس ہو، عن سے روایت کر رہا ہو، سماع یا متابعت ثابت نہ ہو اور راقم الحروف نے اسے صحیح یا حسن کہا ہو۔ و ما علینا إلا البلاغ (ربیع الاول ۱۴۲۱ھ)

[یہ مضمون تقریباً ۱۲ سال پہلے لکھا گیا تھا۔ (۲۰/فروری ۲۰۱۲ء)]

ایک جھوٹی روایت اور الیاس گھمن صاحب کا قافلہ

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الأمین،أما بعد:

اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک جس روایت کی سند میں درج ذیل پانچ شرطیں موجود ہوں، وہ صحیح ہوتی ہے:

۱: ہر راوی عادل (مثلاً سچا مسلمان) ہو۔

۲: ہر راوی ضابط (مثلاً صحیح حافظے والا) ہو۔

۳: سند متصل ہو۔

۴: شاذ نہ ہو۔

۵: معلول (بعلتِ قادحہ) نہ ہو۔

جس روایت میں یہ پانچوں شرائط پائی جائیں تو اس کے صحیح ہونے پر اہلِ حدیث یعنی صحیح العقیدہ اہلِ سنت محدثین کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر ۱/ ۹۹۔۱۰۰، اردو مترجم ص ۱۶)

اس اتفاقی واجماعی تعریف کے مقابلے میں بعض الناس ضعیف اور موضوع وغیرہ روایات کو ''صحیح'' یا ''حسن'' قرار دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، مثلاً دنیاوی حیاتی دیوبندیوں کے محمد الیاس گھمن صاحب نے لکھا ہے:

''امام موفق مکی سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں: ''(امام ابوحنیفہ کے قول کی تقویت میں) کبھی مجھے دو احادیث ملتی اور کبھی تین میں انہیں امام صاحب کے پاس لاتا تو آپ بعض کو قبول کرتے بعض کو نہیں اور فرماتے کہ یہ حدیث صحیح نہیں یا معروف نہیں، تو میں عرض کرتا حضرت آپ کو کیسے پتا چلا؟ تو فرماتے کہ میں اہل کوفہ کے علم کو جانتا ہوں۔'' (مناقب موفق مکی ج ۲ ص ۱۵۱، مناقب کردری ج ۲ ص ۱۰۳)''

(رسالہ ''قافلۂ حق سرگودھا'' جلد۵ شمارہ۳ ص۸۔۹، جولائی تا ستمبر۲۰۱۱ء)

مناقب کردری میں یہ روایت بغیر سند کے بحوالہ سمعانی مذکور ہے اور سمعانی سے لے کر محمد (بن الحسن بن فرقد) عن ابی یوسف تک کوئی سند موجود نہیں، لہٰذا یہ بے سند حوالہ ہے۔

مناقبِ موفق مکی میں یہ روایت باسند مذکور ہے، جو درج ذیل ہے:

''وبه قال :أخبرنا أحمد بن علي المروزي ويوسف بن يعقوب وإبراهيم بن منصور البخاريان وغيرهم قالوا :حدثنا سعد بن معاذ أبوعصمة:سمعت أباسليمان :سمعت محمد بن الحسن :سمعت أبا يوسف ....'' (۲/۱۵۱)

اس میں ''وبه قال'' کا قائل (موفق کا ''الامام'') ابومحمد الحارثی ہے۔

دیکھئے المناقب لموفق المکی (ج۲ ص۱۴۸)

ابومحمد الحارثی تک موفق مکی کی سند درج ذیل ہے:

'' أخبرني الإمام أبو سعد الحافظ السمعاني في كتابه إليّ:أنا أبو الفرج الصيرفي بأصبهان إذنًا:أنا أبو الحسين الأسكاف قراء ة عليه :أنا الإمام أبوعبد اللّٰه بن مندة الحافظ:أنا الإمام أبو محمد الحارثي ''(۲/۱۴۸)

اب گھمن صاحب کی پیش کردہ روایت کی اہلِ سنت اصولِ حدیث اور اہلِ سنت اسماء الرجال کی رُو سے تحقیق درج ذیل ہے:

۱: اس روایت کا پہلا راوی موفق مکی معتزلی اور رافضی تھا، جیسا کہ راقم الحروف کی درج ذیل عبارت سے ثابت ہے:

ابوالمؤید موفق بن احمد المکی الخوارزمی اخطب خوارزم (متوفی ۵۶۸ھ) کی کتاب: ''مناقب الامام ابی حنیفہ'' مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ، کوئٹہ سے شائع شدہ ہے۔

اس کے مصنف موفق بن احمد کی کوئی توثیق کسی معتبر محدث سے ثابت نہیں ہے بلکہ حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ذہبی نے اُس کی روایات پر جرح کی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ

کردری حنفی نے موفق بن احمد کے بارے میں لکھا ہے: '' المعتزلي القائل بتفضيل

علي علی کل الصحابة" یعنی وہ معتزلی تھا، تمام صحابہ پر (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت کا قائل تھا۔ (مناقب الکردری ج ۱ ص ۸۸)

یعنی یہ شخص رافضی اور معتزلی تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں اُس نے ایک کتاب لکھی، جس میں موضوع (جھوٹی) روایات ہیں۔

دیکھئے منہاج السنۃ النبویہ لابن تیمیہ (۱۰/۳) اور المنتقیٰ من منہاج السنہ للذہبی (ص ۳۱۲)

حافظ ابن تیمیہ نے فرمایا کہ وہ علمائے حدیث میں سے نہیں اور نہ اس فن میں اس کی طرف کبھی رجوع کیا جاتا ہے۔ (منہاج السنہ ۱۰/۳)

حافظ ذہبی نے فرمایا: اس کی کتاب فضائل علی میں نے دیکھی ہے، اس میں انتہائی کمزور روایتیں بہت زیادہ ہیں۔ (تاریخ الاسلام ۳۲۷/۳۹)

لہٰذا ایسے شخص کو (معتزلیوں کا) علامہ، ادیب فصیح اور مفوہ کہہ دینے سے اُس کی توثیق ثابت نہیں ہو جاتی۔ نیز دیکھئے المنتقیٰ من منہاج السنہ للذہبی (ص ۳۱۲، دوسرا نسخہ ص ۱۵۴)

مختصراً عرض ہے کہ موفق بن احمد معتزلی اور رافضی ہونے کی وجہ سے مجروح ہے، لہٰذا اس کی ساری کتاب نا قابلِ اعتماد ہے۔ (ماہنامہ الحدیث حضرو: ۸۷ ص ۴۳-۴۴)

۲: ابو محمد الحارثی [نہیں، بلکہ احمد بن محمد الحمانی] کے بارے میں امام ابن عدی نے فرمایا: وہ بغداد کے مشرقی محلے میں رہتا تھا، میں نے اسے ۲۹۷ (ہجری) میں دیکھا.... میں نے جھوٹے لوگوں میں اتنا بے حیا اور کوئی نہیں دیکھا۔

حافظ ابن حبان نے فرمایا: وہ عراقیوں سے روایات بیان کرتا تھا، وہ احادیث گھڑ کر ان کی طرف منسوب کرتا تھا۔

امام دارقطنی نے فرمایا: وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

امام ابن ابی الفوارس نے فرمایا: وہ (حدیثیں) گھڑتا تھا۔

خطیب بغدادی نے فرمایا: اس نے حدیثیں بیان کیں، ان میں اکثر باطل ہیں، انھیں اُس نے گھڑا تھا۔

حاکم نیشاپوری نے کہا: اس نے قعنبی، مسدد، اسماعیل بن ابی اویس اور بشر بن الولید سے حدیثیں بیان کیں جنھیں اُس نے (خود) گھڑا تھا، اُس نے ان سے ملاقات [کا دعویٰ کرنے] کے جھوٹ کے علاوہ روایتوں کے متن بھی بنائے۔

ابونعیم الاصبہانی نے فرمایا: وہ ابن ابی اویس، قعنبی اور ایسے شیوخ سے مشہور اور منکر روایتیں بیان کرتا تھا جن سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی، وہ کوئی چیز نہیں ہے۔

حافظ ابن الجوزی نے اسے حدیث کا چور قرار دیا۔

حافظ ذہبی نے فرمایا: ''کان یضع الحدیث'' وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

اور فرمایا: ''کذاب وضاع'' وہ بڑا جھوٹا (اور) حدیثیں گھڑنے والا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے فرمایا: وہ حدیثیں گھڑنے والوں میں سے ایک تھا۔ ان تمام جروح کے حوالوں کے لئے دیکھئے الکامل لابن عدی، المجروحین لابن حبان، الضعفاء والمتروکین للدارقطنی، تاریخ بغداد، الموضوعات لابن الجوزی، المدخل للحاکم، الضعفاء لابن نعیم، المغنی للذہبی، میزان الاعتدال، البدایہ والنہایہ، لسان المیزان اور ماہنامہ الحدیث: ۲۷ ص ۱۲۔۱۳

[یہ جرح احمد بن محمد الحمانی پر ہے اور الحارثی بھی کذاب ہے۔ دیکھئے ص ۲۳۵]

مرجیہ تقلیدیہ کے اس کذاب وضاع شخص کو ''الامام، الفقیہ، الاستاذ'' کے القاب کا کوئی فائدہ نہیں، ورنہ اسماء الرجال کا علم بے فائدہ بن جاتا ہے اور یہ بات محال و باطل ہے۔

یاد رہے کہ راوی پر جرح ثابت ہونے کے بعد امام، فقیہ، اور استاذ کے الفاظ توثیق نہیں بلکہ مردود ہوتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے میری کتاب تحقیقی مقالات (ج ۲ ص ۳۵۷، ۳۶۳)

۳: ابوعصمہ سعد بن معاذ المروزی کے بارے میں کسی محدث سے کوئی توثیق ثابت نہیں بلکہ حافظ ذہبی نے فرمایا: ''مجھول وحدیثہ باطل'' وہ مجہول ہے اور اس کی حدیث باطل ہے۔ (میزان الاعتدال مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور ج ۳ ص ۱۸۵، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۱۲۵)

محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی اور ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم کے بارے میں مفصل تحقیق کے لئے دیکھئے: میری کتاب تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات جلد اول، دوم، سوم

ابو سلیمان سے مراد اگر موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی رحمہ اللہ ہیں تو عرض ہے کہ ابن ابی حاتم الرازی نے فرمایا: ''وکان یکفر القائلین بخلق القرآن''

اور وہ ان لوگوں کو کافر کہتے تھے جو قرآن کو مخلوق قرار دیتے تھے۔

امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا: ''کان صاحب الرأي صدوقًا''

وہ اہلِ رائے میں سے تھے اور وہ سچے تھے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ج ۸ ص ۱۴۵)

حافظ ذہبی نے فرمایا: ''وکان صدوقًا محبوبًا إلی أھل الحدیث''

وہ سچے تھے، وہ اہلِ حدیث کے نزدیک محبوب (پیارے) تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۰/۱۹۴)

ثابت ہوا کہ اہلِ حدیث (محدثین کرام) بہت انصاف والے اور غیر جانبدار تھے۔ ابو سلیمان الجوزجانی (حنفی عالم) سے محبت کرنا اور انھیں سچا قرار دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ محدثین کرام میں بحیثیتِ جماعت و بحیثیتِ جمہور کسی قسم کا تعصب نہیں تھا، ظلم و ناانصافی کا نام و نشان تک نہ تھا اور بعض افراد کی بعض اوقات جمہور کے خلاف چند انفرادی غلطیاں معدوم اور ناقابلِ التفات ہوتی ہیں۔

آخر میں بطورِ خلاصۃ التحقیق عرض ہے کہ الیاس گھمن صاحب نے جس روایت کو اپنے رسالے میں علانیہ طور پر ''سند صحیح'' قرار دیا ہے، وہ ابو محمد الحارثی (کذاب) اور ابو عصمہ المروزی (مجہول وحدیثہ باطل) نیز موفق مکی معتزلی و مجروح کی وجہ سے موضوع، من گھڑت اور باطل ہے۔

ایسی من گھڑت اور جھوٹی روایت کو گھمن صاحب کا ''سند صحیح'' کہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ اہلِ سنت کی معتبر کتابوں، اسماء الرجال کے علم اور اصولِ حدیث سے جاہل یا متجاہل ہیں اور اپنی مرضی کی جھوٹی روایات کو بھی صحیح قرار دیتے ہیں۔

قارئین کرام! خود فیصلہ کرلیں کہ وہ اہلِ سنت کی معتبر کتابوں، اسماء الرجال کے مستند اماموں اور اصولِ حدیث پر عمل کرنا چاہتے ہیں، یا سلفِ صالحین کے راستے کو چھوڑ کر جدید محققین اور باغیانِ سلف صالحین کے پیچھے چلنا چاہتے ہیں جو انھیں صراط مستقیم اور عدل

وانصاف سے ہٹا کر ہلاکت وگمراہی کی پگڈنڈیوں پر گرانا چاہتے ہیں؟

خود فیصلہ کرلیں، کیونکہ وقتِ موعود قریب ہے۔!

تنبیہ: بعض لوگ امام ابوحنیفہ کے بارے میں انتہائی غلو سے کام لیتے ہیں، اپنی تحریروں اور تقریروں میں غیر ثابت کتابوں اور مجروح مصنفین کے حوالے دیتے ہیں، نیز بعض تاریخی وغیرہ کتابوں سے جھوٹی اور مردود روایتیں پیش کرتے ہیں، حالانکہ یہ طرزِ عمل عدل و انصاف کے سراسر خلاف اور ظلم ہے۔

راقم الحروف نے اس بارے میں ''کلید التحقیق: فضائلِ ابی حنیفہ کی بعض کتابوں پر تحقیقی نظر'' کے عنوان سے عدل وانصاف اور غیر جانبداری پر مبنی ایک مضمون لکھا جو ماہنامہ الحدیث حضرو (شمارہ نمبر ۷۸) میں شائع ہوا۔ ہمارے علم کے مطابق ابھی تک اس تحقیقی مضمون کا کوئی جواب کسی طرف سے نہیں آیا۔

مناقبِ ابی حنیفہ کے سلسلے میں گھسن صاحب وغیرہ جو بھی جھوٹی، من گھڑت اور مردود روایتیں پیش کرتے ہیں، ان کا دندان شکن جواب اسی تحقیقی مضمون میں موجود ہے۔

(۲۲/ جولائی ۲۰۱۱ء)

ایک جھوٹی روایت اور حنیف قریشی بریلوی

الحمد لله ربّ العالمین والصّلوٰة والسّلام علٰی رسوله الأمین ، أما بعد:

محمد حنیف قریشی بریلوی رضاخانی نے لکھا ہے: ''یونہی جامع صغیر کی روایت ہے ارشاد فرمایا:

" ذروا العارفین المحدثین عن امتی لا تنزلوهم الجنة ولا النار حتی یکون الله هو الذی یقضی فیهم یوم القیامة "۔ (۱)

یعنی ایسے عارفین جن سے غیب کی باتیں کی جاتی ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ان کو اپنے فتوے سے نہ جنت میں نازل کرو اور نہ ہی دوزخ میں حتی کہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے۔

(۱) کنز العمال حدیث نمبر ۱۲۱، الکامل لابن عدی ۴/ ۱۲۱، میزان الاعتدال از علامہ ذہبی (متوفی ۷۴۸) ۲/ ۵۰۵، تاریخ بغداد ۸/ ۲۹۲ از خطیب بغدادی، لسان المیزان ۲/ ۳۶۰، فیض القدیر شرح جامع الصغیر از علامہ عبد الرؤف مناوی ۳/ ۵۳، التیسیر بشرح الجامع الصغیر ۲/ ۳۵ از علامہ عبد الرؤف مناوی ''

(شطحیاتِ اولیاء ص ۹، روئیداد مناظرہ راولپنڈی گستاخ کون ص ۲۳۵)

اس روایت کو حنیف قریشی نے اپنی اس کتاب کے سرورق (ٹائٹل) پر بھی لکھا ہے۔!

عرض ہے کہ حنیف قریشی صاحب کی مذکورہ روایت درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی (۴/ ۱۴۴۱۔۱۴۴۲، دوسرا نسخہ ۵/ ۱۹۳) تاریخ بغداد (۸/ ۲۹۲ ت ۴۳۹۵ خالد بن ابی کریمہ) الفوئد العوالی المنتقاة للثقفی / الثقفیات (ج ٦ رقم ۱۰، بحوالہ السلسلة الضعیفہ للالبانی ۲/ ۹۵ ح ۶۳۴ وقال: موضوع) التیسیر بشرح الجامع الصغیر (۲/ ۳۵ وقال: فیہ متهم)

اس روایت کی بنیادی سند درج ذیل ہے:

'' أیوب بن سوید: حدثني سفیان (الثوري) عن خالد بن أبي کریمة عن

عبداللّٰہ بن مسور۔ بعض ولد جعفر بن أبي طالب عن محمد بن علي بن الحنفية عن أبيه......"

اس سند کے بنیادی راوی ابو جعفر عبداللہ بن مسور بن عبداللہ بن عون بن جعفر بن ابی طالب الہاشمی المدائنی کے بارے میں اسماء الرجال کی کتابوں سے تحقیق درج ذیل ہے:

اہلِ سنت کے مشہور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسور کے بارے میں اپنے بیٹے سے فرمایا: "اضرب علی حدیثه، أحادیثه موضوعة" اس کی حدیثیں کاٹ دو، اس کی حدیثیں موضوع (من گھڑت) ہیں۔ (کتاب العلل و معرفۃ الرجال ۱/۳۴۵ رقم ۶۳۶)

اور فرمایا: "کان یضع الحدیث و یکذب" وہ حدیثیں گھڑتا تھا اور جھوٹ بولتا تھا۔
(کتاب الجرح والتعدیل ۵/ ۱۶۹ ت ۷۸۲ وسندہ صحیح)

امام رقبہ بن مصقلہ رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسور کے بارے میں فرمایا:

"کان یضع أحادیث کلام حق و لیست من أحادیث النبي ﷺ و کان یرویها عن النبي ﷺ" وہ برحق کلام (یعنی صحیح مفہوم اور حکمت والے کلام) کی روایتیں گھڑتا تھا اور وہ نبی ﷺ کی احادیث نہیں ہوتی تھیں اور وہ انھیں نبی ﷺ سے بیان کرتا تھا۔ (مقدمہ صحیح مسلم ج ۱/ ۱۶۔ ۱۷، وسندہ صحیح)

مغیرہ بن مقسم رحمہ اللہ نے فرمایا: "کان عبد اللّٰہ بن مسور (صح) یفتعل الحدیث" عبداللہ بن مسور حدیثیں گھڑتا تھا۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۵/ ۱۶۹، وسندہ صحیح)

ابو نعیم اصبہانی نے کہا: "وضاع للأحادیث. لا یسوی شئ" وہ حدیثیں گھڑنے والا ہے، وہ کسی چیز کے برابر نہیں ہے۔ (کتاب الضعفاء ص ۹۹ ت ۱۱۱، المسند المستخرج ۱/ ۷۰ ت ۱۱۳)

جوزجانی نے کہا: اس کی حدیثیں موضوع ہیں۔ (احوال الرجال ص ۱۹۶ ت ۳۵۹)

حافظ ذہبی نے کہا: "یکذب" وہ جھوٹ بولتا تھا۔ (دیوان الضعفاء ۲/ ۶۷ ت ۲۳۱۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: "کذبوہ و له ذکر في مقدمة صحیح مسلم" محدثین نے اسے جھوٹا کہا ہے اور صحیح مسلم کے مقدمے میں اس کا ذکر موجود ہے۔

(الاصابہ ۳/۱۴۱ ت ۶۶۳۷)

امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا: '' فعلى نحو ما ذكرنا من الوجوه نؤلف من الأخبار عن رسول الله ﷺ فأما ما كان منها عن قوم هم عند أهل الحديث متهمون أو عند الأكثر منهم فلسنا نتشاغل بتخريج حديثهم كعبد الله بن مسور أبي جعفر المدائني و عمرو بن خالد و عبد القدوس الشامي ومحمد ابن سعيد المصلوب وغياث بن إبراهيم و سليمان بن عمرو أبي داود النخعي و أشباههم ممن اتهم بوضع الأحاديث و توليد الأخبار و كذلك من الغالب على حديثه المنكر و الغلط أمسكنا أيضًا عن حديثهم ''

''اس قاعدہ مذکورہ کے مطابق (اے شاگرد عزیز!) ہم تمہاری خواہش کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی احادیث جمع کریں گے۔ رہے وہ لوگ جو تمام علماء حدیث یا اکثر کے نزدیک مطعون ہیں جیسے عبداللہ بن مسور، ابو جعفر مدائنی، عمرو بن خالد، عبدالقدوس شامی، محمد بن سعید مصلوب، غیاث بن ابراہیم، سلیمان بن عمرو ابی داود نخعی اور ان جیسے دوسرے لوگ جن پر موضوع (من گھڑت) حدیث بیان کرنے کی تہمت ہے اور وہ از خود احادیث وضع کرنے یا بنانے میں بدنام ہیں اسی طرح وہ لوگ جن کی غالب روایات منکر ہوتی ہیں یا جن کی روایات میں بہ کثرت اغلاط ہیں تو ایسے لوگوں کی روایات کو ہم اپنی کتاب میں جمع نہیں کریں گے۔'' (صحیح مسلم، المقدمہ ج ۱ ص ۴-۵، شرح صحیح مسلم از غلام رسول سعیدی بریلوی ج ۱ ص ۲۰۷)

ثابت ہوا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسور پر سخت جرح کر رکھی ہے۔

عبداللہ بن مسور کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا: ''كان ممن يروي الموضوعات عن الأثبات .... '' وہ ثقہ راویوں سے موضوع روایتیں بیان کرنے والوں میں سے تھا.... (المجروحین ۲/۲۴، دوسرا نسخہ ۱/ ۵۱۷)

محمد بن اسحاق بن محمد بن مندہ نے فرمایا: '' المشهورون بوضع الأسانيد و المتون عبد الله بن مسور و عمرو بن خالد و أبو داود النخعي سليمان بن عمرو

وغياث بن إبراهيم و محمد بن سعيد الشامي وعبد القدوس بن حبيب و غالب بن عبيد الله الجزري ''اسانید اور متون گھڑنے کے ساتھ عبداللہ بن مسور، عمرو بن خالد، ابوداود النخعی سلیمان بن عمرو، غیاث بن ابراہیم، محمد بن سعید الشامی، عبدالقدوس بن حبیب اور غالب بن عبیداللہ الجزری مشہور ہیں۔ (فضل الاخبار و شرح مذاہب الآثار ۱/ ۸۱ مکتبہ شاملہ)

عبدالرؤف المناوی (صوفی) نے اس روایت کی بحث میں عبداللہ بن مسور پر محدثین کی شدید جرح نقل کی۔ (دیکھئے فیض القدیر ۳/ ۵۲۷ ح ۳۳۲۳)

روایتِ مذکورہ کو اس کتاب سے نقل کرنے کے باوجود حنیف قریشی نے اس جرح کو چھپالیا ہے۔ نسائی نے عبداللہ بن مسور کے بارے میں فرمایا: ''متروك الحديث''

(کتاب الضعفاء والمتروکین: ۳۳۳)

دارقطنی نے فرمایا: ''متروك'' (کتاب العلل الواردہ ۵/ ۱۹۰ س ۸۱۲)

عراقی نے کہا: ''عبد الله بن مسور الهاشمي ضعيف جدًا'' (تخریج الاحیاء ۳/ ۱۸۵)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے لسان المیزان (۳/ ۳۶۰۔ ۳۶۱، دوسرا نسخہ ۴/ ۱۶۲۔ ۱۶۵)

خلاصہ یہ کہ حنیف قریشی صاحب نے جس روایت کو اپنی کتاب میں بطورِ حجت پیش کیا ہے، وہ موضوع (من گھڑت) ہے اور اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ موضوع روایت کا بیان کرنا حرام ہے اِلا یہ کہ اس پر جرح کی جائے اور اس کا موضوع (جھوٹی روایت) ہونا بیان کیا جائے۔ (دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر، عربی ص ۸۴، اردو ص ۵۳)

تنبیہ: جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جھوٹی روایت بطورِ حجت پیش کرنے سے شرم نہیں کرتا، وہ کس طرح ''مناظر، علامہ اور مفتی'' کہلائے جانے کے لائق ہے؟!

آخر میں میری طرف سے حنیف قریشی اور تمام آلِ بریلی سے مطالبہ ہے کہ اپنی بیان کردہ اس روایت کا موضوع نہ ہونا ثابت کریں، عبداللہ بن مسور الہاشمی المدائنی کا کذاب نہ ہونا ثابت کریں یا اس روایت کا کوئی صحیح یا حسن شاہد پیش کریں اور اگر نہ کر سکیں تو پھر علانیہ توبہ کریں۔ (۱۵/ اگست ۲۰۱۱ء)

امتیاز حسین کاظمی بریلوی کا صحیح مسلم پر افتراء

الحمد للّٰه ربّ العالمین وصلّی اللّٰه وسلّم علٰی رسوله الأمین و رضي اللّٰه عن أصحابه أجمعین و رحمة اللّٰه علی التابعین و من تبعهم بإحسان إلٰی یوم الدین، أما بعد: محمد حنیف قریشی بریلوی رضا خانی کے معاون مناظر امتیاز حسین کاظمی بریلوی رضا خانی نے لکھا ہے: ''مسلم شریف جلد اول صفحہ 117 پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے آپ فرماتے ہیں، **خطبنا رسول اللّٰه ا فاسند ظهره الٰی قبه آدم فقال الا لا یدخل الجنة الانفس مسلمة.**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبہ آدم علیہ السلام کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا آگاہ رہو جنت میں سوائے مسلمان کے کوئی داخل نہیں ہوسکتا۔ (الحدیث)

ثابت ہوا قبہ گرانا واجب نہیں اگر واجب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمانے سے پہلے اس قبہ کو گرانے کا حکم ارشاد فرماتے، اسی طرح مشہور محدث علامہ سخاوی رحمہ اللہ الباری متوفی 902 ہجری حضرت امیر حمزہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ''**وجعل علی قبره قبه فهو یزار و یتبرك به**'' (التحفۃ اللطیفہ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ جلد اول صفحہ 307)

ان کی قبر مبارک پر قبہ بنایا گیا ہے اس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔ جلیل القدر محدثین وائمہ تو ''قبہ'' سے برکات کی حکایت کریں اور وہابیہ خبثہ ان کو گرانے کی مذموم حرکات؟۔ فیا للعجب'' (گستاخ کون اشاعت اول ص ۱۵۸۔۱۵۹)

اس عبارت میں امتیاز صاحب نے صحیح مسلم پر صریح جھوٹ بولا ہے، افتراء کا ارتکاب کیا ہے اور حدیث کے لفظ و مفہوم دونوں میں تحریف کردی ہے۔

۱: صحیح مسلم کے محولہ بالا درسی نسخے میں ''قبة آدم'' کے الفاظ نہیں، بلکہ ''قبة أَدَمٍ'' کے الفاظ ہیں۔ دیکھئے (ج ۱ ص ۱۱۷ سطر ۱۵)

۲: قاضی عیاض مالکی (م ۵۴۴ھ) کی شرح والے نسخے میں بھی "قبة آدم" نہیں، بلکہ "قُبَّةُ أَدَمٍ" کے الفاظ ہیں۔ (اکمال المعلم ج ۱ ص ۶۰۸ ح ۳۷۸/۲۲۱)

۳: محمد بن خلیفہ الوشتانی الأبی (م ۸۲۸ھ) کی شرح والے نسخہ میں بھی "قبة آدم" کے الفاظ نہیں، بلکہ "قبة من أَدَمٍ" کے الفاظ ہیں۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۶۴۲ ح ۲۲۱/۳۷۸)

اور شرح میں بھی "قبة من أدم" لکھا ہوا ہے۔

۴: غلام رسول سعیدی بریلوی نے صحیح مسلم کی اس حدیث کا ترجمہ درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک چمڑے کے خیمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا یاد رکھو جنت میں صرف مسلمان داخل ہوں گے..." (شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۴۶ ح ۴۳۹)

۵: عزیز الرحمٰن دیوبندی نے اس حدیث کا ترجمہ درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے:
"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک چمڑے کے خیمے میں ٹیک لگا کر ایک خطبہ دیا اور فرمایا آگاہ رہو کہ جنت میں سوائے مسلمان کے کوئی داخل نہیں ہوگا۔" الخ (صحیح مسلم شریف مترجم ج ۱ ص ۲۸۱ ح ۵۳۱)

نیز دیکھئے محمد زکریا اقبال دیوبندی کی تفہیم المسلم (ج ۱ ص ۴۳۶ ح ۴۲۹)

اور احسان اللہ دیوبندی کی مترجم کنز العمال (ج ۷ ص ۳۵۱)

ثابت ہوا کہ امتیاز حسین کاظمی بریلوی نے "أدمٍ" کے لفظ کو "آدم" سے بدل کر تحریف لفظی بھی کی ہے اور صحیح مسلم پر افتراء بھی کیا ہے، نیز ترجمے میں "آدم علیہ السلام" کے الفاظ لکھ کر مفہوم حدیث بھی بدل دیا ہے اور جھوٹ کا "لک" توڑ دیا ہے (!!)، نیز یہ انھی لوگوں کا کام ہے جنھیں بندر و خنازیر بنا دیا گیا تھا۔ نیز بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر نویں دسویں صدی کے صوفی سخاوی کے دور میں بعض مبتدعین کا قبہ بنانا اور اس سے تبرک حاصل کرنا کوئی شرعی دلیل نہیں اور نہ خیر القرون کے کسی صحیح العقیدہ ثقہ وصدوق عالم سے قبروں پر قبے بنانا ثابت ہے، لہٰذا یہاں سخاوی کا حوالہ مردود ہے۔ (۱۲/ اپریل ۲۰۱۲ء)

متفرق مضامین

مسجد میں ذکر بالجہر اور حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہرام الدارمی رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۵ھ)

نے فرمایا: ''أخبرنا الحكم بن المبارك :أنبأنا عمرو بن يحيىٰ قال :سمعت أبي يحدّث عن أبيه قال:كُنَّا نَجْلِسُ عَلَىٰ بَابِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ۔رَضِيَ اللهُ عَنْهُ۔ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ ، فَإِذَا خَرَجَ ، مَشَيْنَا مَعَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ ، فَجَاءَ نَا أَبو مُوسَىٰ الْأَشْعِرِيُّ۔ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ۔ فَقَالَ :أَخَرَجَ إِلَيْكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قُلْنَا :لَا ، بَعْدُ.فَجَلَسَ مَعَنَا حَتّىٰ خَرَجَ،فَلَمَّا خَرَجَ ، قُمْنَا إِلَيْهِ جَمِيعًا،فَقَالَ لَهُ أَبُومُوسَىٰ: يَا أَبا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، إِنِّي رَأَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ آنِفاً أَمْرًا أَنْكَرْتُهُ وَلَمْ أَرَ۔ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ۔ إِلَّا خَيْرًا. قَالَ:فَمَا هُوَ؟فَقَالَ :إِنْ عِشْتَ فَسَتَرَاهُ .

قَالَ :رَأَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ قَوْمًا حِلَقًا جُلُوسًا يَنْتَظِرُونَ الصَّلَاةَ فِي كُلِّ حَلْقَةٍ رَجُلٌ ، وَفِي أَيْدِيهِمْ حَصًا ، فَيَقُولُ : كَبِّرُوا مِئَةً،فَيُكَبِّرُونَ مِئَةً ، فَيَقُولُ :هَلِّلُوا مِئَةً ، فَيُهَلِّلُونَ مِئَةً ، وَيَقُولُ :سَبِّحُوا مِئَةً ، فَيُسَبِّحُونَ مِئَةً . قَالَ :فَمَاذَا قُلْتَ لَهُمْ ؟ قَالَ :مَاقُلْتُ لَهُمْ شَيْئًا انْتِظَارَ رَأْيِكَ أَوِ انْتِظَارَ أَمْرِكَ . قَالَ:أَفَلَا أَمَرْتَهُمْ أَنْ يَعُدُّوا سَيِّئَاتِهِمْ،وَضَمِنْتَ لَهُمْ أَنْ لَا يَضِيعَ مِنْ حَسَنَاتِهِمْ، ثُمَّ مَضَىٰ وَمَضَيْنَا مَعَهُ حَتّىٰ أَتَىٰ حَلْقَةً مِنْ تِلْكَ الْحِلَقِ ، فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ،فَقَالَ:مَاهٰذَا الَّذِي أَرَاكُمْ تَصْنَعُونَ؟ قَالُوا :يَاأَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَصًا نَعُدُّ بِهِ التَّكْبِيرَ وَالتَّهْلِيلَ وَالتَّسْبِيحَ . قَالَ:فَعُدُّوا سَيِّئَاتِكُمْ ، فَأَنَا ضَامِنٌ أَنْ لَا يَضِيعَ مِنْ حَسَنَاتِكُمْ شَيْءٌ وَيْحَكُمْ يَاأُمَّةَ مُحَمَّدٍ !مَاأَسْرَعَ هَلَكَتَكُمْ !هٰؤُلَاءِ صَحَابَةُ نَبِيِّكُمْ ﷺ مُتَوَافِرُونَ ، وَهٰذِهِ ثِيَابُهُ لَمْ تَبْلَ ، وَآنِيَتُهُ لَمْ تُكْسَرْ ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، إِنَّكُمْ لَعَلَىٰ مِلَّةٍ هِيَ أَهْدَىٰ مِنْ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ أَوْمُفْتَتِحُو بَابِ ضَلَالَةٍ . ؟!قَالُوا :وَاللّٰهِ يَا

أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، مَا أَرَدْنَا إِلَّا الْخَيْرَ. قَالَ :وَكَمْ مِنْ مُرِيدٍ لِلْخَيْرِ لَنْ يُصِيبَهُ ، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَدَّثَنَا أَنَّ قَوْمًا يَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ ، وَايْمُ اللّٰهِ مَا أَدْرِي لَعَلَّ أَكْثَرَهُمْ مِنْكُمْ ، ثُمَّ تَوَلّٰى عَنْهُمْ .فَقَالَ عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ :رَأَيْنَا عَامَّةَ أُولٰئِكَ الْحِلَقِ يُطَاعِنُونَا يَوْمَ النَّهْرَوَانِ مَعَ الْخَوَارِجِ .''

ہمیں حکم بن المبارک نے روایت بیان کی ،(کہا): ہمیں عمرو بن یحییٰ نے روایت بیان کی ، کہا: میں نے اپنے والد (یحییٰ بن عمرو بن سلمہ الہمدانی) کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا، انھوں نے اپنے والد (عمرو بن سلمہ الہمدانی) سے، انھوں نے کہا: ہم صبح کی نماز سے پہلے (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے کے پاس بیٹھتے تھے، پھر جب وہ باہر تشریف لاتے تو ہم پیدل چل کر اُن کے ساتھ مسجد جایا کرتے تھے۔

پھر (ایک دن) ہمارے پاس (سیدنا) ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو کہا: کیا ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) تمھارے پاس باہر تشریف لائے ہیں؟ ہم نے کہا: ابھی تک نہیں آئے۔ پھر وہ ہمارے پاس بیٹھ گئے ، حتیٰ کہ آپ (سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ) باہر تشریف لائے۔ پھر جب وہ آئے تو ہم سارے (مسجد کو پیدل جانے کے لئے) کھڑے ہوگئے اور آپ کے پاس گئے تو (سیدنا) ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) نے آپ سے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن ! میں نے تھوڑی دیر پہلے مسجد میں ایک چیز دیکھی ہے، جسے میں نے ناپسند کیا ہے اور الحمدللہ میری نیت خیر کی ہی ہے۔ انھوں (سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: وہ کیا ہے؟

(ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ) نے کہا: آپ اگر زندہ رہے تو عنقریب دیکھ لیں گے۔ (ان شاء اللہ)

میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو دیکھا ہے، وہ نماز کے انتظار میں حلقوں کی صورت میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ہر حلقے میں ایک آدمی (ان کا سربراہ) ہے۔ لوگوں کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں۔ پھر وہ (سربراہ) آدمی کہتا ہے: سو دفعہ اللہ اکبر کہو، تو وہ سو دفعہ اللہ اکبر کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے: سو دفعہ لا الٰہ الا اللہ پڑھو، تو وہ سو دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے: سو دفعہ سبحان اللہ کہو تو وہ سو دفعہ سبحان اللہ کہتے ہیں۔ انھوں (سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے پوچھا:

آپ نے اُن سے کیا کہا ہے؟ انھوں (سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا: میں نے آپ کی رائے یا آپ کے حکم کا انتظار کرتے ہوئے انھیں کچھ بھی نہیں کہا۔ انھوں نے فرمایا: آپ نے انھیں یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ اپنے گناہ شمار کریں اور یہ ضمانت کیوں نہیں دی کہ ان کی نیکیاں ضائع نہیں ہوں گی۔ پھر وہ چلے تو ہم بھی آپ کے ساتھ چلے، حتیٰ کہ وہ ان حلقوں میں سے ایک حلقے کے پاس پہنچے تو وہاں کھڑے ہو کر اُن سے پوچھا: تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: اے ابو عبدالرحمٰن! ہم کنکریوں پر اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ اور سبحان اللہ پڑھ رہے ہیں۔ انھوں (سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: پس تم اپنے گناہ شمار کر لو اور میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمھاری نیکیوں میں سے کچھ بھی ضائع نہیں ہوگا۔

اے محمد (ﷺ) کے اُمتیو! تمھاری خرابی ہو، تم کتنی تیزی سے ہلاک و برباد ہو رہے ہو۔ دیکھو! تمھارے نبی ﷺ کے یہ صحابہ کثرت سے موجود ہیں، آپ (ﷺ) کے کپڑے ابھی تک بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ جو برتن استعمال کرتے تھے وہ ابھی تک نہیں ٹوٹے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کیا تم ایسی ملت پر ہو جو محمد ﷺ کی ملت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا کہ تم گمراہی کے دروازے کھولنے والے ہو؟!

انھوں نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! اللہ کی قسم! ہمارا ارادہ تو صرف خیر کا ہی تھا۔ انھوں (سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو خیر کا ارادہ رکھتے ہیں اور خیر سے محروم رہتے ہیں۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جو حدیث سنائی کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے، وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور اللہ کی قسم! مجھے پتا نہیں کہ شاید ان لوگوں میں تمھاری کثرت ہو۔ پھر وہ ان سے ہٹ کر چلے گئے۔ عمرو بن سلمہ نے کہا: ان حلقوں والے عام لوگوں کو میں نے دیکھا، وہ جنگِ نہروان والے دن خوارج کے ساتھ مل کر ہم سے جنگ کر رہے تھے۔ (سنن دارمی ج ۱ ص ۲۸۶۔ ۲۸۷ ح ۲۱۰ باب فی کراھیۃ اخذ الرأی، وسندہ حسن)

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ و توثیق درج ذیل ہے:

۱) ابو صالح الحکم بن المبارک الباہلی البلخی الخاشتی الخواشتی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۳ھ)

میرے علم کے مطابق آپ کی توثیق درج ذیل ہے:

۱: حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ (۱۹۵/۸)

۲: امام ترمذی نے ان کی بیان کردہ ایک منفرد اور ضعیف السند روایت کے بارے میں فرمایا: ''هذا حديث حسن غريب'' (ح ۲۲۳۸ باب ماجاء فی علامات خروج الدجال)

ثابت ہوا کہ وہ امام ترمذی کے نزدیک صدوق و حسن الحدیث راوی تھے۔

۳: یاقوت بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی الادیب نے فرمایا: ''وكان ثقة'' (معجم البلدان ۳۳۸/۲ خاشت)

۴: حافظ ذہبی نے فرمایا: ''ثقة'' (الکاشف ۱۸۳/۱ ت ۱۱۹۸)

۵: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ''صدوق ربماوهم'' (تقریب التہذیب: ۱۴۵۸)

ایسا راوی حسن الحدیث ہوتا ہے، بشرطیکہ جمہور محدثین نے اس کی توثیق کی ہو۔

۶: ابو عبداللہ محمد بن اسحاق بن مندہ الاصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۹۵ھ) نے فرمایا: ''أحد الثقات'' وہ ثقہ راویوں میں سے ایک ہیں۔ (فتح الباب فی الکنیٰ والألقاب ص ۴۳۳ ت ۳۹۲۸)

☆ ابو سعد عبدالکریم بن محمد بن منصور السمعانی (متوفی ۵۶۲ھ) نے حکم بن المبارک کے بارے میں امام احمد بن حنبل کا قول نقل کیا: ''هو عندنا ثقة'' (الانساب ۳۰۹/۲، الخاشتی)

یہ قول باسند صحیح ثابت نہیں۔

جمہور کی اس توثیق و تعدیل کے مقابلے میں حافظ ابن عدی کا درج ذیل قول ہے:

''هذا الحديث رواه نعيم بن حماد عن عيسى والحديث له وأنكروه عليه، وسرقه منه جماعة منهم: عبدالوهاب (بن) الضحاك وسويد بن سعيد وأبو صالح الخراساني الخاستي والحكم بن المبارك...''

(الکامل فی ضعفاء الرجال ۱۸۹/۱، دوسرا نسخہ ۳۰۴/۱)

اس عبارت میں امام ابن عدی نے حکم بن مبارک پر سرقة الحديث (احادیث چوری کرنے) کا سنگین الزام لگایا ہے اور خود انھوں نے دوسری جگہ فرمایا:

”وهذا إنما يعرف بنعيم بن حماد ورواه عن عسى بن يونس فتكلم الناس فيه مجراه ثم رواه رجل من أهل خراسان يقال له الحكم بن المبارك يكنٰى أبا صالح الخواشتي،يقال انه لابأس به ، ثم سرقه قوم ضعفاء ممن يعرفون بسرقة الحديث منهم :عبدالوهاب بن الضحاك والنضربن طاهر وثالثهم سويد الأنباری .“ (الکامل ۳/۱۲۶۵،دوسرانسخہ۴/۴۹۸)

اس عبارت میں حافظ ابن عدی نے حکم بن المبارک کو سرقۃ الحدیث کی تہمت سے باہر نکالا اور ”لا بأس به“ قرار دیا،لہٰذا جرح وتعدیل والے دونوں اقوال باہم متعارض ہوکر ساقط ہوگئے اور اگر متعارض نہ بھی ہوتے تو جمہور کی توثیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام ابن عدی کا پہلا قول منسوخ ہو اور دوسرا قول (بعد میں ہونے کی وجہ سے) ناسخ ہو۔ واللہ اعلم

خلاصۃ التحقیق: حکم بن المبارک موثق عندالجمہور ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

اختصار اور تفصیل کے ساتھ درج ذیل راویوں نے حکم بن المبارک کی متابعت کررکھی ہے:

اول: علی بن الحسن بن سلیمان الحضرمی (تاریخ واسط لاسلم بن سہل الواسطی ص ۱۹۸۔۱۹۹)

دوم: امام ابوبکر بن ابی شیبہ (المصنف ۱۵/۳۰۶ح ۳۷۸۷۹)

۲) عمرو بن یحییٰ رحمہ اللہ (دیکھئے سنن دارمی، نسخہ حسین سلیم اسد ۱/۲۸۶۔۲۸۷ ح ۲۱۰)

سنن دارمی کے بعض نسخوں میں ”عمر بن یحییٰ“ ہے جو کہ خطا ہے، جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ سے ثابت ہے۔ (نیز دیکھئے السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی ۵/۱۲ح ۲۰۰۵)

عمرو بن یحییٰ بن عمرو بن سلمہ الہمدانی کے بارے میں جرح وتعدیل کے اقوال درج ذیل ہیں:

۱: امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”صالح“ (کتاب الجرح والتعدیل ۶/۲۶۹)

اس کے مقابلے میں ابن عدی نے احمد بن ابی یحییٰ (الانماطی البغدادی) کی سند سے نقل کیا

کہ یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''لیس بشيٍ'' (الکامل ۵/۱۷۷۳، دوسرا نسخہ ۶/۲۱۵)
ابو بکر احمد بن ابی یحییٰ الانماطی کے بارے میں حافظ ابن عدی نے فرمایا:
''ولأبی بکر بن أبی یحیي هذا غیر حدیث منکر عن الثقات ، لم أخرجه هاهنا وقد روی عن یحیي بن معین وأحمد بن حنبل تاریخًا فی الرجال . ''
(الکامل ۱/۱۹۹، دوسرا نسخہ ۱/۳۲۲)

ابراہیم بن اورمہ الاصبہانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''أبو بکر بن أبي یحیي کذاب''
(الکامل ۱/ ۱۹۸، وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۱/۳۲۲)

اسے ابن الجوزی نے کتاب الضعفاء والمتروکین (۱/۹۲ ت ۲۷۲) میں ذکر کیا اور ذہبی نے فرمایا: ''بغدادي متهم'' (دیوان الضعفاء والمتروکین ۱/۳۸ ت ۱۲۲)
ثابت ہوا کہ امام ابن معین کی طرف منسوب یہ جرح، غیر ثابت ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔
تنبیہ: احمد بن ابی یحییٰ کا شاگرد ابن ابی عصمہ العکبری مجہول الحال ہے، لہٰذا یہ سند ظلمات ہے۔
لیث بن عبدہ سے روایت ہے کہ یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''عمرو بن یحییٰ بن سلمة ، سمعت منه، لم یکن یرضی'' (الکامل ۵/۱۷۷۵، دوسرا نسخہ ۶/۲۱۵)
لیث بن عبدہ المصری البصری المروزی شیخ الطحاوی کی توثیق نا معلوم ہے، لہٰذا یہ جرح بھی ثابت نہیں۔

☆ ابن عدی نے فرمایا: ''وعمرو هذا لیس له کثیر روایة ولم یحضرني له شيٌ فأذکره'' (الکامل ۵/۱۷۷۳، دوسرا نسخہ ۶/۲۱۵)
یہ عبارت نہ جرح ہے اور نہ تعدیل، لہٰذا توثیق وتضعیف سے خارج ہے۔
☆ کہا گیا ہے کہ ابن خراش (رافضی) نے کہا: ''لیس بمرضي''
(لسان المیزان ۴/۳۷۸، دوسرا نسخہ ۵/۳۳۵)

یہ جرح دو وجہ سے ساقط ہے:

اول: یہ بے سند ہے، ابن خراش سے باسند صحیح ثابت نہیں۔

دوم: ابن خراش رافضی تھا۔

۲: حافظ ابن حبان نے عمرو بن یحییٰ مذکور کو کتاب الثقات میں داخل کیا ہے۔ (۸/۴۸۰)

☆ حافظ ابن الجوزی نے امام یحییٰ بن معین وغیرہ کی طرف غیر ثابت جرح کی بنیاد پر عمرو بن یحییٰ کو کتاب الضعفاء والمتروکین (۲/۲۳۳ ت ۲۶۰۱) میں ذکر کیا اور اصل بنیاد کالعدم ہونے کی وجہ سے یہ جرح بھی کالعدم ہے۔

☆ حافظ ذہبی نے بھی عمرو بن یحییٰ کو ابن معین کی طرف غیر ثابت جرح کی وجہ سے دیوان الضعفاء والمتروکین (۲/۲۱۲ ت ۳۲۲۹) وغیرہ میں ذکر کیا اور اصل بنیاد منہدم ہونے کی وجہ سے یہ جرح بھی منہدم ہے۔

خلاصۃ التحقیق: حافظ ذہبی اور حافظ ابن الجوزی کی جرح مرجوح ہے اور ابن حبان و ابن معین کی توثیق کی وجہ سے عمرو بن یحییٰ صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

۳) **یحییٰ بن عمرو بن سلمہ الہمدانی کے بارے میں امام عجلی نے فرمایا: "کوفي ثقة"**

(التاریخ المشہور بالثقات: ۱۹۹۰)

ان سے شعبہ نے روایت بیان کی۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۹/۱۷۶)

اور شعبہ (اپنے نزدیک، عام طور پر) صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب کا مقدمہ ج ۱ ص ۱۰)

امام یعقوب بن سفیان الفارسی کی کتاب المعرفۃ والتاریخ میں یحییٰ بن عمرو بن سلمہ کے بارے میں لکھا ہوا ہے: "لا بأس به" (ج ۳ ص ۱۰۴)

خلاصۃ التحقیق: یحییٰ بن عمرو بن سلمہ ثقہ وصدوق تھے۔

۴) **عمرو بن سلمہ بن خرب الہمدانی الکوفی الکندی: ثقة** (تقریب التہذیب: ۵۰۴۱)

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ امام دارمی کی بیان کردہ سند حسن لذاتہ ہے اور حنفیوں کے ایک

فقیہ ابن عابدین شامی نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت مذکورہ کو درج ذیل الفاظ میں صحیح قرار دیا ہے:

''لماصح عن ابن مسعود أنه أخرج جماعة من المسجد يهللون و...''

(ردالمحتار علی الدرالمختار ۵/۲۸۱۔۲۸۲ باب الاستبراء وغیرہ)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''قلت بسند صحيح''

(راہ سنت ص ۱۴۳، طبع نہم ۱۹۷۵ء)

اب اس روایت کے بعض شواہد پیشِ خدمت ہیں:

۱: ''أسد عن عبدالله بن رجاء عن عبيدالله بن عمرو عن يسار أبي الحكم أن عبدالله بن مسعود حدّث ...''

(البدع والنہی عنہا تحقیق عمرو بن عبدالمنعم بن سلیم: ۲۱)

یہ سند منقطع ہے اور یسار ابوالحکم کی توثیق معلوم نہیں، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

۲: ''نا محمد بن سعيد قال: نا أسد بن موسى عن يحيىٰ بن عيسى عن الأعمش عن بعض أصحابه...'' (البدع والنہی عنہا: ۲۴)

اعمش مدلس ہیں اور ''بعض اصحابہ'' مجہول ہیں، لہٰذا یہ سند بھی ضعیف ہے۔

۳: ''نا أسد عن محمد بن يوسف عن الأوزاعي عن عبدالله بن أبي لبابة ...''

یہ سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۴: محمد بن وضاح قال: ''نا موسى بن معاوية عن عبدالرحمن بن مهدي عن سفيان عن سلمة بن كهيل عن أبي الزعراء قال ...'' (البدع والنہی عنہا: ۲۷)

امام سفیان ثوری کی سلمہ بن کہیل سے روایت قوی ہوتی ہے، لہٰذا یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

فائدہ: کتاب البدع والنہی عنہا کے راوی ابو القاسم اصبغ بن مالک بن موسی القرطبی رحمہ اللہ کے بارے میں حافظ ابوالولید عبداللہ بن محمد بن یوسف الازدی: ابن الفرضی نے فرمایا: ''وكان ابن وضاح يجلّه ويعظّمه ...وكان إمامًا في قراءة نافع، وكان

عابدًا زاهدًا يجتمع إليه أهل الزهد والفضل ويسمعون منه ، توفي (رحمه الله) ببشتر سنة أربع وثلاث مائة ذكره أحمد وقال الرازي :توفي يوم الاثنين لثلاث خلون من رجب سنة تسع وتسعين و مائتين .''

(تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالاندلس ۱/ ۹۵ ت ۲۵۰)

ابن عذاری نے (وفیات ۲۹۹ھ کے تحت) کہا: ''وفيها توفي أصبغ بن مالك الزاهد الفقيه .'' (البیان المغرب فی اخبار الاندلس ۱/ ۲۰۴، مکتبہ شاملہ)

حافظ ذہبی نے فرمایا: ''أصبغ بن مالك أبو القاسم المالكي الزاهد نزيل قرطبة ، أصله من قبرة وصحب ابن وضاح أربعين سنة. وكان ابن وضاح يجلّه و يعظمه وسمع من ابن وضاح وابن القزاز وكان إمامًا في قراءة نافع ...''

(تاریخ الاسلام ۲۳/ ۱۳۸، وفیات ۳۰۱۔۳۱۰ھ)

ابن الجزری (متوفی ۸۳۳ھ) نے لکھا ہے: ''الزاهد ...توفي سنة أربع وثلاثمائة''

(غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء ۱/ ۱۷۱ ت ۷۹۹)

محمد بن حارث بن اسد الخشنی القیروانی کی طرف منسوب مشکوک کتاب : اخبار الفقہاء والمحدثین میں لکھا ہوا ہے: ''وكان عابدًا زاهدًا ورعًا خيرًا ...وكان ابن وضاح له مكرمًا معظمًا...'' (ص ۲۹ ت ۴۴)

خلاصہ یہ ہے کہ اصبغ بن مالک القرطبی صدوق حسن الحدیث راوی ہیں اوران پر کسی محدث یا مستند عالم کی کوئی جرح ثابت نہیں۔

اس شاہد کے ساتھ سنن دارمی والی روایت صحیح لغیرہ ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو اپنے السلسلۃ الصحیحہ میں ذکر کیا ہے۔ (۵/ ۱۱۔۱۲ ح ۲۰۰۵)

آلِ بریلی کا مذہب ضعیف و موضوع روایات پر قائم ہے اوران کے اصول پر بھی یہ روایت پانچ سندوں کے ساتھ حسن لغیرہ یا صحیح لغیرہ یعنی حجت ہے۔ وما علينا إلا البلاغ

(۵/ فروری ۲۰۱۲ء حضرو)

جبری طلاق واقع نہیں ہوتی

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلٰوۃ والسّلام علٰی رسوله الأمین، أما بعد:

طلاق مکرَہ یعنی جبری طلاق کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ کسی شخص کو اسلحے وغیرہ کے زور پر پکڑ لیں، قتل اور مار کٹائی کی دھمکی دیں اور پھر جبر، زور، ظلم و زیادتی کے ذریعے سے اس بیچارے مجبور و مقہور کو حکم دیں کہ ابھی ہمارے سامنے اپنی بیوی کو طلاق دے دو اور وہ بیچارہ مجبور و مقہور شخص موت یا پٹائی کے خوف سے مجبور ہو کر اس حالتِ اضطرار میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے، حالانکہ اس کی نیت طلاق دینے کی نہ ہو۔

شریعت اسلامیہ میں ایسی جبری طلاق ہرگز واقع نہیں ہوتی، لیکن حنفیہ و دیوبندیہ و بریلویہ تینوں فرقوں کا یہ موقف ہے کہ جبری طلاق واقع ہو جاتی ہے۔!

ایک شخص نے محمد تقی عثمانی دیوبندی صاحب سے سوال پوچھا: ''طلاقِ مکرَہ کے بارے میں زید کہتا ہے کہ واقع نہیں ہوتی، اور دلیل میں مشکوٰۃ کی حدیث: " **لا طلاق و لا عتاق فی اغلاق** " (سنن ابی داود ج ۱ ص ۳۰۵ طبع مکتبہ حقانیہ ملتان) پیش کرتا ہے جبکہ حنفیوں کے نزدیک طلاق مکرہ واقع ہو جاتی ہے، لہٰذا حنفیوں کی کون سی حدیث سے دلیل ہے؟''

اس سوال کا جواب مسئول مذکور (تقی عثمانی) نے درج ذیل الفاظ میں لکھا:

''حنفیہ کے نزدیک طلاق مکرَہ واقع ہو جاتی ہے، حنفیہ کے دلائل درج ذیل ہیں:۔

الف: **قوله صلی اللّٰه علیه وسلم ثلاث جدهن جد و هزلهن جد النکاح و الطلاق و الرجعة ...**'' (فتاویٰ عثمانی جلد دوم ص ۳۲۴۔۳۲۵)

تقی عثمانی صاحب نے اپنے مذکورہ فتوے میں جو ''دلائل'' یعنی شبہات پیش کئے ہیں، ان پر علی الترتیب تبصرہ اور رَد درج ذیل ہے:

۱: رسول اللہ ﷺ کی جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے، اس کا مفہوم درج ذیل ہے:

" تین اشیاء ایسی ہیں اگر ان کو جان بوجھ کر یا ہنسی مذاق میں کرے (تو بھی) وہ درست ہو جائیں گی: (۱) نکاح، (۲) طلاق، (۳) رجعت."

(سنن ابی داود مترجم ج ۲ ص ۱۹۷ ح ۴۲۸، ترجمہ خورشید حسن قاسمی رفیق دار الافتاء دار العلوم دیوبند)

حدیث کا ترجمہ و مفہوم آپ نے پڑھ لیا، اس روایت میں جبری طلاق کا نام و نشان نہیں ہے، بلکہ صرف دو باتوں کا ذکر ہے:

(۱) جان بوجھ کر طلاق دینا۔ (۲) ہنسی مذاق میں طلاق دینا۔

جبری طلاق نہ تو جان بوجھ کر اپنی مرضی سے دی جاتی ہے اور نہ یہ ہنسی مذاق ہے، لہٰذا اس حدیث کو بے موقع و بے محل پیش کیا گیا ہے۔ ہمارے علم کے مطابق سلف صالحین اور غیر جانبدار فقہائے محدثین نے اس حدیث سے جبری طلاق واقع ہونے کا مسئلہ ثابت نہیں کیا، لہٰذا محدثین کے خلاف صرف طحاوی کا استدلال ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔

امام بغوی نے فرمایا: " اتفق أهل العلم على أن الطلاق الهازل يقع ... و اتفق أهل العلم على ان طلاق الصبي و المجنون لا يقع " اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ ہنسی مذاق میں طلاق دینے والے کی طلاق واقع ہو جاتی ہے... اور اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ چھوٹے بچے اور مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (شرح السنہ ج ۹ ص ۲۲۰ تحت ح ۲۳۵۶)

جب بعض لوگوں نے ہنسی مذاق والی طلاق پر قیاس کر کے جبری طلاق کو واقع قرار دیا تو امام ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی (متوفی ۶۷۱ھ) نے فرمایا: " وهذا قياس باطل " اور یہ قیاس باطل ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن یعنی تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۱۸۴)

تنبیہ: روایتِ مذکورہ کے راوی عبدالرحمٰن بن حبیب بن اردک کو نسائی نے منکر الحدیث، حافظ ذہبی نے "صدوق فيه لين " اور حافظ ابن حجر نے " لين الحديث " کہا، جبکہ ابن حبان، ترمذی بتحسین حدیثہ اور حاکم نے بذریعہ تصحیح ثقہ و صدوق قرار دیا، لہٰذا جمہور کو ترجیح کے اصول سے یہ سند حسن ہے۔

۲: "عن عمر قال: أربع واجبات على كل من تكلم بهنّ العتاق و الطلاق

و النکاح و النذر ." بحوالہ احکام القرآن للجصاص (فتاویٰ عثمانی ۲/۳۲۴)

یہ روایت احکام القرآن للجصاص المعتزلی (ج ۲ ص ۹۹) میں بغیر سند ہے اور جصاص سے ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے اپنی اعلاء السنن (ج ۱۱ ص ۱۷۹) میں نقل کر رکھی ہے۔

امام بخاری نے التاریخ الکبیر (۶/۵۰۲ ت ۳۱۱۶) میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ "أربع مقفلات (صح) النذر والطلاق والعتق والنکاح ."

اور اسے بیہقی نے امام بخاری کی سند سے روایت کیا ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۳۴۱)

اس کی سند میں محمد بن اسحاق بن یسار صدوق مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے، لہٰذا یہ سند ضعیف و مردود ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "أربع جائزات علی کل أحد : العتاق والطلاق والنذور والنکاح ."

(سنن سعید بن منصور ۱/۳۷۱ ح ۱۶۱۰، مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۱۰۵ ح ۱۸۳۹۷)

اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ مدلس ہے اور سند عن سے ہے، لہٰذا ضعیف و مردود ہے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ثلاث اللاعب فیھن والجادّ سواء :الطلاق والصدقة والعتاقة ، قال عبد الکریم و قال طلق بن حبیب : والھدي والنذر " (مصنف عبدالرزاق ۶/۱۳۳ ح ۱۰۲۴۸، درمنثور ۱/۲۸۶، اعلاء السنن ۱۱/۱۷۹)

اس روایت کی سند میں ابوامیہ عبدالکریم بن ابی المخارق ضعیف ہے۔

دیکھئے تقریب التہذیب (۴۱۵۶)

جمہور محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور باقی سند میں بھی نظر ہے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ یہ سب روایتیں ضعیف و مردود ہیں، لیکن ظفر احمد تھانوی نے اپنی دیوبندیت بچانے کے لئے یہ لکھ دیا: " و ھذہ طرق یقوي بعضھا بعضًا "

اور یہ سندیں ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں۔ (اعلاء السنن ۱۱/۱۷۹)

تھانوی مذکور کا یہ دعویٰ سراسر غلط ہے اور مجھے الشیخ الصدوق عبدالاول بن حماد بن محمد

الانصاری المدنی نے بذریعۂ کتاب خبر دی، کہا: میں نے اپنے والد (شیخ حماد انصاری رحمہ اللہ) کو فرماتے ہوئے سنا: " إن کتاب " اعلاء السنن " مليٌ بالموضوعات و أغلب أدلته أحاديث كذب أو ضعيفة . " بے شک کتاب: اعلاء السنن موضوع روایات سے بھری ہوئی ہے اور اس کی عام دلیلیں جھوٹی یا ضعیف روایات ہیں۔

(دیکھئے المجموع فی ترجمۃ حماد الانصاری ج ۲ ص ۲۶۷ فقرہ: ۱۲۹)

شیخ عداب محمود الحمش نے اعلاء السنن کے بارے میں فرمایا: " و في هذا الكتاب بلايا و طامات مخجلة ! " اور اس کتاب میں مصیبتیں اور رسوا کن تباہیاں ہیں۔

(حاشیہ رواۃ الحدیث الذین سکت علیھم ائمۃ الجرح والتعدیل بین التوثیق والتجہیل ص ۲۷)

یاد رہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ سب روایات جبری طلاق کے موضوع سے غیر متعلق ہیں، کیونکہ ان میں طلاق المکرَہ کا ذکر تک نہیں ہے اور موضوعات کی ترویج دینے والے لوگوں کا تحریفات کے ذریعے سے خود ساختہ مفہوم تراشنا علمی میدان میں ناقابلِ قبول اور مردود ہوتا ہے۔

۲: بحوالہ محمد بن الحسن الشیبانی (یعنی ابن فرقد) اور عقیلی صفوان بن عمران الطائی سے روایت ہے کہ ایک آدمی سویا ہوا تھا تو اس کی بیوی ایک چھری لے کر اس کے سینے پر چڑھ گئی اور کہا: مجھے تین طلاق دے دو، ورنہ میں تجھے ذبح کر دوں گی۔ پھر اس نے طلاق دے دی اور بعد میں نبی ﷺ کو بتایا تو آپ نے فرمایا: " **لا قيلولة في الطلاق** "

(دیکھئے مرقاۃ المفاتیح ۶/ ۳۸۸)

یہ روایت کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی (۲/ ۲۱۱، دوسرا نسخہ ۲/ ۵۹۶۔۵۹۷، تیسرا نسخہ ۳/ ۱۲۶۔۱۲۷) سنن سعید بن منصور (۱/ ۲۷۵۔۲۷۶ ح ۱۱۳۰۔۱۱۳۱) اور العلل لابن الجوزی (۲/ ۱۵۹ ح ۱۰۷۴) وغیرہ میں موجود ہے اور اس کی سند دو وجہ سے سخت ضعیف ہے:

(۱) صفوان الاصم الطائی بذاتِ خود ضعیف ہے۔ اسے امام بخاری (تحفۃ الاقویاء: ۱۷۲) اور عقیلی وغیرہم نے ضعفاء میں شمار کیا ہے، بلکہ امام بخاری نے فرمایا: " **حديثه منكر** "

اس کی بیان کردہ حدیث منکر ہے۔ (کتاب الضعفاء ص ۵۶)

ابوحاتم الرازی نے فرمایا: " یکتب حدیثه ولیس بالقوي " اس کی حدیث لکھی جاتی ہے اور وہ القوی نہیں ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۴/۴۲۲ ت ۱۸۵۱)

نیز انھوں نے طلاق مکرہ کے بارے میں اس کی روایت کو منکر قرار دیا۔ (ایضاً ص ۴۲۲)

ابن حزم نے کہا: " وصفوان منکر الحدیث " (المحلی ۱۰/۲۰۳ مسئلہ: ۱۹۶۶)

(۲) غاز بن جبلہ مجروح راوی ہے، اسے بخاری نے ضعفاء میں ذکر کر کے فرمایا کہ طلاق مکرہ کے بارے میں اس کی حدیث منکر ہے۔ (رقم ۳۰۵)

ابوحاتم الرازی نے فرمایا: " هو منکر الحدیث " وہ منکر الحدیث ہے۔ الخ

(کتاب الجرح والتعدیل ۷/۵۹ ت ۳۳۷)

بہت سے علماء مثلاً امام بخاری، ابوحاتم الرازی اور ابن الجوزی وغیرہم نے اس روایت کو منکر وغیر صحیح قرار دیا ہے۔

ابن حزم نے کہا: غازی بن جبلہ مغموز (یعنی مجروح) ہے۔ (المحلی ۱۰/۲۰۳ مسئلہ: ۱۹۶۶)

تقی صاحب نے یہ عجیب وغریب بات لکھ دی ہے کہ "اور علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے " اعلاء السنن " ج ۱۱ ص: ۱۲۵ میں اس بات پر دلائل دیئے ہیں کہ یہ حدیث سنداً قابلِ استدلال ہے۔" (فتاویٰ عثمانی ج ۲ ص ۳۲۴)

عرض ہے کہ " اعلاء السنن " نامی کتاب (۱۱/ ۱۷۷) کے مذکورہ صفحے پر کسی قسم کے دلائل نہیں بلکہ الفاظ کی شعبدہ بازی ہے اور آخر میں بغیر دلیل کے اسے " صالح للاحتجاج " لکھ دیا گیا ہے۔ تقی صاحب یا ان کے متبعین ہمت کریں اور درج ذیل دونوں راویوں کی جمہور محدثین سے توثیق ثابت کر دیں:

(۱) الغاز بن جبلہ (۲) صفوان الاصم الطائی

اور اگر ثابت نہ کر سکیں تو پھر یہ روایت ضعیف ومردود ہی ہے اور نا قابلِ احتجاج ہے یعنی اس سے حجت پکڑنا ناجائز ہے۔

٤: ''مصنف عبدالرزاق میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ مکرَہ کی طلاق کو واقع قرار دیتے تھے، اور یہی مذہب....''

عرض ہے کہ یہ روایت ''طلاق المکرَہ جائز'' کے الفاظ سے مروی ہے اور اس کے راوی ایوب السختیانی البصری (ولادت ٦٦ھ) کی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (وفات ٧٤ھ) سے ملاقات ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ومردود ہے۔

فائدہ: طحاوی حنفی کی ایک عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ (امام) ابوحنیفہ منقطع کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ دیکھئے شرح معانی الآثار (طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ج ٢ ص ١٦٤، باب الرجل یسلم فی دار الحرب وعندہ اکثر من اربع نسوۃ)

باقی رہے تابعین کے آثار تو ان کے صحیح ہونے میں بھی نظر ہے اور قرآن، حدیث و آثارِ صحابہ کے بعد تابعین کے مختلف فیہ وباہمی متعارض آثار کی کیا ضرورت ہے؟!

٥: تقی صاحب نے لکھا ہے: ''اور اگر بالفرض ''اکراہ'' ہی کے معنی میں لئے جائیں تو مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت سے اس کا منسوخ ہونا سمجھ میں آتا ہے، اور وہ روایت یہ ہے: ''عن سعید بن جبیر أنه بلغه قول الحسن لیس طلاق المکره بشيً ..''
(فتاویٰ عثمانی ج ٢ ص ٣٢٥)

عرض ہے کہ اس کی سند میں معتمر بن سلیمان التیمی کے والد سلیمان التیمی مدلس تھے اور سماع کی تصریح نہیں ہے، لہٰذا ہماری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور ضعیف روایت سے منسوخیت ثابت کرنا ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

مذکورہ فتوے پر مختصر وجامع تبصرہ ختم ہوا اور اب وہ دلائل پیشِ خدمت ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جبری طلاق واقع نہیں ہوتی:

١) قرآن مجید کی ایک آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کافر لوگ پکڑ لیں اور طاقت کے ذریعے سے کفر کہنے پر مجبور کردیں تو وہ شخص کافر نہیں ہوتا۔ (دیکھئے سورۃ النحل: ١٠٦)

مفسرِ قرآن امام ابوعبداللہ القرطبی نے اس آیت سے اکیس (٢١) مسئلے نکالے، جن

میں سے ساتواں مسئلہ یہ ہے کہ امام شافعی اور ان کے ساتھیوں نے فرمایا: " **لا یلزمه شيءٌ** "
اس پر (جبری طلاق میں سے) کوئی چیز بھی لازم نہیں ہوتی۔ (تفسیر قرطبی ۱۰/۱۸۴)

بلکہ قرطبی اور ان سے پہلے قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی نے جبری طلاق کے بارے میں امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب قیاس کو باطل (**و هذا قیاس باطل**) قرار دیا۔

(ایضاً ص ۱۸۴، احکام القرآن لابن العربی المالکی ج ۳ ص ۱۱۸۱)

مشہور تابعی امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے فرمایا:

" **الشرك أعظم من الطلاق** " شرک طلاق سے بڑا ہے۔ (سنن سعید بن منصور ۱/۲۷۸ ح ۱۱۴۳، وسندہ صحیح وصححہ الحافظ ابن حجر فی فتح الباری ۹/۳۹۰ تحت ح ۵۲۶۹ـ۵۲۷۲)

جب حالتِ اکراہ میں کلمۂ کفر کہنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا تو اسی طرح حالتِ اکراہ میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

۲) ثابت بن عیاض بن احنف رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) کے اپنے بیان کردہ واقعے سے ثابت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جبری طلاق نہیں ہوتی۔ (دیکھئے موطأ امام مالک روایۃ یحییٰ بن یحییٰ ۱/۵۸۷ ح ۱۲۸۰، وسندہ صحیح ولہ طریق آخر صحیح فی السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/۳۵۸ وسندہ صحیح)

۳) تابعین کرام میں جبری طلاق کے بارے میں اختلاف ہے۔

امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ جبری طلاق کو کچھ چیز نہیں سمجھتے تھے۔

(سنن سعید بن منصور ۱/۲۷۷ ح ۱۱۴۱، وسندہ صحیح ولہ شاہد صحیح فی مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۴۹ ح ۱۸۰۲۸)

امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بھی جبری طلاق کے قائل نہیں تھے۔

دیکھئے سنن سعید بن منصور (۱/۲۷۶ ح ۱۱۳۲، وسندہ حسن)

تابعین میں سے امام عامر الشعبی رحمہ اللہ بادشاہ کی طرف سے جبری طلاق کو جائز اور چوروں ڈاکوؤں کی طرف سے جبری طلاق کو ناجائز سمجھتے تھے۔

(سنن سعید بن منصور: ۱۱۳۶، وسندہ صحیح، ۱۱۳۷، وسندہ صحیح)

یعنی وہ بھی حنفیہ کی مروجہ جبری طلاق کے واقع ہونے کے قائل نہیں تھے اور حافظ ابن حجر نے فرمایا: " و ذهب الجمهور إلى عدم اعتبار مايقع فيه " اور جمہور کے نزدیک (بادشاہ ہو یا چور ڈاکو) جبری طلاق واقع ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(فتح الباری ۹/۳۹۰ طبع دار المعرفۃ)

فائدہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مکرہ یعنی مجبور کی طلاق نہیں ہوتی۔

(سنن سعید بن منصور: ۱۱۴۳، السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/ ۳۵۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۳۳۰)

اس روایت کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن طلحہ الخزاعی ہیں جنھیں درج ذیل علماء نے ثقہ و صدوق وغیرہ قرار دیا ہے:

(۱) ابن حبان

(۲) بخاری علق لہ فی صحیحہ

(۳) ابن القیم (صحح لہ فی اعلام الموقعین ۳/ ۳۸)

(۴) عینی (صحح لہ فی عمدۃ القاری ۲۰/ ۲۵۲)

(۵) ابن حزم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور فرمایا: یہ ابن عباس سے ثابت ہے۔

(المحلی ۱۰/ ۲۰۴ مسئلہ: ۱۹۶۶)

ابن حجر العسقلاني سكت على حديثه في فتح الباري .

(وسكوته ليس بشيءٍ عندنا و لكنه حجة عند الديوبندية!)

یاد رہے کہ امام عجلی سے اس راوی کی توثیق ثابت نہیں، لیکن سیدنا ابن عمر اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما وغیرہما کے آثار (جن کا کوئی صحابی مخالف نہیں) سے ثابت ہوا کہ جبری طلاق کے واقع نہ ہونے پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہے۔

٤) امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور بہت سے اماموں کا یہ مسلک ہے کہ جبری طلاق واقع نہیں ہوتی اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے۔ (مجموع فتاویٰ لابن تیمیہ ۳۳/ ۱۱۰)

امام بخاری وغیرہ کی بھی یہی تحقیق ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اہلِ مدینہ پر (جعفر بن سلیمان بن علی) الہاشمی حکمران تھا، پھر اس نے (امام) مالک کو بلایا اور کہا: ''تم وہ ہو جو اِکراہ (طلاق مکرہ کے واقع نہ ہونے) اور بیعت کے باطل ہونے کا فتویٰ دیتے ہو؟!

پھر اس نے آپ کی ننگی پیٹھ پر سو کوڑے لگوائے، حتیٰ کہ آپ کا کندھا اُتر گیا اور آپ خود اپنے ہاتھ سے اپنے بٹن بند نہیں کر سکتے تھے۔ (آداب الشافعی لابن ابی حاتم ص ۱۵۶، وسندہ صحیح)

۵) حافظ ابن حزم نے اہل الرائے کے باطل قیاس کا رد قیاس سے بھی کیا ہے، کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جبری خرید و فروخت نہیں ہوتی۔ جب جبری خرید و فروخت نہیں ہوتی تو پھر جبری طلاق کس طرح ہو جاتی ہے؟ (دیکھئے المحلیٰ ۳۳۲/۸ مسئلہ: ۱۴۰۶)

جبری طلاق کے سلسلے میں ایک اہم بات پیشِ خدمت ہے:

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق''

اغلاق (حالتِ جبر یا غصے) میں نہ طلاق ہوتی ہے اور نہ غلام آزاد ہوتا ہے۔

(سنن ابی داود: ۲۱۹۳ وسکت عنہ وصححہ الحاکم ۱۹۸/۲ ح ۲۸۰۲ علیٰ شرط مسلم فتعقبہ الذھبی)

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ دیکھئے انوار الصحیفہ (ص ۸۳)

اگر یہ روایت صحیح، حسن ہوتی تو اس سے دو مسئلے صاف طور پر ثابت ہو جاتے:

(۱) جبری طلاق نہیں ہوتی

(۲) غصے کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی۔

چونکہ ہم اصولِ حدیث، علمِ اسماء الرجال اور انصاف کے پابند ہیں، لہٰذا اس ضعیف روایت سے استدلال نہیں کرتے۔

خلاصۃ التحقیق: جبری طلاق واقع نہیں ہوتی جیسا کہ عمومِ قرآن اور اجماعِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے ثابت ہے اور اس سلسلے میں تقی عثمانی صاحب کا فتویٰ بالکل غلط ہے۔

و ما علینا إلا البلاغ (۸/ اگست ۲۰۱۱ء)

لا یرفع بعد ذلك کی تحقیق

صفحہ ۵۰۵ کے سلسلے میں عرض ہے کہ احمد بن عبداللہ الرقی کی توثیق بعد میں مل گئی۔

(دیکھئے تاریخ بغداد ۴/ ۲۲۹۔۲۳۰ ت ۱۹۳۶)

نیز اس روایت کی دوسری سندیں بھی مل گئی ہیں:

دیکھئے الجزء العاشر من الفوائد المنتقاۃ لابن ابی الفوارس (۱/ ۱۷۱ ح ۱۷۰)

المخلصیات (۳/ ۲۲۹ ح ۲۳۹۵)

تاریخ دمشق لابن عساکر (۵۱/ ۴۸)

کتاب الضعفاء للعقیلی (۲/ ۶۹ مختصراً، دوسرا نسخہ ۲/ ۴۲۲، تیسرا نسخہ ۲/ ۳۵۸)

اسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری (ج ۲ ص ۲۲۱ تحت ح ۷۳۷) میں ''باسناد حسن'' قرار دیا، لیکن لسان المیزان میں لکھا: ''**رزق اللّٰہ بن موسی الکلواذاني عن یحیی بن سعید و بقیۃ أحادیثہ منکرۃ وھو بصري لابأس بہ**''

رزق اللہ بن موسیٰ الکلواذانی نے یحییٰ بن سعید اور بقیہ سے منکر حدیثیں بیان کیں اور وہ بصری لاباًس بہ ہے۔ (ج ۲ ص ۴۵۹، دوسرا نسخہ ج ۳ ص ۹۵۔۹۶)

اس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت جرح خاص ہونے کی وجہ سے منکر یعنی ضعیف ہے۔

فہرس الآیات والاحادیث والآثار

اسماء الرجال

اشاریہ

(جلد سوم)

نواب سید محمد صدیق حسن خان رحمہ اللہ

(۱۸۳۲ء — ۱۸۹۰ء)

تسہیل و تخریج

حافظ عبداللہ سلیم — حافظ شاہد محمود

الکتاب انٹرنیشنل
جامعہ نگر، نئی دھلی ۱۱۰۰۲۵
Ph. 26986973,26985534

توبہ و تقویٰ

اسباب، وسائل اور ثمرات

تالیف

ابو شرحبیل شفیق الرحمن الدراوی
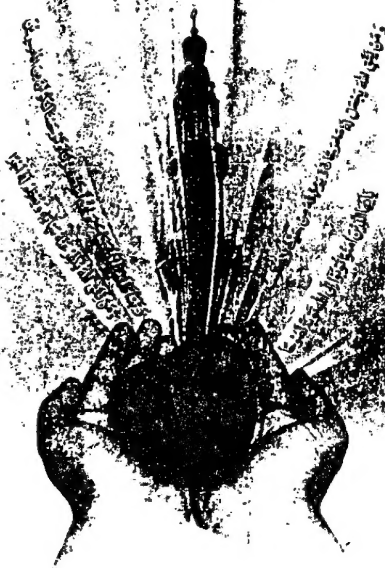
مراجعہ وتصحیح

مولانا عبدالہادی عبدالخالق مدنی مولانا قاری محمد شعیب مدنی

الکتاب انٹرنیشنل، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

تالیف

ابو نعمان محمد زبیر صادق آبادی